فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مراد آباد، الہند

(جلد ۷)

المجلد السابع

بقية الصلوٰة من تسوية الصفوف

الى سجود التلاوة

۲۴۵۸ ——— ۲۹۶۴

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

مکمل اجمالی فہرست ایک نظر میں

❍❖❍ ❖❖

فہرست مضامین

۹/ بقیة كتاب الصلاة

۱۰/ باب تسوية الصفوف

۱۱/ باب مدرک، مسبوق، لاحق

١٢/ باب القراءۃ

۱۳/ باب الجمع بین الصلوٰتین

۱۴/ باب صلوۃ النساء

۱۵/ باب ما يكره في الصلاة ومالايكره

۱۶/ باب ما یفسد الصلاۃ وما لایفسد

۱۷/ باب قضاء الفوائت

۱۸/ باب الحدث في الصلاة

۱۹/ باب سجود السهو

۲۰/ باب سجود التلاوۃ

۹/ بقية كتاب الصلاة

(۱۰) باب تسوية الصفوف

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

نماز میں صف سیدھی کرنا واجب ہے

سوال [۲۴۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں صف سیدھی کرنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز میں صف سیدھی کرنا واجب ہے؛ کیونکہ صحیح احادیث میں صف سیدھی کرنے کا حکم آیا ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: سووا صفوفكم فإن تسوية الصف، من تمام الصلاة. (مسلم شريف، الصلاة باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/ ١٨٢، بيت الأفكار رقم: ٤٣٣، مسند الدارمي ٢/ ٨٠٣، رقم: ١٢٩٨، صحيح ابن خزيمة، المكتب الاسلامي ١/ ٧٤٥، رقم:١٥٤٣)

ذهب بعض العلماء منهم ابن حجر، وبعض المحدثين إلى وجوب تسوية الصفوف؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: ''لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله

بین وجوهكم" فإن ورود هذا الوعيد دليل على وجوب التسوية.
(الموسوعة الفقهية كويتية ٢٧/٣٦)

النعمان بن بشير، يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لتسوُّنَّ صوفكم، أو ليخالفن الله بين وجوهكم. (بخاري شريف، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها ١/١٠٠، رقم: ٧٠٨، ف:٧١٧)

ليخالفن الله بين وجوهكم: وفيه من اللطائف وقوع الوعيد من جنس الجناية وهي المخالفة، وعلى هذا فهو واجب. (فتح الباري، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها، دارالريان للتراث العربي بيروت ٢/٢٤٢، اشرفيه ديوبند ٢/٢٦٤، دارالفكر ٢/٢٠٧، تحت رقم الحديث:٧١٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۱۸)

حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کا صف سیدھی کرنے کا اہتمام

سوال [۲۴۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کس وقت صف سیدھی فرماتے تھے؟

المستفتی: محمد عبدالرقیب، حیدرآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے اقامت کے ختم ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے صف سیدھی کرنے کا عمل ثابت ہے اور نماز میں صفیں سیدھی کرنا لازم وواجب ہے۔

وروي عن علي، وعثمانؓ أنهما كانا يتعاهدان ذلك ويقولان استووا وكان علي يقول: تقدم يافلان، تأخر يافلان. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، مكتبة البدر ديوبند ١/٥٣، دارالسلام رقم:٢٢٧)

وروي عن عمرؓ، أنه كان يوكل رجالا بإقامة الصفوف ولايكبر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت. (ترمذي شريف،كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، النسخة الهندية ۱/۵۳، دارالسلام رقم: ۲۲۷، مكتبة البدر ديوبند)

مالک عن نافع أن عمر بن الخطابؓ، كان يأمر بتسوية الصفوف، فإذا جاء وه فأخبروه أن قد استوت كبر. (موطا امام مالك، الصلاة، باب ماجاء في تسوية الصفوف ۵۵، مكتبة بلال ديوبند)

المراد من قوله بعدها أي بعد الإقامة قبل التحريمة—وكان في زمن عمرؓ رجل موكل على التسوية كان يمشي بين الصفوف ويسويهم، وهو واجب عندنا. (فيض الباري، الصلاة، باب تسوية الصف عند الإقامة وبعدها ۲/۲۳٤، مكتبة رشيدية كوئٹه) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۹/۴۰)

تکبیر ختم ہونے پر تسویۂ صفوف کا اعلان کرنا

سوال [۲۴۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرات احناف کے نزدیک صف سیدھی کرنے کا اعلان کس وقت بہتر ہے، تکبیر شروع ہونے سے پہلے یا تکبیر ختم ہونے کے بعد؟ یا نماز شروع ہونے سے پہلے؟ واضح فرمائیے۔

المستفتی: محمد سلیمان غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام تسویۂ صفوف کا اعلان تکبیر کے اختتام پر کرے، تو بہتر اور افضل ہے؛ اس لئے کہ تکبیر کے دوران اعلان کرنے میں کسی کو سنائی دے گا اور کسی کو نہیں دیگا اور مؤذن کی تکبیر پر دھیان باقی نہیں رہے گا۔

قال أبو یوسفؒ: یشرع في التکبیر إذا فرغ المؤذن من الإقامة محافظة علی فضیلة متابعة المؤذن وإعانة للمؤذن علی الشروع معه.
(اعلاء السنن، کراچی ۴/ ۲۱۲)

ولا یکبر حتی یفرغ المؤذن؛ لأن النبي صلی الله علیه وسلم یکبر بعد فراغه. (المغني ۱/ ۲۷۵، دارالفکر بیروت لبنان)

أن النبي صلی الله علیه وسلم، کان یأمرهم بالتسویة متکأً علی خشبة منصوبة في المحراب، فإذا راهم سوؤا صفوفهم کبر. (فیض الباري، الصلاة، باب اقبال الإمام عند تسویة الصفوف ۲/ ۲۳۵، مکتبة رشدیة کوئٹه)

عن سماکؒ سمعت نعمان بن بشیرؓ قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم: یسوي صفوفنا إذا قمنا للصلوة، فإذا استوینا کبر. (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف، النسخة الهندیه ۱/ ۹۶، دارالسلام رقم: ۶۶۵، بذل المجهود ۳/ ۶۱۲، رقم: ۶۶۳، بیروت) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر الف: ۱۱۴۲۲/۴۰)

امام اقامت سے قبل صفیں سیدھی کرائے یا اقامت کے بعد

سوال [۲۴۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں بعض ائمہ کرام جس وقت اقامت ہوتی ہے، تو مقتدیوں کی طرف منھ کر کے کھڑے ہو کر صف بندی کراتے ہیں اور اقامت ختم ہوتے ہی نماز شروع کر دیتے ہیں، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کے علمی خطبات میں لکھا ہے کہ میں نے حدیث میں کہیں بھی آج تک یہ طریقہ نہیں دیکھا؛ بلکہ صف بندی اقامت کے بعد کی جائے،

ہمارے یہاں جمعہ یا اجتماع یا جلسہ یا کسی بھی تبلیغی جوڑ کے موقع پر پہلے کئی منٹ تک صف بندی ہوتی ہے پھر اقامت ہوتی ہے، کیا یہ طریقہ شرعاً درست ہے؟

المستفتی: عبد الرشید قاسمی سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حضرت مفتی سعید صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی علمی خطبات ہمارے پاس یہاں نہیں ہے؛ اس لئے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، مگر احادیث شریفہ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ پیش خدمت ہے، احادیث مبارکہ سے دوران اقامت اور اقامت سے پہلے صفیں سیدھی کرانے کا ثبوت ملتا ہے؛ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اقامت شروع ہوجاتی تھی اور حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوکر فرماتے تھے ''صفوں کو سیدھا کرو'' اسی طرح کی روایت مسلم شریف میں حضرت ابوہریرۃ ﷺ سے مروی ہے کہ تکبیر شروع ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کھڑے ہو کر صفیں درست فرمالیا کرتے تھے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: أقيمت الصلاة، فقمنا، فعدلنا الصفوف، قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاهٗ قبل أن يكبر، ذكر فانصرف وقال لنا: مكانكم فلم نزل قياما ننتظره حتى خرج إلينا.
(مسلم شريف، كتاب الصلوة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

عن أنس رضي الله عنه، قال: أقيمت الصلاة، فأقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه، فقال: أقيموا صفوفكم وتراصوا فإني أراكم من وراء ظهري. (بخاري شريف، كتاب الأذان، باب اقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف ١/ ١٠٠، رقم: ٧١٠، ف:٧١٩)

عن أنسؓ، قال: أقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه حين قام إلى الصلاة قبل أن يكبر فقال: أقيموا صفوفكم وتراصوا فإني أراكم وراء ظهري. (نسائي شريف، كتاب الصلاة، باب حث الإمام على رص الصفوف، والمقابلة بينها، النسخة الهندية ۱/ ۹۳، دارالسلام رقم: ۸۱۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۰؍۱۰۶۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴؍۲؍۱۴۳۳ھ

امام کا نماز سے قبل صفیں درست کروانا

سوال [۲۴۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد کے امام ہر نماز سے پہلے جماعت کھڑی ہونے کے وقت آواز سے ’’صفیں درست کرلیں، نماز درست ہوگی ان شاء اللہ.....مل مل کر کھڑے ہوں‘‘ پکارتے ہیں زید کو اس پر اعتراض ہے اس کا کہنا ہے کہ یہ مناسب نہیں ہے یہ بدعت ہے؛ جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ یہ درست اور مناسب ہے صفوں کو درست کرانا امام کا کام ہے، اللہ کے پیارے نبی ﷺ بھی صفیں درست فرماتے تھے اور حضرت عمرؓ بھی؛ لہٰذا شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ امام کو اس طرح صفیں درست کرنا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: حکیم محمد ایوب جامعی، حکیمی دوا خانہ، کچھ بھج (گجرات)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کا نماز سے پہلے جماعت کھڑی ہونے کے وقت نمازیوں کو بلند آواز سے یہ کہنا کہ ’’صفیں درست کرلو‘‘ اس پر زید کا یہ اعتراض کرنا کہ یہ بدعت ہے درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ آقائے نامدار ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت ہے، یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ یہ سب حضرات کھڑے ہوکر بلند آواز سے صف سیدھی کرنے کا اعلان بھی کیا کرتے تھے اور اگر کوئی شخص

صف کے اندر آگے پیچھے نظر آتا اسے آواز دے کر سیدھے کھڑے ہونے کا حکم کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ اس کام کے لئے چند آدمیوں کو مقرر کر رکھا تھا، آج کے ائمہ میں یہ کمی ہے کہ وہ صف سیدھی کرنے کا اعلان نہیں کرتے ہیں جو کہ ان کی ذمہ داری ہے۔

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سووا صفوفكم، فإن تسوية الصف من تمام الصلاة. (صحيح مسلم الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها، النسخة الهنديه ۱۸۲/۱، بيت الأفكار رقم:۴۳۳)

عن النعمان بن بشير، يقول: كان رسول الله عليه وسلم يسوي صفوفنا حتى كأنما يسوي بها القداح. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصوف وإقامتها، النسخة الهندية ۱۸۲/۱، بيت الأفكار رقم:۴۳۶، المعجم الكبير للطبراني ۱۰۶/۲۱، رقم: ۱۱۵-۱۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۵۵۳/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۱۸ھ

کیا صفوں کو سیدھا کرانا امام کی ذمہ داری ہے؟

سوال [۲۴۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! صفوں کو برابر کیا کرو؛ کیونکہ صفوں کو سیدھی اور برابر کرنا نماز اچھی طرح ادا کرنے کا جزو ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو پہلے نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو زبانی یا ہاتھ سے برابر فرماتے، جب صفیں برابر ہو جاتیں تو آپ تکبیر تحریمہ کہتے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو پہلے اپنے دائیں طرف متوجہ ہوکر فرماتے تھے ''سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اپنی صفیں برابر کرلو'' پھر بائیں طرف متوجہ ہوکر فرمایا کرتے تھے سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اپنی صفیں برابر کرلو۔ (ابوداؤد)

(۱) محترم ان احادیث کی روشنی میں تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے کیا یہ امام صاحب کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ صفوں کو درست کرنے کی غرض سے ہدایت دیں اور پہلی صف کی دائیں بائیں جانب دیکھ کر کم از کم پہلی صف کو درست یا برابر کرادیا کریں؟

(۲) نماز جماعت سے متعلق امام صاحب کی کیا ذمہ داری یا فرائض ہیں؟

المستفتی: عبدالحق، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صفوں کو درست کرنے کے لئے اعلان کرنا اور اپنی جگہ کھڑے ہوکر کے پہلی صف کی دائیں اور بائیں طرف دیکھ کر نگرانی کرنا امام کی ذمہ داری ہے اور امام کے اعلان کے بعد ہر ہر صف کے مقتدیوں کو اپنی اپنی صف کو درست کرنا خود مقتدیوں کی ذمہ داری ہے اور امام کے اعلان کے بعد جو مقتدی آگے پیچھے ہوکر کے کھڑے ہوں گے وہ خود گنہ گار ہوں گے اور امام کے اوپر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباد اللہ! لتستون صفوفکم أو لیخالفن اللہ بین وجوهکم. (مسلم شریف، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف، النسخة الهندية ١/ ١٨٢، بيت الأفكار رقم: ٤٣٦)

إن رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم قال أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب...... ولاتذروا فرجات للشيطان ومن وصل صفا وصله اللہ ومن قطع صفا قطعه اللہ. (ابوداؤد شریف، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/ ٩٧، دارالسلام رقم: ٦٦٦)

ثم إن استوى بعض الصف ولم يستو البعض فظني أن رجال ذلك

الصف والذين خلفه آثمون فإنه كان عليهم التسوية لاالذين قدامهم.

(معارف السنن، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، اشرفية ديوبند ۲/ ۳۰۰)

(۲) نماز جماعت سے متعلق امام صاحب کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں آنجناب نے وہ سب چیزیں پوچھی ہیں اور وہ سب باتیں کتب فقہ میں باب الامامت کے ذیل میں موجود ہیں اور جتنی جزئیات ہیں ان سب کو دیکھنا ہوگا؛ لہٰذا آپ کے سوال کے جواب میں کتاب الجماعت اور کتاب الامامت ہم نقل نہیں کر سکتے ان میں سے جو مسئلہ آپ کو معلوم کرنا ہو وہ واضح طور پر لکھئے پھر اس کا جواب لکھا جا سکتا ہے اور اگر آپ کو سب باتوں کی ضرورت ہے تو کتاب الامامت خود پڑھ کر دیکھئے پوری کتاب نقل کر کے مستفتی کو بتانا مفتی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹؍ ۱۰۵۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍۱؍۱۴۳۳ھ

کیا صفوں کو سیدھا کرانا امام پر لازم ہے؟

سوال [۲۴۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب اپنے حجرے سے سیدھے مصلے پر آکر جماعت شروع کر دیتے ہیں، وہ صف کے بھی دائیں بائیں صفوں کی درستگی کی غرض سے نہیں دیکھتے، کیا صفوں کو درست کرانا امام صاحب کے فرائض میں سے نہیں ہے؟

المستفتی: عبدالحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صفوں کو درست کرنا خود مقتدیوں کی ذمہ داری اور انہیں کے فرائض میں شامل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضور ﷺ مصلے پر

تشریف لے جاتے تھے، تو مؤذن تکبیر شروع کردیتے تھے، اور صحابہ کرامؓ اپنی اپنی صفوں کو خود درست فرمالیا کرتے تھے، ہاں البتہ امام صاحب کا مصلیٰ پر جاکر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے اگلی صف کی طرف دائیں بائیں نظر ڈال لینا مستحب اور مسنون ہے، حضرات خلفاء راشدین کا عمل یہی تھا کہ وہ اگلی صفوں کی نگرانی فرماتے تھے۔

أخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف سمع أبا هريرةؓ، يقول أقيمت الصلوة فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاه قبل أن يكبر ذكر فأنصرف وقال لنا مكانكم الحديث. (مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهنديه ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

عن أبي هريرةؓ أن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فيأخذ الناس مصافهم، قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه. (مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهنديه ١/٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

أن عمر بن الخطابؓ كان يأمر رجالا بتسوية الصفوف، فإذا جاء وه، فأخبروه بتسويتها كبر. (موطا محمد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف ٨٨، رقم:٩٧)

وينبغي للقوم إذا قاموا أن يتراصوا يسدّوا الخلل ويسووا بين مناكبهم في الصفوف ولا بأس أن يأمرهم الإمام بذلك. (هنديه، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والماموم، قديم زكريا ١/٨٩، جديد ١/١٤٦، الدر المنتقي مع مجمع الانهر، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالكتاب العلمية بيروت ١/١٦٥، شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/ ٣١٠، كراچي ١/٥٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۲؍ شوال المکرّم ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۴۸۸/۳۹)	۱۴۳۲/۱/۲۸ھ

صفوں کی درستگی کا ذمہ دار کون ہے، امام صاحب یا مقتدی حضرات؟

سوال [۲۴۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا صفوں کا درست کرانا امام صاحب کے فرائض میں نہیں ہے، ہمارے امام صاحب کبھی بھی دائیں بائیں یا پیچھے مڑ کر صفوں کو درست کرانے کی غرض سے نہیں دیکھتے؛ بلکہ تکبیر مکمل ہونے پر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دیتے ہیں، بھلے ہی پہلی صف تک درست نہ ہوئی ہو؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صفوں کو درست کرنے کے اصل ذمہ دار مقتدی حضرات ہی ہوتے ہیں، ہر ایک اپنے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کرلے اور اس طرح صفیں درست کرنا مقتدیوں پر واجب ہے؛ البتہ امام کے لئے پہلی صف کی نگرانی کرنا اور نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کو درست کرنے کا اعلان کرنا مستحب اور مسنون ہے؛ لہٰذا اگر امام نے دائیں بائیں دیکھے بغیر نماز شروع کر دی ہے اور اعلان بھی نہیں کیا تو ایک مستحب عمل ترک ہوا، جس پر ملامت بھی نہیں؛ البتہ جو مقتدی صحیح قطار بنا کر کھڑے نہیں ہوئے، وہ خود صف سیدھی نہ کرنے کے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

عن مالک بن أبي عامر الأنصاري أن عثمان بن عفانؓ، كان يقول في خطبته: إذا قامت الصلاة، فاعدلوا الصفوف، وحاذوا بالمناكب، فإن اعتدال الصفوف من تمام الصلوة. (مؤطا محمد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف ٨٨، رقم: ٩٨، مصنف عبد الرزاق ٢/٣ ١ ٢، رقم: ٥٣٧٣، السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجمعة، باب الإنصات للخطبة وإن لم يسمعها دارالفكر ٤/ ٤٧٣، رقم: ٥٩٢٨)

عن أبي هريرةؓ، قال: إن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم،

فيأخذ الناس مصافهم، قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه.
(مسلم شريف، باب متى يقوم الناس للصلاة، النسخة الهندية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

وعلي هذا فيكون تسوية الصف واجبا والتفريط فيه حرامًا.
(اعلاء السنن ٤/ ٣٣٥ بيروت)

وينبغي للقوم إذا قاموا أن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا بين مناكبهم في الصفوف، ولابأس أن يأمرهم الإمام بذلک. (هنديه، کتاب الصلاة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والماموم، قديم زكريا ١/ ٨٩، جديد ١/ ١٤٦ كتاب الصلاة، باب الإمامة بيروت ١/ ١٦٥، الدر المنتقي، كتاب الصلاة، باب الامامة ١/ ١٦٥، شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ٢/ ٣١٠، كراچي ١/ ٥٦٨، تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، امداديه ملتان ١/ ١٣٦)

وقال ابن مالک في شرحه: يدل على أن السنة للإمام أن يسوي الصفوف ثم يكبر. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سنية تسوية الصف ورصها ٤/ ٣٣٧ بيروت) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۲؍شوال المکرّم ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۴۸۹)	۱۴۳۲/۱۰/۲۲ھ

امام کے علاوہ دوسرے شخص کا صفوں کو سیدھا کرانا

سوال [۲۴۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہ ایک رواج ایسا ہوگیا ہے کہ جب مؤذن اقامت سے فارغ ہوتا ہے، تو ایک عام آدمی بآواز بلند اعلان کرتا ہے کہ صفیں سیدھی کرلو، جس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوجاتا ہے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھ لیتے ہیں، تو کیا اس طرح سے ایک عام شخص کے لئے امام کی

اجازت کے بغیر تسویۂ صفوف کا اعلان کرنا درست ہے؟ جبکہ دور رسالت میں حضور ﷺ نے صفوں کو سیدھا رکھنے پر نہایت زور دیا اور قولاً بھی فرمایا اور عملاً بھی صفیں سیدھی کرائیں؛ لیکن حضور ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابی نے صفیں سیدھی نہیں کرائیں، تو کیا اس دور میں امام کی اجازت کے بغیر کسی عام آدمی کو صفیں سیدھی کرانے کا حق ہے، اگر امام صفیں سیدھی کرنے کا اعلان نہ کرے تو کیا امام پر زور اور دباؤ اس کے لئے ڈالا جائے گا یا امام کے حق کو کوئی شخص خود ہی انجام دے گا؟ مفصلاً جواب مطلوب ہے۔

(۲) ایک مولانا صاحب نے مسجد میں کھڑے ہوکر اعلان کر دیا کہ یہ امام کا حق ہے کوئی شخص امام کی اجازت کے بغیر یہ اعلان نہیں کرسکتا ہے، تو مولانا صاحب کا یہ مسئلہ بیان کرنا صحیح ہے یا غلط اور لوگوں کا مولانا کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا صحیح ہے یا غلط؟

المستفتی: عبدالمتین قاسمی، مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت کی نماز کے لئے صف سیدھی کرنا تمام علماء کے نزدیک لازم اور ضروری ہے، حتی کہ حدیث شریف میں صفیں سیدھی کرنے کو تکمیل صلوۃ کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سووا صفوفكم، فإن تسوية الصف من تمام الصلاة. (صحيح مسلم، باب تسوية الصف وإقامتها، النسخة الهندية ١/١٨٢، بيت الأفكار رقم: ٤٣٣، صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إقامة الصف من تمام الصلاة ١/٦٠، رقم: ٤١٩، ف: ٧٢٣)

اور اکثر علماء نے تسویۂ صفوف کو واجب کہا ہے، مگر حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کے عمل سے واضح ہوتا ہے کہ تسویۂ صفوف کی ذمہ داری امام کی ہوتی ہے یا امام نے جس کو اس کام کے لئے ذمہ دار بنایا ہے، وہی یہ کام کرسکتا ہے؛ کیونکہ اگر امام کی اجازت کے

بغیر دوسرے لوگ یہ کام انجام دیں گے تو نظام صلوۃ میں خلل آنے کا خطرہ ہے، حضور ﷺ ازخود صف سیدھی فرماتے تھے۔

عن النعمان بن بشير رضي الله عنه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يسوي صفوفنا إذا قمنا للصلوة، فإذا استوينا كبر. (ابو داؤد شريف، الصلاة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ۱/۹۸، دارالسلام، رقم: ٦٦٥، المعجم الكبير للطبراني ۲۱/۱۰۷، رقم:۱۱۸)

اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لئے باقاعدہ چند آدمیوں کو متعین فرمارکھا تھا۔

عن عمر رضي الله عنه أنه كان يوكل رجالا بإقامة الصفوف ولايكبر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت. الحديث. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، السنخة الهنديه ۱/۳۱، دارالسلام رقم:۲۲۷)

اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ازخود یہ کام انجام دیتے تھے، کسی دوسرے کو ذمہ دار نہیں بنایا تھا۔

روي عن عليؓ، وعثمانؓ أنهما كانا يتعاهدان ذلك ويقولان استووا. الحديث (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، النسخة الهنديه ۱/۳۱، دارالسلام رقم:۲۲۷)

ان تمام روایات سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ تسویۂ صفوف امام کا حق ہے، اگر کوئی دوسرا شخص یہ کام کرنا چاہے تو امام سے اجازت لینی ضروری ہے ورنہ نظام صلوۃ میں خلل آسکتا ہے؛ ہاں البتہ ہر شخص اپنے بغل والے کو صف سیدھی کر کے کھڑے ہونے کے لئے توجہ دلائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۲۷ھ

امام کا صفیں درست کرائے بغیر نماز شروع کرنا

سوال [۲۴۶۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر مساجد میں گھڑی دیکھ کر امام صاحب حجرہ سے سیدھے مصلےٰ پرآ کر نماز شروع کر دیتے ہیں؛ جبکہ ہدایات یہ ہیں کہ مسجد کا جائزہ لے کر مقتدیوں کی رعایت کے ساتھ صفوں کو درست کرا کر ہی تکبیر تحریمہ کہی جائے ،صفوں کا درست کرانا امام صاحب کے فرائض میں سے ہے یا سنت مؤکدہ میں سے (دارالعلوم) مگر ہمارے یہاں اگر پہلی صف میں بھی کوئی نماز میں ہے تب بھی توقف نہیں کیا جاتا افضل ومسنون کیا ہے؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گھڑی دیکھ کر سیدھے مصلےٰ پرآ کر نماز شروع کرنے کا کیا مطلب ہے، اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی تکبیر ہو چکی ہے، اس کے بعد امام مصلےٰ پرآ کر نماز شروع کر دیتا ہے، تو قابل توجہ بات ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ گھڑی دیکھ کر جماعت کھڑی ہونے کا جو ٹائم مقرر ہے، اسی ٹائم امام مصلےٰ پرآ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور مؤذن تکبیر شروع کرتا ہے تو کوئی اشکال اور اعتراض کی بات نہیں ہے کہ مؤذن کی تکبیر کے دوران مقتدی حضرات صفیں درست کریں اور امام صاحب مقتدیوں کی طرف منھ کر کے صفوں کی نگرانی کریں اور اعلان کرتے رہیں کہ صفیں درست کرلی جائیں، اس کے بعد امام صاحب نماز کی تکبیر تحریمہ باندھیں یہی مسنون طریقہ ہے اور نماز کھڑی ہونے کا ٹائم ہو چکا ہو یا قریب ہو تو پہلی صف میں سنتیں پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے، ایسے لوگوں کو مسئلہ بتا دیا جائے کہ اپنی سنتیں پیچھے برآمدہ یا مسجد کے آخری گوشہ میں پڑھیں، صحیح حدیث پاک میں وارد ہے کہ مؤذن کی تکبیر کے دوران حضرات صحابۂ کرام کھڑے

ہوکر اپنی صفیں درست فرمایا کرتے تھے اور امام صاحب نگرانی فرماتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الرحمن بن عوف سمع أباهريرة ، يقول: أقيمت الصلوة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاه قبل أن يكبر ذكر فانصرف وقال لنا: مكانكم فلم نزل قياماً ننتظره حتى خرج إلينا وقد اغتسل ينطف رأسه ماء فكبر فصلىّٰ بنا. (صحيح مسلم ، الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلاة، النسخة الهندية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥)

وعن أبي هريرةؓ، قال: أقميت الصلاة وصف الناس صفوفهم، وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام مقامه. فأومأ إليهم بيده أن مكانكم، فخرج وقد اغتسل ورأسه ينطف الماء فصلى بهم. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية، ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥)

وعن أبي هريرةؓ أيضا إن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فيأخذ الناس مصافهم، قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه الخ.

(مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخةالهدية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۸۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۱؍۱۴۳۱ھ

تکبیر اولیٰ میں امام صاحب کا مصلے پر بیٹھنا

سوال [۲۴۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ تکبیر اولی میں امام کا مصلیٰ پر بیٹھنا کیسا ہے اور کھڑا ہونا کیسا ہے، صحابہ کے عمل سے اس کا جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: حافظ زاہد حسین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مؤذن کے تکبیر کہتے وقت امام کا مصلیٰ پر بیٹھ جانا حدیث سے ثابت نہیں؛ بلکہ حدیث سے یوں ثابت ہے کہ مؤذن کے تکبیر کہتے وقت سب لوگ کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلیا کرتے تھے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه يقول: أقيمت الصلاة، فقمنا، فعدلنا الصفوف، قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاهٗ قبل أن يكبر. الحديث

(مسلم شريف، كتاب الصلوة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم:۶۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۴۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱/۲۹ھ

صحابۂ کرام مؤذن کے تکبیر کہنے کے ساتھ ساتھ کھڑے ہوتے تھے

سوال [۲۴۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے لئے حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کس وقت کھڑے ہوتے تھے، تکبیر کے شروع میں یا حیی علی الصلوٰۃ پر، جو بھی ثابت ہو حدیث نقل فرمائیں؟

المستفتی: محمد اقبال آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور ﷺ اور جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا

معمول یہ تھا کہ جب مؤذن تکبیر کہنا شروع کر دیتا، تو سب لوگ اول اقامت میں کھڑے ہوکر صف درست کرنے لگتے تھے اور مؤذن کے حي علی الصلوۃ کہنے کا انتظار نہیں کرتے تھے، اور اقامت میں کھڑے ہوکر صف درست کرنے لگتے تھے۔

أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف أنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه، يقول: أقيمت الصلاة، فقمنا، فعدلنا الصفوف، قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاهُ قبل أن يكبر. الحديث (مسلم شريف كتاب الصلوة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥)

عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر الله اكبر يقيم الصلاة يقوم الناس إلى الصلاة، فلايأتي النبي صلى الله عليه وسلم مقامه حتى يعدل الصفوف. (مصنف عبد الرزاق ١/ ٥٠٧، رقم: ١٩٤٢)

عن البراء بن عازب، قال: كنا نقوم في الصفوف على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم طويلا قبل أن يكبر. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في الصلاة تقام، ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً، النسخة الهندية ١/ ٧٩، دارالسلام رقم: ٥٤٣، بذل المجهود بيروت ٣/ ٣٧٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۲/۴۰)

فقہاء نے ''حي علی الصلاۃ'' پر کھڑے ہونے کو کیوں کہا؟

سوال [۲۴۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مؤذن تکبیر میں جب ''حي علی الفلاح'' پر پہونچے تب کھڑا ہونا چاہئے

یا تکبیر کی ابتداء میں ہی کھڑا ہوجانا چاہئے، شرعی حکم کیا ہے؟ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہئے اس کا کیا مطلب ہے؟

المستفتی: محمد وحید اللہ، سیتاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیث میں صف درست کرنے کی بہت تاکید آئی ہے؛ اس لئے افضل یہ ہے کہ تکبیر کی ابتداء میں ہی کھڑا ہوجائے؛ تاکہ نماز شروع ہونے سے پہلے بآسانی صف درست ہوجائے اور'' حی علی الفلاح'' پر بھی کھڑے ہونا جائز ہے اور کتب فقہ میں جو لکھا ہے کہ " حي علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ضرور کھڑا ہوجانا چاہئے اور اس سے تاخیر نہیں کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۵/۴۷۵، میرٹھ ۹/۱۷۴)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، يقول: أقيمت الصلاة، فقمنا، فعدلنا الصفوف، قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، حتى إذا قام في مصلاه، قبل أن يكبر. وقد اختلف السلف متى يقوم الناس إلى الصلاة وذهب مالك وجمهور العلماء إلى أنه ليس لقيامهم حدّ وكذا قيس بن أبي حازم وحماد بن سعيد بن مسيب وعمر بن عبد العزيز إذا قال المؤذن الله اكبر وجب القيام، وإذا قال حي على الصلاة اعتدلت الصفوف. (عمدة القاري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام، زكريا ٤/ ٢١٥، بيروت ٥/ ١٥٣)

والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أوّل الإقامة لابأس .

(طحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة قبيل باب الإقامة، كوئٹه ١/ ٢١٥)

أن بلالا كان يراقب خروج النبي صلى الله عليه وسلم، فأول مايراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا فلايقوم في مكانه، حتى تعتدل صفوفهم، قلت: ويشهد ماروا ه عبد الرزاق ،

أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله اكبر يقومون إلى الصلاة، فلايأتي النبي صلى الله عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف .

(بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في الصلاة تقام ولم يأتي الإمام، بيروت ٣/ ٣٦٤ ، مکتبه میرٹھ قدیم ١/ ٣٠٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۸/۴۰)

صف کب سیدھی کریں؟

سوال [۴۷۱ ۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ امام کا تکبیر شروع ہونے سے پہلے مصلے پر پہو نچنا اور مقتدیوں کا تکبیر سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے، اگر امام مصلے پر بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے ان میں سے سنت طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مجمع بہت بڑا ہے صفوں کی درستگی میں کافی وقت لگ سکتا ہے، تو ایسی صورت میں امام صاحب تکبیر شروع کرنے سے پہلے صفیں سیدھی کرنے کا اعلان کردیں اور جب صفیں سیدھی ہوجائیں اس کے بعد تکبیر شروع کی جائے، تو یہ طریقہ بہتر اور افضل ہے اور اگر مجمع بہت بڑا نہیں ہے؛ بلکہ صرف چند صفوں کا مجمع ہے، تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ تکبیر شروع ہونے کے ساتھ ساتھ کھڑے ہوجائیں، مؤذن صاحب تکبیر کہتے رہیں اور مقتدی صفیں درست کرتے رہیں، تکبیر کہتے کہتے صفیں درست ہوجائیں اور تکبیر ختم ہونے کے بعد امام نماز شروع کردے، حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے یہی ثابت ہے۔

وروي عن عمرؓ أنه كان يوكل رجالا بإقامة الصفوف ولايكبر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، النسخة الهنديه ١/ ٣١، دارالسلام رقم:٢٢٧)

روي عن عليؓ، وعثمانؓ أنهما كانا يتعاهدان ذلک ويقولان استووا.

(ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، النسخة الهندية ١/٥٣، دارالسلام رقم: ٢٢٧)

وعن أبي هريرةؓ، قال: أقميت الصلاة وصف الناس صفوفهم، وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام مقام، فأومأ إليهم بيده أن مكانكم فخرج وقداغتسل ورأسه ينطف الماء فصلى بهم.

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية، ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

وعن أبي هريرةؓ إن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فيأخذ الناس مصافهم، قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه.

(مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخةالهندية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

تکبیر شروع ہونے سے پہلے امام کا مصلیٰ پر جا کر بیٹھنا قرآن وحدیث، نبی کریم ﷺ، حضرات خلفاء راشدین، تمام صحابہ کرامؓ اور چاروں ائمہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اورامام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، یہ صرف اس زمانہ کے بدعتیوں کا اپنا گڑھا ہوا عمل ہے، جو حدیث وفقہ کے مخالف ہے؛ بلکہ حدیث میں یہ بات ہے کہ امام کی ذمہ داری یہ ہے کہ مصلیٰ پر کھڑے ہو کر صفوں کو درست کرے۔

وروي عن عمرؓ أنه كان يؤكل رجالا بإقامة الصفوف ولايكبر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت. روي عن عليؓ، وعثمانؓ أنهما كانا يتعاهدان

ذلک ویقولان استووا. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء إقامة الصفوف، النسخة الهنديه ۱/ ۵۳، دارالسلام رقم:۲۲۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۲۸/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۲۸ھ

مقتدی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں؟

سوال [۲۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بریلوی حضرات کا ”**حي على الصلاة**“ پر کھڑے ہونے کا معمول ہے اور حوالہ پیش کرتے ہیں کہ اس مسئلہ پر بھی زیادہ سے زیادہ شہر ضلع میں تکبیر شروع ہوتے ہی لوگ کھڑے ہوتے ہیں، کیا اس مسئلہ میں ہمارے بزرگان دین توبہ توبہ لاعلم تھے؟

المستفتیان: نیاز احمد شمسی، ریاض خان علوی، حکمت علی قادری لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر صفوں کی درستگی ہو چکی ہے اس کے بعد تکبیر میں ”**حي على الصلاة**“ پر کھڑے ہوتے ہیں، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ ہاں البتہ ”**حي على الصلاة**“ پر کھڑے ہونے کی صورت میں تکبیر اولیٰ امام کے ساتھ کہنے سے پہلے پہلے صفوف کی درستگی نہیں ہو پاتی ہے، تو شروع تکبیر میں کھڑے ہو جانا چاہئے؛ تاکہ تکبیر اولیٰ سے پہلے پہلے صفیں سیدھی ہو جائیں؛ کیونکہ تکبیر اولیٰ سے پہلے پہلے صفیں سیدھی نہ ہوں، تو صفوں کو درست کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

عن أنس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: سووا صفوفكم، فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إقامة الصف من تمام الصلاة ۱/ ۱۰۰، رقم: ۷۱٤، ف:۷۲۳)

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سووا

صفوفكم، فإن تسوية الصف، من تمام الصلاة. (صحيح مسلم الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها، النسخة الهنديه ١/١٨٢، بيت الأفكار رقم:٤٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ؍ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۳۹۱/۲۵)

صفوں کی ترتیب کا مسنون طریقہ

سوال [۲۴۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کی دیواریں جو پتھر کی بنی ہوئی ہیں، جن کی موٹائی قریب ساڑھے چار فٹ ہے، دوصفوں کے بعد برآمدے کے لئے تین در ہیں، ہر در میں برسوں سے دو دو نمازی کھڑے ہوا کرتے تھے؛ کیونکہ نہ کھڑا ہونے پر ایک صف سے دوسری صف کا فاصلہ چھ فٹ کے قریب ہوجاتا تھا، اس پر آج تک کسی عالم کو کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا؛ جبکہ اکثر کسی نہ کسی نماز میں کوئی نہ کوئی عالم ہر روز ہی رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ صفوں کی ترتیب کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ یعنی ایک صف سے دوسری صف کا زیادہ سے زیادہ کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

دروں کو خالی چھوڑنا افضل ہے یا دروں میں کھڑا ہونا افضل ہے؛ جبکہ دوصفوں کے بیچ کا فاصلہ چھ فٹ ہوجاتا ہو؟

اگر دروں میں نماز نہیں ہوتی تو کیا دروں میں کھڑے ہونے والوں کو اپنی پچھلی نمازیں دہرانی ہونگی؟

ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ دوصفوں کے بیچ کا فاصلہ اتنا نہیں ہونا چاہئے جتنی چوڑائی میں ایک سواری گذر جائے، مولانا محترم مفتی کفایت اللہ صاحب نے کتاب الصلاۃ کے ص:۱۲۲ ؍ پر فرمایا ''دروں میں کھڑے ہونے والوں کی نماز ہوجاتی ہے'' فتاوی محمودیہ کی جلد ۶/۲۴۲ ؍ میں فرمایا گیا، دوچار آدمیوں کا دروں میں کھڑا ہونا درست ہے ایک آدمی کا درست نہیں۔

دوسرے مولوی صاحب کا فرمانا ہے کہ دروں میں کھڑے ہونے والوں کی نماز نہیں ہوتی؛ جبکہ مسجد میں اور بھی جگہ ہو، انہوں نے سختی سے دروں سے مصلے اٹھا دیئے، دوسری مسجد جس کے دروں میں محرابیں نہیں؛ بلکہ ڈیڑھ فٹ چوکور پلر ہیں اور ان دروں میں چھ سات آدمی کھڑے ہوتے تھے (اور اس مسجد میں ہمیشہ مستند عالم رہے) ان میں بھی نماز ہونی بند ہوگئی؛ کیونکہ ہوتی نہیں؛ جبکہ چٹائی بچھی رہتی ہے، جس کی وجہ سے دو صفوں کا فاصلہ ساڑھے چار فٹ ہو جاتا ہے، نمازی کے آگے سے گذرنے میں کتنی صفوں کے بعد کوئی قباحت نہیں؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایک صف اور دوسری صف کے درمیان مکمل ایک صف کو بلا وجہ خالی چھوڑ نا مکروہ ہے؛ لیکن دروں کو خالی چھوڑ نا مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ دروں کو خالی چھوڑ کر صفوں میں کھڑا ہونا زیادہ افضل ہے اور اگر دروں میں بھی لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں کہ ایک ایک در میں دودو، تین تین آدمی ہوں تو یہ بھی جائز ہے، مگر افضل نہیں ہے اور صرف ایک آدمی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، اب سوال نامہ میں جو مسئلہ متنازع فیہ ہے، اس کا مدار صرف افضلیت اور غیر افضلیت پر ہے اور جن علماء نے دروں میں کھڑے ہونے کا سلسلہ باقی رکھا ہے وہ صرف نفس جواز کی وجہ سے اور جن علماء نے دروں سے صفوں کو اٹھا دیا ہے وہ صرف افضل نہ ہونے کی وجہ سے کیونکہ افضل شکل یہ ہے کہ دروں میں کھڑا نہ ہوا جائے؛ بلکہ صفوں میں کھڑا ہوا جائے؛ لہٰذا دونوں قسم کے علماء کے عمل میں تضاد نہیں ہے، اب اس تمہید کے بعد ہر سوال کا جواب پیش خدمت ہے۔

الف: ایک صف اور دوسری صف کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہئے کہ دوسری صف والے آسانی کے ساتھ رکوع وسجدہ کرسکیں؛ لہٰذا اس طرح سے صف بچھائی جائے کہ پہلی اور دوسری صف سب ملی ہوئی ہوں جیسا کہ عام مسجدوں میں صفیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں۔

ولابد من وجود فرجة بين الصفين أكثر من قدر مقام الرجل.

(شامی، کتاب الصلاۃ، باب الإقامة مطلب في الکلام علی الصف الأول، کراچی ۱/۵۷۳، زکریا ۲/۳۱۷)

ب: جماعت کے وقت دروں کو خالی چھوڑ نا افضل ہے؛ کیونکہ دروں کی وجہ سے صفوں کے درمیان مانع اتصال نہیں ہے۔

ویعلم منه بالأولی أن مثل مقصورۃ دمشق التی هی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلي یکون الصف مایلي الإمام فی داخلها، وما اتصل به من طرفیها خارجا عنها من أول الجدار إلی آخره، فلاینقطع الصف ببنائها کما لاینقطع بالمنبر الذي هو داخلها فیما یظهر. (شامی، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة مطلب في الکلام علی الصف الأول کراچی ۱/۵٦۹، زکریا ۲/۳۱۱)

عن عبد الحمید بن محمود قال: صلینا خلف أمیر من الأمراء، فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین، فلما صلینا، قال أنس بن مالک کنا نتقي هذا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم. (ترمذي شریف، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء في کراهیة بین السواري، النسخة الهندیة ۱/۵۳، دارالسلام رقم:۲۲۹)

(ج) دروں میں کھڑے ہونے والوں کی نماز بلاشبہ ہوجاتی ہے صرف افضلیت کے خلاف ہے؛ اس لئے دروں میں پڑھی گئیں پچھلی نمازوں کا اعادہ نہیں کیا جائے گا اور مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ کہ ''دروں میں نماز ہوجاتی ہے'' صحیح ہے، دروں میں دو چار آدمی کھڑے ہوجائیں تو بلا کراہت درست ہے اور تنہا ایک آدمی کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک صف میں تنہا ایک آدمی کھڑا ہوجائے، مفتی محمود صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ تنہا جو کھڑا ہو اس کی نماز درست نہیں ہے؛ بلکہ یہ کہا ہے کہ مکروہ ہے، جو اپنی جگہ درست ہے اور ایک صف اور دوسری صف کے درمیان سواری گذرنے کی جو بات آئی اس میں مسئلہ کے سمجھنے میں کچھ مسامحت ہوئی ہے، جہاں فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد پوری ہوگئی ہے اور مسجد کے بعد عام راستہ جو لوگوں کی عام گذرگاہ ہے اور سواریاں بھی

چلتی ہیں،اس راستہ کوچھوڑ کر پیچھے کی زمین یامکان پر اقتداء کی جائےتو اقتداء درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ عام گذرگاہ اتصال اور اقتداء کو مانع ہے اور اگر حدود مسجد کے اندر ایک صف یا اس سے زیادہ مکمل چھوڑ کر کے پیچھے کی صفوں میں کھڑا ہوتا ہے یا اسی طرح کھلے میدان میں نماز ہورہی ہے،اس میں تسلسل صفوف کوچھوڑ کر ایک دوصف خالی چھوڑ کر پیچھے اقتداء کی جاتی ہے تو یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں اور ستونوں کے درمیان کے دروں کو اس فاصلہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے،اس طرح کے فاصلہ کا حکم بالکل الگ ہے اور دروں کا حکم اس سے ہٹ کر بالکل دوسرا ہے؛اس لئے یہ قیاس درست نہیں ہے۔

والاصطفاف بين الاسطوانتين غير مكروه لأنه صف في حق كل فريق، وإن لم يكن طويلا وتخلل الاسطوانة بين الصف، كتخلل متاع موضوع، أو كفرجة بين رجلين، وذلك لايمنع صحة الاقتداء، ولايوجب الكراهة. (مبسوط سرخسي، باب صلوة الجمعة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۵)

لوقام الإمام في الطريق واصطف الناس خلفه في الطريق على طول الطريق، إن لم يكن بين الإمام وبين من خلفه في الطريق مقدار مايمر فيه العجلة جازت صلاتهم، وكذا فيما بين الصف الأول والثاني إلى آخر الصفوف-المانع من الاقتداء ثلاثة أشياء منها طريق عام يمر فيه العجلة والأوقار-ومنها نهر عظيم-ومنها صف تام من النساء، هكذا في شرح الطحاوى. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان مايمنع صحة الاقتداء ومالايمنع، قديم زكريا ۱/ ۸۷، جديد ۱/ ۱٤۵)

(۲) چھوٹی مسجد جس کا مربع چالیس ذراع یا اس سے کم ہوتو ایسی چھوٹی جگہ میں نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً ناجائز ہے،خواہ قریب سے گذرے یادور سے،اگر بڑی مسجد یامیدان میں کوئی شخص خشوع خضوع کے ساتھ سجدہ کی جگہ پر نگاہ جما کرنماز پڑھ رہا ہو اورکسی کواس کےسامنے سے گذرنے کی ضرورت پیش آئےتو نمازی کی نظر جہاں تک جاتی ہے

اس کے آگے سے گذرنا جائز ہے، جس کا اندازہ تین صف کی مقدار کا لگایا گیا ہے۔

(مستفاد: ایضاح المسائل:۵۸، احسن الفتاوی ۳/ ۴۰۹، امداد الاحکام ۲/ ۵۸)

وأصح ماقيل فيه أن المصلي لو صلى بخشوع، فإلى الموضع الذي يقع بصره على المار يكره المرور بين يديه وفيما وراء ذلك لايكره.

(مسبوط سرخسي، باب الحدث في الصلاة، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ١٩٢)

فاعلم أن الصلاة إن كانت في المسجد الصغير، فالمرور أمام المصلي حيث كان يوجب الإثم؛ لأن المسجد الصغير مكان واحد فأمام المصلي حيث كان في حكم موضع سجوده. (شرح وقاية، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، اشرفي ١/ ١٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۱۴۲۲۷)

صفوں کو سیدھا کرنے سے متعلق چند سوالات

سوال [۴۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ نماز میں قطار وصف سیدھی کرنا کس درجہ کا واجب ہے۔

(۲) بہت بڑی جماعت میں صف کی درستگی کرنے کی کیا صورت ہے؟

(۳) اگر جم غفیر والی جماعت میں صف درست کرنے کے لئے یہ صورت اختیار کی جائے کہ ہر صف کے اوپر بطور علامت کوئی رسی یا اس کے ساتھ رنگین کاغذ وغیرہ معلق کر دیا جائے، مصلی جس کو دیکھ کر صف سیدھی کر سکے گا، کیا یہ کام از روئے شرع درست ہوگا یا اس میں کوئی شرعی قباحت ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر امان اللہ کسائی خانہ، برہمپور، گورا بازار، مرشد آباد (مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) نماز میں صفوں کو سیدھا کرنا ایسا واجب ہے جس میں فقہاء ومحدثین کے درمیان اختلاف ہے، بعض فقہاء اور محدثین کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایسی سنت مؤکدہ ہے، جو واجب کے قریب ہے اور حنفیہ میں سے بعض محدثین واجب کہتے ہیں اور بعض سنت کہتے ہیں اور شوافع میں بھی ایسا ہی ہے کہ ابن حجر عسقلانیؒ اس کو واجب کہتے ہیں اور دوسرے شوافع اس کو سنت کہتے ہیں اور واجب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں صف سیدھی کرنے کے بارے میں وعید کے انداز سے تاکیدی حکم وارد ہوا ہے؛ لیکن صف سیدھی کرنا کسی کے نزدیک بھی ایسا واجب یا ایسی شرط نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے نماز فاسد یا واجب الاعادہ ہوتی ہو؛ بلکہ نماز سب کے نزدیک کراہت کے ساتھ درست ہوجاتی ہے۔ (مستفاد: درس ترمذی زکریا ۱/۴۸۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عباد الله لتسون صفوفكم، أو ليخالفن الله بين وجوهكم. (مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها، النسخة الهنديه ١/ ١٨٢، بيت الأفكار رقم: ٤٣٦)

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولِينوا بأيدي إخوانكم......ولاتذروا فرجات للشيطان ومن وصل صفا وصله الله، ومن قطع صفا قطعه الله. (ابو داؤد، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/ ٩٧، دارالسلام رقم: ٦٦٦)

وهو واجب عندنا تكره الصلوة بتركه تحريما. (فيض الباري، كتاب الصلاة، باب تسوية الصف عند الإقامة وبعدها ٢/ ٢٣٤، كوئٹه)

والجمهور أنها سنة وليس الإنكار للزوم الشرع بل للتغليظ والتحريض على الإتمام. (قسطلاني، كتاب الصلاة، باب إثم من لم يتم الصفوف، دارالفكر بيروت ٢/ ٤١٥، رقم: ٧٢٤)

قلت والظاهر من كلام أصحابنا أنها سنة مؤكدة لإطلاقهم الكراهة على ضدها. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سنية تسوية الصف ورصها بيروت ٤/٣٣٢، كراچی ٤/٣١٥، عمدةالقاري، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة بيروت ٥/٢٥٤، زكريا ٤/٣٥٤، اوجز المسالك، العمل في غسل يوم الجمعة، تسوية الصفوف قديم ١/٣٤١، دمشق ٣/٢٩٥)

وعلى هذا وهو واجب والتفريط فيه حرام. (فتح الباري، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها قديم بيروت ٢/٢٢٤، اشرفيه ٢/٢٧٤، تحت رقم الحديث ٧١٧، الموسوعة الفقهية ٣٦/٣٧ بيروت)

الأمر بتسوية الصفوف وهي سنة الصلوة عند أبي حنيفةؒ، والشافعيؒ، ومالكؒ. (عمدة القاري زكريا ٤/٣٥٤، بيروت٥/٢٥٤)

إن تعديل الصفوف من سنة الصلوة وليس بشرط في صحتها عند الأئمة الثلاثة الخ. (اوجز المسالك، العمل في غسل الجمعة، تسوية الصفوف قديم١/٣٤١ جديد دمشق ٣/٢٩٥)

الصواب أن يقول: فلتكن التسوية واجبة بمقتضى الأمر؛ لكنها ليست من واجبات الصلوة بحيث أنه إذا تركها فسدت صلاته، أو نقصتها، غاية ما في الباب إذا تركها يأثم. (اوجز المسالك ٣/٢٩٥، دمشق الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/٢٧)

اگر نمازیوں کا مجمع بہت بڑا ہے تو صفیں سیدھی کرنے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ امام صفیں سیدھی کرنے کا اعلان کردے اور نماز شروع کرنے میں تھوڑی دیر توقف کرلے؛ تاکہ سب لوگ اپنی اپنی صفیں درست کرلیں اوراعلان میں اس طرح کے الفاظ کہے کہ ''صفیں درست کرلیں، صفیں سیدھی کرلیں اور کندھے سے کندھا ملالیں، سب لوگ اپنی ایڑیوں اورقدموں کو دیکھیں'' اس طرح کے اعلان کے ذریعہ سے صفیں سیدھی کرالیں، اس کے بعد نماز شروع کی جائے، حضرت عمرؓ نے چند آدمیوں کو متعین کر رکھا تھا کہ صفوں کی

درستگی کی نگرانی کرلیں حضرت علیؓ اور عثمانؓ ازخود صفیں درست کروایا کرتے تھے، اس لئے امام کو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے صفوں کے درست کرنے کا اعلان کرنا چاہئے اور دائیں بائیں دیکھ لینا چاہئے۔

سووا صفوفكم فإن تسوية الصف من تمام الصلاة. (مسلم شريف، باب تسوية الصفوف وإقامتها، النسخة الهندية ١/١٨٢، بيت الأفكار رقم:٤٣٣)

عن نعمان بن بشيرؓ، يقول: أقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على الناس بوجهه، فقال: أقيموا صفوفكم ثلاثا، والله لتقيمن صفوفكم أوليخالفن الله بين وجوهكم، فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه. (ابوداؤد شريف، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/٩٧، دارالسلام رقم: ٦٦٢)

(وحاذوا بالمناكب) أي اجعلوا بعضها حذاء بعض بحيث يكون منكب كل واحد من المصلين موازيا لمنكب الآخر، ومسامتا له، فتكون المناكب، والأعناق، والأقدام، على سمتٍ واحد. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سنية تسوية الصف ورصها بيروت ٤/٣٣٦، كراچي ٤/٣١٩)

عن عمرؓ أنه كان يوكل رجالا بإقامة الصفوف ولايكبر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت. وروي عن عليؓ، وعثمانؓ أنهما كانا يتعاهدان ذلك ويقولان استووا وكان علي يقول: تقدم يافلان، تأخر يا فلان. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف، النسخة الهندية ١/٥٣، دارالسلام رقم: ٢٢٧)

(۳) یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ صفوں کو سیدھا کرنے کے لئے رسی یا رنگین کاغذ لگانے کی بات کیوں کہی جارہی ہے؛ جبکہ ہر صف میں اس کا نشان موجود ہوتا ہے کہ مساجد میں جو صفیں بچھی رہتی ہیں ان میں سے ہر ایک صف کا آخری کنارہ ازخود ایک نشان ہوتا ہے، اسی طرح اگر قالین بچھتی ہے تو اس کا آخری کنارہ ازخود علامت ہے، پھر اس میں رسی یا رنگین

کاغذ لگانا بے ضرورت ہے؛ بلکہ لوگوں کو توجہ دلانا چاہئے کہ صفیں سیدھی کرلیں اور صفوں کے آخری کنارے برابر رکھیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سووا صفوفكم فإن تسوية الصف من تمام الصلاة. (مسلم شريف، باب تسوية الصفوف و إقامته، النسخة الهندية ١/ ١٨٢، بيت الأفكار رقم:٤٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۶۸/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۲/۲۹ھ

امام کے پیچھے کون کھڑا ہو؟

سوال[۲۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام کے پیچھے کس شخص کو بیٹھنا چاہئے؟

المستفتی: گلفام، بکر قصاب والی مسجد، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امام کے پیچھے اگر آسانی سے ہوسکے تو پڑھا لکھا عالم ہو یہ بھی اس وقت ہے کہ پڑھا لکھا آدمی پہلے سے آکر جگہ گھیر لے؛ لیکن اگر دوسرے آدمی نے صف اول میں امام کے پیچھے جگہ لے لی ہے، تو اس کو ہٹانا بھی نہیں چاہئے بہتر یہی ہے کہ پڑھا لکھا دینی مسائل سے واقف کار باشرع شخص پہلے آکر امام کے پیچھے جگہ لے لیا کرے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لِيلني منكم أولوا الأحلام والنهى. ثم الذين يلونهم ثلاثا الحديث.

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/ ١٨١، بيت الأفكار رقم:٤٣٢، سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء ليليني منكم أولو الأحلام والنهى،

النسخة الهندية ١/ ٥٣، دارالسلام رقم:٢٢٨، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ١/ ٧٥٦، رقم:١٥٧٢، صحيح ابن حبان، دارالفكر ٣/ ٢٣٨ رقم:٢١٧٧، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ١٠/ ٨٨، رقم: ١٠٠٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۷۲۹/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۳/۱۴۱۷ھ

جماعت کے لئے کس وقت کھڑے ہوں؟

سوال [۲۴۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد میں چند احباب اس بات کے قائل ہیں کہ اقامت میں جب ”**حي علی الفلاح**“ کہے تب کھڑا ہونا چاہئے اور چند احباب اس بات کے قائل ہیں کہ ابتداء ہی میں کھڑے ہونا چاہئے ازراہ کرم بتلائیں کہ کون صحیح پر ہے کون غلط پر ہے؟ یا افضل وغیر افضل کا اختلاف ہے؟ امید ہے کہ جواب سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے؟

المستفتی: محمد گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اقامت کے ساتھ ساتھ کھڑے ہوجانا افضل ہے؛ اس لئے کہ صفوں کو درست کرنا واجب ہے اور تکبیر اولی حاصل کرنا بھی افضل ہے، تو اگر اقامت کے ساتھ ساتھ کھڑا ہوتا ہے، تو صفوں کو درست کر کے تکبیر اولی حاصل کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر علی الفلاح پر کھڑا ہو جائے تو صف سیدھی کر کے تکبیر اولیٰ حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حضرات صحابہ کرامؓ اقامت کے ساتھ ساتھ کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔

عن أبي هريرة رضـ يقول: أقيمت الصلاة، فقمنا، فعدلنا الصفوف، قبل

أن يخرج إلينا رسول الله عليه وسلم. (مسلم شريف، كتاب الصلوة، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية ١/٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥، المعجم الأوسط، دارالفكر ٦/٣٩٧، رقم: ٩١٩٢)

عن أبي هريرةؓ إن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فيأخذ الناس مصافهم، قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه الخ.

(مسلم شريف، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخةالهدية ١/٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍شوال المکرّم ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/۲۴۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۰/۳۰ھ

نماز کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہئے؟

سوال [۲۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کہا کہ ’’**حی علی الصلاۃ**‘‘ پر کھڑا ہونا چاہئے اور وہ اپنی دلیل پیش کرتا ہے کہ **یقوم الإمام والقوم عند حی علی الصلاۃ ویشرع عند قدقامت الصلاۃ.** (شرح وقایہ ۱۳۶)

اس کے بارے میں مفصل جواب دیں اور بکر کہتا ہے کہ تکبیر سے پہلے کھڑا ہونا چاہئے اور وہ بھی اپنی دلیل بیان کرتا ہے، جب دونوں حدیثیں ہیں، تو دونوں حدیثوں کی تشریح فرمایئے اور واضح فرمایئے کہ دونوں حدیثوں پر عمل ممکن ہے؟ اور ایک کو ماننا، دوسرے کو نہ ماننا اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

المستفتی: حبیب الرحمٰن، گڈا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرح وقایہ کی عبارت جو سوالنامہ میں نقل کی گئی ہے،

وہ اپنی جگہ درست ہے اس عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا۔

(۲) تکبیر تحریمہ کے ذریعہ سے نماز شروع کردینا یہ دونوں مسئلے کتب فقہ میں ایک جگہ ایک ساتھ ایک ہی درجہ میں بیان کئے جاتے ہیں اور اس قسم کی عبارتوں کو دیکھ کر کے بعض لوگ حی علی الصلاۃ تک بیٹھے رہنے پر اصرار کرتے ہیں، اس سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور کھڑے ہونے والوں پر نکیر کرتے ہیں؛ لیکن یہ لوگ عبارت کے پہلے جز یعنی ''حی علی الصلاۃ'' پر کھڑے ہونے پر اصرار کرتے ہیں اور زور دیتے ہیں مگر عبارت کے دوسرے جز ''قد قامت الصلوۃ'' پر نماز شروع کرنے کا جو حکم ان کتابوں میں لکھا ہے اس پر نہ کبھی عمل کرتے ہیں اور نہ ہی مسئلہ بتاتے ہیں اور نہ ہی اس مسئلہ پر کوئی توجہ ہے، آخر ایسا کیوں ہے؛ جبکہ دونوں مسئلے ایک ہی درجہ کے ہیں اور بعض لوگ ''قد قامت الصلوۃ'' پر کھڑے ہونے کا التزام نہیں کرتے؛ بلکہ تکبیر ہونے کے ساتھ ساتھ کھڑے ہو کر صف سیدھی کرتے ہیں؛ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صفیں سیدھی کرنا نہایت لازم ہے، خلفاء راشدین تکبیر کے وقت کھڑے ہو کر اہتمام کے ساتھ صفیں سیدھی کرتے تھے؛ اس لئے کہ صفیں سیدھی کرنا واجب ہے، اب اگر ''حی علی الصلوۃ'' تک انتظار کرتے رہیں گے اور ''قد قامت الصلوۃ'' پر امام تکبیر تحریمہ کہہ دے گا، تو فقہ کے مذکورہ جزئیہ پر تو عمل ہو جائے گا، مگر اس سے دو خرابی لازم آئیں گی۔

(۱) صفیں سیدھی کرنے کا موقع نہیں ملتا جو واجب ہے۔

(۲) قد قامت الصلاۃ پر تکبیر تحریمہ شروع کرنے سے خود تکبیر کہنے والا مؤذن اسے امام کیساتھ تکبیر تحریمہ میں شرکت کا موقع نہ ملے گا؛ اس لئے فقہ کی عبارت کے دونوں جزوں کو ترک کردیا گیا ہے اور فقہ کی مذکورہ عبارت کے دونوں جزوں پر عمل کرنے میں ترک واجب وغیرہ کی خرابی لازم آئے گی؛ اس لئے ہم کو حضور ﷺ، خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھنے

کی ضرورت پیش آئی تو ذخیرۂ حدیث کے اندر ’’حی علی الصلاۃ‘‘ پر کھڑے ہونے اورامام کے تکبیر کے درمیان مصلےٰ پر جا کر بیٹھ جانے کے متعلق کوئی بھی حدیث نہیں ہے؛ بلکہ تکبیر شروع ہونے کے ساتھ ساتھ کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرنے کے متعلق صحیح حدیثیں ملتی ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

وعن أبي هريرةؓ، قال: أقميت الصلاة وصف الناس صفوفهم، وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام مقامه. (صحيح مسلم،المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية، ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم:٦٠٥)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: أقيمت الصلاة، فقمنا، فعدلنا الصفوف، قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاهُ. (مسلم شريف كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندية ١/ ٢٢٠، بيت الأفكار رقم: ٦٠٥)

ان روایت کے اندر تکبیر کے ساتھ ساتھ کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرنے کا حکم مذکور ہے، مگر ’’حی علی الصلوۃ‘‘ تک انتظار کرنے کے بارے میں کوئی حدث ہم کو نہیں ملی ہے؛ لہٰذا سوال نامہ میں یہ جو لکھا گیا ہے، کہ دونوں حدیثوں پر عمل ممکن ہے یا نہیں یہ سوال ہی صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ صحیح حدیث شریف صرف اقامت کے ساتھ کھڑے ہونے کے متعلق ہے، ’’حی علی الصلوۃ‘‘ تک انتظار کرنے کے بارے میں نہیں ہے؛ لہٰذا فقہ کے جزئیہ پر عمل کرنا مشکل ہونے کی وجہ سے حدیث ہی پر عمل کرنا مناسب سمجھا گیا ہے؛ اس لئے تکبیر کے ساتھ تمام مقتدیوں کو کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کر لینی چاہئے اور امام کو مصلےٰ پر جا کر نہ بیٹھنا چاہئے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍ ۶۲۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۲۲ھ

نماز میں قیام کا صحیح طریقہ

سوال [۲۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نماز میں لوگ اتنا پیر پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں کہ ہر دو نفر کے بیچ میں جگہ خالی ہو جاتی ہے، اس طرح نماز ہوتی ہے یا نہیں، میں پیر نہیں پھیلاتا ہوں ایک رکعت بعد مجھ کو پیر پھیلانا پڑتا ہے، اگر نہ پھیلاؤں تو درمیان میں جگہ خالی ہو جائے گی؟

المستفتی: شفیع احمد، اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپس میں ایک دوسرے کے بازو ملنے چاہیئے پیروں کا ملنا ضروری نہیں ہے؛ اس لئے پیروں کو بلا عذر چار پانچ انگل سے زیادہ نہیں پھیلانا چاہیئے۔

عن أنسؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: أقيموا صفوفكم، فإني أراكم من وراء ظهري، وكان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه، وقدمه بقدمه. (بخاري شريف، كتاب الأذان، باب الزاق المنكب بالمنكب ١/ ١٠٠، رقم:٧١٦، ف:٧٢٥)

عن علقمة، قال: كنا نصلي مع عمرؓ، فيقول سدوا صفوفكم، لتلتقي مناكبكم لايتخللكم الشيطان كأنها بنات حذف. (مصنف عبد الرزاق ٢/ ٤٦، رقم:٢٤٣٣)

عن أبي شجرة...... أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدي إخوانكم...... ولاتذروا فرجات للشيطان، ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله. (ابوداؤد شريف، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/ ٩٧، دارالسلام رقم:٦٦٦)

وینبغي أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید؛ لأنه أقرب إلی الخشوع. (شامي، باب صفة الصلوة، مبحث القیام زکریا ۲/ ۱۳۱، کراچي ۱/ ٤٤٤)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۹۱۶)

نماز میں ٹانگیں چیر کر کھڑا ہونا

سوال [الف: ۲۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں ٹانگیں چیر کر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

المستفتی: مطلوب احمد، سیوہارہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں ٹانگیں چیر کر کھڑا ہونا خلاف سنت ہے، کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کندھے کو کندھے سے ملا کر اس طرح کھڑے ہونا چاہئے کہ بیچ میں کوئی خلا نہ رہے، یہی ان احادیث کا مطلب ہے جن میں قدم کو قدم سے ملا کر کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور ٹانگیں چیر کر کھڑے ہونے کی صورت میں کندھے سے کندھے مل نہیں سکتے جو خلاف سنت ہے اور کندھے سے کندھے اسی وقت مل سکتے ہیں؛ جبکہ آدمی اپنی ہیئت پر کھڑا ہو۔

عن أنسؓ، عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم، قال: أقیموا صفوفکم، فإني أراکم من وراء ظهري، وکان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه. (بخاري شریف، کتاب الأذان، باب الزاق المنکب بالمنکب ۱/ ۱۰۰، رقم: ۷۱٦، ف: ۷۲۵)

وعن أبي عثمانؓ، قال: رأیت عمرؓ إذا تقدم إلی الصلاة نظر إلی المناکب والأقدام. (مصنف عبد الرزاق ۲/ ٤۷، رقم: ۲٤۳٦)

عن علقمة، قال: كنا نصلي مع عمرؓ، فيقول سدوا صفوفكم، لتلتقي مناكبكم لايتخللكم الشيطان كأنها بنات حذف. (مصنف عبد الرزاق ٢/٤٦، رقم:٢٤٣٣)

عن أبي شجرة...... أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدي إخوانكم......ولاتذروا فرجات للشيطان، ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفاقطعه الله. (ابو داؤد شريف، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/٩٧، دارالسلام رقم:٦٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۲۶ھ

دونوں پیروں کے درمیان چار انگل کے فاصلہ کی شرعی حیثیت

سوال [ب:۲۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے لئے جب مصلی کھڑا ہوتا ہے تو دونوں پیروں کے درمیان جو چار انگلیوں کا فاصلہ بتایا جاتا ہے، وہ کس حدیث سے ثابت ہے، اگر کسی صحابی یا تابعی کا فعل ہو تو رہنمائی فرمائیے؟

المستفتی: انوار حسین، وارثی نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے اندر کھڑے ہونے میں دونوں پیروں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ رکھنے کی جو بات ہے، اس سلسلے میں کوئی حدیث شریف صراحت کے ساتھ نظر سے نہیں گزری؛ ہاں البتہ نماز کے اندر خشوع وخضوع اور طمانینت کا حکم ہے اور یہ خشوع وخضوع اور یکسوئی اس وقت حاصل ہوگی جب کہ آدمی اپنی ہیئت پر کھڑا ہو

اوردرمیانی بدن کا آدمی جب اپنی ہیئت پر کھڑا ہوتا ہے تو دونوں پیروں کے درمیان تقریباً چار انگلیوں کا فاصلہ ہوتا ہے؛ اس لئے فقہاء ومحدثین نے چار انگل کے فاصلہ کو افضل بتایا ہے اور اگر موٹا آدمی ہے تو وہ چار انگل سے زیادہ فاصلہ پر کھڑا ہوگا؛ اس لئے کہ وہی افضل ہے اوردونوں پیروں کو ملاکر کھڑے ہونے سے بعض روایت میں ممانعت آئی ہے؛ اس لئے دونوں پیروں کو ملا کر کھڑے ہونے کی صورت میں آدمی اپنی ہیئت پر نہیں رہ سکتا اس سلسلے میں اثر صحابہ وتابعین ملاحظہ فرمایئے:

سألت عطاء عن ضم المرء قدميه في الصلاة، فقال أما هكذا حتى تماس بينهما فلا ولكن وسطاً من ذلك، فقال ابن جريج، ولقد أخبرني ناقع، أن ابن عمر كان لايفرسخ بينهما، ولايمس إحداهما الأخرى، قال: بين ذلك. (مصنف عبد الرزاق ۲/۲٦٤، رقم: ۳۳۰۰)

اس سے متعلق فقہی جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

ينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد؛ لأنه أقرب إلى الخشوع، هكذا روى عن أبي نصر الدبوسي أنه كان يفعله. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، قبيل، فصل في القراء ة ۲/۵۵، رقم: ۱۷۲۰، مثله في الشاميه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مبحث القيام كراچی ۲/۱۳۱، زكريا و معارف السنن، كتاب الصلاة، بيان تسوية الصف، وصف القدمين، اشرفيه ۲/۲۹۹، رقم: ۳۰۰)

ويسن تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلي الخشوع (وتحته في الطحطاوي) نص عليه في كتاب الأثر عن الإمام ولم يحك فيه خلافاً. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها جديد ۲٦۲، قديم ۱٤۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۳رمحرم الحرام ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۰۴/۴۱)	۱۴۳۶/۱/۳ھ

صحت اقتداء کے لئے اتصال صفوف شرط ہے؟

سوال [۲۴۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے اس کے متصل قریب ہی میں ایک دینی مدرسہ ہے، جمعہ کے دن اس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے لوگ کثیر تعداد میں آتے ہیں، جس کی وجہ سے مدرسہ کے طلباء کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہیں ملتی ہے، اس بنیاد پر طلباء مدرسہ کے کمرہ میں جمعہ کی نماز اداء کرتے ہیں، طلباء میں بالغ نابالغ دونوں طرح کے ہوتے ہیں، آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ان طلباء کی جمعہ کی جماعت الگ سے کی جائے یا کمرہ میں نماز پڑھتے ہوئے مسجد کے امام صاحب کی اقتداء کی جائے؟

نوٹ: مسجد اور کمرہ کے درمیان تقریباً ۳۰؍فٹ کا فاصلہ ہے یہ جگہ صف بندی سے خالی رہتی ہے، حضرت والا سے درخواست ہے کہ جواب مدلل عنایت فرمائیں؟

المستفتی: روشن اکولوی متعلم دار الافتاء مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمرہ میں رہ کر اقتداء صحیح ہونے کے لئے اتصال صفوف شرط ہے اور مذکورہ صورت میں اتصال صفوف نہیں ہے؛ اس لئے کمرہ میں رہ کر اقتداء کرنے والوں کی اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔

لو اقتدیٰ خارج المسجد بإمام في المسجد، إن كانت الصفوف متصلة جاز وإلا فلا لأن ذلك الموضع بحكم اتصال الصفوف يلتحق بالمسجد. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب تقدم الإمام على المأموم زكريا ١/ ٣٦٢، قديم كراچي ١/ ١٤٦)

ويجوز اقتداء جار المسجد بإمام المسجد وهو في بيته إذا لم يكن بينه وبين المسجد طريق عام. (هنديه، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الإقتداء ومالايمنع، قديم زكريا ١/ ٨٨، جديد ١/ ١٤٦)

نیز ان طلبہ کے لئے الگ سے اسی مسجد کے احاطہ میں دوسرا جمعہ قائم کرنا جائز نہ ہوگا؛ اس لئے کہ جمعہ کی معنویت ختم ہوجاتی ہے، ان کو پہلے سے ہی تیاری کرکے مسجد کے اندر جگہ لے لینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۰۲/۲۸/۷)

صحت اقتداء کے لئے اتصال صفوف شرط ہے؟

سوال [۲۴۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے لوگ صفیں بنا کر کھڑے ہوتے ہیں، آخری صف کے بعد وضو کرنے کی چھوٹی سی ایک نالی ہے اس کے بعد تقریباً چھ صفوں کی کھلی جگہ ہے، جن میں شدید دھوپ پڑتی ہے، اس کے بعد سایہ دار درخت ہیں، مسجد سے باقی بچے لوگ انہیں درختوں کے نیچے اپنی صفیں بنا کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں؛ جبکہ ان لوگوں کے اور مسجد کے درمیان میں تقریباً چھ صفوں کا فاصلہ ہے تو کیا ان لوگوں کی نماز ادا ہوجائے گی؟ (عذر دھوپ کا پیش کرتے ہیں) امید کہ جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں گے؟

المستفتی: محمد اقبال خان، مدرسہ جامعہ اسلامیہ کگرالہ بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب وضو کی نالی کے ماوراء اور بعد کا حصہ حدود مسجد سے خارج ہے، تو اس میں کھڑے ہوکر اقتداء صحیح ہونے کے لئے اتصال صفوف شرط ہے اور جب چھ صفوں کی مقدار جگہ چھوڑ کر اقتداء کی جائیگی تو اقتداء صحیح نہ ہوگی؛ لہٰذا درختوں کے نیچے جا کر اقتداء کرنے والوں کی اقتداء درست نہ ہوگی، اگرچہ گرمی کی شدت کیوں نہ ہو۔

ولو اقتدیٰ خارج المسجد بإمام في المسجد إن كانت الصفوف متصلة جاز وإلا فلا لأن ذلك الموضع بحكم اتصال الصفوف يلتحق بالمسجد الخ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، باب تقدم الإمام على المأموم زكريا ۱/ ۳٦۲، کراچي ۱/ ۱٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۰۴)

نماز باجماعت میں ٹخنوں سے ٹخنے ملانا

سوال [۲۴۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض نماز میں نمازیوں کا ٹخنوں سے ٹخنوں کا ملانا صحیح ہے یا غلط؟

المستفتی: مبین احمد چاند پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں کندھے سے کندھا ملانے کی روایت آئی ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أقيموا الصفوف، فإنما تصفون بصفوف الملائكة، وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل، ولينوا في أيدي إخوانكم، ولاتذروا فرجات للشيطان. (مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۹۸، رقم: ۵۷۲٤، سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ۱/ ۹۷، دارالسلام رقم: ٦٦٦، المعجم الكبير للطبراني ۱۳/ ۳۱۹، رقم: ۱٤۱۱۳)

اور کعب سے کعب ملانے کی روایت بھی آئی ہے۔

عن أبي القاسم الجدلي، قال: سمعت النعمان بن بشير يقول:

أقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على الناس بوجهه، فقال: أقيموا صفوفكم ثلاثا، والله لتقيمن صفوفكم، أو ليخالفن الله بين قلوبكم، قال: فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه، وركبته بركبة صاحبه، وكعبه بكعبه. (ابوداؤد شريف، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ۱/۹۷، دارالسلام رقم:٦٦٢)

اورکندھے سے کندھا ملانے والی روایت اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور کعب سے کعب ملانے والی روایت حقیقت پر محمول نہیں ہے؛ بلکہ اس سے مراد صف سیدھی کر کے کھڑا ہونا ہے؛ لہٰذا ٹخنوں سے ٹخنا کا ملانا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اپنی ہیئت پر آسانی سے کھڑا ہونا چاہئے، جس میں دیر تک کھڑے رہنے میں کوئی پریشانی نہ ہو اور مونڈھے سے مونڈھا ملا دینا چاہئے، یہی حدیث شریف کا مفہوم ہے۔

يلزق أي يلصق منكبه بمنكب صاحبه الخ ولعل المراد بالإلزاق المحاذاة، فإن إلزاق الركبة بالركبة والكعب بالكعب في الصلاة مشكل وأما إلزاق المنكب بالمنكب فحمول على الحقيقة. (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف ٤/٣٣٠، قديم مطبوعه ميرٹھ ١/٣٦٠، جديد دارالبشائر بيروت ٣/٦٠٩، العرف الشذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في إقامة الصفوف ١/٥٧)

المراد بذلک المبالغة في تعديل الصف وسد خلله. (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الزاق المنكب بالمنكب قديم بيروت ٢/٢٤٧، جديد اشرفيه ديوبند ٢/٢٦٨، تحت رقم الحديث:٧٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۴/ ۱۴۱۹ھ

کیا دروں کے موٹے پردے صحت اقتداء کے لئے مانع ہیں؟

سوال [۲۴۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں گرمیوں میں (اے سی) کی ٹھنڈکو روکنے کے موٹے پردے ڈالدیئے جاتے ہیں، جو باہر کے حصہ کے بیچ میں دیوار کی طرح ہوجاتے ہیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ باہر سے سلسلہ جوڑنے کے لئے کم ازکم بیچ سے ایک پردہ جماعت کے وقت ضرور ہٹادینا چاہئے، ورنہ باہر والوں کی جماعت کی نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دروں اور دروازوں پر پلاسٹک کی پنی وغیرہ حائل ہونے کی وجہ سے باہر کے لوگوں پر امام صاحب کی امامت اور آگے والوں کی نقل وحرکت مشتبہ نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے بلا کراہت سب کی نماز درست ہوجاتی ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ باہر والوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے، وہ بے ثبوت اور بلا دلیل ہے۔

والحائل لا یمنع الإقتداء إن لم یشتبه حال إمامه بسماع، أو رؤیة ولومن باب مشبک یمنع الوصول في الأصح. (در مختار، کراچی ۱/۵۸۶، زکریا ۲/۳۳۳)

وفي الشامیة: وإن صلی علی سطح بیته المتصل بالمسجد لایکون أشد حالاً من منزل بیته وبین المسجد حائط، ولو صلی رجل في مثل هذا المنزل وهو یسمع التکبیر من الإمام، أو المکبر یجوز،فکذا القیام علی السطح. (شامي، زکریا ۲/۳۳۵، کراچي ۵۸۷، طحطاوي علی الدر کراچي ۱/۲۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۰۱۰/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۴/۲۱ھ

مقتدی کا وسط صف میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۴۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ اگر کوئی شخص کسی پریشانی کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، تو جماعت کی حالت میں جماعت کے دوران صف کے بیچ میں بیٹھے یا کنارے اگر بیچ میں بیٹھتا ہے تو نماز میں خلل ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر خلل ہوتا ہے تو اس کو کنارے بیٹھانے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے امام پر یا مقتدیوں پر؟

(۳) اگر امام پر ہوتی ہے اور امام کسی خاص وجہ سے یا احتراماً کہنے سے مجبور ہے یا بیچ میں بیٹھنے والا ضدی ہے تو دونوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد مزمل حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے لئے بہتر یہ ہے کہ صف کے ایک کنارہ پر بیٹھے تاکہ صفوں کے بیچ میں ترتیب کا توازن صحیح رہے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أبوهريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وسطوا الإمام، وسدوا الخلل. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف، النسخة الهندية ۱/ ۹۹، دارالسلام رقم:۶۸۱)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أقيموا الصفوف، فإنما تصفون بصفوف الملائكة، وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل، ولينوا في أيدي إخوانكم، ولاتذروا فرجات للشيطان. (مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۹۸، رقم: ۵۷۲۴، سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة،

باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/٩٧، دارالسلام رقم:٦٦٦، المعجم الكبير للطبراني ١٣/٣١٩، رقم:١٤١١٣)

توسطوا الإمام وسدوا الخلل. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة قبيل مطلب في كراهة قيام الإمام في غير المحراب، زكريا ٢/٣١٠، كراچي ١/٥٦٨)

(۲) ایسے شخص کوخود ہی اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ میرے بیچ میں بیٹھنے کی وجہ سے خلل نہ ہو، اگر اس کو مسئلہ معلوم نہیں ہے تو نہایت نرم انداز اور غایت درجہ کی شفقت اور محبت کے ساتھ اس کو مسئلہ بتا دیا جائے؛ چونکہ صفیں سیدھی کرنے کی ذمہ داری امام پر ہوتی ہے؛ اس لئے اس کو کنارہ بیٹھنے کے لئے کہنے کا حق بھی امام ہی کو ہے۔

عن سمّاک بن حربؓ، قال: سمعت النعمان بن بشيرؓ، يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، يسوى صفوفنا، حتى كأنما يسوي بها القداح، حتى رأي أنا قد عقلنا عنه، ثم خرج يوما فقام، حتى كاد يكبر، فرأي رجلا باديا صدره من الصف، فقال: عباد الله! لتسون صفوفكم، أو ليخالفن الله بين وجوهكم. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها، النسخة الهندية ١/١٨٢، بيت الأفكار رقم:٤٣٦)

عن أنسؓ، قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم: كان إذا قام إلى الصلاة أخذه بيمينه ثم التفت فقال اعتدلوا، سوؤا صفوفكم، ثم أخذه بيساره فقال: اعتدلوا، سووا صفوفكم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف ١/٩٨، دارالسلام رقم:٦٧٠)

وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل، ويسووا مناكبهم. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/٣١٠، كراچي ١/٥٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۴۸)	۱۴۲۱/۵/۵ھ

معذور شخص کا پہلی صف میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۴۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص معذوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور ہے، تو اسے کون سی صف میں بیٹھنا چاہئے کیا معذور کو پہلی صف چھوڑ کر بیٹھنے میں زیادہ ثواب ہے؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا معذور شخص جو کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ کسی بھی صف میں کنارہ پر بیٹھ کر نماز پڑھے، چاہے پہلی صف میں ہو، یا دوسری صف میں ہو یا تیسری صف میں ہو، کسی بھی صف کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور کنارہ پر اس لئے بیٹھنا بہتر ہے کہ درمیان میں بیٹھنے میں بظاہر انقطاع ہوتا ہے، اس سے بچنے کے لئے کنارہ پر بیٹھنا بہتر ہے۔

عن ابن عباسؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ترك الصف الأول مخافة أن يؤذي أحدا، أضعف الله له أجر الصف الأول.
(المعجم الأوسط، دارالفكر بيروت ١٦٥/١ رقم:٥٣٧)

إذا قام خلف صف فيه فرجة، فإن ذلك مكروه. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب كراهية التأخر عن الصف المقدم، دارالكتب العلمية بيروت ٣٤٠/٤)

الأفضل أن يقف في الصف الآخر إذا خاف إيذاء أحد. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في كراهية قيام الإمام في غير المحراب كراچي ٥٦٩/١، زكريا ٣١٠/٢، فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الإمامة كوئٹه ٣٠٩/١، زكريا ٣٦٧/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۴۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱/۵ھ

پہلی صف مکمل ہونے سے قبل دوسری صف بنانا

سوال [۲۴۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جماعت کی پہلی صف میں کئی آدمیوں کی جگہ خالی ہوتے ہوئے بھی لوگ پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوجاتے ہیں، تو پیچھے صف بنانے والوں کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ صف میں کتنی عمر کے بچے شامل ہوسکتے ہیں؟

المستفتی: انصار احمد، قاضی ٹولہ مسجد رحیم اللہ والی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صف اول میں جگہ خالی ہونے کے باوجود پیچھے صف بنانے والوں کی نماز تو بہر حال ہوجاتی ہے؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، اس سے اجتناب واحتراز لازم ہے، جب تک صف اول میں جگہ خالی ہو، دوسری صف نہ بنائی جائے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم ۳/۳۴۵، فتاوی رحیمیہ ۲/۴۱۳)

عن علي بن شيبان و كان من الوفد قال: خرجنا حتى قدمنا على النبي صلى الله عليه وسلم -إلى- فرأي رجلا فردا يصلي خلف الصف، قال: فوقف عليه نبي الله صلى الله عليه وسلم: حين انصرف، قال: استقبل صلاتک، لاصلاة للذي خلف الصف. (سنن إبن ماجه، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل خلف الصف وحده، النسخة الهندية ١/٧٠، دارالسلام رقم:١٠٠٣، صحيح ابن خزيمه، المكتب الاسلامي ١/٧٥٤، رقم:١٥٦٩، مسند أحمد بن حنبل ٤/٢٣، رقم:١٦٤٠٦)

ولو صلى على رفوف المسجد ان وجد في صحنه مكانا كره، كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة. (درمختار على الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول كراچي ١/٦٤٧، زكريا ٢/٣١٢، هنديه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة و مالا يكره، جديد زكريا ديوبند

۱/۱۰۶، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالكتاب ديوبند ۱/۳٦۱)

(۲) بچوں کے سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ بچے اگر ایک سے زائد ہیں تو ان کی باضابطہ مردوں کے پیچھے صف بنادی جائے اور اگر ایک ہی بچہ ہے اور جماعت شروع ہوتے وقت صف اول میں جگہ خالی ہے، تو اس بچہ کو مرد اپنی صف میں کھڑا کر سکتے ہیں؛ جبکہ بچہ سمجھ دار ہو، اس سے پیچھے کی صف میں کھڑے لوگوں کی نماز میں کسی قسم کی کراہت نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۳/۳۴۱)

ويصف الرجال، ثم الصبيان ظاهره تعددهم، فلو واحدا دخل الصف. (درمختار على الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة كراچي ۱/۵۷۱، زكريا ۲/۳۱٤، البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ۱/٦۱۸، كوئٹه ۱/۳۵۳، حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالكتاب ديوبند۳۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۴/۱۴۲۲ھ

کیا ستون کے آگے کھڑے ہو سکتے ہیں؟

سوال [۲۴۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک مسجد ہے، مسجد کے بیچ میں دو ستون ہیں اور وہ دونوں ستون تین صفوں کے پیچھے ہیں، تیسری صف میں ستون سے آگے اگر نمازی کھڑا ہوتا ہے تو رکوع کی حالت میں صف سے آگے بڑھ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے صف ٹیڑھی ہو جاتی ہے، تو اس سے نماز میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں، کوئی کہتا ہے کہ اس جگہ یعنی ستون کے آگے کی جگہ کو

نہ چھوڑا جائے، اس جگہ آدمی کھڑا ہوجائے اور وہ کہتا ہے کہ صف کے بیچ کوئی جگہ نہ چھوڑی جائے؛ کیونکہ شیطان گھس جاتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں ستون کے آگے کی جگہ کو چھوڑ دیا جائے؛ کیونکہ صف کو سیدھا رکھنا واجب ہے، تو ایسی صورت میں آیا جگہ کو چھوڑ کر رکھا جائے یا کوئی آدمی کھڑا ہوجائے کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ظہیر الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ستون کے آگے آدمی نہ کھڑا ہو؛ بلکہ ستون کی جگہ چھوڑ دی جائے؛ تاکہ صف ٹیڑھی نہ ہو، اب رہا شیطان کا صف میں گھس جانا تو ستون کی وجہ سے جگہ باقی نہیں رہی؛ لہٰذا شیطان نہیں گھس سکتا۔

وتخلل الأسطوانة بين الصف، كتخلل متاع موضوع أو كفرجة بين رجلين، وذلك لايمنع صحة الإقتداء ولايوجب الكراهة الخ (مبسوط سرخسي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، دارالكتب العلميه بيروت ۲/ ۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۷/ ۱۴۲۰ھ

ایک صف چھوڑ کر دوسری میں نماز پڑھنا

سوال [۲۴۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ جماعت میں شریک ہوئے؛ لیکن ایک صف چھوڑ کر کھڑے ہوئے، تو کیا اس شکل میں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد طیب قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلاضرورت ایک صف چھوڑ کر صف بندی کرنا،

اگلی صف اور پچھلی صف کے درمیان پوری ایک صف بلاضرورت چھوڑ دینا مکروہ ہے اور کراہت کے ساتھ پچھلی صف والوں کی نماز ہوجائے گی۔

ولو صلی علی رفوف المسجد إن وجد في صحنه مکانا کره کقیامه في صف خلف صف فیه فرجة. (درمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الکلام علی الصف الأول کراچی ۱/۶٤۷، زکریا ۲/۳۱۲)

ویکره القیام خلف صفّ فیه فرجة للأمر بسد. (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالکتاب دیوبند جدید ۳٦۱)

ویکره القیام خلف صف فیه فرجة أي في ذلک الصف فرجة. (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل في المکروهات، دارالکتب العلمیه بیروت ۱/۱۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۶۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

دائیں بائیں جانب جگہ چھوڑ کر صرف بیچ میں صف بچھانا

سوال [۲۴۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے جس کی توسیع کی گئی ہے، تو کیا اس مسجد کے اندر دائیں بائیں جانب صفوں میں کچھ جگہ چھوڑ دی جائے اور بیچ بیچ میں صفوں کو بچھایا جائے، کیا ایسا کرنے میں کوئی کراہت وغیرہ تو نہیں؟

المستفتی: افتخار، ہری دواری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دائیں بائیں سے حدود مسجد کے اندر صفوں کی جگہ چھوڑ کر کے بیچ وبیچ صفوں کو بچھا دینا اور دائیں بائیں جگہ کو خالی رکھنا مکروہ ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ اگلی صف میں جگہ چھوڑ کر پچھلی صف میں کھڑے ہو کر نیت باندھنا؛ ہاں البتہ مسجد بہت

بڑی ہے جیسے کہ دلی کی جامع مسجد کا صحن، بھوپال کی تاج المساجد کا صحن، ایسی مسجدوں میں جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دائیں بائیں کی صفوں کا پر کرنا بہت مشکل ہے؛ اس لئے ایسی مسجدوں میں اس بات کی گنجائش ہوسکتی ہے کہ بیچ و بیچ صفیں بچھادی جائیں اور نمازیوں کو اس نمازی کے درجے میں قرار دیا جاسکتا ہے، جو نمازی امام کے رکوع کے وقت صفوں میں پہونچ رہا ہے اور اگر وہ صفوں کے دائیں اور بائیں جانب پہنچ کر نیت باندھے گا تو اس کی رکعت چھوٹ جائے گی، تو اس کے لئے پیچھے کی صف میں کھڑے ہوکر نیت باندھنا بلا کراہت جائز ہے۔

نیز اتنی بڑی مسجد کی صفوں کو پانچوں وقت کے لئے بچھانا اور پھر صفوں کو اٹھانا خدام مسجد کے لئے بہت ہی دشوار کن ہے؛ اس لئے بیچ کے حصہ میں مشقت سے بچنے کے لئے گنجائش ہوسکتی ہے۔

عن زيد بن وهبؓ، قال: خرجت مع عبد الله يعني ابن مسعودؓ من داره إلى المسجد، فلما توسطنا المسجد ركع الإمام، فكبر عبد الله وركع وركعت معه، ثم مشينا راكعين، حتى انتهينا إلى الصف حين رفع القوم رؤوسهم. (السنن الكبرى ٢/ ٤١١، رقم: ٢٦٤١)

روي عنه عليه السلام أنه قال يكتب للذي خلف الإمام بحذائه مأة صلاة وللذي في الجانب الأيمن خمسة وسبعون صلاة وللذي في المحارب الايسر خمسون صلاة وللذي في سائر الصفوف خمسة وعشرون صلاة.

(البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإقامة زكريا ١/ ٦١٩، كراچي ١/ ٣٥٤)

لاتذرو فرجات للشيطان من وصل صفا وصله الله. الحديث (ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، النسخة الهندية ١/ ٩٧، دارالسلام رقم: ٦٦٦، بحر، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ١/ ٦١٨، كوئٹة ١/ ٣٥٣)

وعن جابر بن سمرةؓ، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، في حديث طويل، فقال ألا تصفون كما تصف الملائكة –إلى قوله– يتمون

الصفوف الأولىٰ ويتراصون في الصف. (مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة، النسخة الهندية ۱/ ۱۸۱، بيت الأفكار رقم: ۴۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۸۷۸)

بارش کی بناء پر دو تین صفوں کا خلا کرنا

سوال [۲۴۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ بارش کی زیادتی کی وجہ سے نماز عید مدرسہ میں ادا کی گئی ہے، مگر شکل یہ ہوئی کہ امام صاحب اور ان کے پیچھے دو صف متصل تھیں، پھر دو تین صف کا فاصلہ بیچ میں چھوڑ کر پیچھے کی صفیں متصل تھیں، کیا پیچھے والوں کی اقتداء درست ہوگئی؛ جبکہ درمیان میں اتنا فاصلہ خالی تھا۔

(۲) ایک دوسرے مدرسہ میں نماز عید ہوئی مگر اس کی شکل یہ تھی کہ امام کے پیچھے کی صفیں تو متصل تھیں، مگر امام کے دائیں طرف اور بائیں طرف چند چند مقتدی تھے، پھر ۲ یا ۳ صف کا فاصلہ چھوڑ کر مقتدی کھڑے تھے، عمارت کی ترتیب ہی کچھ اس طرح تھی اور متصل اس لئے نہ ہو سکے کہ بارش ہورہی تھی اور وہاں پر صحن کھلا تھا؛ اس لئے بارش کی وجہ سے وہاں نہ کھڑے ہوئے، معلوم یہ کرنا ہے کہ جس طرح امام کے پیچھے کی صفوں کا اتصال ضروری ہے، کیا ایسے ہی امام کے دائیں بائیں جانب بھی اتصال ضروری ہے؟ کیا ان دائیں بائیں جانب کے مقتدیوں کی نماز اور اقتداء درست ہوگئی جو درمیان میں دو یا تین صف کا فاصلہ چھوڑ کر کھڑے تھے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) حنفیہ کے یہاں نماز باجماعت میں اتصال

صفوف لازم ہے؛ اس لئے جب بلا کسی عذر کے درمیان میں صفیں چھوڑ کر پھر صفیں بنالی جائیں،تو بعد میں جو صفیں بنائی گئی ہیں ان سے اگلی صف والوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے؛ لیکن سخت بارش بھی ایک اہم عذر ہے؛ اس لئے اس عذر کی وجہ سے دو تین صف کے بقدر جو جگہ چھوڑ دی گئی ہے، جس میں بارش کی بوندیں پڑ رہی ہوں اس کی وجہ سے اتصال صفوف کی کراہت لازم نہیں آئے گی؛ جبکہ اس سے اگلی صف والوں کے رکوع، سجود سب نظر آ رہے ہوں یا مائک کی آواز پہنچ رہی ہو۔

ولو صلى على رفوف المسجد إن وجد في صحنه مكانا كره، كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول كراچي ۱/٦٤۷، زكريا ۲/۳۱۲)

لايمنع من الإقتداء الفضاء الواسع في المسجد وقيل: يمنع فإنه وإن أفاد أن المعتمد عدم المنع لكنه محمول على غير المسجد الكبير جدا كجامع خوارزم والقدس بدليل ماذكرنا. وفي......القهستاني: البيت كالصحراء والأصح أنه كالمسجد ولهذا يجوز الإقتداء فيه بلا اتصال الصفوف كما في المنية، وذكر في البحر عن المجتبي أن فناء المسجد له حكم المسجد، ثم قال: وبه علم أن الاقتداء من صحن الخانقاه الشيخونية بالإمام في المحراب صحيح، وإن لم تتصل الصفوف؛ لأن الصحن فناء المسجد، وكذا اقتداء من بحلاوي السفلية صحيح؛ لأن أبوابها في فناء المسجد. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب الكافي للحاكم جمع كلام محمد كراچي ۱/۵۸۵، زكريا ۲/۳۳۲)

والفضاء الواسع في المسجد لايمنع وإن وسع صفوفا؛ لأن له حكم بقعة واحدة......فلو اقتدى بالإمام في أقصى المسجد والإمام في المحراب جاز......والظاهر أن ذلک لاشتباه حال الإمام على المأموم لالاختلاف

المكان ومصلى العيد كالمسجد. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة،دارالكتاب ديو بندجديد ٢٩٣)

والحائل لايمنع الإقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية، ولو من باب مشبك يمنع الوصول في الأصح ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب الكافي للحاكم جمع كلام محمد...... كراچي ١/٥٨٦، زكريا ٢/٣٣٣)

(۲) دوسرے سوال کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب میں آ چکا ہے کہ بارش کی وجہ سے اتصال صفوف لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۲۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱۰/۱۴۳۴ھ

تین صفوں کے بقدر راستے مانع اتصال ہیں

سوال [۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں نماز جمعہ میں کثیر تعداد کے سبب مسجد پر ہوجاتی ہے؛ اور کافی حضرات شرکت سے رہ جاتے ہیں مسجد سے متصل دوسری کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں نماز ادا کرسکیں، ہاں مسجد کے شمال اور مشرق کی جانب دو راستے ہیں، پھر مکانات ہیں راستوں کے درمیان گندے پانی کی نالی ہے جو صف بچھنے میں مانع ہے ایک جانب مسجد کا دروازہ ہے، ایک جانب دیوار ہے دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ راستوں کے فاصلے جو تقریباً تین صف کے ہیں اقتداء درست ہوگی یا نہیں؟ اور کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

المستفتی: عتیق الرحمٰن، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال مذکور میں اگر راستہ کی نالی کے کچھ حصہ کو

درست کر کے راستوں پر بھی صفیں بنالیں، تو ان کے اتصال کی وجہ سے مکانات میں اقتداء کرنے سے اقتداء درست ہو جائے گی؛ البتہ ہر صف میں تین آدمیوں کا ہونا لازم ہے اور اگر راستوں پر صف بندی نہ کی جائے اور پورا راستہ چھوڑ کر کے اقتداء کی جائے تو اقتداء درست نہ ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۳۰۸)

عن مالکؒ عن الثقةؓ عنده، أن الناس كانوا يدخلون حجر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم، فيصلون فيها الجمعة، قال وكان المسجد يضيق على أهله، فيتوسعون بها، وحجر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ليست من المسجد؛ ولكن أبوابها شارعة في المسجد. (السنن الكبرى للبيهقي، جماع أبواب موقف الإمام والماموم، دارالفكر جديد ٤/٢٧٨، رقم: ٥٣٥١، دارالمعرفة بيروت٣/١١١)

ويجوز اقتداء جار المسجد بإمام المسجد، وهو في بيته إذا لم يكن بينه وبين المسجد طريق عام وإن كان طريق عام؛ ولكن سدَّتُه الصفوف جاز الاقتداء لمن في بيته بإمام المسجد كذا في التتارخانية ناقلا عن الحجة الخ (هنديه، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان مايمنع صحة الإقتداء ومالايمنع زكريا ١/٨٨، جديد زكريا ديوبند ١/١٤٦، الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلاة، الفصل السادس ٢/٢٦٧، رقم:٢٣٨٧)

وللثلاثة حكم الصف بالاجماع الخ (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان مايمنع صحة الإقتداء ومالايمنع، قديم زكريا ١/٨٧، جديد زكريا ديوبند ١/١٤٦)

لو اقتدى خارج المسجد، بإمام في المسجد إن كانت الصفوف متصلة جاز، وإلافلا؛ لأن ذلک الموضع بحكم اتصال الصفوف يلتحق بالمسجد. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب تقدم الإمام على المأموم زكريا

۱/ ۳٦۲، کراچي ۱/ ۱٤٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۴۱۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴؍۷؍۱۴۱۵ھ

صفوں کے درمیان میں وضو کی نالی کا فاصلہ

سوال [۲۴۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر درمیان میں وضو کی نالی اور نالی کے ساتھ اور بھی ایک دوصفوں کی جگہ خالی ہو اور پھر اس کے پیچھے صفیں بنا کر لوگ نماز پڑھیں تو اتنا گیپ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: شاہد حسین، بیگم پوری، امام مسجد کھجور والی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سلسلۂ صفوں کے درمیان وضو کی نالی اور ایک دوصف کی مقدار کا فاصلہ ہو جائے، تو صحت اقتداء کو مانع نہیں ہے، اقتداء درست ہو جاتی ہے۔

وإن كان بين الإمام والمقتدي نهر صغير لايجري فيه السفن والزوارق لايمنع الاقتداء وهو المختار الخ (تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس مايمنع صحة الإقتداء ومالا يمنع زكريا۲/ ۲٦۳، رقم: ۲۳۷۵، كراچي ۱/ ٦۱۳، عالمگيري، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الإقتداء ومالايمنع، قديم زكريا ۱/ ۸۷، جديد زكريا ديوبند۱/ ۱٤٦)

ولوكان في المسجد الجامع نهر يجري، إن كان صغيرا لايمنع. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس مايمنع صحة الإقتداء وما لا يمنع زكريا ۲/ ۲٦٤، رقم:۲۳۷٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲٦؍۲۱۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹؍۲؍۱۴۱۱ھ

حرم شریف میں جماعت سے نماز پڑھنے کے متعلق چند سوالات

سوال [۲۵۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) حرم مکی میں باب عبدالعزیز کے سامنے مسفلہ کی طرف جو صحن ہے، اس کے آخری کنارے پر جو مسجد ابوبکر ہے دوسری منزل پر، کیا اس مسجد میں ایام حج میں باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ہوتی ہے یا حرم شریف کی اذان واقامت اور جماعت کے ساتھ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں؟

(۲) اگر اس مسجد میں حرم شریف کی جماعت سے ہی لوگ نماز پڑھتے ہیں، تو بعض مرتبہ مجمع کم ہونے کی وجہ سے باہر صحن کی صفیں وہاں تک نہیں پہنچ پاتیں، کیا ایسی صورت میں اس مسجد میں اقتداء کرنے والوں کی نماز درست ہو جائے گی؟

(۳) باب عبدالعزیز، باب فہد، باب فتح، باب عمرہ، باب صفا کے سامنے جو صحن ہے یہ مسجد سے خارج ہے یا داخل ہے، اگر اس صحن میں صفوں کا اتصال نہ پایا گیا درمیان میں کافی فاصلہ کے بعد جس میں دو گاڑیاں بیک وقت گذر سکتی ہیں اتنے فاصلہ کے بعد پیچھے صف بنا لیتے ہیں، کیا ان صحنوں میں اس طرح اقتداء درست ہو جائے گی؟

المستفتی: اہل بستی سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) آپ نے جس مسجد کا سوال میں ذکر فرمایا یہ شریکہ مکہ جو ہیل ٹاون سے بھی موسوم ہے، اس کی تیسری یا چوتھی منزل میں یہ مسجد ہے، حج کے موسم میں حرم شریف کی اذان واقامت کے ساتھ یہاں نماز ہوتی ہے اور مذکورہ عمارت کی دیوار تک اور آگے سڑکوں تک حج کے موسم میں صفیں بن جاتی ہیں اور اتصال صفوف کی بنا پر حرم شریف کے امام کی اقتداء صحیح اور درست ہو جاتی ہے۔

وإن قام على الجدار الذي بين داره وبين المسجد ولا يشتبه

حال الإمام صح الاقتداء، ولو قام على دكان خارج المسجد متصل بالمسجد يجوز الاقتداء؛ لكن بشرط اتصال الصفوف ويجوز اقتداء جار المسجد، بإمام المسجد وهو في بيته إذا لم يكن بينه و بين المسجد طريق عام، وإن كان طريق عام؛ ولكن سدته الصفوف جاز الإقتداء، لمن في بيته بإمام المسجد. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة الفصل الرابع في بيان مايمنع صحة الإقتداء وما لايمنع زكريا ۱/۸۸، جديد زكريا ديوبند ۱/۱٤٦)

(۲) جب مجمع کم ہوجاتا ہے اور پورا صحن خالی پڑا رہتا ہے، تو اس وقت بھی مسجد میں امام حرم کی اقتداء میں نماز پڑھی جاتی ہے؛ لیکن ایسی صورت میں شریکہ مکہ سے الگ مکان آخر ہونے کی وجہ سے حضرات حنفیہ کے نزدیک صحت اقتداء کے لئے اتصال صفوف لازم ہے اور مجمع کم ہونے کی صورت میں اتصال صفوف نہیں ہوتا؛ اس لئے سامنے کے صحن کے خالی رہنے کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک وہاں سے اقتداء درست نہیں؛ لیکن امام احمد بن حنبل وغیرہ کے نزدیک اتصال صفوف لازم نہیں ہے صرف امام ومکبّر کی آواز سنائی دینا کافی ہے؛ اس لئے ان کے نزدیک ہر صورت میں اقتداء درست ہے۔

ولو اقتدى من سطح داره المتصلة بالمسجد لم يجز لاختلاف المكان. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة كراچي ۱/۵۸٦، زكريا ۲/۳۳٤)

(۳) وہاں کے اہم لوگوں سے معلوم ہوا کہ صحن مسجد میں سے سفید حصہ مسجد حرام میں داخل ہے، اگر سفید حصہ مسجد حرام میں داخل ہے تو حائضہ اور نفساء کے لئے وہاں سے گذرنا جائز نہیں، مگر سفید حصہ میں اتصال صفوف نہ ہونے کی صورت میں اقتداء حنفیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ درست ہوجائے گی اور حنابلہ کے نزدیک بلا کراہت درست ہوجائے گی۔ نیز کئی معتبر واسطوں سے امام سبیل کی بات موصول ہوئی ہے کہ سفید حصہ تو مسجد میں ہے، مگر صفا مروہ کے درمیان مسعی پہلی حالت میں خارج مسجد میں ہی رکھا گیا ہے۔

فقال: وجهوا هذه البيوت عن المسجد، فإني لاأحل المسجد لحائض، ولاجنب. (ابوداؤد شريف، كتاب الطهارة، باب في الجنب يدخل المسجد، النسخة الهندية ١/ ٣٠، دارالسلام رقم:٢٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۴۰/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۲۳ھ

جو پہلے آکر بیٹھ جائے وہی اس جگہ کا حقدار ہے

سوال [۲۴۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ان پڑھ ہے اور ہمیشہ مصلیٰ کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے اور اگر کسی طرح بکر وہاں آجاتا ہے تو زید ان کے ساتھ دھکا مکا کرتا ہے اور زید خود کھڑا ہوجاتا ہے، ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: رستم علی مدرس مدرسہ انصار العلوم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو بہر صورت امام کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کو دھکا مکا کرکے ہٹانے کا زید کو ہرگز حق حاصل نہیں ہے، جو اس جگہ پہلے آئے گا اسی کا حق ہوگا پس اگر زید پہلے آئے گا تو اس کا حق ہوگا کسی کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے کو کسی جگہ سے ہٹائے۔ نیز مسجد کے اندر دھکا مکا کرنا مسجد کے احترام کے سخت خلاف ہے۔

ويكره تخصيص مكان فيه لصلاته، ولايتعين بالملازمة، فلايزعج غيره لوسبقه إليه. (الأشباه و النظائر، باب القول في أحكام المسجد١/ ٣٢١)

وتخصيص مكان لنفسه، وليس له إزعاج غيره منه. (شامي، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد زكريا ٢/ ٤٣٦، كراچی ١/ ٦٦٢)

عن عبد الرحمن بن شبل، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن نقرة الغراب، وافتراش السبع، وأن يوطن الرجل المكان في المسجد كما يوطن البعير. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، النسخة الهندية ١/١٢٥، دارالسلام رقم: ٨٦٢، سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء في توطين المكان في المسجد يصلى فيه، النسخة الهندية ١/١٠٣، دارالسلام رقم: ١٤٢٩، مسند دارمي ٢/٨٣٥، رقم: ١٣٦٢، صحيح ابن خزيمه، ١/٣٥٤، رقم: ٦٦٢، ١/٦٤٦، رقم: ١٣١٧، صحيح ابن حبان دارالفكر ٣/٢٧٣، رقم: ٢٢٧٦، المستدرك، كتاب الصلاة ١/٣٤١، رقم: ٨٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۵۹۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱/۲۵ھ

صف میں رومال رکھ کر وضو کے لئے جانا

سوال [۲۴۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز کا بہت پابند ہے صف اول میں کھڑا ہوتا ہے، اگر وہ رومال سے صف اول میں جگہ گھیر کر وضو کرنے چلا ادھر جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا دوسرا شخص اس کی جگہ کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحیم، ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ شخص جماعت کھڑی ہونے سے پہلے وضو کر کے واپس آجائے تو دوسرا اس کی جگہ کھڑا نہ ہو؛ البتہ اگر جماعت کھڑی ہونے تک واپس نہیں آیا تو اس کی جگہ دوسرا کھڑا ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۴، فتاوی دارالعلوم ۳؍۳۳۹)

كـمالو قام للوضوء مثلاً ولا سيما إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده.

(شامي، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد، كراچي ۱/۲۲۶، شامي زكريا ۲/۴۳۶، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۱۳۶)

ولـو فرش له نحو سجادة......لا يجوز تنحيتها، لأنه ربما يفضي إلى الخصومة؛ ولأنه سبق إليه بالحجر فصار كحجر الأموات.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، دارالكتاب ديوبند جديد ۵۲۳، ۵۲۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۱ھ

صف اول میں رومال رکھ کر جگہ گھیرنا

سوال [۲۴۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ نمازی مسجد میں ایسا کرتے ہیں کہ اگلی یا کسی بھی صف میں جگہ گھیرنے کے لئے رومال رکھ کر وضو کرنے یا پیشاب کرنے چلے جاتے ہیں، ایسے حضرات کا اس طرح کا فعل درست ہے کہ نہیں؟

المستفتی: عبدالوحید، مؤذن مسجد بنجاران، ساہن پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حضرات رومال وغیرہ رکھ کر وضو یا پیشاب کرنے چلے جاتے ہیں؛ چونکہ ان کا مقصد ضرورت صلاۃ کے لئے جانا ہوتا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں واپس آنا ہوتا ہے؛ لہٰذا ان کا یہ فعل شرعاً درست ہے۔

وينبغي تقييده بما إذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة، كما لو

قام للوضوء مثلا، ولاسيما إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده. (شامي، كتاب الصلوة، مطلب في الفرس في المسجد، كراچي ١/٦٦٢، زكريا ٢/٤٣٦، الموسوعة الفقهية، الكويتيه ٣٦/١٣٦)

ولو فرش له نحو سجادة......لايجوز تنحيتها؛ لأنه ربما يفضي إلى الخصومة؛ ولأنه سبق إليه بالحجر فصار كحجر الأموات. (حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، دارالكتاب ديوبند جديد ٥٢٣-٥٢٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۴۰/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۳/۲۸ھ

پہلی صف میں جگہ متعین کرنا

سوال [۲۴۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ **عبد الرحمن بن شبل قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن نقرة الغراب وافتراش السبع، وأن يوطن الرجل المكان في المسجد كما يوطن البعير.** (ابوداؤد، مشکوۃ ۸۲)

کسی شخص کا مسجد میں پہلی صف میں اپنے لئے کسی جگہ کو نماز کے لئے خاص کر لینا کہ دوسری جگہ نماز ہی نہ پڑھے اور رومال یا مصلیٰ بچھا کر اس کو گھیرے رکھے اور حال یہ ہو کہ عین جماعت کے وقت اس جگہ پر آ کر کھڑا ہوتا ہو، شرعاً مذکورہ حدیث شریف کی روشنی میں کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عالم عقیل احمد، حاجی پورہ، فیروز آباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں پہلے سے آ کر صف اول میں نماز کے لئے

جگہ لے لینا شرعاً مستحب اور مستحسن ہے؛ کیونکہ صف اول میں نماز پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے؛ لہٰذا جو بھی صف اول میں پہلے آکر بیٹھ جائے گا اس جگہ کا وہی آدمی زیادہ حقدار ہوگا؛ لیکن کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ صف اول میں کوئی متعین جگہ اپنے لئے خاص کر لے اور اس جگہ پر کسی دوسرے کو بیٹھنے اور نماز پڑھنے نہ دے اور جگہ گھیر کر اپنے کاموں میں لگ جائے اور نماز میں آکر کے کھڑا ہو جائے، ایسی صورت میں وہ شخص اس حدیث کا مصداق بن جائے گا، جو سوال نامہ میں درج ہے؛ ہاں البتہ اگر صف اول میں پہلے آکر جگہ گھیر لیا ہے اور مصلیٰ یا کپڑا رکھ کر وضو کرنے کے لئے نکل آیا تو وہ اسی کی جگہ ہے؛ لیکن اپنے کاموں میں لگ جانے کی وجہ سے اس کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

و تخصيص مكان لنفسه وليس له ازعاج غيره منه (تحته في الشامية) لأنه يخل بالخشوع...... قال في القنية: له في المسجد موضع معين يواظب عليه وقد شغله غيره، قال الأوزاعي له أن يزعجه، وليس له ذلك عندنا، أي لأن المسجد ليس ملكا لأحد بحر عن النهاية: قلت: وينبغي تقييده بما إذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلا ولا سيما إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده تأمل. (شامي، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد، كراچي ١/٦٦٢، زكريا٢/٤٣٦، الموسوعة الفقهيه ٣٦/١٣٦)

وعندي في النهى عن توطين الرجل مكانا معينا في المسجد وجه آخر، وهو أنه إذا وطن المكان المعين في المسجد يلازمه، فإذا سبق إليه غيره يزاحمه ويدفعه عنه وهو لايجوز؛ لقوله عليه السلام: لا، مني مناخ من سبق، فكما هو حكم منى، فهو حكم المسجد، فمن سبق إلى موضع منه، فهو أحق به، فعلى هذا لولازم أحد أن يقوم خلف الإمام قريبا منه؛ لأجل حصول الفضل، وسبق إليه من القوم أحد، لايزاحمه ولايدافعه،

فلا يدخل في هذا النهي. (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، دارالبشائر الاسلاميه ٤/ ١٥٠، تحت رقم الحديث: ٨٦١، مكتبه ميرٹھ قديم٢/ ٧٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱/۳ھ

مصلی کا اپنے لئے جگہ مخصوص کرنا

سوال [۲۴۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند مسائل میں شرعی رہنمائی درکار ہے، امید ہے کہ مستند رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

سوالات سے پہلے بعض واقعات وپس منظر پیش کردیئے جاتے ہیں؛ تاکہ سوالات کی اہمیت اور بات کی اچھی طرح وضاحت ہوسکے۔

یہاں کی ایک مشہور ومعروف علم دین اور دعوت وتبلیغ کے مرکز سے متصل مسجد کے دو نمازیوں میں اس قدر جھگڑا ہوا کہ ایک نے دوسرے کے سر پر رحل سے حملہ کر کے شدید زخمی کردیا، یہ سب کچھ مسجد میں اپنی مخصوص جگہ محفوظ کرنے اور دوسرے کو اپنی جگہ برداشت نہ کرنے پر مسجد کے اندر جماعت کھڑی ہونے کے وقت بھری مسجد میں ہوا۔

سوال: کیا مسجد میں کسی کے لئے اپنی جگہ مخصوص کرنا درست ہے؟ متولیان مسجد، امراء، رہبران قوم، مؤذنین، اونچے درجہ کے تجار وغیرہ سب کا حکم یکساں ہے یا ان میں فرق ہے؟ اور فتاوی ہندیہ کی عبارت **يكره للإنسان أن يخص لنفسه مكانا في المسجد أن يصلي فيه.** عام ہے یا اس سے کچھ لوگ مستثنیٰ ہیں؟ کراہت تحریمی مراد ہے یا تنزیہی ہے بالخصوص اس جزئیہ سے امام تو مستثنیٰ ہے، کیا مؤذن بھی مستثنیٰ ہے؟ استثناء کی دلیل کیا ہے؟

یہ وضاحت اس لئے مطلوب ہے کہ جب کوئی اپنی جگہ مخصوص نہیں کرسکتا تو مؤذنین کے لئے امام کے محاذاۃ میں اس سے متصل پیچھے ہی مصلی کیوں بچھا کران کی جگہ کی تخصیص کی جاتی ہے؟ کیا یہ عمل ثابت وجائز ہے یا بدعت وناردرست ہے؟ اس کی وضاحت اس لئے بھی مطلوب ہے کہ اس پر عمل میں بہت شدت ہے، سخت اہتمام والتزام ہے اور کچھ مساجد میں باعث نزاع وخلفشار بنا دیا جاتا ہے، فقہاء کی تصریحات اس سلسلے میں ہمارے سامنے حسب ذیل ہیں:

فتاوی محمودیہ میں سوال ۲۲۶۵/ ۱ اقامت کہنے والا دوسری یا تیسری صف میں ہو تو کیا حکم ہے؟ تب بھی درست ہے، احسن الفتاوی میں ہے، اقامت کے لئے صف اول یا امام سے قریب ہونے کی کوئی قید نہیں (۱۹۵/۱) خیر الفتاوی میں ہے، امام سے پیچھے کھڑے ہونا ضروری نہیں جہاں جگہ ہو کھڑے ہوسکتے ہیں، ایسے ہی پہلی صف میں ہونا بھی ضروری نہیں (۲۱۴/۱) حسب ضرورت اور حسب موقعہ جس طرح اور جس موقعہ پر مکبّر کھڑے ہوکر تکبیر کہے درست ہے، کسی جانب کی تخصیص نہیں ہے جس طرح بھی کھڑا ہو شرعاً یکساں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ، آپ کے مسائل اوران کا حل ۲۱۹/۲)

مختصراً پانچ کتابوں کے حوالے آپ حضرات کی سہولت کے لئے پیش کردیئے گئے ہیں، بڑے شہروں کی مساجد میں خصوصاً ممبئی میں یہ عمل ایسا بن گیا ہے کہ بعض پڑھے لکھے لوگ بھی مؤذن کا حق اور جائز سمجھ کران کی جگہ چھوڑ دیتے ہیں یا بچھے ہوئے مصلے کی وجہ سے ان کی ہمت نہیں ہوتی کہ اس جگہ بیٹھ سکیں، کیا مؤذن صاحب اگر اپنی جگہ موجود نہ ہوں تو کوئی اوران کی جگہ کھڑا ہوسکتا ہے؟ اگر انہوں نے امام کی طرح مستقل مصلے بچھا رکھا ہے، تو اس پر کوئی اور کھڑا ہوسکتا ہے؟ مسجد میں وقف جانمازوں کو مؤذن کے لئے بھی بچھانے کی شرعاً اجازت ہے؟ برائے کرم مدلل ومفصل جوابات سے مستفید فرمائیں تاکہ معروف ومنکر کا امتیاز ہوسکے؟ وجزاکم اللہ.

المستفتی: سعید الرحمٰن، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے اندر کسی جگہ کو اپنے لئے مخصوص کر لینا اوراس جگہ پر کسی کو بیٹھنے نہ دینا مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم تمام لوگوں کے لئے یکساں ہے، خواہ وہ امراء اور رہبرانِ قوم ہوں یا تاجر حضرات اور مؤذن صاحبان ہوں، کسی کو بھی مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کرنے کا حق نہیں ہے، ہاں البتہ اگر کوئی شخص تکبیر شروع ہونے سے پہلے مسجد میں جا کر کے بیٹھ جائے، پھر مسجد سے باہر تھوکنے کے لئے یا حدث لاحق ہونے کی وجہ سے وضو کرنے کیلئے اپنی جگہ کپڑا وغیرہ رکھ کر چلا جاتا ہے اور تکبیر شروع ہونے سے پہلے پہلے واپس آجاتا ہے، تو اس جگہ پر اس کو حق تقدم حاصل ہے، اس کا کپڑا ہٹا کر دوسرے کو بیٹھنے کا حق نہیں، اسی طرح اگر مؤذن صاحب نماز سے پہلے امام کے پیچھے مصلیٰ یا کپڑا رکھ کر مسجد کے کسی کام میں مشغول ہوجائیں، تو اس جگہ کسی شخص کے لئے کپڑا یا مصلیٰ ہٹا کر بیٹھنے کا حق نہیں ہے؛ ہاں البتہ مؤذن صاحب کا ہر وقت مصلیٰ بچھا رہنے دینا اسی طرح کراہت کے دائرہ میں داخل ہے جس کا بیان اوپر ہوا؛ لہٰذا مؤذن صاحب جس جگہ مصلیٰ بچھاتے ہیں وہاں کوئی شخص بیٹھ جائے تو مؤذن صاحب کے لئے اس شخص کو وہاں سے ہٹانا مکروہ تحریمی ہوگا۔

عن عبد الرحمن بن شبلي رضـ، قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن نقرة الغراب، وافتراش السبع، وأن يوطن الرجل المكان في المسجد كما يوطن البعير. (ابوداؤد شريف، كتاب الصلاة، باب صلاة من لايقيم صلبه في الركوع، والسجود، النسخة الهندية ١/ ١٢٥، دارالسلام رقم:٨٦٢، مسند الدارمي ٢/ ٨٣٥، رقم: ١٣٦٢، صحيح ابن خزيمه ١/ ٣٥٤، رقم: ٦٦٦، ١/ ٦٤٦، رقم: ١٣١٧)

وكره تخصيص مكان لنفسه وليس له إزعاج غيره، ولو مدرسا. وفي الشامي: قال في القنية: له في المسجد موضع معين يواظب عليه وقد شغله غيره. قال الأوزاعي: له أن يزعجه، وليس له ذلک عندنا، أي لأن المسجد ليس ملكا لأحد قلت: وينبغي تقييده بما إذا لم يقم عنه علي نية العود بلامهلة

كما لو قام للوضوء مثلا و لاسيما إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده. (شامي، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد، كراچي ١/٦٦٢، زكريا ٢/٤٣٦)

ويكره أشد كراهة أن يقيم الرجل أخاه فيجلس في موضعه في الجمعة وغيرها، قال الكرماني وظاهر النهى الوارد فيه التحريم، لأن من سبق إلى مباح فهو أحق به......ولو فرش له نحو سجادة ففيه وجهان فقيل يجوز لغيره تنحيتها والجلوس في موضعها، لأن السبق بالأجسام لابما يفرش ولايجوز الجلوس عليها بغير رضاه الخ (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب الجمعة، دارالكتاب ديوبند جديد ٥٢٣)

وعندي في النهى عن توطين الرجل مكانا معينا في المسجد وجه آخر، وهو أنه إذا وطن المكان المعين في المسجد يلازمه، فإذا سبق إليه غيرهٗ، يزاحمه، ويدافعه عنه، وهولايجوز؛ لقوله عليه السلام: لا، منى مناخ من سبق، فكما هو حكم منى، فهو حكم المسجد، فمن سبق إلىٰ موضع منه، فهو أحق به، فعلى هذا لولازم أحد أن يقوم خلف الإمام قريبا منه؛ لأجل حصول الفضل، وسبق إليه من القوم أحد لايزاحمه ولايدافعه، فلايدخل في هذا النهى. (بذل المجهود، الصلاة، باب صلاة من لايقيم في الركوع والسجود، دارالبشائر الاسلاميه ٤/ ١٥٠، رقم: ٨٦١، ميرٹھ قديم ٢/٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۱ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۶۲۸/۳۸)	۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

امام کے دونوں جانب قرآن سیکھنے والے طلبہ کا کھڑا ہونا

سوال [۲۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں صرف تین صف کی جگہ ہے، اگر امام صاحب والی صف کو چھوڑ دیا جائے، تو صرف دو صف کی جگہ ہے، اور اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے والی صف صف اول کہلائے گی اور اس مسجد میں گاؤں کے بچے بچیوں کی تعلیم وتربیت یعنی درس قرآن بھی ہوتا ہے، تو مسئلہ زیر طلب یہ ہے کہ جس صف میں امام صاحب ٹھہرتے ہیں، امام صاحب کے دونوں بازو (دونوں جانب) میں قرآن سیکھنے والے طلباء ٹھہرتے ہیں اور صف اول یعنی امام سے الگ پیچھے صف میں بڑے لوگ ٹھہرتے ہیں اور پھر آخری صف میں بچے، بچیاں ٹھہرتی ہیں؛ کیونکہ نمازی کی تعداد بہت ہی کم رہتی ہے، چند ہی آیا کرتے ہیں، تو اس صورت میں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیا ایسا ٹھہرانا مکروہ ہے؟ اگر مکروہ ہے، تو کیا تحریمی ہے یا تنزیہی؟ جبکہ تربیت کا معاملہ بھی ہے، اور جگہ کی تنگی کا سوال بھی ہے اور پھر بڑوں کی صف کے اندر کوئی بچہ بھی نہیں ٹھہرتا اور یہ صرف ایک ہی وقت مغرب کی بات ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں دو حکم الگ الگ ہوتے ہیں:

(۱) وہ حکم جو باب احکام سے متعلق ہوتا ہے، اس کے اندر احکام شرعیہ کا پورا پورا لحاظ رکھنا ہوتا ہے۔

(۲) وہ حکم جو بات تربیت سے متعلق ہوتا ہے، اس میں احکام شرعیہ کے ہر گوشہ کا من وعن لحاظ رکھنا لازم نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ باب تربیت میں بہت سی ایسی چیزیں جائز ہوتی ہیں، جو باب احکام میں جائز نہیں ہوتیں اور بعض دفعہ بہت سی ایسی چیزیں جو باب احکام میں جائز اور مشروع ہیں؛ لیکن باب تربیت میں ان کی اجازت نہیں ہوتی مثلاً بخاری شریف کا سبق سننا اور بخاری شریف کی حدیث پڑھنا باب احکام کے لحاظ سے جائز اور کار ثواب ہے؛ لیکن باب تربیت میں درجہ فارسی کے طالب علم کے لئے فارسی کا سبق چھوڑ کر بخاری شریف کے سبق میں شرکت کرنا اور اس کی حدیثیں سننا جائز نہیں، تو زیر بحث مسئلہ بھی باب تربیت سے متعلق ہے؛

اس لئے سوال نامہ میں بچوں کی تربیت اور نماز کا عادی بنانے کے لئے مذکورہ شکل کو اگر بہتر اور مفید سمجھا گیا ہے، تو اس کی شرعاً اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴ ر ۶۴۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۵ھ

۱۳/۱۴ر سالہ لڑکے کا صف اول میں کھڑا ہونا

سوال [۲۵۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً ۱۴ر سال ہے اور وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے؛ جبکہ بظاہر بلوغ کے کوئی آثار نہیں ہیں اور کچھ لوگ اس کو نابالغ سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں؛ جبکہ عمر دراز لوگ اتنے ہوتے ہیں کہ جس سے پہلی صف پوری ہو جاتی ہے، کیا ایسی صورت میں اس لڑکے کے پہلی صف میں کھڑے ہونے پر کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

دوسرا لڑکا جس کی عمر تقریبا ۱۳ر سال ہے، مگر دیکھنے میں ۱۵ر سال سے زائد لگتا ہے، کیا یہ لڑکا پہلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد صلاح الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ۱۴ر سال کے بچہ کے لئے پہلی صف میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے، اس کی وجہ سے پیچھے کے بالغین کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

ويصف الرجال، ثم الصبيان ظاهره تعددهم، فلو واحدا دخل الصف. (درمختار على الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة كراچي ١/ ٥٧١، زكريا ٢/ ٣١٤، البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ١/ ٦١٨، كوئٹه ١/ ٣٥٣، حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الكتاب ديوبند ٣٠٨)

ہاں البتہ اگر نابالغوں کی تعداد زیادہ ہے اور جماعت کھڑی ہوتے وقت نابالغ بچے زیادہ تعداد میں موجود ہوں تو ان کا پیچھے کھڑے ہونا بہتر ہے ورنہ اگر ایک نابالغ بچہ ہو اور نماز کو پہچانتا ہو، تو اس کے پہلی صف میں کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

قال أبو مالک الأشعري: ألا أحدثكم بصلاة النبي صلى الله عليه وسلم، قال: فأقام الصلاة، فصف الرجال، وصف الغلمان خلفهم. الحديث (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الصبيان من الصف، النسخة الهندية ۱/۹۸، دارالسلام رقم: ۶۷۷، مسند أحمد بن حنبل ۵/۳۴۳، رقم: ۲۳۳۹۴، المعجم الكبير للطبراني ۳/۲۸۱، رقم: ۳۴۱۶)

ويقتضي أيضا أن الصبي الواحد لايكون منفردا عن صف الرجال؛ بل يدخل في صفهم، وأن محل هذا الترتيب إنما هو عند حضور جمع من الرجال وجمع من الصبيان فحينئذ تؤخر الصبيان الخ. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ۱/۶۱۸، كوئٹه ۱/۳۵۳)

ثم يصف الصبيان؛ لقول أبي مالک الأشعري: أن النبي صلى الله عليه وسلم صلّى، وأقام الرجال يلونه، وأقام الصبيان خلف ذلک، وأقام النساء خلف ذلک، وإن لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي بين الرجال. (حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالكتاب ديوبند ۳۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۷۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۳/۱۴۱۷ھ

بڑوں کی صف میں بچہ کا کھڑا ہونا

سوال [۲۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اگر بڑوں کی صف میں نابالغ بچہ کھڑا ہوجائے تو بے ترتیبی تو ہو ہی جائے گی؛ لیکن دریافت طلب بات یہ ہے کہ بڑوں کی جماعت اور نماز میں کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟ اور کیا شرعاً بڑوں کی نماز ہوجائے گی؟

المستفتی: محمد ایوب افضل گڈھ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑوں کی صف میں اگر کوئی نابالغ بچہ کھڑا ہو جائے تو اس سے بڑوں کی نماز میں کچھ فرق نہیں آئے گا، نماز اور جماعت دونوں بلاکراہت درست ہوجائیں گی۔

عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- أن جدته مليكة، دعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، لطعام صنعته، فأكل منه، ثم قال: قوموا فأصلي لكم، قال أنس بن مالك......فقام عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وصففت أنا واليتيم وراءه، والعجوز من ورائنا، فصلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين، ثم انصرف. (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة، النسخة الهندية ١/٢٣٤، بيت الأفكار رقم:٦٥٨، صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة على الحصير ١/٥٥، رقم:٣٧٨، ف:٣٨٠)

وظاهر حديث أنس أنه يسوي بين الرجل، والصبي ويكونان خلفه فإنه قال: فصففت أنا واليتيم وراءه الخ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ١/٦١٨، كوئٹه، ١/٣٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۷ھ

۹/۸ سالہ بچہ کا مردوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا

سوال [۲۵۰۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جماعت کی نماز میں صف اول میں یا صف ثانی میں مردوں کے ساتھ نابالغ ۹/۸ سال کے لڑکے کا کھڑا ہونا کیسا ہے کیا دیگر لوگوں کی نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی یا نہیں؟

المستفتی: نواب اختر، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ۹/۸ سال کا بچہ اگر نماز کو پہچانتا ہے اور تنہا ہے تو بالغوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، دوسرے مردوں کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی اور اگر ایک سے زائد بچے ہوں تو ان کی مردوں سے علیحدہ صف بنائی جائے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۱/۱۹۰، جدید زکریا ۵/۱۹)

عن أنس رضي الله عنه، قال: صلى النبي صلى الله عليه وسلم في بيت أم سليم، فقمت ويتيم خلفه، وأم سليم خلفنا. (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب صلاة النساء خلف الرجال ١/ ١٢٠، رقم: ٨٦٣، ف: ٨٧١)

قال أبو مالك الأشعري: ألا أحدثكم بصلاة النبي صلى الله عليه وسلم، قال: فأقام الصلاة، فصف الرجال، وصف خلفهم الغلمان. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الصبيان من الصف، النسخة الهندية ١/ ٩٨، دارالسلام رقم: ٦٧٧، مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٣٤٣، رقم: ٢٣٢٩٤، المعجم الكبير للطبراني ٣/ ٢٨١، رقم: ٣٤١٦)

إن لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي بين الرجال. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالكتاب ديوبند ٣٠٨)

إن الصبي الواحد لايقوم منفرداعن صف الرجال؛ بل يدخل في صفهم الخ.

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ١/ ٦١٨، كوئٹه ١/ ٣٥٣)

فلو واحدًا دخل في الصف الخ. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا۲/۳۱۳، كراچي ۱/ ۵۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۷۸۶/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۴/۱۴۱۷ھ

کتنی عمر کا بچہ صف اول میں کھڑا ہوسکتا ہے؟

سوال [۲۵۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتنی عمر کا بچہ نماز کے اندر اگلی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے اور کس طرف کھڑا ہوسکتا ہے، دائیں جانب یا بائیں جانب اور کتنی عمر کا بچہ صف میں کھڑا نہیں ہوسکتا جواب سے نوازیں؟

المستفتی: نسیم اختر جامع مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اتنا بڑا نابالغ لڑکا ہو جو نماز کے ارکان اور وضو سے واقف ہو اور تنہا ہو، تو اس کا صف اول میں کھڑا ہونا جائز اور درست ہے؛ لیکن مستحب یہ ہے کہ بڑوں کی آخری صف میں کھڑا کر دیا جائے اور اگر لڑکے زیادہ ہیں تو ان کو پیچھے کی صف میں کھڑا کرنا مستحب ہے اور صف میں کھڑے ہونے کے لئے عمر کی قید نہیں ہے؛ بلکہ تمیز کی قید ہے اور جو بچہ ارکان صلوۃ اور وضو اور احترام صلوۃ سے واقف نہیں ہے، اس کو مسجد میں لانا اور صف میں کھڑا کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۲۸۰)

عن واثلة بن الأسقع، أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم. الحديث (سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، أبواب المساجد، باب مايكره في المساجد، النسخة الهندية ۱/۴٦، دارالسلام رقم: ۷۵۰، المعجم الكبير للطبراني ۸/۱۳۲، رقم: ۷٦۰۱، ۲۰/۱۷۳، رقم: ۳٦۹، ۲۲/۵۷، رقم: ۱۳٦)

عن أنس بن مالکؓ، قال: صلیت أنا ویتیم في بیتنا، خلف النبي صلی الله علیه وسلم وأمي أم سلیم خلفنا. (صحیح البخاري، کتاب الآذان، باب المرأة وحدها تکون صفا ۱/۱۰۱، رقم:۷۱۸، ف:۷۲۷)

قال أبو مالک الأشعري: ألا أحدثکم بصلاۃ النبي صلی الله علیه وسلم، قال: فأقام الصلاۃ، فصف الرجال، وصف خلفهم الغلمان. الحدیث (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاۃ، باب مقام الصبیان من الصف، النسخة الهندیة دار السلام رقم:۶۷۷، مسند أحمد بن حنبل ۵/۳۴۳، رقم: ۲۳۲۹۴، المعجم الکبیر للطبراني ۳/۲۸۱، رقم: ۳۴۱۶)

ویصف: أي یصفهم الإمام بأن یأمرهم بذلک......الرجال ثم الصبیان، ظاهره، تعددهم فلو واحدًا دخل الصف. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، کراچي ۱/۵۶۸-۵۷۱، زکریا ۲/۳۰۹-۳۱۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱۱/۱۴۱۲ھ

مسجد سے متصل گھر میں عورت امام کی اقتداء کرسکتی ہے؟

سوال [۲۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے پاس کوئی گھر ہو اور معمولی سا فصل ہو، تو کیا عورت امام کی اطلاع کے بغیر اقتداء کرسکتی ہے؟

المستفتی: محمد حبیب، سمدھن فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو معمولی سا فصل ہے وہ اگر اتصال صفوف کو مانع ہو تو اقتداء صحیح نہیں اور اگر مانع نہیں تو صحیح ہے۔

لو اقتدى خارج المسجد بإمام في المسجد، إن كانت الصفوف متصلة جاز، وإلا فلا. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب تقدم الإمام على المأموم زكريا ١/٣٦٢، كراچي ١/١٤٦)

ويجوز اقتداء جار المسجد بإمام المسجد وهو في بيته إذا لم يكن بينه وبين المسجد طريق عام. (هنديه، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الإقتداء ومالايمنع قدم زكريا ١/٨٨، جديد زكريا ديوبند ١/١٤٦)

عن مالك عن الثقة عنده أن الناس كانوا يدخلون حجر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم، فيصلون فيها الجمعة. (السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر جديد ٤/٢٧٨، رقم: ٥٣٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ر شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳ر ۵۴۸۴)

عورت کا شوہر کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا

سوال [۲۵۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورت اپنے شوہر کے ساتھ کھڑی ہوکر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فرحان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برابر میں کھڑی ہوکر نماز جائز نہیں ہے؛ جبکہ جماعت کی جارہی ہو، اور اگر بیوی پیچھے کھڑی ہوجائے تو دونوں کی جماعت جائز ہے۔

قال ابن عباسؓ: صليت إلى جنب النبي صلى الله عليه وسلم وعائشة خلفنا تصلي معنا، وأنا إلى جنب النبي صلى الله عليه وسلم أصلي معه.

(سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب الإمامة الجماعة إذا كانوا ثلاثة، رجل وصبي وإمرأة،

النسخة الهندية ١/٩٦، دارالسلام ٨٤٢، صحيح ابن حبان دارالفكر ٣/٢٤٥، رقم: ٢٢٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۳۹۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۱ھ

ایک مرد وعورت جماعت کریں تو عورت پیچھے کھڑی ہوگی؟

سوال [۲۵۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تہجد یا کسی بھی نفل وفرض میں اگر بیوی یا ماں یا بہن کے ساتھ جماعت کرنی ہو تو عورت کو مرد کی طرح امام کی دائیں جانب ایک بالشت پیچھے کھڑی ہونا چاہئے یا کہ ایک صف کی مقدار پیچھے کھڑی ہو۔ نیز اگر بیوی تہجد میں نہیں اُٹھتی ہے تو اس کو پانی کی چھینٹ مار کر جگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: مسرور احمد ریاض، سعودیہ عربیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایک صف کی مقدار پیچھے کھڑی ہوا کرے گی۔

قال ابن عباسؓ: صليت إلى جنب النبي صلى الله عليه وسلم، وعائشة خلفنا تصلي معنا، وأنا إلى جنب النبي صلى الله عليه وسلم أصلي معه.
(صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ١/٧٤٣، رقم: ١٥٣٧، مسند أحمد بن حنبل ١/٣٠٢، رقم: ٢٧٥١، مصنف عبد الرزاق المجلس العلمي ٢/٤٠٧، رقم: ٣٨٧٥)

أما الواحدة فتتأخر (وفي الشاميه) **وتأخر الواحدة محله إذا اقتدت برجل لابامرأة مثلها الخ** (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ٢/٣٠٧، كراچي ١/٥٦٦، كوئٹه ١/٤١٩، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالكتاب ديوبند جديد ٣٠٥)

نیز تہجد کے لئے شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو جگانے کے لئے پانی کی چھینٹ مارنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحم الله رجلا قام من الليل، فصلي وأيقظ امرأته فصلت، فإن أبت نضح في وجهها الماء، رحم الله امرأة قامت من الليل فصلت وأيقضت زوجها، فإن أبي نضحت في وجهه الماء. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة باب الحث على قيام الليل، النسخة الهندية ١/٢٠٥، دارالسلام رقم: ١٤٥٠، سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، ماجاء في قيام شهر رمضان، باب ماجاء فيمن أيقظ أهله من الليل، النسخة الهندية ١/٩٤، مسند أحمد بن حنبل ٢/٢٥٠، رقم:٧٤٠٤، ٢/٤٣٦، رقم:٩٦٢٥، مسند البزار ١٥/٣٥٥، رقم:٨٩٢٨، صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ١/٥٦٨، رقم:١١٤٦، مشكوة شريف ١٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۳/۲۴)

امام کا محراب سے باہر کھڑا ہونا

سوال [۲۵۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اصل محراب کو چھوڑ کر جو کہ مسجد کے اندر ہی ہے باہر نماز پڑھنا کیسا ہے؛ یعنی کہ محراب کے بعد امام اور اس کے بعد مقتدی حضرات پہلی صف پر امام صاحب پیچھے والی صف پر مقتدی یہ کیسا ہے؟

المستفتی: محمد بدرالدین، میدان والی مسجد، رفعت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر محراب کے برابر وسط صف میں کھڑا ہوتا ہے تو جائز ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم،

وسطوا الإمام، وسدوا الخلل. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف، النسخة الهندية ۱/ ۹۹، دارالسلام رقم:۶۸۱)

السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف ألا ترىٰ أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المساجد وهي قدعينت لمقام الإمام. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في كراهة قيام الإمام في غير المحراب، كوئٹه۱/ ۴۲۰، كراچی ۱/۵۶۸، زکریا۲/ ۳۱۰، امداد المفتیین ۱/ ۱۶۳، فتاوی دارالعلوم زکریا ۳/ ۳۶۱، امداد الفتاوی مطبوعة تالیفات اولیاء ۱/ ۴۱۹، الموسوعة الفقهیه الکویتیه ۳۶/ ۱۹۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۶۴۵)

امام کا مقتدیوں کی صف سے کچھ آگے کھڑا ہونا

سوال [۲۵۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر مسجد میں محراب کی جگہ بہت کم ہے اتنی کم ہے کہ امام رکوع وسجدہ نہیں کرسکتا تو امام اگر صف اول میں مقتدیوں سے کچھ آگے ہوکر کھڑا ہو جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بالتفصیل تحریر فرمائیے۔

المستفتی: خاکسار محمد اختر امام مسجد نور پیر غیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں محراب کی سیدھ میں صف اول میں امام کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی امام کے پیچھے، دوسری صف میں کھڑے ہوتے ہیں، تو بلا کراہت نماز صحیح اور درست ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاوی امدادیہ (غیر مبوب قدیم) ۱/ ۳۵، امداد الفتاوی کراچی ۱/ ۲۸۳، زکریا ۱/ ۴۳۰، فتاوی دار العلوم زکریا ۳/ ۳۶۰)

عن أنس رضي الله عنه قال: صلّى النبي صلى الله عليه وسلم في بيت أم سليم، فقمت ويتيم خلفه، وأم سليم خلفنا. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب صلوة النساء خلف الرجال ١/ ١٢٠، رقم:٨٦٣، ف: ٨٧١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وسطوا الإمام وسدوا الخلل. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف، النسخة الهندية ١/ ٩٩، دارالسلام رقم: ٦٨١)

السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف ألاترى أن المحاريب مانصبت إلا وسط المساجد، وهي قد عينت لمقام الإمام الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في كراهية قيام الإمام في غير المحراب، زكريا٢/ ٢١٠، كراچي ١/ ٥٦٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۵۱)

امام کا مقتدیوں کی صف میں کچھ آگے کھڑا ہونا

سوال [۲۵۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد صف دو صف کی ہے اور اس کے بعد ایک صف کا صحن ہے، سردی کی وجہ سے سب لوگ اندرونی حصہ میں نماز پڑھتے ہیں، اس طریقہ سے کہ امام صاحب محراب سے نیچے صف اول میں مقتدیوں کے ساتھ مل کر مقتدیوں سے کچھ ہی آگے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں؛ چونکہ محراب بہت ہی چھوٹی ہے کہ رکوع وسجدہ اس میں نہیں کر سکتے؛ لہٰذا اس طریقہ سے نماز پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: خاکسار محمد اختر امام مسجد نور پیر غیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مقتدیوں کی تعداد دو سے زائد ہوتو امام کا ایک صف کبقدر مقتدیوں سے آگے کھڑا ہونا واجب ہے، مقتدیوں کی صف میں کچھ آگے ہو کر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن نماز واجب الاعادہ نہیں ہوگی اور سردی وگرمی مقتدیوں کی صف میں قیام کے جواز کی علت نہیں بن سکتی۔

عن أنسؓ، قال: صلى النبي صلى الله عليه وسلم في بيت أم سليم، فقمت ويتيم خلفه، وأم سليم خلفنا. (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب صلاة النساء خلف الرجال ١/ ١٢٠، رقم:٨٦٣، ف: ٨٧١)

فلو توسط اثنين كره تنزيها وتحريما لو أكثر. وفي الشامية: أفاد أن تقدم الإمام أمام الصف واجب الخ (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة قبيل مطلب هل الإساء ة دون الكراهة أو أفحش، زكريا ٢/ ٣٠٩، كراچي ١/ ٥٦٧)

ولو كانوا جماعة فينبغي للإمام أن يتقدم، ولو لم يتقدم إلا أنه قام على ميمنة الصف أو على ميسرته أو قام في وسط الصف، فإنه يجوز ويكره الخ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة زكريا ١/ ٦١٧، كوئٹه ١/ ٣٥٢، منحة الخالق ١/ ٢٥٢)

وأما بيان مقام الإمام والمأموم فنقول إذا كان سوى الإمام ثلاثة يتقدمهم الإمام لفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعمل الأمة بذلك وروي عن أنس بن مالكؓ، أنه قال: إن جدتي مليكة دعت رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى طعام، فقال صلى الله عليه وسلم: قوموا لأصلي بكم فأقامني واليتيم من ورائه وأمي أم سليم من ورائنا؛ ولأن الإمام ينبغي أن يكون بحال يمتاز بها عن غيره ولا يشتبه على الداخل؛ ليمكنه الإقتداء به ولا يتحقق ذلك إلا بالتقدم. (بدائع الصنائع،

كتاب الصلاة، فصل في بيان مقام الإمام و المأموم زكريا قديم ۱۵۸/۱، زكريا جديد ديوبند ۳۹۰/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۵۳/۲۴)

امام کا ایک بالشت اونچائی پر کھڑے ہونے کا حکم

سوال [۲۵۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام مقتدیوں سے ایک بالشت اونچائی پر کھڑا ہوتا ہے، تو کیا اس حالت میں امام مقتدی سے الگ ہوجائے گا، نماز ہوگی یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت کریں۔

المستفتی: حبیب الرحمٰن امام مسجد بنجاروں والی گلی، نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام اگر ایک بالشت اونچائی پر کھڑا ہوتا ہے، تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ۳/ ۳۴۳)

وانفراد الإمام على الدكان للنهي وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بمادونه الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومالا يفسد مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة زكريا ۴۱۵/۲ كراچي ۶۴۶/۱، مصري ۶۰۴/۱)

ويكره قيام الإمام في المحراب أو على مكان بقدر ذراع على المعتمد وتحته بقدر ذراع اعتبارا بالسنة، وقيل: مايقع به الإمتياز. (حاشيه الطحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات قديم ۱۹۸، جديد دار الكتاب ديوبند / ۳۶۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ شوال المکرّم ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۲۲/۲۷)

مقتدی امام کے مقابلے ایک بالشت اوپر کھڑے ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۵۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام مقتدیوں کے مقابلے میں تھوڑا نیچے کھڑا ہوا ہے، جس کی مقدار ایک بالشت سے کم ہے اور مقتدی حضرات اتنے اوپر کھڑے ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں اس امام کی اقتدا کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد وسیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تنہا امام کا ایک ذراع اونچائی پر کھڑے ہونے کی ممانعت میں حدیث وارد ہوئی ہے، اسی سے حضرات فقہاء نے تنہا امام کا ایک ذراع اونچائی پر کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے، اسی طرح حضرات فقہاء نے تنہا امام کے نیچے کھڑے ہونے کو بھی مکروہ لکھا ہے اور یہ حکم بھی اسی حدیث شریف سے مستنبط ہے اور ایک ذراع سے کم اونچائی پر مکروہ نہیں ہے، تو ایک ذراع نیچائی پر کھڑا ہونا بھی مکروہ نہیں ہوگا اور مسئولہ صورت میں صرف ایک بالشت نیچائی پر کھڑے ہونے کا ذکر ہے؛ لہٰذا جس طرح ایک بالشت اونچائی پر کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح ایک ایک بالشت نیچائی پر کھڑا ہونا بھی مکروہ نہ ہوگا اور یہ مسئلہ ذیل کے جزئیات سے مستفاد ہوتا ہے۔

وانفراد الإمام على الدكان للنهي، وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بما دونه......وكره عكسه في الأصح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، زكريا ٢/٤١٥، كراچي ١/٦٤٦)

فإن انفرد الإمام عن القوم بالمكان الأسفل اختلف المشائخ فيه أي في كراهة انفراده به، قال الطحاوي: لايكره لعدم التشبه بأهل الكتاب؛ لأنهم لا يفعلونه وظاهر الرواية الكراهة؛ لأن فيه ازدراء

بالإمام حيث ارتفع كل الجماعة فوقه. (كبيري شرح غنية المستمل، سهيل اكيڈمي ٣٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۰۲۱/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۷/۱ھ

امام صاحب کا مصلیٰ دو انچ اونچا بنانا

سوال [۲۵۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام کا مصلیٰ دو انچ اونچا ہو، مقتدی حضرات دو انچ نیچے نماز پڑھ رہے ہوں امام کے ساتھ، اور وہ جگہ برآمدے کی ہو کبھی کبھی نماز وہاں بھی ہو جاتی ہو تو کوئی حرج تو نہیں؟

المستفتی: مصلیان مسجد حمزہ لاجپت نگر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی ایک زراع یا اس سے زیادہ اونچا ہونے کی صورت میں کراہت آتی ہے، دو تین انچ اونچا ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

عن عدي بن ثابت الانصاري: حدثني رجل، أنه كان مع عمار بن ياسرؓ بالمدائن، فأقيمت الصلاة فتقدم عمار وقام على دكان يصلي والناس أسفل منه، فتقدم حذيفة فأخذ على يديه فاتبعه عمار حتى أنزله حذيفة، فلما فرغ عمار من صلاته قال له حذيفة: ألم تسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: إذا أم الرجل القوم، فلا يقوم في مكان أرفع من مقامهم، أو نحو ذلك؟ قال عمار: لذلك اتبعتك حين أخذت على يدي.

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الإمام يقوم مكانا أرفع من مكان القوم، النسخة الهندية ٨٨/١، بيت الأفكار رقم: ٥٩٨)

وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بما دونه الخ (در مختار، کتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما لا يفسد مطلب إذا ترددالحكم بين سنة وبدعة زكريا ٢/٤١٥، كراچي ١/٦٤٦، طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات قديم ١٩٨، جديد دارلكتاب ديوبند ٣٦١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۴/۳۸۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱/۱۴۱۵ھ

امام کتنی اونچائی پر کھڑا ہوسکتا ہے؟

سوال [۲۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام اونچائی پر کھڑا ہے، تو کتنی اونچائی درست ہے، مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد اختر امام مسجد نور، پیر غیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک ہاتھ سے کم اونچائی پر کھڑا ہونا امام کے لئے بلا کراہت درست ہے، اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۳/۳۴۳)

عن عدي بن ثابت الانصاري: حدثني رجل، أنه كان مع عمار بن ياسرؓ بالمدائن، فأقيمت الصلاة فتقدم عمار وقام على دكان يصلي والناس أسفل منه، فتقدم حذيفة فأخذ على يديه فاتبعه عمار حتى أنزله حذيفة، فلما فرغ عمار من صلاته قال له حذيفة: ألم تسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: إذا أم الرجل القوم، فلا يقوم في مكان أرفع من مقامهم، أو نحو ذلك؟ قال عمار: لذلك اتبعتك حين أخذت على يدي.

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الإمام يقوم مكانا أرفع من مكان القوم، النسخة الهندية ١/٨٨، بيت الأفكار رقم: ٥٩٦)

وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بما دونه، وقيل ما يقع به الإمتياز وهو الأوجه. (در مختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يفسد الصلاة زكريا ٢/٤١٥، كراچي ١/٦٤٦)

وقيل بمقدار الذراع اعتبارا بالسترة وعليه الاعتماد. (عالمگيري، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لايكره، قديم زكريا ١/١٠٨، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۲۵۱)

دو انچ اونچے فرش پر امام کے کھڑے ہونے کا جواز

سوال [۲۵۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محلّہ قانون گویان مرادآباد مسجد کھلوان والی کے اندر کی جگہ کا فرش برآمدہ اور صحن کے فرش سے دو انچ اونچا ہے، اندر کی جگہ میں تین دروازے ہیں، بیچ کے دروازہ میں امام صاحب کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے ہیں، امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ تھوڑا باہر نکال دی گئیہے، جس کی وجہ سے امام صاحب کی ایڑیاں محراب کے باہر رہتی ہیں، اس طریقہ کار سے یعنی دو انچ اونچے فرش پر نماز پڑھانا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی از روئے شرع بحوالہ احادیث مدلل جواب سے مستفیض فرمائیں؟

المستفتی: عزیز الرحمٰن خاں، محلّہ قانون گویاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو انچ اونچے فرش پر امام کا تنہا کھڑا ہونا بلاکراہت جائز ہے، اس سے امام اور مقتدی میں سے کسی کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم، زکریا ۴/۱۲۲)

وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بمادونه، وقيل مايقع به الإمتياز وهو الأوجه الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومالا يفسد مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، زكريا ٢/٤١٥ كراچي ١/٦٤٦، مصري ١/٦٠٥، شرح النقايه، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة ومالا يفسد اعزازيه ديوبند ١/٩٤)

فقيل: قدر ارتفاع قامة الرجل الذي هو متوسط القامة، فلابأس بمادونها، ذكره في المحيط، وكذا ذكره الطحاوي، وهكذا روي عن أبي يوسفؒ وقيل: إنه مقدر بقدر مايقع الإمتياز، وقيل مقدر بقدر ذراع اعتبارا بالسترة، قال: قاضي خان وعليه الاعتماد. (البنايه، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها فصل في العوارض اشرفيه ٢/٤٥٢، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب مايفسد الصلاة، فصل في المكروهات،دارالكتاب ديوبند ١/٣٦١)

وقيل بمقدار الذراع اعتبارا بالسترة وعليه الاعتماد. كذا في التبيين وفي غاية البيان هو الصحيح كذا في البحر الرائق (هندية، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة و ما لا يكر، قديم زكريا ١/١٠٨، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۶۰/۲۵)

در یا محراب میں امام کا قدم باہر ہونا

سوال [۲۵۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے یہاں زید امام صاحب مسجد میں فرض نماز جس در میں چاہتے ہیں یعنی مسجد کے مختلف دروں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے ہیں، بکر کے دل میں ایک دن کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ امام صاحب کا در سے ایک قدم یا کچھ حصہ باہر کھڑا ہونا چاہئے، تو خالد نے کہا کہ نہیں پوری مسجد میں محراب صرف ایک ہوتی ہے، اس کا یہ مسئلہ ہے، دوسرے دروں میں

کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کا یہ مسئلہ نہیں ہے تو اس بارے میں اب بکر جاننا یہ چاہتا ہے کہ در چاہے بڑا ہو یا چھوٹا ہو اس میں امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اگر پڑھا سکتا ہے تو امام صاحب کا در سے باہر نکلا ہوا ہونا چاہئے یا در کے برابر ہو، برائے مہربانی مفصل ومدلل جواب بحوالہ جلد دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں عین کرم ہوگا؟

المستفتی: خلیل احمد شوق، گودھنا سدھولی، سیتاپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر امام محراب سے ہٹ کر در میں کھڑا ہوتا ہے تو محراب کے سامنے کے در میں کھڑا ہونا ضروری ہے ورنہ مکروہ ہوگا۔ نیز در یا محراب میں جب کھڑا ہو تو قدم باہر ہونا چاہئے چاہے در یا محراب کشادہ ہو یا نہ ہو، ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم، زکریا ۳/۳۵۲، احسن الفتاوی، زکریا ۳/۳۱۰، مکروہات صلوۃ)

قيام الإمام في المحراب لاسجوده فيه الخ (الدر المختار، باب مايفسد الصلاة وما لايفسد، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، زكريا ۲/۴۱۴، كراچي ۱/۶۴۵، مصري ۱/۶۰۴)

ولوقام في أحد جانبي الصف يكره (إلى قوله) والأصح ماروي عن أبي حنيفة أنه قال اكره أن يقوم بين الساريتين. أو في زاوية أو في ناحية الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها، زكريا ۲/۳۱۰، كراچي ۱/۵۶۸)

وقيام الإمام لاسجوده في الطاق أي يكره قيام الإمام في الطاق وهو المحراب ولايكره سجوده فيه إذا كان قائما خارج المحراب. (تبين الحقائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد، مكتبة امدادية ملتان ۱/۱۶۵، البنايه، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل في العوارض، اشرفيه ۲/۴۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۲/۱۴۱۱ھ

جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام کا مقتدیوں کے بیچ میں ایڑی کے برابر آگے کھڑا ہونا

سوال[۲۵۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام مقتدیوں کی صفوں کے بیچ میں کھڑا ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں امام مقتدیوں سے کتنا آگے کھڑا ہوگا؟

المستفتی: محمد اختر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جگہ کی تنگی کی وجہ سے جب امام صاحب کو مقتدیوں کی صف کے درمیان کھڑا ہونا پڑ جائے، تو ایسی صورت میں امام کی ایڑی کا مقتدیوں کی ایڑی سے آگے ہونا کافی ہے اور امام کا صرف ۴؍انگل آگے ہونا ہی اقتداء کے درست ہونے کے لئے کافی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۶؍۴۹۴، میرٹھ ۹؍۴۷)

عن الأسودؓ وعلقمةؓ، قالا: أتينا عبد الله بن مسعود في داره، فقال: أصلى هؤلاء خلفكم؟ فقلنا لا؟ قال: فقوموا فصلوا، فلم يأمرنا بأذان ولا إقامة، قال: وذهبنا لنقوم خلفه، فأخذ بأيدينا فجعل أحدنا عن يمينه والأخر عن شماله. (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب الندب إلى وضع الأيدي على الركب في الركوع، النسخة الهندية ۱/۲۰۲، بيت الأفكار رقم: ۵۳٤)

ولو كانوا جماعة فينبغي للإمام أن يتقدم ولو لم يتقدم إلا أنه قام على ميمنة الصف أو على ميسرته أو قام في وسط الصف، فإنه يجوز ويكره...... وأشار المصنف إلى أن العبرة إنما هو لا للقدم للرأس، فلو كان الإمام أقصر من المقتدي تقع رأس المقتدي قدام الإمام يجوز بعد أن يكون محاذيا بقدمه أو متأخرا قليلا. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ۱/۶۱۷، كوئٹه ۱/۳۵۲، خلاصة الفتاوى ۱/۱۵۷، شامي زكريا،

كتاب الصلاة، باب الإمامة قبيل مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها ٢/ ٣٠٨، كراچي ١/ ٥٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۱۴۷۷)

گرمی کی وجہ سے امام کا مقتدیوں کی صف میں کھڑا ہونا

سوال [۲۵۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز مغرب تیار ہے صفیں استادہ ہیں جگہ کی کوئی معقول تنگی نہیں ہے صرف گرمی محسوس کی جارہی ہے امام صف اول کے درمیان میں کھڑا ہے؛ البتہ امام نصف فٹ صف سے آگے ہے، اسی طرح نماز پڑھادی تو نماز امام ومقتدی حضرات کی درست ہوگئی یا نہیں؟ امام کا اس طرح بین الصّف کھڑے ہوکر نماز پڑھانا کیسا ہے، امام کا مقتدیوں کے آگے ہونے کا کم از کم کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

المستفتی: محمد اکبر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا محض گرمی کی وجہ سے مقتدیوں کی صف میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے، امام کا اصل مقام مقتدیوں سے کم از کم ایک صف آگے کھڑے ہونے کا ہے۔

عن أنس بن مالک-رضي اللّٰہ عنہ-أن جدته مليكة، دعت رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم، لطعام صنعته، فأكل منه، ثم قال: قوموا فأصلي لكم، قال أنس بن مالک: فقمت إلى حصير لنا قد اسود من طول مالبس، فنضحته بماءٍ، فقام عليه رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم، وصففت أنا

والیتیم وراءہ، والعجوز من ورائنا، فصلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رکعتین، ثم انصرف. (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة، النسخة الهندیة ۱/۲۳٤، بیت الأفکار رقم:٦٥٨، صحیح البخاري، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی العصیر ۱/٥٥، رقم:۳۲۷۸، ف:۳۸۰)

فلو توسط اثنین کرہ تنزیها وتحریما لو أکثر. (الدر المختار، باب الإمامة،مطلب الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها، زکریا ۲/۳۰۸، کراچی ۱/٥٦۷)

والأصل في الإمام أن یکون متقدما علی المأمومین إلا إن ضاق المکان أو لم یکن إلا مأموم واحد. (فتح الباري، کتاب الآذان، باب من قام إلی جنب الإمام لعلة، اشرفیه دیوبند ۲/۲۱۲، قدیم بیروت ۲/۱۹٦، شرح النقایه، کتاب الصلاۃ، باب القرأۃ في الصلاۃ اعزازیه دیوبند ۱/۸۹، تحت رقم الحدیث:٦۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱٦/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۸۲۸/۳۲)

جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام ومقتدی کا ایک صف میں کھڑے ہونا

سوال [۲۵۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے اندر جمعہ کے روز بجائے دو کے تین صفیں کر لیتے ہیں، تو ممبر کی جگہ کوئی آدمی کھڑا نہیں ہو پاتا اور امام کی ایڑی اور مقتدیوں کے پیر کا انگوٹھا تقریبا مل جاتے ہیں، نماز میں تو کوئی خلل نہیں ہے؟

المستفتی: شاہد حسین، بیگم پوری امام مسجد کھجور والی اغوان پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں امام کی ایڑی مقتدیوں کی ایڑیوں سے آگے اور مقدم ہونا لازم ہے اور اگر مقتدی کا پیر لمبا ہونے کی وجہ سے امام کی ایڑی

مقدم ہونے کے باوجود مقتدی کی انگلی امام کی انگلی کے برابر ہو جائے، تو نماز میں خرابی نہیں آتی ہے؛ کیونکہ شرط امام کی ایڑی کا مقتدی کی ایڑی پر مقدم ہونا ہے۔

عن الأسودؓ وعلقمةؓ، قالا: أتينا عبد الله بن مسعود في داره، فقال: أصلى هؤلاء خلفكم؟ فقلنا لا؟ قال: فقوموا فصلوا، فلم يأمرنا بأذان ولاإقامة، قال: وذهبنا لنقوم خلفه، فأخذ بأيدينا فجعل أحدنا عن يمينه والأخر عن شماله. (صحيح مسلم،المساجد، باب الندب إلى وضع الأيدي على الركب في الركوع، النسخة الهندية ۱/۲۰۲، بيت الأفكار رقم:۵۳۴)

وتقدم الإمام بعقبه عن عقب المأموم حتى لو تقدم أصابعه لطول قدمه لايضر الخ (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة قديم ۱/۱۵۸، جديد دارالكتاب ديوبند ۲۹۰)

ومعنى المحاذاة بالقدم المحاذاة بعقبه، فلايضر تقدم أصابع المقتدي على الإمام حيث حاذاه بالعقب مالم يفحش التفاوت بين القدمين. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة قبيل مطلب هل الأساءة دون الكراهة أو أفحش منها، كراچي ۱/۵۶۷، زكريا ۲/۳۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۱۲۴/۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۲/۱۹ھ

جگہ کی تنگی کے باعث امام ومقتدی کا ایک صف میں کھڑا ہونا

سوال [۲۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرسہ میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے ایک صف میں نماز پڑھتے ہیں، جس طرح امام اور مقتدی نماز پڑھتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اصغر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے امام ومقتدی کا ایک ہی صف میں کھڑا ہونا جائز ہے، اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی؛ لیکن مدرسہ میں اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی تو ہوگی، جہاں جماعت کی جاسکے اور امام مقتدیوں سے ممتاز جگہ پر کھڑا ہوسکے؛ لہٰذا ایسی ہی جگہ تجویز کرنی چاہئے۔

عن إبراهيم عن الأسودؓ وعلقمةؓ، قالا: أتينا عبد الله بن مسعود في داره، فقال: أصلى هؤلاء خلفكم؟ فقلنا لا؟ قال: فقوموا فصلوا، فلم يأمرنا بأذان ولاإقامة، قال: وذهبنا لنقوم خلفه، فأخذ بأيدينا فجعل أحدنا عن يمينه والأخر عن شماله. (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب الندب إلى وضع الأيدي على الركب في الركوع، النسخة الهندية ۱/۲۰۲، بيت الأفكار رقم:۵۳۴)

والأصل في الإمام أن يكون متقدما على المأمومين إلا إن ضاق المكان أو لم يكن إلا مأموم واحد. (فتح الباري، كتاب الآذان، باب من قام إلى جنب الإمام لعلة، اشرفيه ديوبند ۲/۲۱۲، قديم بيروت ۲/۱۹۶، شرح النقايه، كتاب الصلاة، باب القرأة في الصلاة اعزازيه ديوبند ۱/۸۹، تحت رقم الحديث:۶۸۳)

ويقوم المؤتم الزائد على الواحد خلفه أي خلف الإمام......عن أبي يوسفؒ يقوم الإمام بين الإثنين لماروى مسلم عن ابن مسعودؓ أنه صلى بعلقمةؓ والأسودؓ، فقام بينهما ......ماروي عن ابن مسعودؓ وأبي يوسفؒ، فمحمول على بيان الجواز وعلى عذر كضيق المكان. (شرح النقايه، كتاب الصلاة، باب القرأة في الصلاة، اعزازيه ديوبند ۱/۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۳/۱۴۱۷ھ

(۱۱) باب مدرک، مسبوق، لاحق

امام کی تکبیر سے قبل تکبیر کہنے والے مقتدی کی نماز درست نہیں

سوال[۲۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب اقامت ختم ہونے پر دعاء میں مشغول ہوجاتے ہیں اور تکبیر تحریمہ بھی کہتے ہیں، لوگ یہ سمجھ کر کہ امام نے تکبیر کہہ لی ہے نیت باندھ لیتے ہیں اور امام صاحب کچھ دعاء کے بعد نیت باندھ تے ہیں، تو کیا جن مقتدیوں نے امام سے پہلے نیت باندھی ان کی نماز ہوگی یا نہیں اور فقہ حنفی میں اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ کا شرعی وقت کیا ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد شعیب، شاہ آباد، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ سے قبل دعاء میں مصروف ہوجانا نصوص شرعیہ سے ثابت نہیں ہے، جولوگ **لا بأس بأن یشتغل بالدعاء عند الإقامة** جیسی عبارتوں سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے مراد یہی ہوسکتا ہے کہ تکبیر اقامت کے وقت کہی جائے؛ اس لئے کہ اقامت ختم ہوتے ہی متصلاً تکبیر تحریمہ کا حکم ہے۔

و شروع الإمام منذ قیل قد قامت الصلاة الخ (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاة، قبیل فصل إذا اراد الدخول في الصلاۃ کبر، زکریا ۱/۵۳۱، کوئٹہ ۱/۳۰۴)

نیز جن مقتدیوں نے دھوکہ میں امام سے قبل تکبیر تحریمہ کہہ لیا ہے ان کی نماز نہیں ہوگی، لوٹانا واجب ہوگا۔

فلو كبر قبله لم يصر شارعا وتحته في مجمع الأنهر، ولو قال المؤتم قبل الإمام الله أكبر الأصح، إنه لايكون شارعا فيها وأجمعوا على أنه لو فرغ من قوله أكبر قبل فراغ الإمام لايكون شارعا إلى آخره. (الدر المنتقى مع مجمع الانهر، كتاب الصلاة، فصل إذا اراد الدخول في الصلاة كبر قديم ۱/ ۹۲، جديد بيروت ۱/ ۱۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۷۳۲)

مسبوق کا تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جانا

سوال [۲۵۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب سجدہ کی حالت میں ہیں فرض نماز ہے، ایک صاحب وضو کرکے آئے اور تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے سجدہ ہی میں چلے گئے، جس طرح سجدۂ تلاوت کرتے ہوئے سجدہ میں تکبیر کہتے ہوئے چلے جاتے ہیں، کیا اس طرح جبکہ تکبیر تحریمہ مقتدی کی سجدہ میں جاکر پوری ہوتی ہے، اقتداء صحیح ہوگئی یا تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہنا فرض تھا، تب سجدہ میں جاتے؟

المستفتی: عبد الرشید، قاسمی سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورۃ مسئولہ میں مسبوق مقتدی کی نماز شروع نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ اس نے حالت قیام میں تکبیر تحریمہ نہیں کہی؛ حالانکہ تکبیر تحریمہ بحالت قیام کہنا فرض ہے، اس فرض کے ترک کی وجہ سے مقتدی کی نماز درست نہ ہوگی اسے چاہئے تھا کہ اطمینان کے ساتھ بحالت قیام تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوتا۔

لو أدرك الإمام راكعا، فقال الله في حال القيام، ولم يفرغ من

قوله أكبر إلا وهو في الركوع لايصح شروعه؛ لأن الشرط وقوع التحريمة في محض القيام. (حلبي كبير، كتاب الصلاة فرائض الصلاة الأول تكبيرة الإفتتاح ٢٦٠)

وكذا لو أدرك الإمام في الركوع وقال: ''الله أكبر''إلا أن قوله: ''الله'' كان في قيامه، وقوله أكبر وقع في الركوع، لايكون شارعًا في الصلاة عندهم. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني تكبيرة الإفتتاح، زكريا ٢/٥٣، رقم:١٧١٢)

أدرك الإمام راكعا فقال: ''الله'' قائما وأكبر راكعا لم يصح في الأصح، (تحته في الشامية) أي بناء على ظاهر الرواية، وأفاد أنه كما لايصح اقتداءً، لايصير شارعا في صلاة نفسه أيضا، وهو الأصح كما في النهر عن السراج. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ٢/١٧٨، كراچي ١/٤٨٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۷۰۲/۴۱)

مقتدی کا امام کے ساتھ ساتھ تکبیر کہنا اور انتقال رکن کرنا

سوال [۲۵۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انتقال رکن امام صاحب کی تکبیر کے بعد کرنا افضل ہے یا امام کے ساتھ ساتھ یا امام کے اَلْ یا اللہ کہتے ہی شروع کردینا چاہیے ہمسری یا اقتداء میں افضل کیا ہے؟ جبکہ مسلم شریف میں امام کے بعد انتقال رکن کا حکم ہے؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: افضل اور اولیٰ امام ابوحنیفہؒ سے یہی ثابت ہے کہ امام کے ساتھ ساتھ مقتدی تکبیر کہے اور امام کے ساتھ ساتھ رکوع وسجدہ کرتا جائے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه فإذا ركع فاركعوا، وإذا قال سمع الله لمن حمده، فقولوا ربنالك الحمد، وإذاسجد فاسجدوا.
(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، ۱/۱۰۰، رقم:۷۱۳،ف:۷۲۲)

قال في البدائع: منها أن يكبر المقتدي مقارنا لتكبير الإمام، فهو أفضل باتفاق الروايات عن أبي حنيفة. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، بيان سنن الصلاة، زكريا ديوبند ۱/٤٦٦، قديم كراچي ۱/۲۰۰)

ومنها أي من سنن الجماعة أن يكبر المقتدي مقارنا لتكبير الإمام، فهو أفضل باتفاق الروايات ن أبي حنيفة؛ لأن الاقتداء مشاركة، وحقيقة المشاركة المقارنة، إذبها تتحقق المشاركة في جميع أجزاء العبادة.
(الموسوعة الفقهيه الكويتيه ٦/۳۰، ۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۴۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱/۱۸ھ

درمیان صلوۃ مکبر کا زور سے تکبیر کہنا

سوال [۲۵۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی مسجد چار صفوں کی چھوٹی مسجد ہے، مگر دومنزلہ ہے کبھی کبھی نمازی

زیادہ ہونے کی صورت میں نمازی اوپر والے منزل میں چلے جاتے ہیں اور اس پر ایک اسپیکر لگا ہے، جو نماز کے وقت کھول دیا جاتا ہے، مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بجلی درمیان نماز میں چلی جاتی ہے، تو ایک شخص تکبیر بلند آواز سے کہنے لگتا ہے تو تکبیر کہنے والے کی نماز اور دیگر نمازیوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عطاء الرحمٰن مدرس درجہ ناظرہ مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکبر اور دیگر نمازیوں میں سے سب کی نماز بلاکراہت درست ہو جائے گی اور اگر بلاضرورت تکبیر کہتا ہے تو مکروہ ہے۔

اعلم أن التبليغ عند عدم الحاجة إليه بأن بلغهم صوت الإمام مكروه (إلى قوله) وأما عند الاحتياج إليه فمستحب الخ (شامي، كتاب الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام، زكريا ٢/١٧٢، كراچي ١/٤٧٥)

أن التكبير عند عدم الحاجة إليه بأن يبلغهم صوت الإمام مكروه-إلى-وأما عند الاحتياج إليه، بأن كانت الجماعة لايصل إليهم صوت الإمام إما لضعفه، أو لكثرتهم فمستحب. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، دارالكتاب ديوبند جديد ٢٦٢)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۲۱/۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۱/۱۴۱۲ھ

امام کے قرأت شروع کردینے کے بعد مقتدی کا ثناء پڑھنا

سوال [۲۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام صاحب کے تکبیر کہنے کے بعد ایک شخص نماز میں شریک ہوا جیسے ہی اس نے ثناء پڑھنا شروع کیا فوراً امام نے قرأت شروع کردی، تو کیا شریک ہونے والا شخص اپنی ثناء پوری کرے یا امام کی قرأت سنتے ہی خاموش ہوجائے؟

المستفتی: فیروز احمد، کرلا ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جہری نماز ہے تو امام کے قرأت شروع کردینے پر مقتدی کو ثناء وغیرہ کا سلسلہ ختم کردینا چاہئے اور امام کی قرأت کی طرف متوجہ ہوجانا چاہئے اور سری نماز میں مقتدی بہرحال ثناء پڑھ سکتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۳۸۲)

إذا أدرک الإمام في القراء ة في الرکعة التي یجهر فیها لایأتي بالثناء. (هندیة، کتاب الصلاة، الفصل السابع في المسبوق، واللاحق زکریا ۱/۹۰، جدید ۱/۱۴۸)

وینبغي أن یأتي به في السریة، ویترک في الجهریة. (شرح النقایه، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اعزازیه دیوبند ۱/۷۳)

إلا إذا کان مسبوقا وإمامه یجهر بالقراء ة، فإنه لایأتي به وصححه في الذخیرة وعلیه الفتوی، کما في المضمرات. (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۱۴۲، قدیم مصري ۱/۹۴، الموسوعة الفقهیه ۳۷/۱۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۳/۱۴۱۵ھ

نماز کے فرائض وسنن ونوافل میں امام کی متابعت

سوال [۲۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید امامت کرتے ہیں اور مسجد کے متعین امام ہیں زید بحالت امامت قرأت

میں بھی جلدی کرتے ہیں اور تسبیحات میں بھی اور تشہد درود، دعاء میں بھی جلدی کرتے ہیں اور مقتدی ایسی حالت میں درود، تشہد و دعاء اخیر رکعت میں پوری نہیں کرپاتے دو رکعت کے قعدہ میں بھی اکثر ایسی حالت میں مقتدی التحیات پوری کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں یا سلام پھیر دیتے ہیں، تو ایسی صورت میں مقتدی کے لئے کیا حکم ہے اور امام کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالکریم، کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام و مقتدی کے مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ ہر وہ امر جس کا کرنا واجب یا فرض ہے، اس میں اس امر کو مکمل کر لینے کے بعد امام کی اتباع کی جائے اور جو امر از قبیل سنن یا نوافل ہے، اس میں اس امر کی تکمیل کئے بغیر امام کی اتباع لازم ہے اور تشہد پڑھنا امر واجب ہے؛ لہٰذا اگر مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے قبل امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے تو یہ مقتدی اولاً تشہد مکمل کر کے پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے یا اخیر میں سلام پھیر دے اور ایسی صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئیگی۔

لو رفع الإمام رأسه من الركوع، أو السجود قبل أن يتم المأموم التسبيحات الثلاث وجب متابعته، وكذا عكسه، فيعود ولا يصير ذلك ركوعين بخلاف سلامه أو قيامه لثالثة قبل تمام المؤتم التشهد، فأنه لايتابعه؛ بل يتمه الخ. (در مختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، كراچي ۱/۴۹۶، زكريا ۲/۱۹۹، هنديه، كتاب الصلاة، باب الإمامة الفصل السابع في المسبوق واللاحق، زكريا ۱/۹۰، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في كيفية الصلوة، زكريا ۲/۱۹۱، رقم: ۲۱۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍۵۵۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۲/۲۵ھ

کیا امام کی اتباع سنن ومستحبات میں ضروری ہے؟

سوال [۲۵۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مقتدی کے لئے سنت اور مستحبات میں امام کی اتباع کرنا ضروری ہے یا نہیں، اگر ضروری ہے تو مقتدی اگر امام کے بائیں طرف سلام پھیرنے سے پہلے بائیں طرف کے سلام سے فارغ ہوجائے تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: سیف الحق، آسامی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنن ومستحبات میں امام کی اتباع کرنا فرض یا واجب نہیں ہے؛ بلکہ بدرجہ سنت اور مستحب ہے۔

وأنه لاتجب المتابعة في السنن فعلا (إلى قوله) وتكون سنة في السنن الخ. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام، زكريا ٢/١٦٦، كراچی ١/٤٧٠، ٤٧١)

اور اگر امام کے بائیں طرف سلام پھیرنے سے قبل مقتدی سلام سے فارغ ہوجائے تو مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے، ہاں البتہ بلاعذر متابعت ترک کرنے کی وجہ سے مقتدی کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہوگا۔

عن عبدالله بن عمرؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا جلس الإمام في آخر ركعة، ثم أحدث رجل من خلفه قبل أن يسلم الإمام، فقد تمت صلاته. (سنن الدار قطني، كتاب الصلاة، باب من أحدث قبل التسليم، دارالكتب العلميه بيروت ١/٣٦٨، رقم:١٤٠٧)

لوأتم المؤتم التشهد، بأن أشرع فيه وفرغ منه قبل إتمام إمامه، فأتي بما يخرجه من الصلاة كسلام، أو كلام، أو قيام، جاز أي صحت صلوته،

لحصوله بعد تمام الأركان؛ لأن الإمام وإن لم يكن أتم التشهد؛ لكنه قعد قدرة (إلى قوله) وإنما كره للمؤتم ذلك لتركه متابعة الإمام بلاعذر.

(شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب في وقت ادراك فضلية الافتتاح، زكريا ۲/ ۲٤۰، كراچي ۱/ ٥۲٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲٦٤)

ارکان فعلی وقولی میں امام کی اتباع کا حکم

سوال [۲۵۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام کے ارکان فعلی وقولی کی اتباع واجب ہے یا نہیں؟ یا ان دونوں میں سے کس کی اتباع واجب ہے اور کس کی نہیں؟

المستفتی: منشی صفدر حسین، کرتپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ارکان فعلی میں اتباع واجب ہے اور رکن قولی یعنی قرأت میں اتباع جائز نہیں ہے۔

لا خلاف في لزوم المتابعة في الأركان الفعلية، وإن الركن القولي، وهو القراءة، فلايتابعه فيه عندنا الخ (صغيري، مطبع مجتبائی، دهلی ۲٦۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه فإذا ركع فاركعوا، وإذا قال سمع الله لمن حمده، فقولوا ربنالك الحمد، وإذاسجد فاسجدوا. الحديث (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، ۱/ ۱۰۰، رقم:۷۱۳، ف:۷۲۲)

ومتابعة الإمام، قال في شرح المنية: لاخلاف في لزوم المتابعة في الأركان الفعلية، إذ هي موضوع الإقتداء، واختلف في المتابعة في الركن القولي وهو القراء ة، فعندنا لايتابع فيها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام، زكريا ۲/ ۱٦٥، كراچي ۱/ ٤٧٠، حاشيه الطحطاوي علی مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، قبيل فصل في بيان سننها، دارالكتاب ديوبند ۲٥٥، ۲٥٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳؍ ۶۲۰)

تکبیرات انتقالیہ میں مقتدی کا امام سے سبقت کر جانا

سوال [۲۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب بڑے تکلف کے ساتھ تکبیرات کہتے ہیں، جس کی وجہ سے اکثر مقتدی اپنے امام صاحب سے سبقت کر جاتے ہیں، خاص کر سمع اللہ......اور پہلے سلام میں اس مسئلہ میں امام اوران کے مقتدیوں کے لئے کیا ہدایات ہیں؟

المستفتی: ماسٹر عبد الحق، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کے لئے تکبیرات انتقالیہ وغیرہ میں اتنا مد کرنا کہ جس کی وجہ سے مقتدی امام سے سبقت کر جائیں درست نہیں ہے؛ بلکہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ تکبیر وتسبیح شروع کریں اور جونہی دوسرے رکن میں پہونچیں آواز بند کر دیں، اسی طرح سلام پھیرتے ہوئے مد کرنے اور نہ کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہئے، مد زیادہ لمبا بھی نہ ہو اور اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ پتہ ہی نہ چلے؛ ہاں البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ پہلے سلام کے مقابلہ میں

دوسرے سلام کو ذرا مختصر اور پست کیا جائے اور مقتدیوں پر ہر رکن میں امام کی پیروی کرنی لازم ہے اور امام سے تکبیر وغیرہ میں سبقت کرنا جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلاتختلفوا عليه فإذا ركع فاركعوا، وإذا قال سمع الله لمن حمده، فقولوا ربنالك الحمد، وإذاسجد فاسجدوا. الحديث (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، ١/١٠٠، رقم:٧١٣،ف:٧٢٢)

ثم كما فرغ يكبر مع الإنحطاط للركوع وفي الشامية: أفاد أن السنة كون ابتداء التكبير عن الخرور وانتهاء ه عند استواء الظهر. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن، كراچي ١/٤٩٣، زكريا ٢/١٩٦)

ثم يرفع رأسه من ركوعه مسمعا وفي الشامية: قائلا سمع الله لمن حمده، وأفاد أنه لايكبر حالة الرفع. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، كراچي ١/٤٩٦، زكريا ٢/٢٠٠)

والسنة للإمام في السلام، أن تكون التسليمة الثانية أخفض أي أسفل من التسليمة الأولى من حيث الصوت، لأن ظاهره أنه يجهر بها جهرًا دون الجهر بالأولى......ومن المشائخ من قال يخفض الأولى من الثانية أي يخفض الأولى أزيد من الثانية وهذا غير صحيح......والصحيح القول الأول، أنه يجهر بالثانية دون الجهر بالاولى. (كبيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اشرفيه ديوبند و لاهور ٣٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۵ھ

امام کی تکبیر کے مکمل ہونے سے قبل مقتدیوں کا انتقال رکن کرنا

سوال [۲۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر مقتدی امام کی پوری تکبیر ختم ہونے سے پہلے ''اَلْ یا اللہ'' ہی پر انتقال رکن کر جاتے ہیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: ماسٹر عبد الحق، لائن نمبر ۱/آزاد نگر نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مقتدیوں کو انتقال رکن میں اس قدر جلدی نہیں کرنی چاہئے کہ امام کے منہ سے تکبیر نکلتے ہی منتقل ہو جائیں؛ بلکہ امام کی تکبیر کے ساتھ منتقل ہونا چاہئے اور تکبیرات انتقالیہ میں مسنون یہی ہے کہ انتقال کی ابتدائی حرکت سے تکبیر شروع کرے اور انتقال مکمل ہوتے ہی تکبیر ختم کر دے، مثلاً قیام سے رکوع کرتے وقت جھکتے ہی تکبیر شروع کرے اور رکوع میں پہونچتے ہی تکبیر ختم کر دے اور ایسا کرنا خلاف سنت ہے کہ امام پہلے منتقل ہو پھر تکبیر کہے۔

وینبغي أن یکون ابتداء تکبیره عند أول الخرور، والفراغ منه عند الاستواء. (کبیری، صفة الصلاة، اشرفیه دیوبند، ٣١٤، شامي، کتاب الصلاة، باب صفة الصلوة، مطلب قراءة البسملة بین الفاتحة والسورة، کراچي ١/٤٩٧، زکریا ٢/١٩٦)

یسن التکبیر عند الخرور وابتداءه عند أول الخرور وفراغه عند الاستواء. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زکریا ١/٥٥٠، کوئٹه ١/٣١٥)

عن أبي هریرة رضي الله عنه، عن النبي صلی الله علیه وسلم، أنه قال: إنما جعل الإمام لیؤتم به، فلا تختلفوا علیه فإذا رکع فارکعوا، وإذا

قال سمع الله لمن حمده، فقولوا ربنالک الحمد، وإذاسجد فاسجدوا.

الحدیث (صحیح البخاري، کتاب الصلاة، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، ۱/۱۰۰، رقم:۷۱۳، ف:۷۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۷۸۶/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۲۷ھ

رکوع میں آنے والے مسبوق کا بغیر ہاتھ اٹھائے وباندھے امام کے ساتھ شریک ہوجانا

سوال [۲۵۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز میں اس وقت شریک ہوا جب امام حالت رکوع میں تھا، آنے والے شخص نے رکوع پانے کے لئے بلاہاتھ کانوں تک اٹھائے اور بغیر ہاتھ باندھے رکوع کرلیا، تو کیا ایسی صورت میں شریک ہونے والے کی نماز درست ہوجائے گی؟

المستفتی: افروز احمد کرلا ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آنے والے شخص نے قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہی ہے، تو ایسی صورت میں بغیر ہاتھوں کو اٹھائے اور بغیر باندھے رکوع میں جانے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی؛ بلکہ صحیح ہوگئی ہے واجب الاعادہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا مسنون ہے فرض یا واجب نہیں اور سنت کو چھوڑنے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

وأما سنن الصلاة فمن جملتها رفع الیدین مقارنا؛ لتکبیرة الافتتاح.

(الفتاوی التاتار خانیة ۲/۱۳۳، رقم:۱۹۵۵)

ورفع الیدین عند تکبیرة الافتتاح، الصحیح أنه سنة، فإن ترک

رفع اليدين يأثم، وقال: بعضهم لايأثم، وقدروي عن أبي حنيفةؒ مايدل على هذا القول، فإنه، قال: إن ترك رفع اليدين جاز، وإن رفع فهو أفضل.
(الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثانى تكبيرة الافتتاح، زكريا ديوبند ۲/ ٤٨، رقم: ١٦٩١)

ترك السنة لايوجب فسادا، ولاسهوا؛ بل إساءة لو عامدا غير مستخف. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۲/ ۱۷۰، كراچي ١/ ٤٧٤، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، دارالكتاب ديوبند جديد ٢٥٦)

فلو كبر قائما فركع ولم يقف صح الخ (در مختار، باب صفة الصلاة، مبحث القيام، كراچي ١/٤٤٥، زكريا ٢/٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۲۲)	۱۳/۳/ ۱۴۱۵ھ

مقتدی کے رکوع میں جاتے ہی امام نے سر اٹھالیا

سوال [۲۵۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام رکوع میں ہے مقتدی نے آکر حالت رکوع میں امام کو پالیا؛ لیکن مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر جیسے ہی رکوع میں گیا ویسے ہی امام تکبیر کہہ کر کھڑا ہوگیا تو اس صورت میں مقتدی نے رکعت پالی یا نہیں، رکعت پالینے کی کیا مقدار ہے، کیا تین مرتبہ **سبحان ربي العظيم** کہنے پر رکعت ملتی ہے یا اس سے کم زیادہ پر واضح کرکے بیان کریں؟

المستفتی: محمد مطلوب، باندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں ذکر کردہ صورت میں مقتدی نے

رکعت پالی رکعت پانے کے لئے تسبیح کی کوئی مقدار متعین نہیں، بس صرف اتنا کافی ہے کہ رکوع کی حالت میں امام کو ایک سکنڈ کے لئے بھی پالیا ہو، تو شرعی طور پر یہ کہا جائے گا کہ اس نے رکوع پالیا اور جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت بھی پالی۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: من أدرك ركعة من الصلاة، فقد أدركها قبل أن يقيم الإمام صلبه. (صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ٧٦٨/٢، رقم:١٥٩٥، دارقطني ٣٣٩/١، رقم:١٢٩٨، السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر ٤٠٨/٢، رقم:٢٦٢٩)

أدرك الإمام في الركوع فكبر قائما ثم ركع أو شرع في الانحطاط وشرع الإمام في الرفع اعتدبها. (تقريرات رافعي على الشامي زكريا ٩٦/٢)

وقيل إذا شرع في الإنحطاط وشرع الإمام في الرفع، فقد أدركه في الركوع أيضا ويعتد بتلك الركعة. (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب أدارك الفريضة، دارالكتاب ديوبند ٤٥٥)

وعن الشعبي قال قلت الرجل ينتهي إلى القوم وهم ركوع، وقد رفع الإمام رأسه قال بعضكم أئمة بعض. (مصنف ابن أبي شيبه ٢٤٤/١، احسن الفتاوى، زكريا ٢٨٨/٣، كتاب الفتاوى ٢٩٢/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۳۸۹/۳۸)

مقتدی کا امام سے قبل سجدہ کرنا

سوال [۲۵۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مقتدی امام سے پہلے سجدہ کرے تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیم مظفر نگری، امام مکی مسجد، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مقتدی امام سے پہلے سجدہ میں چلا جائے، تو اگر مقتدی کے سر اٹھانے سے پہلے امام بھی سجدہ میں چلا جائے، تو ایسی صورت میں مقتدی کی نماز درست ہوجائے گی اور اگر امام کے سجدہ میں جانے سے پہلے مقتدی سر اٹھالے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی؛ ہاں البتہ اگر یہ مقتدی امام کے ساتھ دوبارہ سجدہ کا اعادہ کرلیتا ہے تو پھر درست ہوجائے گی۔

ویفسدها مسابقة المقتدي بركن لم يشاركه فيه إمامه كما لو ركع ورفع رأسه قبل الإمام، ولم يعده معه أو بعدهٗ. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، دارالكتاب ديوبند ٣٣٧، قديم ١٨٥) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۴/ ۱۴۲۶ھ

امام کے سلام مکمل کرنے سے پہلے مقتدی کا سلام پورا کرلینا

سوال [۲۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جماعت کی نماز میں امام صاحب سلام پھیرتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ امام صاحب کے ساتھ مقتدی بھی سلام پھیرتے ہیں؛ لیکن امام کی آواز پوری ہونے سے پہلے کچھ مقتدیوں کی سانس ٹوٹ جاتی ہے؛ کیونکہ کچھ مقتدیوں میں ضعیف اور کم سانس والے بھی ہیں، کیا مقتدیوں کو امام کی آواز تک سلام کھینچنا چاہئے اور اگر امام کی آواز پوری ہونے سے پہلے مقتدی کا سلام پورا ہوجائے تو مقتدیوں کی نماز میں کوئی خرابی تو واقع نہ ہوگی ایک صاحب فرماتے ہیں کہ امام کے سلام کے برابر ہی سلام کھینچنا چاہئے، اگر پہلے ٹوٹ گیا تو نماز نہ ہوگی،

براہ کرم شریعت کی روشنی میں اس کوتھوڑا خلاصہ فرمادیں تاکہ مقتدیوں کی سمجھ میں آسکے؟

المستفتی: قاری زبیر عالم، پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں امام کی متابعت صرف لفظ السلام میں واجب ہے اور علیکم ورحمۃ اللہ میں نہیں؛ اس لئے اگر بعض مقتدیوں کی سانس امام کے السلام کہنے کے بعد ٹوٹ جاتی ہے تو ان کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۳/۲، احسن الفتاوی ۳۱۲/۳)

ويجب لفظ السلام. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة، قديم زكريا ۷۲/۱، جديد زكريا ۱۲۹/۱)

وقال في الدر المختار في بحث الواجبات ولفظ السلام مرتين......دون عليكم. (درمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۱۶۲/۲، كراچي ۴۶۸/۱، الموسوعة الفقهيه الكويتيه ۳۱۶/۱۱، ۸۰/۲۷)

ويجب لفظ السلام مرتين في اليمين، واليسار للمواظبة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجبات الصلاة، دارالكتاب ديو بند جديد ۲۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۶۹۳/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۲۴ھ

امام کے سلام پورا ہونے سے قبل مقتدی کا سلام پورا ہونا

سوال [۲۵۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب اتنا لمبا سلام پھیرتے ہیں کہ مقتدیوں کا سلام ختم ہوجاتا ہے اور امام صاحب کا سلام جاری رہتا ہے یعنی کہ مقتدیوں کے سلام سے نصف ہو پاتا ہے،

تو عرض یہ ہے کہ فقہاء نے نماز کے سلام پھیرنے میں کتنی مقدار متعین کی ہے؟ کتنے الف کھینچا جائے مقدار کی صحیح تعیین ہو جائے؟ ایک صاحب جو حافظ وقاری ہیں وہ بتاتے ہیں کہ میں نے معتبر علماء سے سنا ہے کہ اگر امام اتنا لمبا سلام پھیرے کہ مقتدیوں کا سلام پہلے ختم ہو جائے، تو نماز میں خرابی آ جاتی ہے۔

المستفتی: محی الدین، امام بڑی مسجد رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رحمۃ اللہ میں اللہ کے الف میں مد عارض ہونے کی وجہ سے ایک الف سے پانچ الف کی مقدار تک کھینچا جا سکتا ہے۔ (فوائد مکیہ ۲۲)

اور لفظ السلام کہنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے؛ اس لئے سلام اول کی میم امام سے پہلے کہنا مکروہ ہے، اس کے بعد دیگر کلمات کو امام سے پہلے ختم کرنے سے نماز بلا کراہت درست ہو جاتی ہے اور اکثر امام؛ چونکہ رحمۃ اللہ کو لمبا کرتے ہیں؛ لہٰذا اس شخص کا مطلقاً نماز کو خراب کہنا درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۳۱۲)

وتنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا. (در مختار مع الشامية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلوة، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، زكريا ٢/١٦٢، كراچي ١/٤٦٨، وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجبات الصلوة قديم ١٣٦، جديد دار الكتاب ديوبند ٢٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف/۴۰۳۸)

مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیر دینا

سوال [۲۵۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے کچھ لوگ بعد میں آکر نماز میں شریک ہوئے اتفاق سے امام صاحب کو آخری رکعت میں سہو ہوگیا اور وہ بجائے بیٹھنے کے کھڑے ہوگئے، لوگوں کے اللہ اکبر کہنے پر واپس ہوئے؛ اب جبکہ امام صاحب نے تشہد پڑھ کر سلام پھیرا تو جو لوگ بعد میں آکر شریک ہوئے تھے انہوں نے بھی لاعلمی میں سلام پھیر دیا تو اس پر نماز کے بعد لوگوں میں تکرار ہوگئی، ایک صاحب کہتے ہیں کہ بعد میں جو آئے اس کو سلام نہیں پھیرنا چاہئے، اگر ایسا کیا تو نماز نہ ہوگی اور ایک صاحب کہتے ہیں کہ ایسا مسئلہ تو کہیں نہیں ہے، تمہاری زبان سے سن رہے ہیں، آپ اس مسئلہ کا حل فرمادیں۔ نیز سلام نہ پھیرنے کا مسئلہ کن لوگوں سے متعلق ہے آیا جو لوگ سہو میں شریک رہے وہ بھی سلام نہ پھیریں؟

المستفتی: سراج الدین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو لوگ بعد میں آکر نماز میں شریک ہوں، خواہ امام کے سہو پیش آنے سے پہلے شریک ہوں یا بعد میں بہر دو صورت ایسے لوگوں کو امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرنا چاہئے؛ لیکن امام کے ساتھ سجدہ سہو کریں گے، اگر کسی نے بھول یا لاعلمی سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا ہے تو اس کی نماز بھی درست ہو جائے گی؛ البتہ قصداً ایسا کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقا سواء كان السهو قبل الاقتداء أوبعده (درمختار) قيد بالسجود، لأنه لايتابعه في السلام؛ بل يسجد معه-فإن سلم كان عامدا فسدت وإلا لا. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كراچي ۲/۸۲، زكريا ۲/٥٤٦)

ثم المسوق إنما يتابع الإمام في السهو دون السلام؛ بل ينتظر الإمام حتى يسلم فيسجد، فيتابعه في سجود السهو، لافي سلامه، وإن سلم فإن كان عامدا تفسد صلاته، وإن كان ساهيا لاتفسد ولاسهو عليه، لأنه مقتد،

وسهو المقتدي باطل، فإذا سجد الإمام للسهو يتابعه في السجود ويتابعه في التشهد، ولايسلم إذا سلم الإمام، لأن السلام للخروج عن الصلاة وقد بقي عليه أركان الصلاة، فإذا سلم مع الإمام، فإن كان ذاكرا لما عليه من القضاء، فسدت صلوته، لأنه سلام عمد، وإن لم يكن ذاكرله لاتفسد، لأنه سلام سهو، فلم يخرجه عن الصلاة. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لايجب عليه قديم كراچي ١/١٧٦، جديد زكريا ١/٤٢٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍۷۱۱۷)

خوف حدث وغیرہ کی بناء پر امام سے پہلے سلام پھیرنا

سوال [۲۵۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رسالہ مسائل امامت مصنفہ مولانا قاری محمد رفعت صاحب ص: ۲۲۷ پر لکھا ہے کہ ریح نکلنے کے خوف وغیرہ کی بنا پر پہل کرنے میں کراہت نہیں، یعنی امام سے پہلے ریح کے خوف سے سلام پھیرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (بحوالہ احسن الفتاوی ۱؍۲۹۴، بحوالہ درالمختار ۱؍۴۹۰)

دریافت طلب بات یہ ہے کیا اس میں اختلاف ہے، یا یہ مسئلہ درست ہے؟

المستفتی: اعجاز احمد دارالعلوم چلہ امروہہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صاحب احسن الفتاوی مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی مدظلہ اور مولانا قاری محمد رفعت صاحب مدظلہ کا حوالہ اپنی اپنی جگہ درست اور صحیح ہے کہ خوف حدث وغیرہ کی وجہ سے تشہد پورا ہونے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دینا مکروہ نہیں ہے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف بھی نظر سے نہیں گذرا۔

عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا جلس الإمام في آخر ركعة، ثم أحدث رجل من خلفه قبل أن يسلم الإمام، فقدتمت صلاته. (سنن الدارقطني، كتاب الصلاة، باب من أحدث قبل التسليم، دارالكتب العلميه بيروت ١/٣٦٨، رقم:١٤٠٧)

إنما كره للمؤتم ذالك لتركه متابعة الإمام بلاعذر، فلوبه كخوف حدث أو خروج وقت جمعة أو مرور ماربين يديه فلاكراهة الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب في وقت إدراك فضيلة الإفتتاح، زكريا٢/ ٢٤٠، كراچي ١/ ٥٢٥، در مختار كراچي ١/ ٥٩٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦/ ربیع الثانی ١٤١٢ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٢٧/ ٢٦٤٥)

مسبوق کا قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد خاموش رہنا

سوال [٢٥٣٧]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر چار رکعت والی نماز امام کے پیچھے پڑھ رہا ہے، ایک رکعت بکر کی چھوٹ گئی ہے تو کیا آخری قعدہ میں بکر تشہد پڑھ کر خاموش بیٹھا رہے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے یا بکر التحیات درود شریف اور دعاء ماثورہ بھی امام کے ساتھ پڑھے، پھر جب امام سلام پھیرے تب اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے۔ نیز ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد جابر خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا مقتدی جس کی امام کے پیچھے رکعت چھوٹ گئی ہو اور قعدۂ اخیرہ میں بھی امام کے ساتھ شریک رہا ہو، تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ تشہد

پڑھ کر امام کے سلام کا انتظار کرے درود شریف اور دعاء وغیرہ نہ پڑھے؛ بلکہ تشہد کو امام کے سلام پھیرنے تک آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا رہے۔ نیز ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اوران کا حل جدید ۳/ ۵۲۵، فتاوی محمودیہ میرٹھ ۹/ ۳۲۲ھ، فتاوی رحیمیہ ۵/ ۵۳)

ومنها أن المسبوق ببعض الركعات يتابع الإمام في التشهد الأخير، وإذا أتم التشهد لايشتغل بما بعده من الدعوات ثم ماذا يفعل تكلموا فيه وعن ابن شجاع أنه يكرر التشهد أي قوله أشهد أن لاإله إلا الله وهو المختار والصحيح أن المسبوق يترسل في التشهد؛ حتى يفرغ عند سلام الإمام. (هنديه، قبل الفاتحة، كتاب الصلاة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق ۱/ ۹۱، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۱٤۹)

وتسن التسمية أول كل ركعة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة فصل في سننها، دارالكتاب ديو بند جديد ۲٦۰، شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة زكريا ۲/ ۱۹۲، كراچي ۱/ ٤۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ ۲/ ۱۴۳۵ھ

مسبوق کے التحیات میں بیٹھتے ہی امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تو مسبوق کیا کرے؟

سوال [۲۵۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مسبوق ہے امام کے ساتھ قعدہ کی حالت میں شریک ہوا اور وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر التحیات میں بیٹھا ہی تھا کہ امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، تو یہ تشہد پڑھے گا یا امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا؟

المستفتی: محمد قاسم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں ذکرکردہ شخص مسبوق ہے، اس کے لئے بغیر التحیات پڑھے امام کے ساتھ کھڑا ہوجانا مکروہ ہے؛ بلکہ التحیات پڑھ کر کھڑا ہونا لازم ہے، بغیر التحیات پڑھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۱۵۰، ایضاح المسائل ۱۳۲، احسن الفتاوی ۳/۳۷۶)

إذا أدرک الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي، أوسلم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد فالمختار أن يتم التشهد. (هنديه، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل السادس: فيما يتابع الإمام وفيما لايتابعه، قديم زكريا ١/ ٩٠، جديد زكريا ديو بند ١/ ١٤٧)

ولو قام الإمام إلى الثالثة ولم يتم المقتدي التشهد أتم، وإن لم يتمه جاز، و في التجنيس يتمه–أي وجوبا. (حاشيه الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل فيما يفعله المقتدي بعد فراغ امامه، دارالكتاب ديو بند ٣١٠)

كمن أدرک الإمام في القعدة الأولى فقعد معه، فقام الإمام قبل شروع المسبوق في التشهد فإنه يتشهد تبعا لتشهد إمامه. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، اشرفيه ديو بند ٤٥٩، التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في كيفية الصلوة زكريا ٢/ ١٩١، رقم: ٢١٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۱/۴۰)

قعدۂ اولیٰ میں بیٹھتے ہی امام کھڑا ہوجائے

سوال [۲۵۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے قعدۂ اولیٰ میں شرکت کی ابھی تشہد شروع بھی نہیں کیا تھا کہ امام صاحب

تیسری رکعت کے لئے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوگئے، اب زید کیا کرے تشہد پڑھے گا یا امام کی اقتداء میں کھڑا ہوگا؟

المستفتی: محمد اصغر پرانا بازار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدۂ اولیٰ میں شرکت کرتے ہی امام کھڑا ہوجائے تو زید تشہد پڑھ کر ہی کھڑا ہو تشہد پڑھے بغیر امام کی اقتداء میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ١٣٢)

لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول، أو الأخير فحين قعد قام إمامه أو سلَّم ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم، وقوله: ولو لم يتم جاز أي صح مع كراهة التحريم. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، كراچي ١/٤٩٦، زكريا ٢/٢٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٥/ جمادی الثانیہ ١٤٢١ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٥/ ١٥ ٦٧/ ٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٥/ ٦/ ١٤٢١ھ

قعدۂ اولیٰ یا اخیرہ میں مسبوق کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام کا کھڑا ہوجانا

سوال [٤٠٢٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب دامت برکاتکم العالیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ احقر بفضل اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہے، کئی خط قبل ازیں ارسال کرچکا ہوں، مگر جواب نہ پانے کی وجہ سے دلی اضطراب ضرور ہے، مگر خیال کرلیتا ہوں کہ عدیم الفرصتی کی بناء پر جواب سے نہ نوازا ہو، استاذ ومربی کا جواب خط تسکین قلب کا باعث ہوتا ہے؛ اس لئے

حضرت والا سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ وقت نکال کر تین چار سطور لکھ کر قلب کو مطمئن فرمادیا کریں، گستاخی معاف ہو، ایک ضروری تحریر اصلاح کے لئے بھیج رہا ہوں، یہ تحریر میں نے اس شخص کے پاس رقم کرکے بھیجی ہے جس سے میری زبانی گفتگو ہوئی تھی، مسئلہ مبحثہ درمیان فریقین یہ تھا کہ قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں مسبوق نے تشہد کا کچھ حصہ پڑھا ہوا اور امام نے سلام پھیر دیا یا امام کھڑا ہو گیا، تو اب مسبوق کیا کرے، میں نے کہا کہ مسبوق تشہد پورا کر کے اٹھے گا، یہی قول مختار ہے؛ اگرچہ عدم اتمام کی صورت میں بھی نماز ہو جائیگی، وہ فرمانے لگے کہ نہیں ؛ بلکہ مسبوق امام کی اتباع میں قعدۂ اولیٰ میں بغیر تشہد پورا کئے کھڑا ہو جائے گا، کافی طویل گفت وشنید کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آپ کچھ کتابوں کے حوالہ جات اس مسئلہ پر تحریر فرمائیں، تو میں نے مجبور ہو کر مندرجۂ ذیل تحریر ان کے پاس بھیجی ہے؛ چونکہ یہاں کتابیں کم ہیں؛ اس لئے جو مجھے مل سکا اور مطالعہ کر کے جس نتیجہ پر پہنچا وہ ان کو تحریر کر دیا تھا، آپ بالطاف کریمانہ اور بنظر غور پڑھ کر میرے اس رقوم کی اصلاح فرمائیں کہ صحیح ہے یا نہیں؟

احقر نے مسئلہ مبحثہ در شوال کے متعلق فتاویٰ اور کتب فقہ کا مطالعہ کیا، جو کچھ میں نے سمجھا ہے تو اس کو بالفاظ مختصر مع عبارات عربیہ حوالہ کے ساتھ تحریر کرتا ہوں، عالم گیری اور شامی میں قول مختار یہی لکھا ہے، کہ مسبوق تشہد پورا کر کے اٹھے گا اگرچہ عدم اتمام کی صورت میں بھی نماز درست ہو جائیگی، مگر یہ بھی یاد رہے کہ علامہ شامی کی بعض تحریرات سے جواز صلوٰۃ مع الکراہت التحریمیہ کا ثبوت ملتا ہے ۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳/ ۳۸۰، فتاویٰ محمودیہ ۲/ ۲۵۷)

شامی کی عبارت ملاحظہ ہو:

وشمل بإطلاقه ما لو اقتدىٰ به فى أثناء التشهد الأول أو الأخير، فحين قعد قام إمامه أو سلم ومقتضاه، أنه يتم التشهد، ثم يقوم، ولم أر صريحا، ثم رأيته فى الذخيرة ناقلا عن أبى الليث المختار عندى، أنه يتم التشهد، وإن لم يفعل أجزاه الخ. (شامي كراچي ١/ ٤٩٦، زكريا ديوبند ٢/ ٢٠٠)

والدليل الثاني لثبوت الدعوىٰ الثاني عبارة الشامي حيث قال تحت قول الدر المختار ولو لم يتم جاز أي صح مع كراهة التحريم كما أفاده الخ.
(شامي كراچي ١/٤٩٦، زكريا ديوبند٢/٢٠٠)

فقولهم: ولو لم يتم جاز معناه صح مع الكراهة التحريمية ويدل عليه أيضاً تعليلهم بوجوب التشهد الخ (شامي كراچي ١/٤٩٦، زكريا ديوبند٢/٢٠٠، ١/٣٣٤)

میں بھی تشہد پورا کر کے اٹھنے کا فتویٰ موجود ہے، انہی حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہوں کہ عاقل وذی فہم کے لئے یہی بہت ہیں۔

اور جناب آیئے! یہ شبہ جو ظاہر فرمایا تھا کہ اتباع امام اور تشہد دونوں واجب ہیں؛ لہٰذا امام ہی کی اتباع کرنی اولیٰ ومختار ہوگی، تو محترم میں یہ عرض کرنے کی جرأت و ہمت کروں گا کہ نماز میں اتباع امام رکن واجب وفرض میں بلاتاخیر کے جبکہ دوسرا فرض یا واجب معارض نہ ہو واجب ہے، اور تعارض کی صورت میں **اتمام الواجب الذی هو فیه اولیٰ** اور افضل ہے؛ اسی وجہ سے اتمام تشہد ہی کو مختار کہا ہے؛ البتہ اگر معارض سنت ہے تو امام کی اتباع ضروری اور واجب ہے۔

شامی میں ہے: **لأن متابعة الإمام فی السلام، وإن كانت واجبة فليست بأولى من إتمام الواجب الذی هو فيه الخ.** (شامی نعمانیه ١/٣٥٢، کراچی ١/٥٢٥)

وقال فی موضع آخر الحاصل إن متابعة الإمام فی الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يقوته ؛ بل يأتي به ثم يتابعه الخ. (شامي ١/ ٣٣٣، كراچی ١/ ٤٩٦، زكريا ديوبند ٢/ ٢٠٠)

اور علامہ شامی نے اس کے بعد اس کی علت بھی بیان فرمادی ہے، خود دیکھ لیجئے گا، المختصر مذکورہ بالا عبارات سے مسبوق کے لئے اتمام تشہد کا مختار و اولیٰ ہونا معلوم ہوگیا، **كما لا يخفى على صاحب البصيرة والبصارة.**

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئلہ نمبر اول میں آپ کی رائے زیادہ صحیح ہے، کہ امام کی متابعت سنن میں علی الاطلاق واجب ہے، اور فرائض اور واجبات میں اس وقت واجب ہے؛ جبکہ کوئی فرض یا واجب معارض نہ ہو، بوقت تعارض متابعت کو مؤخر کر کے فرض یا واجب کو بجالانا ضروری ہے، عدم ادائیگی کی صورت میں نماز مع الکراہت درست ہوجائے گی۔

فكان تأخير أحد الواجبين مع الإتيان بهما أولیٰ من ترك أحدهما بالكلية. (حلبی کبیر، کتاب الصلوٰۃ، فصل الامامة، شروط المحاذات قديم ٤٩١، جديد اشرفيه ديو بند ٥٢٧)

و الحاصل إن متابعة الإمام فی الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة، فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يفوته بل يأتی به ثم يتابعه، لأن الإتيان به لا يفوت المتابعة بالكلية وإنما يؤخرها الخ (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، زكريا ٢/٢٠٠، كراچی ١/٤٩٦)

(وقوله) ولو يتم جاز معناه صح مع الكراهة التحريمية الخ. (شامي كراچی ١/٤٩٦، زكريا ديوبند ٢/٢٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍ ۱۰۰۷)

تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد بیٹھنے سے قبل امام سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۴۱۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے جماعت کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے تھے کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا، اب سوال یہ ہے کہ شخص مذکور قعدہ کر

کے التحیات پڑھ کر چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرے یا بغیر قعدہ کئے رکعتوں کو پورا کرے۔ نیز اس شخص کی شرکت جماعت کے ساتھ ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: قمرالحق دھام پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تکبیر تحریمہ کہہ چکنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا ہے، تو مقتدی کی اقتدا صحیح ہوگئی، اسی تحریمہ پر نماز پوری کرے گا؛ ہاں البتہ مقتدی مسبوق کے بیٹھنے سے قبل امام نے سلام پھیر دیا ہے؛ اس لئے بیٹھ کر التحیات نہیں پڑھے گا؛ بلکہ اسی قیام کے ساتھ نماز پوری کرے گا۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳۲/۲، جدید زکریا ۴۳۸/۳، جدید زکریا مطول ۴۳۴/۴)

نیة المؤتم الإقتداء (تحتہ فی الشامیة) أی الإقتداء بالإمام، أو الإقتداء بہ فی صلاتہ، أو الشروع فیھا، أو الدخول فیھا، بخلاف نیة صلاة الإمام. وشرط النیة، أن تکون مقارنة للتحریمة (شامی، کتاب الصلاة، باب الإمامة، زکریا ۲/ ۲۸۵، کراچی ۱/ ۵۵۰)

فإذا کبر قائما ینوی الشروع في صلاة الإمام تنقطع الأولی في ضمن شروعه في صلاة الإمام (شامی، کتاب الصلاة، باب ادراك الفریضة، مطلب قطع الصلاة یکون حراماً، و مباحاً، و مستحباً و واجباً، زکریا ۲/ ۵۰۵، کراچی ۲/ ۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۲۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۱/ ۱۴۲۵ھ

مسبوق نے حالت تشہد میں نماز میں شرکت کی اور امام تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا

سوال [۲۵۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ گرامی قدر حضرت مفتی صاحب: اس وقت میرے مطالعہ میں آپکی کتاب ایضاح المسائل ہے کافی حدتک اپنے حق میں مفید پایا؛ لیکن کتاب کے ص:۳۲ پر مسبوق کے متعلق مسائل سے ایک قسم کی تشنگی پیدا ہوگئی ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص جماعت میں اس وقت شریک ہوا؛ جبکہ امام تشہد میں ہے اوراس کے بیٹھتے ہی امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا یا کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں جماعت میں شامل ہوا، اوراس کے بیٹھتے ہی امام نے سلام پھیر دیا، ان صورتوں میں مسبوق کیا کرے؟ قعدۂ اولیٰ میں مسبوق التحیات مکمل کرکے امام کی اتباع کرے، اورقعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعداپنی بقیہ نماز پوری کرے، تو آپ نے ہر دونوں صورتوں میں التحیات پڑھنے کوواجب اور بغیر التحیات پڑھی جانے والی نماز کومکروہ تحریمی قرار دیاہے؛ جبکہ بدائع الصنائع اوربعض دوسری کتابوں میں امام کی اتباع کو واجب بتایا گیا ہے، اوران مواقع پر التحیات پڑھنے والے کومفسد نماز قرار دیا ہے، مہربانی فرما کر پوری وضاحت کے ساتھ حوالہ اور عبارت کی نشاندہی کے ساتھ مطمئن فرمائیں؟

المستفتی: ابوحارث عثمانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسبوق کے تشہد پڑھنے سے قبل امام کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجانے یا چوتھی رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد مسبوق پر تشہد پڑھنا راجح قول کے مطابق واجب ہے، اگر بغیر پڑھے ہوئے کھڑا ہوگیا تو راجح قول کے مطابق اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی اوران مواقع میں التحیات پڑھنے کومفسد صلوٰۃ اور مکروہ کسی نے نہیں لکھا ہے، آنجناب نے ان مواقع میں التحیات پڑھنے کومفسد صلوٰۃ بتایا ہے، بدائع الصنائع اور دیگر کتابوں کے حوالہ سے مفسد صلوٰۃ کہا ہے، ہم کو بدائع اور دیگر کسی کتاب میں ان مواقع میں التحیات پڑھنے کومفسد صلوٰۃ قرار دینے کے جزئیات نہیں ملے؛ جیسے آنجناب نے

بدائع الصنائع وغیرہ کا ذکر کیا ہے، براہ کرم بدائع یا دیگر کتب فقہیہ کا جزئیہ نقل کر کے کتاب جلد صفحہ اور مطبع نقل فرمادیں؛ تاکہ ان جزئیات کو دیکھ کر غور کیا جا سکے، سوالنامہ میں جس انداز سے حوالہ پیش کیا گیا ہے، وہ غیر ذمہ دارانہ حوالہ ہے، ایسے حوالے کا اعتبار نہیں ہوتا۔

لو اقتدیٰ به فی أثناء التشهد الأول أو الأخیر، فحین قعد قام إمامه، أوسلم، ومقتضاه أنه یتم التشهد، ثم یقوم قوله ولو لم یتم جاز. أي صح مع کراهة التحریم، والحاصل أن متابعة الإمام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة، فإن عارضها واجب لا ینبغي أن یفوته؛ بل یأتی به ثم یتابعه، لأن الإتیان به لا یفوت المتابعة بالکلیة وإنَّما یؤخرها وقوله، فکان تأخیر أحد الواجبین مع الإتیان بهما أولی من ترک أحدهما بالکلیة...... إن المتابعة الواجبة هنا معناها عدم التأخیر، فیلزم من إتمام التشهد ترکها بالکلیة، فینبغی التعلیل بأن المتابعة المذکورة إنما تجب إذا لم یعارضها واجب. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، مطلب فی إطالة الرکوع للجائي کراچی ۱/۴۹۶، زکریا ۲/۲۰۰)

وإذا قام الإمام إلی الثالثة قبل أن یفرغ المقتدی من التشهد، فإن المقتدی یتم التشهد ثم یقوم وکذا لو سلم الإمام قبل أن یفرغ المقتدی من التشهد فإنه یتم التشهد. (خانیه علی الهندیة، کتاب الصلوٰۃ، فصل فیمن یصح الاقتداء به ومفیمن لا یصح زکریا ۱/۹۶، جدید زکریا دیوبند ۱/۶۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۷۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۳/۱۴۲۴ھ

مسبوق امام کے سلام پھیرنے کی صورت میں تشہد مکمل کرے گا یا نہیں؟

سوال [۲۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ امام قعدۂ اخیرہ میں تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور امام کے ساتھ شریک ہو گیا، اس شخص کے بیٹھتے ہی امام نے سلام پھیر دیا، تو اب یہ شخص تشہد پورا کر کے اپنی باقی نماز ادا کرے گا یا امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے گا، شریعت مطہرہ میں جو حکم ہو مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد عمر ساکن فتح پور پوسٹ: کملا پور سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ امام کے سلام کے بعد اپنا پورا تشہد پورا کرے، اور تکمیل تشہد کے بعد کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کرے، اور اگر تشہد چھوڑ کر امام کے سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے؛ تو نماز تو ہو جائے گی؛ لیکن مکروہ تحریمی ہوگی، آجکل دیکھنے میں آتا ہے کہ عام لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں۔

لو اقتدیٰ به فی أثناء التشهد الأول أو الأخير فحين قعد قام إمامه أوسلم، ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم الخ. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، كراچی ۱/۴۹٦، زكريا ۲/۲۰۰)

(وقوله) ولو لم يتم جاز معناه صح مع كراهة التحريم الخ. (شامی، كراچی ۱/۴۹٦، زكريا ديوبند ۲/۲۰۰)

ومن أدرك الإمام فی التشهد فقام الإمام أو سلم فی أخر الصلوٰة قبل أن يتم المقتدی تشهده قال الفقيه أبو الليث المختار عندی أنه يتم تشهده؛ لأن التشهد من الواجبات الخ. (فتاویٰ تاتارخانيه، كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث فی كيفية الصلوٰة، قديم ۱/۵۵۵، جديد زكريا ۲/۱۹۲، رقم: ۲۱۱۲، هٰكذا في قاضی خان علی الهندية، كتاب الصلوٰة، فصل فيما يصح الاقتداء وما لا يصح زكريا ۱/۹٦، جديد زكريا ديوبند ۱/٦۲، عالمگيري، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه زكريا

۱/ ۹۰، زکریا جدید دیوبند ۱/ ۱۴۷ غنیة المستملی ، کتاب الصلوٰة، باب الامامة شروط المحاذات قدیم ۴۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۶۵)

قعدۂ اولیٰ میں شریک ہونے والا التحیات پوری کرے یا تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو؟

سوال [۲۵۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید امام ہے بکر مقتدی ہے، مقتدی اس حالت میں جماعت میں شریک ہوا کہ امام التحیات پڑھ رہا تھا، اس میں مقتدی کا التحیات کا پڑھنا اور اس کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں ؟

(۲) ایک شخص کہتا ہے کہ مقتدی پر لازم ہے کہ التحیات پوری کرے؛ اگرچہ امام کھڑا ہو جائے، یہاں تک کہ وہ رکوع بھی کرلے۔

المستفتی: منشی صفدر حسین کرتپور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) التحیات پڑھنا اور امام کی تابعداری کرنا دونوں واجب ہیں، اب مذکورہ صورت میں اگر التحیات پوری کئے بغیر امام کی اتباع کی جائے؛ تو ترک واجب لازم آتا ہے، اور اگر التحیات پوری کرکے اتباع کی جائے ؛ تو تاخیر واجب لازم آتی ہے، تاخیر واجب اتنا مضر نہیں ہے؛ جتنا نقصان ترک واجب میں ہوتا ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی زکریا ۳/ ۳۷۶)

فكان تأخير أحد الواجبين مع الإتيان بهما أولىٰ من ترك أحدهما بالكلية. (غنية المستملی، کتاب الصلوٰة، فصل فی الامامة شروط المحاذات قدیم ۴۹۱، جدید اشرفیة دیوبند ۵۲۷، شامی، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی کراچی ۱/ ۴۹۶، زکریا ۲/ ۲۰۰)

اس لئے بعض فقہاء نے التحیات کا پڑھنا اور پوری کرنا واجب کہا ہے:

ولـو قام إلى الثالثة قبل أن يتم المقتدى التشهد، فإنه يتم ثم يقوم لأن التشهد واجب الخ. (غنية المستملى ٤٩١، بل يتمه لوجوبه الخ. الدرالمختار ١/٣٦٦)

لیکن اگر تشہد پورا کئے بغیر امام کا اتباع کرے تو بالاتفاق نماز صحیح ہو جائیگی؛ البتہ بعض فقہاء نے کراہت تحریمی کے ساتھ صحیح کہا ہے۔

ولـو لـم يتـم جاز أي صح مع كراهة التحريم كما أفاده الخ. (شامي، كراچي ١/٤٩٦، كوئٹه ١/٣٦٦، زكريا ٢/٢٠٠)

اور بعض فقہاء بلا کراہت صحیح کہتے ہیں:

وإن لـم يتم جاز لتعارض واجبين فيتخير بينهما هذا هو المشهور فـي المذهب. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلوٰة فصل فيما يفعله المقتدى بعد فراغ امامه قديم ١٦٠، جديد، دار الكتاب ديوبند ٣١٠)

عن أبي الليث المختار عندى أنه يتم التشهد وإن لم يفعل أجزأه الخ (شامي كوئٹه ١/٣٦٦، كراچي ١/٤٩٦، زكريا ٢/٢٠٠، عالمگيري، باب الامامة، الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه زكريا ١/٩٠، جديد زكريا ١/١٤٧)

اس لئے افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ تشہد ہر حال میں پورا کر کے امام کی پیروی کرے.

فإن المقتدى يتم التشهد ثم يقوم الخ. (قاضی خان على الهندية، كتاب الصلوٰة، فصل فيما يصح الاقتداء وما لا يصح زكريا ١/٩٦، جديد زكريا ١/٦٢، شامي ١/ ٣٦٦، زكريا٢/٢٠٠، كبيرى ٤٩١، صغيرى مطيع مجتبائي دهلى ٢٦٨، امداد الفتاوىٰ زكريا ١/٤٠٢،٥١١، فتاوىٰ دار العلوم ٣/٣٨٩)

(۲) شامی میں ایسا ہی لکھا ہے۔

فـإنـه لا يتـابـعـه أي ولـو خاف أن تفوته الركعة الثالثة مع الإمام كما

صرح به في الظهيرية الخ.(شامی، مطبوعه كوئٹه ۱/ ۳٦٦، كراچي ۱/ ٤٩٦، زكريا۲/ ۲۰۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۲۳/ ۶۲۰)

مسبوق تشہد مکمل کرے یا امام کی متابعت میں کھڑا ہو جائے؟

سوال [۴۵۴۵ ۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام قعدۂ اولیٰ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ رہا تھا؛ اتنے میں ایک شخص آیا اور امام کے ساتھ شریک ہوگیا، اس شخص کے بیٹھتے ہی امام تشہد پورا کر کے کھڑا ہو گیا؛ تو اب یہ شخص تشہد پڑھ کر کھڑا ہوگا یا بغیر تشہد پڑھے امام کی اتباع کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے گا؛ اس لئے کہ یہاں اس شخص پر اتباع امام بھی واجب ہے اور قعدہ وتشہد پڑھنا بھی واجب ہے تو وہ کیا کرے؟

المستفتی: محمد عمر مدرس مکتب اسلامیہ نور العلوم، جیوتی شاہ عالم پور کملا پور، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسے حالات میں اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اولاً قعدہ اور تشہد پورا کرے پھر اس کے بعد امام کی اتباع کرے، اور اصول وقاعدہ یہ ہے کہ جب نمازی پر دو واجب ایک ساتھ جمع ہو جائیں؛ تو دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ ایک میں تاخیر کرنا اور دوسرے کو پورا کرنا لازم ہے، اور یہاں اتباع امام بھی واجب ہے اور قعدۂ اولیٰ اور تشہد بھی واجب ہے؛ تو اگر امام کی اتباع کرتا ہے تو ترک تشہد اور ترک قعدہ لازم آتا ہے، اور اگر قعدہ اور تشہد پورا کرتا ہے؛ تو ترک اتباع امام لازم نہیں آتا ہے؛ بلکہ اتباع میں تاخیر لازم آتی ہے، اور ایسے حالات میں تاخیر واجب جائز ہے، ترک واجب جائز نہیں اور اگر اتباع امام کر کے قعدہ وتشہد ترک کر دیتا ہے؛ تو نماز فاسد

وواجب الاعادہ تو نہ ہوگی؛ لیکن مکروہ تحریمی ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۳۶۲، زکریا ۱/۴۰۲-۵۱۱، احسن الفتاویٰ زکریا ۳/۳۷۶، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/۳۰۱، جدید زکریا ۵/۲۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۲۵۷، جدید ڈابھیل ۶/۵۶۰)

لـو اقـتـدیٰ بـه فـی أثـناء التشهد الأول أو الأخير فحين قعد قام إمامه أوسلم ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم الخ.

الـحـاصل أن متابعة الإمام في الفرائض و الواجبات من غير تأخير واجبة فإن عـارضهـا واجـب لا يـنـبـغـی أن يفوته بل يأتي به ثم يتابعه لأن الإتيـان بـه لا يـفـوت الـمـتـابعة بالكلية وإنما يؤخرها والمتابعة مع قطعه تـفوته بالكلية فكان تأخير أحد الواجبين مع الإتيان بهما أولیٰ من ترک أحـدهـمـا بـالكليةالخ. (قوله) ولو لم يتم جاز معناه صح إطالة مع كراهة التـحـريـم ويـدل عـليه أيضاً تعليلهم بوجوب التشهد الخ. (شامی، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی زكريا ۲/ ۲۰۰، كراچی ۱/ ٤۹٦ فتـاویٰ تـاتـار خـانيـه، كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث فی كيفية الصلوٰة قديم ۱/ ۵۵۵، جديد زكـريـا ۲/ ۱۹۲، رقم: ۲۱۱۲، فتاویٰ عالمگيری، كتـاب الصلوٰة، بـاب الامـامة الـفـصـل السـادس، فيـمـا يتـابع الامام وفيما لا يتابعه زكريا ۱/ ۹۰، جديد زكـريا ۱/ ١٤٧ فتاویٰ قاضی خان علی الهندية، كتاب الصلوٰة، فصل فيما يصح الأقتداء وما لا يصح زكريا ۱/ ۹٦، جديد زكريا ۱/ ٦۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۶/۵ھ

مسبوق قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ کیا پڑھے

سوال [۲۵۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مقتدی کی امام کے ساتھ ایک رکعت چھوٹ گئی تو وہ امام کے ساتھ آخری قعدہ میں کیا پڑھے گا۔

المستفتی: محمد شعیب شاہ آباد رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ امام کے ساتھ صرف التحیات پڑھے گا، اور یہ تشہد کا پڑھنا مقتدی مسبوق پر امام کی متابعت میں واجب ہے، اس کے بعد خاموش رہے، درود شریف اور دعا نہ پڑھے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۴۰۲-۱/۱۱۵، فتاوی دار العلوم ۳/۳۸۹، احسن الفتاوی ۳/۳۸۱)

مالو اقتدیٰ به فی أثناء التشهد الاؤل أو الأخیر فحین قعد قام إمامه، أو سلم، ومقتضاه أنه یتم التشهد ثم یقوم الخ. (شامی، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی زکریا ۲/ ۲۰۰، کراچی ۱/۴۹٦، مطبوعه کوئٹه ۱/۳٦٦ ۹)

فإن المقتدی یتم التشهد، ثم یقوم. (قاضی خان، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ۱/۹٦، جدید زکریادیوبند ۱/ ۱٦۲، صغیری مطبع مجتبائی دهلی ۲٦۸، کبیری، کتاب الصلوٰة، باب الامامة شروط المحاذات قدیم ۴۹۱، جدید، اشرفیه دیوبند ۵۲۷، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلوٰة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق زکریا ۱/ ۹۰)

وأما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام إمامه الخ. (الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، زکریا ۲/ ۲۲۰، کراچی ۱/ ۵۱۱، مطبوعه کوئٹه ۱/ ۳۷۷، مصری ۱/ ۴۷۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱٦/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ٦۸۸)

مسبوق اپنی بقیہ رکعت میں سے کس رکعت میں سورۃ ملائے

سوال [۲۵۴۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگرکسی شخص نے امام کےساتھ چار رکعت والی فرض نماز میں ایک رکعت پائی پھرامام کےسلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا؛ تو سورۃ ملائے گا یانہیں؟ اگر ملائے گا تو کس کس رکعت میں ملائے گا؛ نیز ثنا پڑھے گا یانہیں؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔

المستفتی: محمدافتخار دیوریاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوکر ثنا پڑھے پھراعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور رکوع اور سجدہ کرکے قعدہ کرے، دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھے؛ مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے،اور تیسری رکعت میں فقط سورہ فاتحہ پڑھےاور پھر دستور کے موافق قعدۂ اخیرہ کرکے نماز پوری کرے۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳۴۴/۴، جدید زکریا ۱۵/۵)

والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتیٰ یثني و یتعوذ و یقرأ. (در مختار مع شامی، کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، مطلب فیما لو أتی بالرکوع والسجود أو بهما کراچی ۵۹۶/۱، زکریا ۳۴۶/۲، ۳۴۷/۲)

فمدرک رکعة من غیر فجر یأتي برکعتین بفاتحة و سورة و تشهد بینهما، وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولا یقعد قبلها. (در مختار مع الشامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مطلب فیما لو أتی بالرکوع و السجود أو بهما زکریا ۳۴۷/۲، کراچی ۵۹۶/۱)

ولو أدرک رکعة من الرباعیة فعلیه أن یقضي رکعة یقرأ فیها الفاتحة

و السورة و يتشهد و يقضي ركعة أخرىٰ كذلك ولا يتشهد وفي الثالثة بالخيار والقراءة أفضل. (هنديه، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، الفصل السابع فى المسبوق واللاحق زكريا ۱/ ۹۱، جديد ۱/ ۱٤۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۴ھ

مسبوق چھوٹی ہوئی رکعت میں کونسی سورت پڑھے؟

سوال [۲۵۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی شخص کی جہری نماز میں پہلی رکعت چھوٹ گئی؛ تو کیا امام کی پڑھی ہوئی سورت سے اوپر والی سورت پڑھ سکتا ہے یا نہیں، مثلاً امام نے سورۃ التکاثر پڑھی تھی؛ تو اب اس سے اوپر والی سورۂ قارعہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اظہار سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسبوق چھوٹی ہوئی نماز میں جو سورۃ چاہے پڑھ سکتا ہے، امام کی پڑھی ہوئی سورۃ سے نیچے کی سورت پڑھنا ضروری نہیں، اوپر کی بھی پڑھ سکتا ہے۔ (مستفاد فتاویٰ دار العلوم زکریا ۳/ ۷۷)

عن ابن مسعود في الرجل يفوته بعض الصلاة مع الإمام، قال: يجعل ما يدرك مع الإمام آخر صلوته. (المعجم الكبير للطبرانى دار احياء ترات للعربى ۹/ ۲۷٤، رقم: ۹۳٦۹)

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صل ما أدركت واقض ما سبقك. (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب اتيان الصلوٰة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ٦۰۲)

والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد فيما يقضيه، ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد. (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، مطلب لو أتی بالرکوع، أو السجود، أو بهما کراچی ۱/۵۹۶، زکریا۲/۳۴۶، ۳۴۷)

ومنها أنه يقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد.
(هندیه، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق زکریا ۱/۹۱، جدید ۱/۱۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۸۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۵/۱۴۱۷ھ

مقتدی کا بھول سے امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت میں شریک نہ ہونا

سوال [۴۹ ۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا، امام نے سجدۂ تلاوت کیا، زید یہ سمجھ کر کہ امام نے رکوع کیا ہے، رکوع میں چلا گیا، جب امام سجدہ سے اٹھا تو تنبہ ہوا اور بقیہ نماز امام کے ساتھ مکمل کی، کیا زید کی اقتداء اور نماز درست ہوئی یا نہیں؛ جبکہ اس نے سجدۂ تلاوت نہیں کیا، صورت حال کے معلوم ہونے پر اس کو کیا کرنا چاہئے؟

المستفتی: محمد عمر لکھنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بے خبری میں رکوع میں چلا گیا ہے اور پورے رکوع میں اس کو پتہ نہیں چلا؛ یہاں تک کہ امام سجدہ سے اٹھ گیا؛ جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے؛ تو ایسی صورت میں اب زید کو کچھ نہیں کرنا ہے، زید کی نماز صحیح ہوگئی، اور امام

کے ساتھ اقتداء میں بھی کوئی خرابی نہیں آئی، اوراگرامام کے سجدہ کی حالت میں اس کو پتہ چل گیا ہوتا تو اسے رکوع کی حالت میں رکوع توڑ کر سجدہ میں چلا جانا ضروری تھا۔

تلا سجدة وسجد فظن المؤتمون، أنه ركع فركعوا و سجدوا لم تفسد صلوٰتهم، وإن سجدوا أخرىٰ فسدت لزيادة ركعة تامة هنا. (حلبي كبير، أحكام المساجد، مسائل شتى، اشرفيه ديوبند ٦١٨)

ولو سجد لها أي للتلاوة، فظن القوم أنه ركع، فمن ركع رفضه، وسجد لها ومن ركع و سجد سجدة أجزأته عنها، ومن ركع و سجد سجدتين فسدت صلاته؛ لأنه انفرد بركعة تامة. (در مختار مع الشامی، باب سجود التلاوة، زكريا ديوبند ٢/٥٨٨، كراچى ٢/١١٢، تقريرات رافعى زكريا وكراچى ٢/١٠٦، عالمگيرى، كتاب الصلوٰة، الباب الثالث، عشر فى سجود التلاوة زكريا ١/١٣٤، جديد ١/١٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶؍ ۷۶۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍۵؍۱۴۲۳ھ

دوران صلوٰۃ مقتدی کا سوجانا

سوال [۲۵۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ ایک مقتدی امام کی اقتداء میں شریک جماعت ہے، اتفاقیہ مقتدی کو نماز میں قیام میں نیند کا غلبہ ہو گیا اور اس کی آنکھ لگ گئی، جب آنکھ کھلی تو امام کو سجدے میں پایا مقتدی نے اپنا رکوع ادا کرنے کے بعد امام صاحب کے ساتھ سجدے میں شرکت کر لی، ایسی حالت میں مقتدی کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

(۲) مقتدی اس چیز کا عادی ہو گیا ہے کہ اکثر وہ نماز میں سو جاتا ہے اور کبھی رکوع

کبھی سجدہ اس کا نکل جاتا ہے؛ تو ایسی حالت میں اس کی نماز ہو جائیگی یا نہیں؟

المستفتی: محی الدین احمد سہسپور محلّہ حکیم پورہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز ہوگئی۔

واللاحق الغير المسبوق هو الذي أدرك الركعة الأولىٰ وفاتته ركعة، أو أكثر منها بعذر كنوم، أو حدث (إلى قوله) وحكمه أنه إذا زال عذره، فإنه يبد أمابقضاء فاته بالعذر، ثم يتابع الإمام إن لم يفرع الخ.
(البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، زكريا ١/٦٢٣، كوئٹه ١/٣٥٦، شامی، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب فيما لو أتى بالركوع، و السجود، أو بهما مع الامام أو قبله أوبعده، زكريا ٢/٣٤٥، كراچی ١/٥٩٥، كوئٹه ١/٤٤٠)

وحكمه أن يقضي مافاته أولاً ثم يتابع الإمام إن لم يكن قد فرغ.
(شامی ١/٤٤٠، كبيری، كتاب الصلوٰة، فصل فی سجود السهو، قديم ٤٤١، جديد، اشرفيه ديوبند ٤٦٩، هكذا فی الهنديه، كتاب الصلوٰة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق ١/٩٢، جديد ١/١٥٠-١٥١)

(۲) نماز میں نیند کا آجانا عادت کی بنا پر نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ بلا اختیار ہوتا ہے؛ اس لئے فقہاء نے معذور قرار دیا ہے؛ جیسا کہ اوپر دلائل گزر چکے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۷۳/۲۳)

جلوس کے شور کی وجہ سے مقتدی سجدہ ہی میں رہ گئے اور امام نے سلام پھیر دیا تو کیا کریں؟

سوال [۲۵۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شاہی مسجد میں نماز ہو رہی تھی، دوران نماز سڑک پر سے جلوس نکلا اور جلوس کے

شور کی وجہ سے مقتدیوں کو امام صاحب کی تکبیر اور نقل وحرکت کا پتہ نہیں چلا، امام صاحب سجدے میں تھے آواز نہ سننے کی وجہ سے بعض لوگ سجدے میں ہی رہ گئے، اور امام صاحب نے دوسری رکعت پوری کرلی اور جب دوسری رکعت کے سجدے میں جانے لگے؛ تو مقتدیوں کو پتہ چلا، اب مقتدی تین قسم کے ہوگئے، ایک وہ ہیں جنہوں نے رکوع قومہ وغیرہ کرکے امام کو سجدہ میں پالیا، اور دوسرے وہ ہیں جو ڈائریکٹ سجدے میں چلے گئے؛ لیکن قیام اور رکوع نہ کیا، تیسرے وہ ہیں جنہوں نے قیام تو کیا؛ لیکن رکوع نہ کیا اور سجدے میں چلے گئے، ان میں سے کس کی نماز ہوئی اور کس کی نماز نہیں ہوئی، مدلل تحریر کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں تینوں قسم کے لوگ لاحق ہیں، ان میں سے پہلی قسم کے لوگوں کی نماز درست ہوگئی؛ چوں کہ انہوں نے اپنے فوت شدہ ارکان پورے کرنے کے بعد امام کی اتباع کرلی، دوسری اور تیسری قسم کے لوگ اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنے فوت شدہ ارکان ترتیب سے پورے کرلیں، تو ان کی نماز درست ہوجائے گی ورنہ درست نہ ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا ۳/۳۷۵)

فلو نام في الثالثة واستيقظ في الرابعة فإنه يأتي بالثالثة بلا قراءة فإذا فرغ منها صلى مع الإمام الرابعة وإن فرغ منها الإمام صلاها وحده بلا قراء أيضاً فلو تابع الإمام ثم قضى الثالثة بعد سلام الإمام صحّ. (شامی زكريا، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب فيما لو أتى بالركوع، و السجود، أو بهما مع الامام أو قبله أو بعده، ٢/٣٤٥، شامي، كراچی ١/٥٩٥، البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، زكريا ١/٦٢٣، كوئٹه ١/٣٥٦)

إذا كبر مع الإمام ثم نام حتى صلى الإمام ركعةً ثم انتبه، فإنه يصلي الركعة الأولىٰ، وإن كان الإمام يصلي الركعة الثانية. ولو لم يشتغل بقضاء ما سبقه الإمام؛ و لكن يتابع الإمام أولاً ثم قضىٰ ما سبقه الإمام بعد

تسليم الإمام جازت صلوته عندنا. (هندية، كتاب الصلوة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق زكريا ۱/۹۲، جديد ۱/۱۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۲۵)

مدرک امام کے سلام پر اپنے کو مسبوق سمجھتے ہوئے کھڑا ہو جائے پھر لوٹ آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۵۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مدرک ہے، امام صاحب کے ساتھ شروع سے داخل ہے، جب امام صاحب نے سلام پھیر دیا؛ تو یہ شخص اپنے آپ کو مسبوق سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرا، جب پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو اس کو یاد آیا اور اس نے لوٹ کر سجدہ سہو کر لیا؛ تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عمیم ہاپوڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص مدرک تھا؛ لیکن امام صاحب کے ساتھ سلام نہیں پھیرا اور اپنے آپ کو مسبوق گمان کر کے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا؛ لیکن یاد آنے پر سجدہ کرنے سے پہلے پہلے لوٹ کر سجدہ سہو کر لیا تو اس کی نماز درست ہے۔

ولو قعد في الرابعة ثم قام ولم يسلم عاد إلى القعدة مالم يسجد للخامسة و سلم. ويسجد للسهو استحساناً. هداية، كتاب الصلوة، باب سجود السهو ۱/۱۵۹، مكتبه اشرفيه ديو بند۔

وإن قعد الأخيرة قدر التشهد ثم قام عاد وسلم من غير إعادة التشهد و سجد للسهو. (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو ۱۸۰،

مع حاشیه الطحطاوی، دار الکتاب دیوبند ۴۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۶/۴۰)

مسبوق نے صرف ایک رکعت پائی تو باقی نماز کس طرح پڑھے گا؟

سوال [۲۵۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مسبوق ہے، اس کو صرف ایک رکعت ملی ہے، اور اس کو باقی تین رکعت مسبوق بن کر پوری کرنی ہے؛ توان تین رکعتوں میں کتنی رکعت میں قرأت کرے گا، اورکون کون سی رکعت میں قرأت کرے گا؟

المستفتی: محمد سعد اللہ، بھاگل پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کو امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی ہو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا اور ضم سورۃ کرے گا، اور تیسری رکعت میں جو کہ آخری رکعت ہے؛ صرف سورۂ فاتحہ پڑھے گا، اور پہلی رکعت پڑھ کر قعدہ بھی کرنا ہوگا؛ اس لئے کہ پہلی رکعت عملاً دوسری رکعت ہے؛ البتہ قرأت کے حق میں پہلی رکعت ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۶/۶۵ ۵، محمودیہ میرٹھ ۱۰/ ۴۲۳)

فمدرک رکعة من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحة و سورة و تشهد بینهما و برابعة الرباعی بفاتحة فقط. (شامی، کتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب فیما لو أتی بالرکوع، والسجود، أو بهما، زکریا ۲/ ۳۴۷، شامی، کراچی ۱/ ۵۹۶)

لو أدرک مع الإمام رکعة فی ذوات الأربع، فقام إلی القضاء قضیٰ رکعة یقرأ فیها بفاتحة الکتاب و سورة. ویتشهد، ثم یقوم فیقضي رکعة

أخرى ويقرأ فيها بفاتحة الكتاب و سورة ولو ترك القراء ة في إحداهما تفسد صلاته لما قلنا وفي الثالثة هو بالخيار والقراءة أفضل على ما عرف.

(بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، حكم المسبوق قديم ۱/ ۲۴۹، جديد زكريا ۱/ ۵۶۷، كراچی ۱/ ۲۴۹، هنديه، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق زكريا ۱/ ۹۱، جديد ۱/ ۱۴۹، حلبي كبير، كتاب الصلوٰة، قبيل فروع سبق بركعة اشرفيه ديوبند ۴۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ؍صفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۱۴۵۴)

مغرب کی ایک رکعت پانے والا دوسری رکعت میں قعدہ کرے گا؟

سوال [۴۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مغرب کی نماز کی تیسری رکعت میں شامل ہوا، ایک رکعت اس کو امام کے ساتھ مل گئی، اب دوسری رکعت میں اس کو قعدہ کرنا واجب ہے یا اولیٰ اور افضل ہے، جواب سے نوازیں؛ نیز دونوں مذکورہ بالا سوالوں کے جوابات مدلل اور حوالوں کے ساتھ مطلوب ہیں۔

المستفتی: شمس الحق قاسمی مدرسہ ضیاء العلوم موتی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس میں قعدہ کرنا واجب نہیں ہے؛ بلکہ اولیٰ اور افضل ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳؍۳۸۳)

ويقضى أول صلوٰته فى حق قراء ة وآخرها فى حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتى بركعتين بفاتحة و سورة و تشهد بينهما و تحته فى الشامى ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون

الركعة أولیٰ من وجه الخ. (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب فيما لو أتى بالركوع والسجود، أو بهما، زكريا ٢/٣٤٧، كراچی ١/٥٩٧)

حتى لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب، فإنه يقرأ فی الركعتين الفاتحة، والسورة، ويقعد فی أولهما؛ لأنها ثانية، ولو لم يقعد جاز استحساناً، لا قياساً . (منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الحدث فی الصلوٰة، زكريا ١/٦٦٤، كوئٹه ١/٣٧٩)۔

وإذا أدرك الرجل ركعة مع الإمام من المغرب، فلما سلم الإمام قام يقضي، قال: يصلی ركعة و يقعد، وهذا استحسان، والقياس يصلی ركعتين ثم يقعد (المبسوط للسرضی، کتاب الصلوٰة، باب الحدث فی الصلوٰة، دار الکتب العلمیه بیروت ١/١٨٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶۵۲/۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۴/۱۴۱۲ھ

رباعی نماز میں مسبوق اپنی بقیہ تین رکعت کس طرح پوری کرے؟

سوال [۲۵۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام کیساتھ اور مقتدی نماز رباعی میں اخیر رکعت میں شریک ہو، تو مقتدی امام کے سلام کے بعد تینوں رکعتوں میں کیا پڑھے، تینوں رکعتوں میں خاموش رہے یا قرأت کرے؟

المستفتی: نور محمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جس شخص کو ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہے، وہ مسبوق ہے، وہ اپنی رباعی نماز اس طرح پوری کرے کہ دو رکعت میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے اور ایک رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے۔

لو أدركه في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة، ثم يتشهد، ثم بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبي حنيفة وقالا ركعة بفاتحة و سورة و تشهد، ثم يأتي ركعتين أولا هما بفاتحة و سورة و ثانيتهما بفاتحة خاصة.
(شامی، كتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب فيما لو أتى بالركوع، والسجود، أو بهما، كراچی ۵۹۷/۱، زكريا ۳۴۷/۲)

ولو أدرك ركعة من الرباعية فعليها أن يقضي ركعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ويقضي ركعة أخرى كذلك ولايتشهد، وفي الثلاثة بالخيار والقراءة أفضل. (هندية، كتاب الصلاة، باب الإمامة الفصل السابع في المسبوق واللاحق زكريا ۹۱/۱، جديد ۱۴۹/۱)

لو أدرك مع الإمام ركعة في ذوات الأربع فقام إلى القضاء قضى ركعة يقرأ فيها بفاتحة الكتاب و سورة. ويتشهد، ثم يقوم، فيقضى ركعة أخرى يقرأ فيها بفاتحة الكتاب و سورة وفي الثالثة هو بالخيار والقراءة أفضل على ما عرف. (بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، حكم المسبوق قديم ۲۴۹/۱، جديد زكريا ۵۶۷/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۹۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۸ھ

مسبوق پر دعاء قنوت کون سی رکعت میں واجب ہے؟

سوال [۲۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مقتدی کے لئے تشہد کا کیا حکم ہے اور وتر کی جماعت میں مسبوق پر دعاء قنوت کونسی رکعت میں واجب ہے، امام کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کافی ہے یا بعد میں پڑھنی واجب ہے؟

المستفتی: محمد یونس جامع مسجد احمد گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مقتدی پر بھی تشہد پڑھنا واجب ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ۴/۱۵۸)

ویجب قراء ۃ التشهد فيه الخ (طحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، دارالكتاب ديوبند جديد ٢٥١، قديم ١٣٧)

اگر تیسری رکعت میں امام کے ساتھ پوری قنوت پڑھ لیا تھا تو بعد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں اور اگر امام کے ساتھ پوری نہیں پڑھ سکا ہے، تو بعد میں قنوت پڑھنا لازم ہوگا۔

واما المسبوق فيقنت مع إمامه فقط الخ. (درمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، زكريا ٢/٤٤٨، كراچي ٢/١٠)

حتى لو أدرك ثالثة الوتر فقنت مع الإمام لايقنت فيما يقضي بالإجماع. (منحة الخالق، كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، زكريا ١/٦٦٤، كوئٹه ١/٣٧٩)

كما لو قنت المسبوق معه في الثالثة أجمعوا أنه لايقنت مرة أخرى، فيما يقضيه لأنه غير مشروع. (حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، دارالكتاب ديوبند جديد ٣٨٥،٣٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۷/۱۴۱۳ھ

امام کا نقص مقتدی مسبوق کا نقص ہے

سوال [۲۵۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ امام صاحب نے جہری نماز میں سورۂ فاتحہ نصف آہستہ پڑھی اور سجدہ سہو کرنا بھول گئے، خیر بتانے پر انفرادی طور پر یعنی اس نماز کا اعادہ کرلیا گیا، مگر ان

امام صاحب کے ساتھ ایک صاحب اخیر رکعت میں شریک ہوئے اور امام صاحب اور جو نمازی شروع ہی سے نماز میں شریک تھے، انہوں نے نماز کا اعادہ کرلیا، تو کیا اس مسبوق پر نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب کی نماز میں جو نقص پیدا ہوگیا ہو وہ نقص مقتدی مسبوق کے حق میں بھی شمار کیا جائے گا یا نہیں اگر امام کا نقص مقتدی کا نقص نہیں ہے، تو وہ مسبوق جو امام صاحب کی اقتداء کرر ہا ہے، یہ امام صاحب کی اقتداء میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو کیوں؟

المستفتی: مسعود الحسن رشیدی سہسپور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسبوق پر بھی مذکورہ صورت میں نماز کا اعادہ لازم تھا۔

فأما المسبوق فقد التزم بالاقتداء أي الإمام متابعته بقدر ما هو صلاة الإمام، و قد أدرک هذا القدر، فيتابعه فيه. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، زکریا۲/ ۱۷٦، کوئٹه ۲/ ۹۹، بدائع الصنائع ۱/ ٤۲۱)

وسهو الإمام يوجب السجود عليه وعلى المقتدي لأن متابعة الإمام واجبة، قال: النبي صلى الله عليه وسلم، تابعوا إمامک على أي حال وجدته، ولأن المقتدي تابع للإمام. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لايجب، زکريا ۱/ ٤۲۰، قديم کراچي ۱/ ۱۷٥)

امام صاحب کی نماز میں پیدا شدہ نقص کو مقتدی مسبوق کا نقص شمار کیا جائے گا؛ لہٰذا جب امام صاحب کے ذمہ سجدہ سہو لازم آئے گا، تو مقتدی مسبوق پر بھی لازم آئے گا۔

وسهو الإمام يوجب على المؤتم السجود، قوله "على المؤتم" وإن كان مسبوقًا. (الهداية مع الدراية، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفي ۱/ ۱٥۸، تبيين الحقائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، مکتبه امداديه

ملتان ۱/ ۱۹۵، زکریا ۱/ ٤٧٧، ٤٧٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۱۴)

مسبوق مقتدی سجدۂ سہو میں شریک ہوگا یا نہیں؟

سوال [۲۵۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام کو سجدۂ سہو کی ضرورت پیش آجائے، تو مسبوق مقتدی سجدۂ سہو میں شریک ہوگا یا نہیں، اگر نہیں ہوگا تو ہونے کی صورت میں کیا حرج لازم آئے گا؟

المستفتی: محمد جاوید بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام کو سجدۂ سہو کی ضرورت پیش آجائے تو مسبوق پر لازم ہے کہ وہ بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک ہو؛ البتہ امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرے گا صرف سجدۂ سہو میں شریک ہوگا، پھر امام کے ساتھ دوبارہ تشہد پڑھے گا اور جب امام آخری سلام پھیرے گا تو مسبوق اپنی مابقیہ رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہوجائے گا۔

والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقا سواء كان السهو قبل الإقتداء أوبعده (قال في الشامية) قيد بالسجود، لأنه لايتابعه في السلام؛ بل يسجد معه ويتشهد، فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كراچي ۲/ ۸۲، زكريا ۲/ ٥٤٦)

المسبوق يتابع إمامه في سجود السهو، وإن كان وقوع السهو منه قبل اقتدائه. (غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، سهيل اكيڈمي لاهور ٤٦٥، ٤٦٦)

المسبوق أو المقيم خلف المسافر حيث يتابع الإمام في سجود السهو،

ثم یشتغل بالإتمام. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل في بیان من یجب علیه سجود السهو و من لا یجب زکریا ۱/ ۳۲۱، قدیم کراچي ۱/ ۱۷۵، مجمع الانهر، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۲۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۲۴/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۹ھ

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کے متنبہ کرنے پر دوسری منزل والوں کا سلام پھیرنا

سوال [۲۵۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسجد میں مائک سے نماز ہورہی ہے اور کچھ افراد مسجد کے اوپری حصہ میں بھی نماز پڑھ رہے ہیں اور آخری رکعت میں بجلی کے چلے جانے یا کسی اور بنا پر اوپر والوں کو سلام کی اطلاع نہ پہونچ سکی تو پھر کچھ دیر بعد کسی کی اطلاع کے بعد معلوم ہوا کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا تو اس اطلاع سے ان لوگوں نے بھی سلام پھیر دیا اور جن لوگوں کی رکعت چھوٹ گئی تھی وہ اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوگئے تو ایسی صورت میں ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد گلفام، متولی مسجد بکر قصاب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے اوپری حصہ میں جو لوگ تھے، انہوں نے اگر اس درمیان میں منافی صلوۃ کوئی عمل نہیں کیا ہے؛ بلکہ متنبہ ہوتے ہی سلام پھیر دیا ہے اور مسبوق لوگ بقیہ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں، تو ایسی صورت میں سب کی نماز صحیح اور درست ہوچکی ہے۔

رکعة أو أکثر منها بعذر کنوم، أو حدث، أوغفلة، أو زحمة،

أو لأنه من الطائفة الأولیٰ في صلوة الخوف، وحكمه أنه إذا زال عذره، فإنه يبدأ بقضاء مافاته بالعذر، ثم يتابع الإمام (إلى قوله) وإن بعد فراغ الإمام صلى الرابعة وحدها بلا قراءة أيضا، لأنه لاحق، فلو تابع الإمام، ثم قضى الثالثة بعد فراغ الإمام صح الخ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمام، زكريا ١/٦٢٣، كوئٹه ١/٣٥٦، شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فيما لو أتي بالركوع والسجود، أو بهما مع الإمام، أو قبله، أو بعده، زكريا ٢/٣٤٥، كراچی ١/٥٩٥، هنديه، كتاب الصلاة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، زكريا ١/٩١، جديد ١/١٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ / ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲ / ۵۰۴۱)

دوران نماز ریح خارج ہوجائے تو وضو کے بعد مابقیہ نماز کس طرح ادا کریں؟

سوال [۲۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھ رہا تھا، ایک رکعت پوری ہوئی تھی کہ ریح خارج ہوگئی جلدی سے وضو کر کے پھر نماز میں شریک ہوگیا اس درمیان دو رکعت یا ایک رکعت مزید ہوگئی امام کے ساتھ بقیہ نماز میں شریک ہوگیا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا چھوٹی ہوئی نماز جس وقت وہ وضو کرنے گیا تھا انہیں پھر سے پڑھے گا یا نہیں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

المستفتی: عبداللہ لاالباع مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھنے کے بعد وضو کے درمیان جتنی رکعتیں چھوٹ گئی تھیں ان کو مکمل کرے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ وضو کے بعد نئے سرے سے نماز پڑھے یعنی وضو کر کے امام کے ساتھ شامل

ہوجائے پھرامام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ نماز مکمل کرے؛ اس لئے کہ غیر عالم مسائل حدث اور مسائل بناء پر پوری طرح واقف نہیں ہوتے ہیں، اس میں غلطیاں ہوسکتی ہیں۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، من أصابه قيئي، أورعاف، أوقلس، أومذي، فلينصرف، فليتؤضأ، ثم ليبن على صلاته، وهو في ذلك لايتكلم. (سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء في النباء على الصلاة، النسخة الهنديه ٨٥، دارالسلام: ١٢٢١)

عن علي بن طلق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذا فسا أحدكم في الصلاة، فلينصرف فليتوضأ وليعد الصلاة. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في من يحدث في الصلاة، النسخة الهندية ١/٢٧، رقم: ٢٠٥)

من سبقه حدث توضأ وبني ولايعتد بالتي أحدث فيها ولابد من الإعادة، والاستئناف أفضل كذا في المتون وهذا في حق الكل عند بعض المشائخ. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السادس في الحدث في الصلاة جديد ١/١٥٢، زكريا ١/٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۹۷۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۲۴ھ

(۱۲) باب القراء ۃ

مغرب، عشاء، فجر میں جہر اور ظہر وعصر میں سر کی عقلی ونقلی دلیل

سوال [۲۵۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تین نمازوں مغرب، عشاء اور فجر میں جہر کا حکم ہے اس کی کیا وجہ ہے، ظہر وعصر میں سراً قرأت کا حکم کیوں ہے، عقلی ونقلی وجوہ بیان فرما کر تشفی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتی: عبد المعید، بجنور، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام پر مغرب وعشاء اور فجر میں جہراً اور ظہر وعصر میں سراً قرأت کرنا واجب ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آقاء نامدار علیہ السلام نے ہمیشہ اسی پر مواظبت کی ہے، اس کے خلاف آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ نیز یہی طریقہ توارث کے ساتھ منقول ہے۔

عن ابن شهابؓ، قال: سن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن يجهر بالقراء ة في صلاة الفجر في الركعتين كلتيهما، ويقرأ في الركعتين الأوليين في صلاة الظهر بأم القرآن وسورة في كل ركعة سرا في نفسه، ويقرأ في الركعتين الأخريين من صلاة الظهر بأم القرآن في كل ركعة سرا في نفسه، ويفعل في العصر مثل مايفعل في الظهر، ويجهر الإمام بالقراء ة في الأوليين من المغرب، ويقرأ في كل واحد منهما بأم القرآن وسورة، ويقرأ في الركعة الآخرة من صلاة المغرب القرآن فى نفسه، ثم يجهر بالقراء ة في الركعتين من صلاة العشاء، بأم القرآن في كل ركعة وسورة سورة، ويقرأ في الركعتين

الآخرتين في نفسه بأم القرآن وينصت من وراء الإمام. الحديث (المراسيل لأبي داؤد ٦، رقم الحديث: ٤٠)

ومن الواجباب الجهر بالقراء ة فيما يجهر فيه بها كالفجر، والجمعة، والعيدين، وأولي المغرب، والعشاء،وكالتراويح، والوتر، فإن الجهر في جميع ذٰلک واجب علی الإمام ومنها المخافة بالقراء ة فيما يخافة فيه بها كغير ما ذكر فإن الجهر والمخافة في محله واجب للمواظبة منه عليه الصلاة والسلام علی ذلک. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب واجبات الصلاة، لاهور ٢٩٦، شرح نقايه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اعزازيه ديوبند ٧١/١، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة ، باب واجبات الصلاة، قديم كراچي ١٦٠/١، زكريا٣٩٥/١، هدايه مع فتح القدير، كتاب الصلاة، فصل في القراء ة، كوئٹه ٢٨١/١، ٢٨٣، زكريا ٣٣١/١- ٣٣٢، ٣٢٤/١، كبيري، كتاب الصلاة ، قبيل فصل في صفة الصلاة، مكتبه رحيميه ديوبند/٢٩٠)

دوسری وجہ یہ ہے کہ دن کے ظہر وعصر میں کفار گلی کوچوں میں منتشر رہتے تھے، مسلمانوں کی نماز کے اندر قرأت سن کر بھڑ کتے تھے اور مسلمانوں کو ایذاء پہونچاتے تھے، مگر رات میں سب اپنے اپنے گھروں میں ہوتے تھے؛ اس لئے مسلمانوں کی قرأت سننے کا انہیں موقع نہیں ملتا تھا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوا کہ دن میں سراً قرأت کی جائے اور رات میں جہر کا سلسلہ بدستور باقی رکھا جائے؛ چنانچہ حضور ﷺ نے یہ حکم جاری فرمادیا اور یہی حکم قیامت تک جاری رہیگا اور جمعہ وعیدین میں جہری قرأت اس لئے ہوتی ہے کہ ان نمازوں کا حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا تھا اور وہاں قرآن کریم پڑھنے اور کسی قسم کی عبادت کرنے میں کفار کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی؛ اس لئے جمعہ وعیدین میں جہری قرأت کا حکم فرمایا۔

(ويجهر الإمام وجوبا) للمواظبة من النبي الله صلى الله عليه وسلم، وكان صلى الله عليه وسلم يجهر بالقرآن في الصلاة كلها ابتداء،

وكان المشركون يؤذونه، ويسبون من أنزله، ومن أنزل عليه، فأنزل الله تعالى ولاتجهر بصلوتک ولاتخافت بها، أي لاتجهر بها كلها، ولاتخافت بها كلها، وابتغ بين ذلک سبيلا، بأن تجهر بصلوة الليل،وتخافت بصلوة النهار، فكان يخافت بعد ذلک في صلوة الظهر و العصر؛ لاستعدادهم للإيذاء في هذين الوقتين، ويجهر بالمغرب؛ لأنهم كانوا مشغولين بالأكل، وفي العشاء والفجر لكونهم رقودا وفي الجمعة والعيدين؛ لأنه أقامهما بالمدينةوماكان للكفار قوة. (طحطاوي على الدر، كتاب الصلاة، فصل يجهر الإمام وجوبا، كوئٹه ١/٢٣٣، البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ١/٥٨٥، ٥٨٦، كوئٹه ١/٣٣٥، عيني شرح هداية، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، اشرفيه ٢/٢٩٢، ٢٩٣، ١/٦٩٢، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة قديم كراچي ١/٦٠، زكريا ١/٣٩٥، عنايه شرح هدايه ١/٣٢٥، جامع الرموز قديم ١/١١٠)

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت جبرئیل آمین نے جب دو دن تک امامت فرما کر کے نماز کے اوقات بتلائے تھے،تو ان میں ظہر اور عصر میں سراً قرأت فرمائی تھی اور بقیہ نمازوں میں جہری قرأت کی تھی؛اس لئے ظہر اور عصر میں سراً قرأت کی جاتی ہے اور مغرب عشاء وفجر میں جہراً قرأت کی جاتی ہے۔

عن أنسؓ، أن جبرئيل عليه السلام أتي النبي صلى الله عليه وسلم، بمكة حين زالت الشمس، وأمره أن يؤذن للناس بالصلاة حين فرضت عليهم، فقام جبرئيل أمام النبي صلى الله عليه وسلم، وقام الناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فصلى أربع ركعات لايجهر فيها بقراءة ثم أمهل حتى إذا وجبت الشمس، صلى لهم ثلاث ركعات يجهر في ركعتين بالقراءة ولايجهر في الثالثة، ثم أمهل حتى إذا ذهب ثلث الليل، صلى بهم أربع ركعات، يجهر في الأولىين بالقراءة، ولايجهر في الأخريين

بالقراءة، ثم أمهل حتى إذا طلع الفجر صلى بهم ركعتين يجهر فيهما بالقراءة. (دارقطني، كتاب الصلاة، باب إمامة جبرئيل، دارالكتب العلمية، بيروت ۱/۲٦۸، رقم:۱۰۱۱، ۱/۹۷، مطبع انصاري دهلي)

اور چوتھی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ دن میں شور وشغف اور ہنگامہ رہتا ہے، جہری قرأت کی صورت میں قرآن کریم کی آیتوں میں غور وفکر کرنا مشکل ہوجاتا ہے اورلوگوں کے قلوب اپنے کاروبار اور دکانوں میں لگے رہتے ہیں اور رات میں شور وشغف ختم ہوجاتا ہے اورقرآن کریم کی آیتوں میں یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ غور وفکر کرسکتے ہیں۔

والسر في مخافتة الظهر والعصر، أن النهار مظنة الصخب واللغط في الأسواق والدور وأما غيرهما، فوقت هدوء الأصوات والجهر أقرب إلى تذكر القوم واتعاظهم. (حجة الله البالغة ۲/۹، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، كراچي ۱/۱٦۰، زكريا ۱/۳۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍۶۶۷۶)

رات کی نمازیں جہری اور دن کی سری کیوں ہیں؟

سوال [۲۵۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پنجوقتہ فرض نمازوں میں مغرب عشاء فجر میں قرأت بآواز بلند کی جاتی ہے؛ لیکن ظہر وعصر میں کیوں نہیں کی جاتی اور جمعہ کے دن تو ایک ہی نماز جہری ہونے سے رہ جاتی ہے ایسا کیوں ہے؟

المستفتی: فصاحت حسین، مدرسہ بدر العلوم حسن پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دن میں شور وغل ہوتا ہے سکون نہیں ہوتا، لوگ توجہ سے قرأت نہیں سن سکتے اور رات میں شور نہیں ہوتا ہے، سکون واطمینان کا وقت ہے لوگ اطمینان سے قرأت سن سکتے ہیں؛ اس لئے رات کی نمازوں میں جہری قرأت کا حکم ہے اور دن کی نمازوں میں سری قرأت کا حکم ہے۔

والسر في مخافتة الظهر والعصر، أن النهار مظنة الصخب واللغط في الأسواق والدور وأما غيرهما، فوقت هدوء الأصوات والجهر أقرب إلى تذكر القوم واتعاظهم. (حجة الله البالغة ۲/۹، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، كراچي ۱/ ۱۶۰، زكريا ۱/۳۹۵)

القراءة ركن يتحمله الإمام عن القوم فعلا فيجهر ليتأمل القوم، ويتفكروا في ذلک، فتحصل ثمرة القراءة، ...... وثمرة الجهر تفوت في صلاة النهار؛ لأن الناس في الأغلب يحضرون الجماعات في خلال الكسب، والتصرف، والانتشار في الأرض فكانت قلوبهم متعلقة بذلک......بخلاف صلاة الليل؛ لأن الحضور إليها لايكون في خلال الشغل، وبخلاف الجمعة والعيدين؛ لأن يؤدي في الأحايين مرةً على هيئة مخصوصة من الجمع العظيم وحضور السلطان وغير ذلک، فيكون ذلک مبعثة على إحضار القلب والتأمل......ولهذا كان يجهر في الجمعة والعيدين؛ لأنه أقامهما بالمدينة، وماكان للكفار بالمدينة قوة الأذى. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، كراچي ۱/۱۶۰، زكريا۱/۳۹۵)

اور جمعہ کی فرضیت؛ چونکہ مدینہ منورۃ ہجرت کر جانے کے بعد ہوئی ہے۔ نیز جمعہ میں تمام ہی مسلمان ایک جگہ شریک ہوجاتے ہیں اور باہر کا شور وشغف باقی نہیں رہتا ہے۔ نیز چونکہ نماز جمعہ وعظ وتقریر، تعلیم وترغیب وترہیب پر مشتمل ہے؛ اس لئے اس میں نماز جہراً

پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ (مستفاد: احکام اسلام عقل کی نظر میں :۹٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷٦۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۲۱ھ

نماز عشاء، فجر ومغرب میں قرأت بالجہر ہے تو ظہر عصر میں کیوں نہیں؟

سوال [۲۵٦۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز عشاء، فجر ومغرب میں قرأت جہر کے ساتھ کی جاتی ہے تو نماز عصر وظہر میں قرأت جہر کے ساتھ کیوں نہیں کی جاتی ہے، ان دونوں نمازوں میں جہر کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں۔

المستفتی: صغیر احمد سہر ساوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کی حکمت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ کے اندر یہ بیان کی ہے کہ دن کا وقت بازاروں اور عام مقامات میں لوگوں کے شور وشغب کا ہوتا ہے اور شور وآواز میں سکون سے قرآن کریم کی قرأت کرنا اور سننا دشوار ہے؛ اس لئے سراً وآہستہ قرأت کا حکم فرمایا ہے اور رات کا وقت کاروبار ومشاغل سے فارغ ہوکر جائے مستقر میں آنے اور شور وآواز کے پست ہونے کا ہے، اس میں قرآن کریم کی قرأت کرنا اور سننا دشوار نہیں ہے اور سکون کے ساتھ جہر ہوسکتا ہے؛ اس لئے عشاء، مغرب وفجر میں جہر کا حکم فرمایا ہے اور ظہر وعصر میں سر کا حکم فرمایا ہے۔

والسر في مخافتة الظهر والعصر، أن النهار مظنة الصخب واللغط في الأسواق، والدور، وأما غيرهما، فوقت هدوء الأصوات والجهر أقرب إلى تذكر القوم واتعاظهم. (حجة الله البالغة ۲/ ۹، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجباب الصلاة، كراچي ۱/ ۱٦۰، زكريا ۱/ ۳۹۵)

القراءة ركن يتحمله الإمام عن القوم فعلا فيجهر ليتأمل القوم، ويتفكروا في ذلك، ...... وثمرة الجهر تفوت في صلاة النهار؛ لأن الناس في الأغلب يحضرون الجماعات في خلال الكسب، والتصرف، والانتشار في الأرض، فكانت قلوبهم متعلقة بذلك...... بخلاف صلاة الليل؛ لأن الحضور إليها لايكون في خلال الشغل. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، كراچي ۱/ ۱۶۰، زكريا ۱/ ۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/۱۴۱۲ھ

ظہر اور عصر میں سری قرأت کی حکمت

سوال [۲۵۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ظہر اور عصر میں سری قرأت کرنے میں کیا حکمت ہے، اقوال اکابر کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: شبیر احمد جامع مسجد، جلگاؤں مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت تھانویؒ ظہر اور عصر میں سراً قرأت کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ دن میں گھروں اور بازاروں کے شور وشغب کی وجہ سے فراغت قلب کم ہوتی ہے اور آیت قرآنیہ پر توجہ خوب نہیں جمتی؛ اس لئے ان دو وقتوں میں جہراً قرأت مقرر نہیں ہوئی؛ البتہ جمعہ وعیدین کے موقعہ پر عوام الناس کا بھی ایک بہت بڑا مجمع ہوتا ہے، جن میں جہری قرأت تبلیغ احکام اور وعظ ونصیحت کی باعث ہوتی ہے؛ کیونکہ ایسے اجتماع کا موقع بہت کم میسر ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے موقع پر جہراً قرأت مقرر ہوئی۔

(مستفاد: احکام الاسلام ۹۵/ ۹۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی ظہر اور عصر میں سراً قرأت کی یہی حکمت بیان فرمائی ہے کہ: شور وشغب کے زیادہ ہونے کے سبب سے آیات قرآنیہ پر توجہ نہیں جمتی اوران دونوں نمازوں کے علاوہ میں آواز ہلکی اور پست ہوتی ہے، جس میں جہری قرأت وعظ ونصیحت کے لئے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

والسر في مخافتة الظهر والعصر، أن النهار مظنة الصخب واللغط في الأسواق والدور وأما غيرهما، فوقت هدوء الأصوات والجهر أقرب إلى تذكر القوم واتعاظهم. (حجة الله البالغة ۲/ ۹، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجباب الصلاة، كراچي ۱/ ۱۶۰، زكريا ۱/ ۳۹۵)

ولأنه أخلف عذرًا آخر وهو كثرة اشتغال الناس في هاتين الصلاتين دون غيرهما. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۱/ ۵۸۶، كوئٹه ۱/ ۳۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۹۵)

جمعہ میں جہراً اور ظہر میں سراً قرأت کرنے کی وجہ؟

سوال [۲۵۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جمعہ کی نماز میں بآواز بلند قرآن پڑھا جاتا ہے، نماز ظہر میں نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؛ جبکہ دونوں وقت نماز میں کچھ ساعت کا فرق ہے؟

المستفتی: حافظ رئیس احمد، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت نے دن کی نمازوں (مثلاً ظہر وعصر)

میں آہستہ ہی قرأت کرنے کا حکم دیا ہے؛ لیکن اگر کوئی نماز دن میں ایسی آجائے جس کا مقصد نماز کے علاوہ مذہب اسلام کا رعب ودبدبہ اور دین کی تبلیغ وترہیب بھی ہوتو ایسی نماز میں بھی شریعت نے جہراً اور بآواز بلند قرآن شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے، جیسے جمعہ وعیدین وغیرہ کی نمازیں ہیں کہ ان میں بھی یہی مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔(المصالح العقلية للأحكام النقليه ١/٩٤)

القراءة ركن يتحمله الإمام عن القوم فعلا فيجهر ليتأمل القوم، ويتفكروا في ذلک...... وثمرة الجهر تفوت في صلاة النهار؛ لأن الناس في الأغلب يحضرون الجماعات في خلال الكسب والتصرف، والانتشار في الأرض فكانت قلوبهم متعلقة بذلک......بخلاف الجمعة والعيدين؛ لأنه يؤدي في الأحايين مرةً على هيئة مخصوصة من الجمع العظيم وحضور السلطان وغير ذلک. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة، كراچي قديم ١/١٦٠، زكريا جديد ١/٣٩٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۲۸)

ایک رکعت میں مختلف روایتوں میں قرأت کرنا

سوال [٢٥٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے قرأت سبعہ میں سے ایک امام کی روایت سے نماز پڑھانی شروع کی؛ لیکن درمیان نماز میں روایتوں میں خلط ملط کردیا، آیا روایتوں کے خلط ملط ہونے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں، اگر فاسد نہ ہوگی تو کراہت ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: علی احمد مظاہری، خادم التدریس دارالعلوم، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک رکعت کے اندر ایک سورۃ کو اگر کئی روایتوں کے ساتھ پڑھ دیا جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ صرف روایت حفص میں ہی قرآن مقدس پڑھا جائے تاکہ عوام تشویش میں نہ پڑ جائیں۔

عـن عبـد الـرحمن بن عبد القاري......إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحـرف، فـاقرؤا ماتيسر منه، وفي رواية عن أبي بن كعب......إن الله يأمرک أن تـقرأ أمتک القرآن على سبعة أحرف، فأيما حرف قرؤوا ما عليه فقد أصابوا.

(صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب بيان أن القرآن أنزل على سبعة أحرف......النسخة الهنديه ١/ ٢٧٢، ٢٧٣، بيت الأفكار رقم:٨١٨،٨٢١)

أيضا وفيها قراءة القرآن بالقراءة السبع والروايات كلها جائزة؛ لكن أرى الصواب أن لايقرأ بالقراءة العجيبة والروايات الغريبة؛ لأن بعض السفهاء يقعون في الإثم ويقولون مالايعلمون، ولاينبغي للإمام أن يحمل العوام على مافيه نقصان دينهم، ودنياهم، وحرمان ثوابهم في عقابهم.

(كبيري، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، مكتبة رحيمية ديوبند قديم٤٦٣، سهيل اكيڈمي لاهو ٤٩٥، الفتاوى التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني القراءة، زكريا٢/ ٧٢، رقم:١٧٨٣، كراچي ١/ ٤٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۴۵)

فرض نماز میں قرأت سبعہ کرنا

سوال [۲۵۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد محلّہ یا مسجد مدرسہ میں امام صاحب قرأت سبعہ نماز میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اگر جواب اثبات میں ہے، تو سورۂ فاتحہ اور سورۂ مضمومہ دونوں میں ایک ہی قراءت ضروری ہے یا قرأت مختلفہ میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؟

المستفتی: محمد شجاع الدین قاسمی، خادم مدرسہ جامعہ اسلامیہ، ۲۴/ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک نماز کے اندر لوٹا لوٹا کر ساتوں قرأتوں کے ساتھ پڑھنا مشروع نہیں ہے اور سلف وخلف سے نماز کے اندر اس طرح پڑھنا ثابت نہیں ہے؛ اس لئے ایک نماز میں ایک ہی قرأت کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ نیز امام کسائی وغیرہ کی قرأت امالہ کے ساتھ نماز میں نہیں پڑھنی چاہئے؛ اس لئے کہ جو لوگ فن قرأت سے واقف نہیں ہیں، وہ اس طرح کی قرأت سے تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس کی فقہاء نے ممانعت فرمائی ہے اور سب سے بہتر اور افضل یہی ہے کہ نماز کے اندر اطمینان کے ساتھ حفص قرأت کی جائے جیسا کہ ائمہ حرمین کرتے ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/ ۲۹۷، احسن الفتاوی ۳/ ۸۱)

ویجوز بالروایات السبع؛ لکن الأولی أن لایقرأ بالغریبة عند العوام صیانة لدینهم، وتحته في الشامیة: أي بالروایات الغریبة والإمالات؛ لأن بعض السفهاء یقولون مالایعلمون، فیقعون في الإثم والشقاء، ولاینبغي للأئمة أن یحملوا العوام علی مافیه نقصان دینهم، ولایقرأ عندهم مثل قراءة أبي جعفر وابن عامر وعلي بن حمزة والکسائي صیانة لدینهم فلعلهم یستخفون أویضحکون، وإن کان کل القراء ات صحیحة فصیحة، ومشائخنا اختاروا قراءة أبي عمرو وحفص عن عاصم. (شامي، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زکریا ۲/ ۲٦۲، کراچي ۱/ ٥٤۱، هندیة، کتاب الصلاة، الفصل الرابع في القراءة، زکریا ۱/ ۷۹، جدید ۱/ ۱۳٦ تاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في القراءة، زکریا ۲/ ۷۲، رقم: ۱۷۸۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۱۵ھ

فرض کی دو بھری اور خالی رکعتوں کا مطلب

سوال [۲۵٦۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام میں کہا جاتا ہے کہ فرض کی دو رکعت بھری اور دو رکعت خالی پڑھی جاتی ہیں، اس کا کیا مطلب ہے بیان کریں؟

المستفتی: محمد محبوب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چونکہ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے کہ آنحضور ﷺ دو رکعت بھری اور دو رکعت خالی پڑھا کرتے تھے؛ اس لئے صرف دو ہی رکعت بھری پڑھنی لازم ہے۔

عن عبد الله بن أبي قتادةؓ، عن أبيه: أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقرأ في الظهر في الأوليين بأم الكتاب، وسورتين، وفي الركعتين الأخريين بأم الكتاب ويسمعنا الآية، ويطول في الركعة الأولى ما لايطول في الركعة الثانية، وهكذا في العصر، وهكذا في الصبح. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب يقرأ في الآخريين بفاتحة الكتاب ١/١٠٧، رقم:٧٦٨، ف:٧٧٦)

عن أبي قتادةؓ، أن النبي صلى الله عليه وسلم، كان يقرأ في الركعتين الأوليين من الظهر والعصر بفاتحة الكتاب وسورة، ويسمعنا الآية أحيانا ويقرأ في الركعتين الأخريين بفاتحة الكتاب. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، النسخة الهندية ١/١٨٥، بيت الأفكار رقم: ٤٥١)

وضم سورة في الأوليين من الفرض، وفي جميع ركعات النفل، والوتر الخ. (تنوير الأبصار مع الدرالمختارعلى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب كل شفع من النفل صلاة، زكريا ٢/١٥٠، كراچي ١/٤٥٩،

مطبوعه کوئٹه، ۱/۳۳۸، فتاوی دارالعلوم ۲/۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۶۸۴)

فرض کی دوسری رکعت میں سورۃ ملانے کے بجائے تیسری میں ملانا

سوال [۲۵۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض کریں کہ اگر فرض نماز میں پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملا کر نہ پڑھے یاد آنے پر تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملا کر سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں نماز اداء اور صحیح ہو جائے گی۔

(مستفاد: بہشتی زیور اختری ۲/ ۳۷، فتاوی دار العلوم ۴/ ۳۹۹، امداد الفتاوی ۱/ ۱۷۰)

فإن قرأ في الأوليين بفاتحة الكتاب ولم يقرأ بالسورة قرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب والسورة الخ (فتاوی تاتار خانیه، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في القراءة، زکریا ۲/ ۷۲، رقم: ۱۷۹٤، ۱/ ٤٥٩، هدایه، کتاب الصلاة، فصل في القراءة، اشرفي ۱/ ۱۱٦)

ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو الخ (فتاوی عالمگیري، کتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زکریا ۱/ ۱۲٦، جدید ۱/ ۱۸٦، تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، مکتبه امدادیه ملتان ۱/ ۱۹۳، زکریا ۱/ ٤۷۳، ٤۷٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲٦/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۸۰)

فرض کی پہلی ۲؍رکعت اور نفل کی چاروں میں سورۃ ملانا

سوال [۲۵۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) فرض نماز کی چار رکعتوں میں سے دو رکعت بھری ہوئی اور دو رکعت خالی کیوں؟

(۲) سنتوں کی چاروں رکعت بھری ہوئی کیوں؟

(۳) یہ سلسلہ کب سے ہے؟

المستفتی: حافظ نعمت حسین، خازن مدرسہ فیض رسال (عرف فیض العلوم) سلیم پور گڈھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) درحقیقت ہجرت سے قبل مکۃ المکرّمہ میں مشقت وتنگی کے زمانہ میں جب نماز فرض ہوئی تھی، تو فجر، ظہر، عصر، عشاء سب میں دو دو رکعتیں مقرر ہوئی تھیں اور ہر رکعت میں قرأت بھی فرض کردی گئی تھی۔

اب رہ جاتی ہے مغرب کی نماز تو اگر اس میں بھی دو رکعت مقرر کیجاتی تو جفت لازم آجاتا اور اللہ تعالیٰ کو طاق اور وتر ہی پسندیدہ ہے۔

عن عاصم عن عليؓ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یا أهل القرآن أوتروا فإن اللّٰه وتر یجب الوتر. (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب استحباب الوتر، النسخة الهندیة ۱/۲۲۰، دار السلام رقم:)

اس لئے طاق کو باقی رکھتے ہوئے مغرب میں تین رکعات مقرر کی گئیں دو رکعت میں قرأت کوفرض کر دیا گیا اور آخری رکعت کو خالی رکھا گیا۔ اب پانچوں نمازوں میں کل گیارہ رکعتیں ہوئیں۔

قالت عائشةؓ: فرض اللّٰه الصلوة حین فرضها رکعتین رکعتین في الحضر والسفر، فأقرت صلوة السفر وزید ف صلوة الحضر. وفي روایة

إلا المغرب، فإنها كانت ثلاثًا. (حجة الله البالغة، كتاب الصلاة، باب الأمور التي لابد منها في الصلاة ۲/۳۸-۷۲)

اور جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینۃ المنورہ تشریف لے گئے اور کفار کی طرف سے ہونے والی مشقتیں اور تنگیاں دور ہوگئیں، اسلام اپنی جگہ مظبوط ہوگیا، حضور ﷺ کے اصحاب زیادہ ہوگئے لوگوں کی رغبتیں طاعت واسلام کی طرف بڑھ گئیں تو ظہر، عصر، عشاء میں دو دو رکعتیں مزید اضافہ کردی گئیں؛ لیکن ان میں قرأت فرض نہیں کی گئی تھی؛ بلکہ خالی رکھی گئی تھیں اور چونکہ سفر میں مشقت وتنگی غالب ہی رہتی ہے؛ اس لئے اس میں نماز کی رکعتوں کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھا گیا اضافہ نہیں کیا گیا اور حضر میں بلاقرأت صرف عدد رکعت کا اضافہ کیا گیا ہے اور چونکہ فجر کا وقت نوم وغفلت کا وقت ہے؛ اس لئے اس میں طول قرأت کو تو مسنون کردیا گیا؛ لیکن عدد رکعات کا اضافہ نہیں کیا گیا، ان وجوہات کی بناپر دو رکعت بھری اور دو رکعت خالی رکھی گئیں ہیں۔

وقد علمت فيما سبق أن الأحد عشر بين الأعداد شبها بالوتر الحقيقي، ثم هاجر النبي صلى الله عليه وسلم واستقرت الإسلام وكثر أهله وتوفرت الرغبات في الطاعة زيدت ست ركعات وأبقيت صلوة السفر على النمط الأول. (حجة الله البالغة ۲/۷)

عن عائشة قالت: اول فرضت الصلوة ركعتين، ركعتين فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وصل إلى كل صلوة مثلها غير المغرب، فإنها وتر النهار وصلوة الصبح بطول قرأتها، وكان إذا سافر عاد إلى صلوة الأول. (طحاوي شريف، كتاب الصلاة، باب صلوة المسافر، النسخة الهندية ۱/۲۷۷، بيروت رقم: ۲۳٤۸)

(۲) سنتوں میں ہر دو رکعت الگ الگ مستقل نماز ہوتی ہے؛ اس لئے ہر رکعت میں قرأت کرنا لازم ہے۔

کل سنة نافلة الخ. (الدر المختار، کراچي ۱/۴٥۹، زکریا ۲/)

(۳) یہ سلسلہ ہجرت کے بعد سے جاری ہوا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۳۴۳/۲۵)

بوقت جماعت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کتنی تیز رکھیں؟

سوال [۲۵۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز اتنی تیز کردینا کہ قرأت کی آواز مسجد سے باہر تک جائے ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عقیل ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لاؤڈ اسپیکر کی آواز اتنی تیز کرنے کی گنجائش ہے کہ جس سے تمام نمازیوں تک آواز پہونچ جائے، مگر بے ضرورت نمازیوں کے حدود سے دور دور تک پہونچانا ناجائز اور ممنوع ہے؛ اس لئے کہ اس میں سب سننے والے توجہ نہیں دے پاتے۔

أنه یجب علی القارئ احترامه، بأن لایقرأہ في الأسواق ومواضع الاشتغال الخ (حلبي کبیري، کتاب الصلاۃ، قبیل سجدۃ التلاوۃ، مطبع لاهور پاکستان ٤۹۷، شامي، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة، زکریا ۲/۲٦۸، کراچي ۱/٥٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۸۳/۳۳)

امام کا بلند آواز سے تکبیر کہنا اور قرأت کرنا

سوال [۲۵۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے یہاں امام صاحب کی تکبیر اور قرأت بہت زیادہ بلند آواز سے ہوتی ہے، جس کی آواز دور دور تک جاتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟

المستفتی: محمود الحق، بہار شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے قرأت کرنا جائز ہے؛ البتہ اتنا جہر کرنا جو نماز میں تشویش کا باعث بنے یا باعث ایذاء ہو مکروہ ہے۔

والأولی أن لا یجهد نفسه بالجهر بل بقدر الطاقة؛ لأن إسماع بعض القوم یکفي،...... کلما زاد الإمام أو المنفرد في الجهر في صلاة الجهر فهو أفضل، بعد أن لایجهد نفسه، ولایؤذي غیره، وإن زاد علی حاجة المقتدي. (حاشیه الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في بیان واجب الصلاة، دارالکتاب دیوبند جدید ۲۵۳،قدیم۱۳۷)

ویجهر الإمام وجوبا بحسب الجماعة. وفي الشامیة: لو زاد علی الحاجة فهو أفضل إلا إذا أجهد نفسه أو اٰذی غیره الخ (الدر المختار مع الشامي، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، زکریا۲/۲۴۹، کراچي ۱/۵۳۲، عالمگیري، کتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة،۱/۷۲،جدید ۱/۱۲۹، احسن الفتاوی۳/۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۷۸/۲۴)

ایک آیت کوٹکڑے کر کے پڑھنے اور ترنم سے قرأت کرنے کا حکم

سوال [۳۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام صاحب جہری نماز میں قرآن کریم کی آیت مقدسہ کوٹکڑے کر کے پڑھیں جیسے: ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل – تتنزل عليهم الملائكة الاتخافوا – الا تخافوا ولاتحزنوا – ولاتحزنوا وأبشروا بالجنة – وأبشروا بالجنة التي كنتم توعدون اس طرح فرض نماز میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اس طرح کرنے سے نماز میں کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟

دوران نماز لب ولہجہ اور آواز کو مترنم وخوبصورت بنانے کے لئے قرآن کریم کے کسی کلمہ کو اس قدر گلے بازی کے ساتھ پڑھنا کہ ایک مد کی جگہ تین مد کی مقدار آواز نکلے مثلاً ملآئکۃ کی جگہ ملآ ئکۃ یا اسر آئیل کی جگہ اسر آئیل پڑھا جائے تو کیا اس طرح پڑھنے کی اجازت ہے؟

المستفتی: محمد اعظم لال مسجد سرائے ترین سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: درمیان آیت یا لفظ کے درمیان میں سانس توڑنے کی عادت امر مکروہ ہے اور بعض دفعہ فساد صلوۃ کا بھی اندیشہ ہو جاتا ہے، مثلاً جہاں پر جملہ فعلیہ منفیہ ہو اس کے مآ یا لآ پر جا کر سانس توڑ دیتا ہے، فعل کا استعمال نہیں کرتا ہے، پھر پیچھے سے لوٹاتا ہے یہ نہایت قبیح ترین قرأت ہے، اس سے گریز کرنا لازم ہے اور سوال نامہ میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں، اس میں جو ٹھہرنے کی شکل دکھائی گئی ہے اور پھر پیچھے سے لوٹانے کی شکل دکھائی گئی ہے یہ بھی امر قبیح ہے، ایسا پڑھنے والا کہیں نہ کہیں جا کر ایسی جگہ سانس توڑے گا جہاں فساد صلوۃ کا اندیشہ ہو جائے اور اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو؛ اس لئے اس

طرح قرآن پڑھنے والے کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کی عادت ڈالنی ضروری ہے، مذکورہ طریقہ سے پڑھنا غلط طریقہ ہے، اس غلط طریقہ کو ختم کر کے قرآن صحیح پڑھنے کی مشق کرنی چاہئے اور پیچھے سے لوٹا کے پڑھنے کا جو اصول ہے وہ نہایت مجبوری کے تحت کبھی اتفاقی طور پر درمیان سانس ٹوٹ جانے کی صورت میں پیچھے سے لوٹانے کا حکم ہے؛ لیکن قرآن کی ہر آیت میں یا اکثر آیتوں میں اس طرح کا عمل درست نہیں ہے۔ (مستفاد: التحفة المرضية في شرح المقدمه الجزريه/ ١٢٧)

ومثله في القبح الوقف على قوله فبهت الذي كفر والله وللذين لايؤمنون بالآخرة مثل السوء ولله وإن الله لايستحي وإن الله لايهدي، وإن الله لايحب ولايبعث الله وشبهه؛ لأن المعنى يفسد بفصل ذلک مما بعدهٗ من قوله لايهدي القوم الظالمين والمثل الأعلى وأن يضرب مثلا. (المكتفي في الوقف والإبتداء ١/ ١٥٠)

دوران نماز لب ولہجہ کو خوبصورت بنانے کے لئے مدمتصل ومنفصل کو پانچ الف سے زیادہ کھینچنا امر مکروہ ہے اس سے باز آنا چاہئے اور اگر پانچ الف تک کھینچتا ہے تو اس کی گنجائش ہے۔

والحاصل أنه لايجوز الزيادة على مقدار خمس ألفات إجماعا فما يفعله بعض الأئمة وأكثر المؤذنين فمن أقبح البدعة وأشد الكراهة (المنح الفكريه شرح المقدمة الجزريه ٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٨/ جمادی الاولی ١٤٢٤ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٧/ ٨٠٣٢)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٩/ ٥/ ١٤٢٤ھ

قراءت سر کی تعریف

سوال [٢٥٧٤]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مفتی بہ قول کے مطابق سر کی کیا تعریف ہے؛ جبکہ صاحب شرح وقایہ نے یہ لکھا ہے کہ جس کو خود قاری سنے اگر مفتی بہ قول یہی ہے تو تعامل ناس تو اس پر ہے نہیں، میری مراد قراء ة في صلوة الظهر والعصر ہے کہ پوری نماز میں دو چار لفظوں کے سوا کچھ بھی قاری کو سنائی نہیں دیتا ہے، تو کیا تعامل ناس کے پیش نظر کچھ تخفیف ہوسکتی ہے، اگر نہیں تو جو حضرات حسب عادت سالہا سال سے نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں ان کی نماز کا کیا ہوگا اور اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؛ جبکہ شریعت میں جہالت کوئی عذر نہیں؟

المستفتی: محمد شاکر، متعلم مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد، پٹکا پور کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سر کی تعریف میں حضرات فقہاء کے درمیان قدرے اختلاف ہے کہ حضرت امام ابوجعفر ہندوانیؒ کے نزدیک سر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پڑھنے والا اپنی آواز خود سنے اور جہر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دوسرے کو سنائی دے اور حضرت امام ابوالحسن کرخیؒ کے نزدیک سر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حروف صحیح ہوجائیں چاہے آواز سنائی نہ دے اور یہ سر کا ادنیٰ اور اقصیٰ درجہ ہے۔

ثم المخافتة أن يسمع نفسه والجهر أن يسمع غيره، وهذا عند الفقيه أبي جعفر الهندواني؛ لأن مجرد حركة اللسان لايسمى قراءة بدون الصوت. وقال الكرخي: أدنىٰ الجهر أن يسمع نفسه، وأدنىٰ المخافتة تصحيح الحروف؛ لأن القراءة فعل اللسان دون الصماخ الخ (هدايه، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، اشرفي ١/١١٧)

اور حضرت علامہ شامی نے حضرت امام فقیہ ابوجعفر ہندوانیؒ کے قول کو مفتی بہ قول قرار دیا ہے۔

وإن ماقاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه الخ

(شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في الكلام على الجهر والمخافتة، زكريا ٢/٢٥٣، كراچي ١/٥٣٤)

اورعلامہ بدرالدین عینیؒ نے حضرت امام ابوالحسن کرخیؒ کےقول کوزیادہ صحیح اور مفتی بہ قرار دیاہے۔

قالوا و قول الكرخي: أقيس وأصح الخ (بناية شرح هداية، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، اشرفيه۲/ ۳۰۱، ۱/۶۹۸)

اور شرح وقایہ میں جولکھا گیاہے وہ حضرت امام ابوجعفر ہندوانیؒ کاقول ہے اور جو لوگ سری نماز میں اس طرح پڑھتے ہیں کہ صرف حروف کی ادائیگی صحیح ہوتی ہے اور سنائی نہیں دیتی ہے ان کی نماز امام کرخیؒ اور ابوبکر بلخیؒ وغیرہ کے قول کے مطابق صحیح ہوجاتی ہے اور تعامل ناس کی وجہ سے اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اس لئے کوئی اشکال کی ضرورت نہیں اور ان کی نماز شرعاً صحیح اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ / رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۳۸۹)

کیا فرض نماز میں لقمہ نہیں دے سکتے؟

سوال[۲۵۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض نماز میں اگر امام صاحب کہیں سے بھول جائیں اور پیچھے سے اگر کوئی لقمہ دے تو وہ کیسا ہے؛ اس لئے کہ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ فرض نماز میں لقمہ نہیں دیا جاتا؟

اگر امام صاحب بھول گئے اور کسی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے لقمہ لے لیا اور پھر سجدہ سہو بھی کرلیا، کیا نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبدالقیوم، جامعہ نعیمیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے امام کو بھول جانے پر لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی چاہے فرض نماز ہو یا تراویح وغیرہ۔

عن المسور بن يزيدؓ، قال: شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم: قرأ في الصلاة فتعابي في آية، فقال رجل: يا رسول الله! إنک ترکت آية، قال: فهلا أذکرتنيها؟ قال:ظننت أنها قد نسخت، قال: فإنها لم تنسخ.

(صحيح ابن حبان، دارالفكر ٤/٦، رقم:٢٢٣٨، المعجم الكبير للطبراني، دارإحياء التراث العربي ٢٠/٢٧، رقم:٣٤)

أن الفتح على إمامه لايوجب فساد صلوة أحد لاالفاتح ولاالآخذ مطلقا في كل حال الخ (البحرالرائق،كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة،زكريا ٢/١٠، كوئٹه ٢/٦، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس مايفسد الصلاة ومالايفسد٢/٣٢٥، رقم:٢٢٣٦، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، مايفسد الصلاة، ومالايفسد، المجلس العلمي جديد٢/١٥٤، رقم:١٤٥٧، ١٤٥٨)

ہاں البتہ بھولتے ہی فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے۔

ويكره أن يفتح من ساعته الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، زكريا ٢/٣٨٢، كراچي ١/٦٢٣)

ولاينبغي للمقتدي أن يفتح على الإمام من ساعته؛ لأنه ربما يتذكر الإمام من ساعته. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، باب ما يفسد الصلوٰة ومالايفسد، المجلس العلمي جديد ٢/١٥٥، رقم:١٤٥٨)

اگر امام کو بھول بھی گئی اور مقتدی کے لقمہ دینے پر لقمہ لے لیا تو نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی اور سجدہ سہو کی ضرورت بھی نہیں؛ لیکن اگر پھر سجدہ سہو کرلیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيهؓ، أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلاة، فالتبس عليه، فلما فرغ قال لأبي: أشهدت معنا؟ قال: نعم قال:فما منعک أن تفتحها علي. (صحيح ابن حبان، دارالفكر ٤/٦، رقم: ٢٢٣٩، المعجم الكبير للطبراني ١٢/٣١٣، رقم:١٣٢١٦)

قيل لاتفسد وبه يفتي الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، قبيل باب الاستخلاف، زكريا۲/ ۳۵۰، كراچي ۱/ ۵۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍ ۳۵۷۵)

امام کو لقمہ دینے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی

سوال [۲۵۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام فرض نمازوں میں قرأت کر رہا تھا اور تین آیتیں پڑھنے کے بعد بھول گیا مقتدی نے اس کو بتادیا تو کیا نماز میں کسی طرح کی خرابی آئی ہے یا نہیں۔ نیز بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کو لقمہ نہیں دینا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ دینا چاہئے، مہربانی فرما کر اس کی بالتفصیل تشریح فرمادیں عین نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبدالرشید، محلّہ چودھریان، گڑھی سلیم پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امام کی غلطی یا بھول پر مقتدی کے لئے فرض یا تراویح ہر نماز میں لقمہ دینا جائز ہے اور مقتدی یا امام کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی اور یہ لقمہ چاہے تین آیتیں پڑھنے سے پہلے ہو یا بعد میں ہر صورت میں جائز ہے۔

عن المسور بن يزيد المالكي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم -قال يحى- وربما قال: شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقرأ في الصلاة، فترك شيئا لم يقرأه، فقال له رجل: يا رسول الله! تركت آية كذا وكذا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هلا أَذْكَرْتَنِيهَا، قال سليمان في حديثه قال: كنت أراها نسخت. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الفتح على

الإمام في الصلاة، النسخة الهنديه ۱/۱۳۱، دارالسلام رقم:۹۰۷، صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ۲/۷۹۵، رقم:۱٦٤۷، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۳/۲٦۱، رقم:۲۲٤۰، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۲۰/۲۷، رقم:۳٤)

عن عبد الله بن عمرؓ، أن البني صلى الله عليه وسلم صلى صلاة، فقرأ فيها فلبس عليه، فلما انصرف قال لأبي: أصليت معنا؟ قال: نعم، قال: فما منعک؟(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الفتح على الإمام، النسخة الهنديه ۱/۱۳۱، دارالسلام رقم:۹۰۷،صحيح ابن حبان، دارالفكر ۳/۲٦۱، رقم: ۲۲٤۱، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۱۲/۳۱۳، رقم:۱۳۲۱٦)

عن أبي عبد الرحمنؒ، عن علي رضي الله عنه، قال: إذا استطعمک الإمام فأطعمه. (المصنف لإبن أبي شيبه، كتاب الصلاة،باب من رخص في الفتح على الإمام مؤسسه علوم القرآن ۳/ ۵۳۰، رقم:٤۸۲۹)

فتحه على إمامه، فإنه لايفسد مطلقا لفاتح و آخذ بكل حال الخ (وتحته في الشامي: أي سواء قرأ الإمام قدر ماتجوز به الصلاة أم لاانتقل إلى آية أخرى أم لا، تكرر الفتح أم لا هو الأصح الخ (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا۲/۳۸۱، ۳۸۲، مصري ۱/۵۸۲، كراچي ۱/٦۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/ ۲۳۵۳)

امام کو سبحان اللہ اور اللہ اکبر سے لقمہ دینا

سوال [۲۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جماعت میں امام کو لقمے کی ضرورت پڑے تو سبحان اللہ سے لقمہ دینا کیسا ہے؟

اوراللہ اکبر سے لقمہ دینا کیسا ہے؟ مسنون کیا ہے؟

المستفتی: عبدالحق ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سبحان اللہ کے ذریعہ لقمہ دینا حدیث وفقہ کی کتابوں میں صراحت سے موجود ہے اور فقہ کی بعض عبارات سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ اللہ اکبر کے ذریعہ سے بھی لقمہ دینا جائز ہے۔

عن سهل بن سعد الساعديؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم......من نابه شيئ في صلاته، فليسبح فإنه إذا سبح التفت إليه، وإنما التصفيق للنساء. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم......النسخة الهندية ١/ ١٧٩، بيت الأفكار رقم: ٤٢١)

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: التسبيح للرجال والتصفيق للنساء. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التصفيق للنساء ١/ ١٦٠، رقم: ١١٨٩، ف:١٢٠٣، صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسبيح الرجل و تصفيق المرأة إذانابهما شئ في الصلاة، النسخة الهنديه١/ ١٨٠، بيت الأفكار رقم: ٤٢٢)

وإذا أخبر بما يعجبه، فقال سبحان الله أو لاإله إلا الله أو الله أكبر إن لم يرد به الجواب لاتفسد صلوته عند الكل. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، ويكره فيها وفيه فصلان، زكريا ١/ ٩٩، جديد ١/ ١٥٨)

ولو استأذن رجل المصلي......فجهر بالقراءة أو قال الحمد لله ......أو الله أكبر لاتفسد صلاته وكذا لو سبح......لقوله: من نابه شئي في الصلاة فليسبح متفق عليه. (غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل القراءة خارج الصلاة، مكتبه لاهور ٤٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۳۰)

امام کو غلط لقمہ دینا

سوال [۲۵۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض نماز میں اگر کوئی شخص امام صاحب کو لقمہ دیدے تو نماز ہو جائے گی، یا دوبارہ پڑھی جائے گی اور امام صاحب ٹھیک پڑھ رہے تھے، اس شخص نے ہی لقمہ غلط دیا امام نے لقمہ نہیں لیا، مگر اس شخص کے تین چار مرتبہ لقمہ دینے پر امام نے لقمہ لے لیا تو کیا نماز درست ہو جائے گی؟

المستفتی: ارشاد احمد کالا پیادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض نماز میں امام کو لقمہ دینا مطلقاً درست ہے اس سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو یا نہ پڑھا ہو؛ لہٰذا نماز کا اعادہ واجب نہ ہوگا اور اگر امام کو ایسا غلط لقمہ دیا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، تو ایسا لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور مشابہت کی وجہ سے دوسرا ایسا لقمہ دیا جو مفسد صلوۃ نہ ہو، تو ایسا لقمہ لینے سے نماز وفاسد نہ ہوگی۔

إن الفتح على إمامه لايوجب فساد صلوة أحد لاالفاتح ولاالآخذ مطلقا في كل حال الخ (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، زكريا ۲/ ۱۰، كوئٹه ۲/ ٦)

والصحيح أنه لاتفسد صلاة الفاتح بكل حالٍ ولاصلاة الإمام لو أخذ منه على الصحيح. (هنديه، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ۱/ ۹۹، جديد ۱/ ۱٥۷)

وإن فتح على إمامه فقد قيل إن فتح بعد ماقرأ الإمام مقدار ماتجوزبه الصلاة تفسد......والصحيح أنه لاتفسد صلاة الفاتح ولاصلاة الإمام إن أخذ بقوله. (حلبى كبيري، كتاب الصلاة، مفسدات الصلاة، لاهور ٤٤٠)

اور مقتدی کو چاہئے کہ امام کو لقمہ دینے میں عجلت نہ کرے؛ بلکہ انتظار کرے کہ خود امام ہی اس غلطی کو نکال لے ایسے ہی امام کو بھی کسی آیت کا بار بار اعادہ کر کے یا خاموش کھڑا رہ کر مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے، اگر مقدار فرض قرأت کر چکا ہو تو رکوع کر لے یا کوئی دوسری آیت، سورت پڑھنا شروع کردے۔

قالوا يكره للمقتدي أن يفتح على إمامه من ساعته وكذا يكره للإمام أن يلجئهم إليه، بأن يقف ساكنا بعد الحصر أو يكرر الأية؛ بل يركع إذا جاء الخ (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة،زكريا٢/ ١٠، كوئٹه٢/٦، الفتاوى التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الخامس مايفسد الصلاة، ومالا يفسد ٢/ ٢٢٦، رقم:٢٢٣٧، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الخامس مايفسد الصلاة، ومالايفسد، المجلس العلمي ٢/ ١٥٥، رقم:١٤٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/ ۶/ ۱۴۱۹ھ

اگر امام کو یقین ہو تو مقتدیوں کے قول کا اعتبار نہیں

سوال [۲۵۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تیسری آیت مالک یوم الدین امام سے سہواً چھوٹ گئی؛ لیکن دوران نماز کسی نے بھی لقمہ نہیں دیا مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ آیت ضرور چھوٹی ہے؛ لیکن مجھے بھی لقمہ دینے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی، نماز ختم ہونے کے بعد اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا؛ چنانچہ میں بھی خاموش رہ گیا کہ شاید میرا شک رہا ہو، جب نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آیا تو چند لوگوں نے مجھ پر طنز کیا کہ آپ بزرگ لوگ اگلی صف میں امام کے قریب رہتے ہیں؛ لیکن امام کی غلطی پر دھیان نہیں دیتے، میں نے جب پوچھا کیا غلطی ہوئی

توانہوں نے جواب دیا کہ امام نے پہلی رکعت کی سورۂ فاتحہ میں مالک یوم الدین چھوڑ دیا ہے نماز تو فاسد ہوگئی ،تب میرا شک یقین میں بدل گیا کہ واقعی امام سے غلطی ہوئی ہے؛ کیوں کہ میں نے بھی ٹھیک وہی غلطی محسوس کی تھی؛ چنانچہ میں ان لوگوں کو لے کر امام کے پاس مسجد میں آیا اور صورت حال سے آگاہ کیا امام نے جواب دیا کہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے اور بالکل صحیح پڑھا ہے تو میں نے پھر کہا کہ چھ چھ نمازیوں کو ایک ہی غلطی کا احساس ہوا، تو کیا وہ غلط اور جھوٹ ہے، اس پر امام نے زور دے کر کہا کہ جب میں نے غلطی کی اور آپ لوگوں نے محسوس کیا تو نماز میں کیوں نہیں لقمہ دیا یا نماز کے فوراً بعد کیوں نہیں تذکرہ کیا، یہ آپ لوگوں کا شک ہے ،جن کو شک ہے وہ اپنی نماز دہرالیں۔

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں واضح جواب ارشاد فرمائیں کہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں۔ نیز امام کا چھ چھ نمازیوں کے ایک ہی بیان کے مقابلہ میں اپنی بات پر اڑے رہنا کیا یہ درست تھا، اصولی بات تو یہی ہے کہ جب چھ نمازیوں کو ایک ہی مخصوص آیت کے چھوٹ جانے کا شبہ ہوا تو یقیناً یہ حقیقت تھی، یہ الگ بات ہے کہ دوران نماز نہ کسی نے لقمہ دیا اور نہ ہی نماز کے بعد فوراً کسی نے تذکرہ کیا؟

المستفتی: شفیع الرحمٰن بیگوسرائے (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چونکہ امام یقین کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ نماز میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے؛ لہٰذا نماز درست ہوجائے گی اور مقتدیوں کے قول کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ نیز امام کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی یقینی رائے پر جمارہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۵۱/۴، امداد الفتاوی ۵۴۴/۱)

ولو اختلف الإمام والمؤتمون، إن كان على يقين لايأخذ بقولهم، وإلاأخذبه، وإن كان معه بعضهم أخذ بقوله. (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، قبيل باب سجود التلاوة، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٧٦، قديم ٢٥٩)

ولـو اختـلف الإمـام والقوم أي وقع الإختلاف بينهم وبينه كأن قالوا صـليـت ثـلاثا وقال بل أربعًا......أخذ بقول الإمام. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، قبيل باب صلاة المريض، زكريا٢/٥٦٣، كراچي٢/٩٤)

ولـووقع الإختلاف بين الإمام والقوم، فقال القوم صليت ثلاثا، وقال الإمـام صـليـت أربعاً إن كا الإمام على اليقين لايعيد الصلاة بقولهم، وإن لم يـكـن عـلى يقين يعيد الصلاة بقولهم. (هـنـديـه، كتاب الصلاة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، قبيل الباب السادس في الحدث في الصلاة، زكريا١/٩٣،جديد ١/١٥١)

لـو وقـع الإختـلاف بين الإمام والقوم إن كان الإمام على يقين لايعيد وإلا أعـاد بقولهم. (البحـر الـرائـق، كتاب الصلاة، باب سجود سهو، زكريا ٢/١٩٣، كـوئـٹـه ٢/١٠٩، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل١٨ مسائل الإختلاف الواقع بين الإمام والقوم زكريا٢/٤٣٦، رقم:٢٩٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲؍۴۷۷۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱؍۴؍۱۴۱۷ھ

مقتدی کا غلط لقمہ دینا

سوال [۲۵۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام سے ایسا سہو ہوا جس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا تھا، مگر مقتدی نے لقمہ دے دیا تو ایسی صورت میں آیا مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا امام کی بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد معروف سیتا پوری، متعلم دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں امام ومقتدی دونوں کی نماز درست ہوگئی کسی کی نماز فاسد نہیں ہوئی۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱؍۲۲۹)

ولوظن الإمام السهو فسجدله. (تحته في الشاميه) وفي الفيض: وقيل: لاتفسد وبه يفتى وفي البحر عن الظهيرية قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، قبيل باب الإستخلاف، زكريا ۲/ ۳۵۰، كراچي ۱/ ۵۹۹)

والصحيح أنها لاتفسد صلاة الفاتح بكل حالٍ ولاصلاة الإمام لو أخذ منه على الصحيح. (هنديه، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ۱/ ۹۹، جديد ۱/ ۱۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۷۱)

غلط لقمہ قبول کرنے سے نماز کا حکم

سوال [۲۵۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض نماز میں اگر کوئی شخص امام صاحب کو لقمہ دیدے تو نماز ہوجائے گی یا دوبارہ پڑھی جائے گی؛ جبکہ امام صاحب ٹھیک پڑھ رہے تھے، اس شخص نے ہی غلط لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہیں لیا، مگر اس شخص کے تین چار مرتبہ لقمہ دینے پر امام نے لقمہ لے لیا تو کیا نماز درست ہوجائے گی؟

المستفتی: ارشاد احمد کالا پیادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض مقتدیوں میں سے کسی کے لقمہ دینے سے نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ لقمہ دینے والے کی، اگرچہ لقمہ دینے والے نے غلط لقمہ ہی کیوں نہ دیا ہو۔

عن سالم عن أبيه، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، صلى صلاة فالتبس عليه فيها، فلما انصرف، قال لأبي بن كعب: أصليت معنا؟ قال: نعم، قال: فما منعک أن تفتح علي. (المعجم الكبير للطبراني دار احياء التراث العربي ۱۲/۳۱۳، رقم: ۱۳۲۱٦، صحيح ابن حبان، دارالفكر۳/۲٦۱، رقم: ۲۲٤۱)

والصحيح أنها لاتفسد صلاة الفاتح بكل حالٍ ولاصلاة الإمام لو أخذ منه على الصحيح. (هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ۱/۹۹، جديد ۱/۱۵۷، شامي كراچي، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها ۱/٦۲۲،زكريا۲/ ۳۸۱، فتاوى دارالعلوم ديو بند ۲/ ۲۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۸۸۴)

نماز کے دوران بچے کے کہنے پر کسی مقتدی کا زور سے تکبیر کہنا

سوال [۲۵۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مسجد میں مائک میں نماز پڑھا رہا تھا، مسجد دو منزلہ ہے اتفاق سے نماز کی نیت باندھتے ہی مائک خراب ہوگیا اوپر آواز نہیں پہونچ پا رہی تھی، ایک بچہ نے اوپر سے آواز دی کہ ایک آدمی زور سے تکبیر کہدے اس بچہ کی آواز آنے کے بعد جب امام صاحب نے سورۂ فاتحہ اور ضم سورۃ کے بعد رکوع کے لئے تکبیر کہا تو پیچھے سے ایک مقتدی نے زور سے تکبیر کہنا شروع کر دیا اور مکبر نے جو تکبیر کہی ہے وہ بچہ کے آواز دینے سے تقریباً چار پانچ منٹ بعد کہی ہے، تو کیا ایسی صورت میں غیر نمازی کے لقمہ کے حکم میں ہوکر مکبر اور اس کی تکبیر پر عمل کرنے والوں کی نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں اور سب کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: قاری محمد زکریا، مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچہ کے آواز دینے کے بعد اگر مکبر نے بچہ کی آواز کی پیروی نہیں کی؛ بلکہ آواز سن کر خود اس کے اندر زور سے تکبیر کہنے کا احساس اور داعیہ پیدا ہوا ہے اور خود ضرورت محسوس کرتے ہوئے تکبیر کہنا شروع کردیا ہے، تو کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی سب کی نماز صحیح اور درست ہوچکی ہے اور حضرات فقہاء نے اس کے لئے حد فاصل اور فرق یہ بیان کیا ہے کہ اگر آواز دینے والے کے آواز دیتے ہی فوراً تکبیر کہدیا ہے، تو یہ پیروی کی علامت ہے اور اگر فوراً تکبیر نہیں کہا؛ بلکہ کچھ توقف کر کے تکبیر کہا ہے تو پیروی میں داخل نہ ہوگا؛ بلکہ خود اپنی طرف سے ضرورت کا احساس شمار ہوگا؛ اس لئے مذکورہ صورت میں کسی کی نماز فاسد نہیں ہوئی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/ ۳۳۲، فتاوی رحیمیہ ۶/ ۳۵۲)

حتى لو امتثل أمر غيره، فقيل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت؛ بل يمكث ساعة، ثم يتقدم برأيه (درمختار) وفي الشامي: وإن حصل تذكره من نفسه لابسبب الفتح لاتفسد مطلقا و كون الظاهر أنه حصل بالفتح لايؤثر بعد تحقق أنه من نفسه الخ. (درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ۲/ ۳۸۱-۳۸۲، كراچي ۱/ ٦۲۲، الموسوعة الفقهيه الكويتيه ۳۲/ ۱٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۱۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۴/ ۱۴۱۳ھ

لقمہ دینے پر تکبیر کہنے والے کی نماز کا حکم

سوال [۲۵۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نماز عصر کی پہلی رکعت میں امام ومقتدی حالت رکوع میں تھے کہ دوسری منزل

سے آواز آئی کہ کوئی صاحب تکبیر زور سے کہد واوپر آواز نہیں آرہی ہے، اس پر زید نے جو مستقل مقتدی ہے، یہ سوچ کر کہ لوگوں کی نماز خراب نہ ہو **ربنالک الحمد** سے تکبیر شروع کی نماز مکمل ہوگئی، اس پر بکر نے بلند آواز سے کہا کہ جن صاحب نے تکبیر کہی ہے ان کی نماز فاسد ہوگئی اور ساتھ میں جن لوگوں نے اوپر نماز پڑھی ان کی نماز بھی فاسد ہوگئی، اس پر کافی بحث ومباحثہ ہوا، آپ سے استدعاء ہے کہ جواب دیں کہ نماز فاسد ہوئی یا درست ہوئی؟

المستفتی: مختار احمد گلی نمبر ۲ رکرولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر زید نے یہ سمجھ کر درمیان نماز میں تکبیرات کہنی شروع کیں؛ تاکہ لوگوں کی نمازیں خراب نہ ہوں اور آواز دینے والے کے حکم کی محض تعمیل نہیں کی؛ بلکہ خود سوچ سمجھ کر یہ عمل کیا، جیسا کہ سوال سے یہ واضح ہوتا ہے، تو اس صورت میں زید اور زید کی تکبیر کی پیروی کرنے والے نمازیوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوئی۔

لو امتثل أمر غيره، فقيل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت؛ بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه. وفي الشامي: مسجد كبير يجهر المؤذن فيه بالتكبيرات...... فجهر المؤذن إن قصد جوابه، فسدت صلوته. (درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ۲/۳۸۱، كراچي ۱/۶۲۲، الموسوعة الفقهيه الكويتيه ۱۵/۳۲)

وينبغي للمصلي أن يمكث ساعة، ثم يتقدم برأيه. (البنايه، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايفسد، اشرفيه ديوبند، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، كوئٹه ۱/۲۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۰۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۳/۱۱ھ

بغل میں نماز پڑھنے والا کوئی رکن چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۵۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے حامد کے بغل میں نماز پڑھی زید سے نماز میں کوئی رکن فوت ہو گیا جو اس کو یاد نہیں رہا؛ لیکن حامد جو اس کے بغل میں ہے اس کو معلوم ہے تو کیا حامد کے ذمہ زید کے اس چھوٹے ہوئے رکن کی یاد دہانی کرا کے نماز کا اعادہ کروانا واجب ہے یا اس کو یونہی چھوڑ دے، ظاہری بات ہے کہ زید کو اپنے فوت شدہ رکن کے متعلق مطلقاً خبر نہیں ہے، تو نماز حقیقت میں ہوئی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو بعذر نسیان معاف کر دے تو یہ اور بات ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حامد پر زید کو مطلع کرنا ضروری ہے یا مستحب یا کچھ اور؟

المستفتی: عبدالباسط اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید سے نماز کا کوئی رکن فوت ہو گیا اور زید کو یاد بھی نہیں ہے، حامد جو اس کے بغل میں ہے اس کو معلوم ہے کہ زید نے فلاں رکن چھوڑ دیا ہے تو حامد کو اسے توجہ دلا دینی چاہئے؛ تاکہ وہ دوبارہ اپنی نماز کا اعادہ کر لے۔

ويجب الأداء بلا طلب لو الشهادة في حقوق الله تعالى. (در مختار مع الشامي، كتاب الشهادات، زكريا ۸/۱۷۵، كراچي ۵/٤٦٣)

عن زيد بن خالد الجهني رضـ، أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ألا أخبركم بخير الشهداء؟ الذي يأتي بشهادته قبل أن يسألها. (صحيح مسلم، الأقضيه، باب بيان خير الشهود، النسخة الهنديه ۲/۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۹)

عن زيد بن الخالد الجهني رضـ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: ألا أخبركم بخير الشهداء؟ الذي يأتي بشهادته قبل أن يسألها أو يخبر بشهادته قبل أن يسألها. (المعجم الكبير للطبراني،

دارإحیاء التراث العربي ٥/ ٢٣٢، رقم: ٥١٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۹۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰؍۷؍۱۴۲۷ھ

تین رکعت پر سلام پھیرنے والے کو برابر والے کا لقمہ دینا

سوال [۲۵۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رباعی نماز پڑھ رہا تھا بھولے سے تین رکعت پر سلام پھیر دیا چار رکعت سمجھ کر، برابر میں ایک شخص بیٹھا تھا اس کو معلوم تھا کہ یقیناً اس نے تین رکعت پر سلام پھیرا ہے، اب اس برابر والے شخص پر اس مصلی کو بتلانا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد القدیر ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رباعی نماز میں اگر کوئی شخص بھول کر تین رکعت پر سلام پھیر دے اور برابر والے کو اس کا صحیح علم بھی ہو تو اس صورت میں اس برابر والے کے بتانے کی وجہ سے اگر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ہاں البتہ اگر برابر والے نے بتا دیا ہے اور یہ بیٹھ کر تھوڑی دیر سوچتا رہے اور بیٹھ کر اسے خود یاد آ جائے اور خود یاد آنے کی وجہ سے کھڑا ہو جائے تو یہ شخص بتانے کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوا؛ بلکہ یاد آنے کی وجہ سے کھڑا ہوا ہے؛ لہٰذا اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

أخذ المصلي غیر الإمام بفتح من فتح علیه مفسد أیضا. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکره فیها، کراچي ١/ ٦٢٢، زکریا ٢/ ٣٨١، نعماني ١/ ٤١٨)

لـو امتثـل أمـر غیـره، فقیل له تقدم فتقدم (إلی) فسدت؛ بل یمکث ساعة، ثم یتقدم برأیه. (درمختار مع الشامي، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکره فیها، زکریا ٢/ ٣٨١، کراچي ١/ ٦٢٢)

إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقا: أي سواء شرع في التلاوة قبل تمام الفتح، أو بعده لوجود التعلم، وإن حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح لاتفسد مطلقا. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ۲/۳۸۱، كراچي ۱/۶۲۲،الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۲/۱۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۱۹ھ

تین آیات کے بقدر پڑھنے کے بعد مقتدی کا لقمہ دینا

سوال [۲۵۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نے واجب مقدار سے زائد قرأت کرلی، پھر بھول گیا پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ قبول کرلیا تو نماز صحیح ہوئی یا اعادۂ صلوۃ ضروری ہے؟ قرآن حدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں؟

المستفتی: محمد نذیر الدین، مونگیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۲۹۹)

والصحيح أنها لاتفسد صلاة الفاتح بكل حالٍ ولاصلاة الإمام لو أخذ منه على الصحيح. (فتاوى عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، زكريا ۱/۹۹، جديد ۱/۱۵۷، ومايكره فيها،شرح كبيرى، كتاب الصلاة، مفسدات الصلاة، سهيل اكيڈمي، لاهو ۴۴۰، مكتبه رحيميه قديم ۴۱۷)

إن الفتح على إمامه لايوجب فساد صلوة أحد لاالفاتح ولاالآخذ مطلقًا في كل حالٍ الخ (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، زكريا ۲/۱۰،

کوئٹه۲/۶، الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس مايفسد الصلاة ومالايفسد۲/۳۲۵، رقم: ۲۲۳۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۴/۱۱۷۷)

عصر میں جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے پر مقتدی کا اردو میں لقمہ دینا

سوال [۲۵۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عصر کی نماز میں امام سے سہواً الحمد بالجہر شروع ہوگئی اور ایک ڈیڑھ سطر بلند آواز سے پڑھ کر امام رک گیا، پیچھے سے ایک مقتدی نے لقمہ اس طرح دیا کہ ’’عصر کی نماز ہے جی‘‘ دو بار کہہ دیا مگر یہ کہہ کر مقتدی نے نیت توڑ کر دوبارہ نیت باندھلی یہی سوچ کر نیت توڑی کہ لقمہ غلط طریقے پر دیا گیا ہے، تو امام، مقتدی کی نماز کیسے ہوئی، امام کو مقتدی کے بولنے پر خلجان سا ہوا اور تلاوت سے رک کر آہستہ الحمد شریف شروع کردی؟

المستفتی: محمد یونس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب امام نے عصر کی نماز میں جہری قرأت شروع کردی اور پیچھے سے کسی نے اردو زبان میں لقمہ دیا عصر کی نماز ہے جی، تو ایسی صورت میں صرف لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوگی، امام اور دوسرے مقتدیوں کی نماز درست ہوگئی۔ نیز امام کا تھوڑی دیر رک کر آہستہ قرأت اس بات کی دلیل بھی ہے کہ امام نے اس مقتدی کا لقمہ نہیں لیا خود سوچ کر کے آہستہ قرأت کی ہے؛ البتہ امام پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

إذا نسي الإمام شيئا من الصلاة، فقال له أحد المأمومين أنت نسيت كذا، فإن صلاته تبطل باتفاق ثلاثة من الأئمة. (الفقه على المذاهب الأربعة،

کتاب الصلاۃ، التکلم عمدا لاصلاح الصلاۃ، دار الفکر ۱/ ۲۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۰۲/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۱۴ھ

قرآن میں دیکھ کر لقمہ دینے سے کیا نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

سوال [۱۵۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ریاض سعودی عرب کی ایک مسجد میں نائب امام ہے اور حنفی المسلک ہے، تراویح بھی پڑھاتا ہے اور زید تراویح میں بغیر دیکھے پڑھتا ہے؛ لیکن یہاں کے عام معمول کے مطابق مقتدی حضرات قرآن کریم لے کر کھڑے ہوتے ہیں اور غلطی آنے پر مقتدی دیکھ کر ہی لقمہ دیتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تراتح درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عارف قاسمی، مقیم ریاض سعودیہ عربیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز تراویح میں امام حنفی المسلک ہے اور مقلدی حنبلی یا مالکی یا غیر مقلد ہیں جن کے یہاں تراویح اور نوافل میں قرآن دیکھ کر پڑھنے کی گنجائش ہے، تو ایسے مقتدی اگر حنفی امام کو قرآن دیکھ کر لقمہ دیں اور امام لقمہ لے لے، تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مقتدی کا لقمہ لینا تو جائز نہیں ہے لیکن مقتدی کا لقمہ لینا جائز ہے اور مسئلہ مذکورہ میں سلفی لوگ باضابطہ مقتدی ہیں اور ان کی اقتداء بھی صحیح ہے اور وہ نماز ہی کے اندر رہوتے ہیں اور ان کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی ہے؛ لہٰذا ایسے مقتدی اگر اپنے مسلک کے مطابق قرآن دیکھ کر لقمہ دیں تو جانبین کی نماز صحیح اور درست ہو جائے گی؛ اس لئے کہ وہ اپنے مسلک میں داخل نماز ہیں اور امام اپنے مسلک میں داخل نماز ہے؛ لہٰذا دونوں فریق نماز میں ایک ساتھ شامل ہیں۔

وبــه قــال الشــافـعـي: وأحــمـد، وعـنـد مالک، وأحمد. في روایة لاتفسد في النفل. (اعلاء السنن، کتاب الصلاۃ، باب فساد الصلاۃ بالقراءۃ من المصحف بیروت ٥/٦٢، مطبوعة کراچي ٥/٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۴۰/۳۸)

نماز میں سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا اولی ہے یا وصل کرنا

سوال [۲۵۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا اولی ہے یا وصل کرنا، اگر اول صورت ہے تو پھر وقف فرائض کے ساتھ خاص ہے یا سنن ونوافل سب کو عام ہے؟

المستفتی: محمد قاسم گانوڑی، بڑھاپور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیث شریفہ سے واضح ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا وصل کے مقابلہ میں افضل اور اولی ہے، ترمذی شریف اور مسند امام احمد کی روایت اس سلسلہ میں صاف اور واضح ہے۔

عـن أم سـلـمةؓ أنهـا سـئـلـت عن قراءۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، فقالت کان یقطع قرأته اٰیة اٰیة بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم○ الحمد للّٰہ رب العلمین○ الرحمن الرحیم○ مالک یوم الدین○ الحدیث (مسند امام أحمد ٦/٣٠٢، رقم: ٢٧١١٨)

عن أم سلمةؓ، قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، یقطع قرأته یـقـرأ الـحـمد للّٰہ رب العلمین، ثم یقف، الرحمن الرحیم، ثم یقف الحدیث

(ترمذی شریف، ابواب القراءۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، النسخة الهندیة ٢/١٢٠، دارالسلام رقم: ٢٩٢٧)

اورسوال میں یہ بات بھی پوچھی گئی ہے کہ فرائض اورنوافل میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں فقہاء کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ فرائض اورنوافل میں کچھ فرق ہے کہ فرائض میں ہرآیت پر وقف کرتے ہوئے ترسل اورتدبر کیساتھ قرأت کرنا افضل معلوم ہوتا ہے اورتراویح میں تدویر کی قرأت اختیارکرنا افضل معلوم ہوتا ہے اورعام نوافل میں ہرطرح کی گنجائش ہے؛ لیکن اس کا لحاظ بہرحال ضروری ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے، اس کے معنی اورمطالب بخوبی سمجھ میں آتے رہیں۔

القراء ة على ثلاثة أوجه في الفرائض على التؤدة، والترسل، والتدبر حرفا حرفا، وفي التراويح يقرأ بقراء ة الأئمة بين التؤدة والسرعة وفي النوافل بالليل له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم وذلک مباح. (غنية المستملي في شرح منيةالمصلي تتمات فيما يكره من القرآن،اشرفيه ديوبند ٤٩٤)

وفي الحجة: يقرأ في الفرض بالترسل حرفًا حرفًا،وفي التراويح بين بين، وفي النفل ليلاله أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين و سنة كفاية زكريا ٢/ ٢٦٢، كراچي ١/ ٥٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۳۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۲ھ

نماز کی مسنون سورتیں

سوال [۲۵۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید امامت کرتا ہے کوئی صاحب ان کو جلدی جلدی نماز پڑھانے پر مجبور کرتے ہیں، جس کی وجہ سے نمازیوں کو شکایت ہے کہ اتنی جلدی نماز کیوں اداء کی جاتی ہے

اورامام صاحب سے پوچھنے پر وہ فرماتے ہیں کہ بھائی ہمیں مجبور کیا جاتا ہے میں مجبور ہوں کیا کروں اور ان صاحب کے کہنے کی وجہ سے امام صاحب بھی جلد سے جلد نماز پڑھاتے رہتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں امام صاحب کے لئے ایسا کرنا صحیح ہے؛ چنانچہ ان صاحب کے کہنے کی بنا پر نماز فجر میں سورۂ انشراح، سورۂ والضحیٰ، سورۂ قدر، سورۂ تکاثر، سورۂ ہمزہ اوراس جیسی سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں، ان سورتوں کا پڑھنا امام صاحب کے لئے فجر میں اگر چہ جائز ہے؛ لیکن مستحب اوراولیٰ کیا ہے؟

مغرب اور عشاء میں بھی ان سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور فجر میں بھی اکثر و بیشتر ان سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں، مستحب اور اولیٰ کیا ہے؟ اس کو تحریر فرمائیں۔ اور کون سی نماز کتنے وقت میں کم از کم ادا کرنی چاہئے؟ ان سوالوں کا جواب اچھے انداز میں تحریر فرمائیں؛ تاکہ امام صاحب بھی اپنے آپ کو متنبہ کرسکیں اور مقتدیوں کے اعتراض کا خاتمہ بھی ہوجائے۔

المستفتی: متولی حکیم شاکر علی خاں، کوثر علی خاں، بھٹی محلّہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات میں بحالت اقامت امام ومنفرد کے لئے فجر وظہر میں طوال مفصل پڑھنا مسنون ہے: یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں یا ان سورتوں کی مقدار کسی دوسری جگہ سے پڑھنا مسنون ہے اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل: یعنی سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک کی سورتیں یا ان سورتوں کے مقدار کسی اور جگہ سے پڑھنا مسنون ہے اور قرآن کریم کو ترتیل سے پڑھنا بھی ضروری ہے۔

ويسن في الحضر لإمام، ومنفرد، ذكره الحلبي والناس عنه غافلون طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر، والظهر ومنها إلى آخر لم يكن أوساطه في العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، زكريا ٢/ ٢٦٠، كراچي ١/ ٥٤٠)

واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر، والظهر، وأوساطه في العصر، والعشاء، وقصاره في المغرب، كذا في الوقاية، وطوال المفصل من الحجرات إلى البروج والأوساط من سورة البروج إلى لم يكن والقصار من سورة لم يكن إلى الآخر، هكذا في المحيط والوقاية ومنية المصلى.

(هنديه، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة،الفصل الرابع في القراءة ۷۷/۱، جديد زكريا ۱۳۵/۱)

عن سليمان بن يسارؒ، عن أبي هريرةؓ، أنه قال: ماصليت وراء أحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، أشبه صلاة برسول الله صلى الله من فلان، قال سليمان: كان يطيل الركعتين الأوليين من الظهر، ويخفف الأخريين، ويخفف العصر، ويقرأ في المغرب بقصار المفصل، ويقرأ في العشاء بوسط المفصل، ويقرأ في الصبح بطوال المفصل. (مسند أحمد بن حنبل ۳۰۰/۲، رقم:۷۹۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۶۸/۲۶)

ظہر میں اوساط مفصل اور عشاء میں طوال مفصل پڑھنا

سوال [۲۵۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی آدمی ظہر میں اوساط مفصل اور عشاء میں طوال مفصل پڑھے تو اس طرح پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل کی سورتیں

پڑھنا سنت ہے، اگر کوئی اوساط مفصل سے پڑھتا ہے، تو ترک سنت کی بناء پر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور عشاء کی نماز میں طوال مفصل سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کسی قسم کی کراہت نہیں، ہاں اگر امام ہو اور مقتدیوں پر گرانی ہو تو طوال مفصل سے نہ پڑھے اوساط مفصل ہی سے پڑھے۔

عن أبي هريرةؓ، أنه قال: ماصليت وراء أحد بعد رسول الله أشبه صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم من فلان، قال سليمان: كان يطيل الركعتين الأوليين من الظهر، ويخفف الأخريين، ويخفف العصر، ويقرأ في المغرب بقصار المفصل، ويقرأ في العشاء بوسط المفصل، ويقرأ في الصبح بطوال المفصل. (مسند أحمد ۲/ ۳۰۰، رقم:۷۹۷۸)

ويسن في الحضر لإمام، و منفرد طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين و سنة كفاية، زكريا۲/ ۲٦۰، كراچي ۱/ ٥٤۰)

وفي الحضر: استحسنوا طوال المفصل في الفجر والظهر، وأوساطه في العصر والعشاء، وقصاره في المغرب، ومن الحجرات طواله إلى البروج ومنها أوساطه إلى لم يكن،ومنها قصاره إلى الآخر. (شرح وقايه، كتاب الصلاة، فصل في القراء ة، اشرفي ديوبند۱/ ۱٥۰)

والجملة فيه،أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار مايخف على القوم ولايثقل عليهم بعد أن يكون على التمام. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة كبر، زكريا ۱/ ٥۹٦، كوئٹه۱/ ۳٤۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱٦/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۶۹/۳۴)

نماز میں ترتیب وار قرآن پڑھنا

سوال [۲۵۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص ترتیب وار قرآن کو پڑھنا چاہتا ہے فرض نمازوں کے اندر؛ جبکہ خود وہ امام ہے فرض نمازوں میں سے بھی صرف جہری کے اندر برائے کرم جواب باصواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: شمیم احمد قصبہ کوری روانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہری نماز میں ترتیب وار مقدار مسنونہ کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن کریم پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ لیکن مقتدیوں کی رعایت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز زیادہ اولیٰ اور مستحسن مفصلات میں سے پڑھنا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/۴۱۴، جدید زکریا ۳/۴۶۰)

وقوله تعالیٰ: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [سورة مزمل: ۲۰]

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا صلى أحدكم للناس فليخفف، فإن فيهم الضعيف، والسقيم، والكبير، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ماشاء. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إذا صلى لنفسه فليطول ماشاء ۱/۹۷، رقم: ۶۹۴، ف۷۰۳)

لابأس أن يقرأ في الأولىٰ من محل وفي الثانية من آخر ولو من سورة. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في القراءة خارج الصلاة، كراچي ۱/۵۴۶، زكريا ۲/۲۶۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۴۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۶/۱۴۱۲ھ

خلاف ترتیب قراءت کرنا

سوال [۲۵۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے فجر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں سورۂ قیامہ کا ایک رکوع پڑھا اور دوسری رکعت میں سورۂ مؤمنون کی آخری آیات **أفحسبتم أنما خلقناكم عبثا وأنكم إلينا لاترجعو ن الخ** پڑھا تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا اس طرح نماز درست ہوجاتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد قاسم، محمد پور گونڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں نماز درست ہوگئی؛ البتہ نماز میں اس طرح خلاف ترتیب قرأت کرنا مکروہ ہے۔

وإذا قرأ في ركعة سورة وفي الركعة الأخرىٰ، أو في تلك الركعة سورة فوق تلك السورةيكره. (هنديه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراء ة، زكريا١/٧٨، جديد زكريا ١/١٣٦، شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، كراچي ١/٥٤٧، زكريا٢/٢٦٩)

وإذا قرأ في ركعة سورة وفي الأخرى سورة فوق تلك السورة، أوقرأ في ركعة سورة، ثم قرأ في تلك الركعة سورة أخرىٰ فوق تلك السورة يكره. (الفتاوى التاتار خانيه، كتاب الصلاۃ، الفصل الثاني في القراء ة، زكريا ٢/٦٨، رقم:١٧٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۲۵/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

کیا قرأت میں تواتر آیات شرط ہے؟

سوال [۲۵۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ کیا نماز میں تواتر آیت شرط ہے یا نہیں: یعنی اگر کسی شخص کی نماز میں دوسری یا تیسری آیت چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی یا اعادۂ صلوۃ ضروری ہے؟

(۲) اگر آیت کے چھوٹ جانے کی حالت میں نماز ہو جاتی ہے، پھر کسی کے کہنے سے اعادۂ صلوۃ کرتا ہے تو مسبوقین کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: فضل اللہ، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) نماز میں تواتر قرأت سنت ہے؛ لہٰذا قرأت شروع کرنے کے بعد پہلی یا دوسری آیت کے بعد کوئی آیت چھوٹ جائے تو اس کی دو شکلیں ہیں۔ ایک شکل تو یہ ہے کہ بالقصد چھوڑ دے اس کے بعد آگے سے پڑھنا شروع کردے یا کوئی دوسری سورت پڑھنا شروع کردے، تو اس طرح بالقصد کرنے سے نماز میں کراہت لازم آتی ہے، مگر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور اگر عذر اور بھول ونسیان کی وجہ سے ہوتا ہے تو کراہت بھی نہیں ہے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

وإذا انتقل من آية إلى آية أخرى من سورة أخرى، أو من هذه السورة وبينهما آيات يكره. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراءة ۲/۶۷، رقم: ۱۷۶٤)

وكذا لو انتقل إلى اٰية أخرى من تلك السورة وترك بينهما شيئا...... وأما إذا كان عذر كان حضر بعد تلك الآية قبل أن يتم سنة القراءة،

فلایکره الإنتقال إلی آیة أخری من تلک السورة، أو من سورة أخری للعذر، هذا إن انتقل قصداً، فإن انتقل من غیر قصد، ثم تذکر ینبغي أن یعود ذکر في القنیة، وإن لم یعد فلا کراهة أیضا لعدم القصد. (صغیری، مطبع مجتبائي دهلي، ۱۹۲، کبیري، کتاب کراهیة الصلاة، فروع في الخلاصة جدید، اشرفیه دیو بند ۳۶۳، قدیم ۳۵۰)

(۲) آیت کے چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر پھر بھی اعادہ کیا جائے تو اس نماز میں بعد میں آنے والوں کو شریک نہیں ہونا چاہئے، اگر شریک ہوجائیں، تو ان کا فرض ادا نہیں ہوگا، ان کو اپنی نماز دہرانی لازم ہے۔

فإن کانت تلک الکراهة کراهة تحریم تجب الإعادة، أو تنزیه تستحب. (هندیه، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة و ما یکرهه فیها، الفصل الثاني فیما یکره في الصلاة، زکریا ۱/۱۰۹، جدید زکریا ۱/۱۶۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۹۱/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۳/۱۳ھ

درمیانی سورت میں ایک آیت پر چھوڑ کر پڑھنے کا حکم

سوال [۲۵۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اما صاحب نماز مغرب پڑھا رہے تھے، سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورۂ قارعہ پڑھے، نتیجہ یہ ہوا کہ یوم یکون الناس پڑھ دیا تو اس طرح نماز درست ہوجائے یا اعادۂ صلوۃ لازم ہے؟ کیا تین آیت کا تواتراً پڑھنا ضروری ہے یا مختلف سورۃ سے تین آیت پڑھ دیں تب بھی نماز ہوجائے گی؟

المستفتی: دلشاد احمد سپولوی، معرفت: معراج احمد، دورۂ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں تواتر قرأت سنت ہے؛ لہٰذا قرأت شروع کرنے کے بعد پہلی دوسری آیت کے بعد کوئی آیت چھوڑ جائے، تو اس کی دو شکلیں ہیں:

ایک شکل تو یہ ہے کہ بالقصد چھوڑ دے، اس کے بعد آگے سے پڑھنا شروع کردے یا کوئی دوسری سورۃ پڑھنا شروع کردے، تو اس طرح بالقصد کرنے سے نماز میں کراہت لازم آجاتی ہے، مگر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور اگر عذر اور بھول ونسیان کی وجہ سے ہوتا ہے، تو کراہت بھی نہیں ہے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

وکذا لو انتقل إلی آیة أخریٰ من تلک السورة وترک بینها شیئًا، وأما إن حصر بعد ذلک الآیة قبل أن یتم سنة القراء ة، فلا یکره الانتقال إلی اٰیة أخریٰ من تلک السورة أو من سورة أخریٰ للعذر، هذا إن انتقل قصدًا فإن انتقل من غیر قصد، ثم تذکر ینبغي أن یعود ذکر في القنیة: وإن لم یعد فلا کراهة أیضاً لعدم القصد. (صغیري، مطبع مجتبائی دهلی ۱۹۲، کبیري، فصل في بیان الذي یکره فعله في الصلوة و ما لا یکره قدیم ۳۵۰، جدید اشرفیة دیو بند ۳۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۲ھ

کیا نماز پنجگانہ، تراویح اور سنن ونوافل میں ترتیل لازم ہے؟

سوال [۲۵۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید عالم دین کا کہنا ہے کہ جس طرح تراویح کی نماز میں قرأت ترتیل کے ساتھ تیزی سے کی جاتی ہے، اسی طرح قرأت فرض نمازوں میں ہونی چاہئے، یعنی تراویح

فرض، واجب، سنت، نفل، جہری، سری سب نمازوں میں قرأت یکساں ترتیل کے ساتھ ہونی چاہئے، کیا زید عالم دین کا یہ کہنا درست ہے یا فرض اور سنت، نفل، جہری یا سری نمازوں میں قرأت میں کچھ فرق ہے؟

المستفتی: محمد اصغر سیڈھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قرآن کریم کی تلاوت کی رفتار کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **ترتیل و ترسیل:** جو انتہائی ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔

(۲) **تدویر:** اس میں ترتیل کے مقابلہ میں رفتار کچھ تیز ہوتی ہے۔

(۳) **حدر:** اس میں تدویر سے بھی رفتار کچھ تیز ہوتی ہے، مگر مخارج وادائیگی ولہجہ سب کی رعات کی جاتی ہے اور قرآن کریم کو خارج صلاۃ اور داخل صلاۃ مذکورہ تینوں طریقوں کے مطابق پڑھنا بلا تکلف و بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ ہاں البتہ فقہاء نے فرض نمازوں کے لئے ترتیل وترسیل کو زیادہ بہتر کہا ہے اور تراویح کے لئے تدویر یا حدر کو بہتر کہا ہے، اس کا مطلب یہ کہ اگر تراویح میں ایک پارہ پڑھا جائے تو تدویر کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور اگر دو یا تین تین پارے پڑھے جائیں تو حدر کے ساتھ پڑھنا زیادہ بہتر ہے؛ اس لئے کہ تین پارہ پڑھنے کی شکل میں اگر ترتیل وترسیل کے ساتھ پڑھا جائے، تو سامعین مشقت محسوس کریں گے اور باجماعت نمازوں میں مقتدیوں کی رعایت بھی امر مطلوب ہے۔

وفي فتاوى الحجة: ثم القراءة على ثلاثة أوجه في الفرائض على التؤدة والترسل، والتدبر حرفا حرفا، وفي التراويح يقرأ بقراءة الأئمة بين التؤدة والسرعة، وفي النوافل بالليل له أن يسرع بعد أن يقرأ كمايفهم وذلک مباح. (الفتاوى التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراءة جديد، زكريا ۲/ ٦٧، رقم: ۲۱۷٦، قديم كراچي ۱/ ٤٥٢)

وفي الحجة: يقرأ في الفرض بالترسل حرفا حرفا، وفي التراويح بين بين، وفي النفل ليلا له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنةعين وسنة كفاية، زكريا ٢/٢٦٢، كراچي ١/٥٤١)

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا أم أحدكم الناس فليخفف، فإن فيهم الصغير، والضعيف، والمريض الخ.

(ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف، النسخة الهندية ٥٥١، دارالسلام رقم: ٢٣٦)

عن أنس بن مالكؓ، قال: ألا أصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصلى بهم صلوة حسنة لم يطول فيها. (مسند أحمد ٣/١٩٧، رقم: ١٣٠٦٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۶؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۴۰)	۱۴۳۱/۳/۶ھ

فجر کی پہلی رکعت دوسری سے کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

سوال [۷۵۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام کتب فقہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فجر کی پہلی رکعت کو دوسری رکعت کی بہ نسبت طویل کرنا سنت ہے؛ لیکن اس کی مقدار کیا ہوگی؟

نیز دوسری رکعت پہلی رکعت سے پونی ہو یا آدھی فقہی اعتبار سے یہ تعبیر درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو اس کا حوالہ کیا ہے؟ نیز حوالہ کے ساتھ عبارت بھی تحریر فرمادیں بڑی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد اسماعیل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی پہلی رکعت دوسری رکعت کی بہ نسبت طویل ہونی چاہئے اوراس طوالت کی مقدار حتمی طور پر متعین نہیں ہے؛ بلکہ دوسری رکعت پہلی رکعت کے مقابلہ میں پونی بھی ہوسکتی ہے، یعنی ایک چوتھائی چھوٹی ہواور دوثلث کے برابر بھی ہوسکتی ہے اورنصف بھی ہوسکتی ہے، یعنی آدھی اورایک ثلث بھی ہوسکتی ہے، یعنی تین حصہ کر کے ایک حصہ کے برابراورحسب ضرورت اس سے بھی چھوٹی ہوسکتی ہے؛ اس لئے اس میں کافی گنجائش ہے؛ لہٰذا دوسری رکعت پہلی رکعت کے مقابلہ میں پونی اورآدھی ہونا بھی جائز ہےاورفقہی اعتبار سے اس تعبیر میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

عن أبي قتادة قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يقرا في الركعتين الأولين من صلاة الظهر بفاتحة الكتاب وسورتين، يطول في الأولىٰ ويقصر في الثانية، ويسمع الأية أحيانا، وكان يقرأ في العصر بفاحة الكتاب وسورتين،وكان يطول في الركعة الأولىٰ من صلوة الصبح، ويقصر في الثانية. (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب القراءة في الظهر١/١٠٥ رقم: ٧٥٠، ف ٧٥٩، مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر، والعصر، النسخة الهندية ١/١٨٥، بيت الأفكار رقم:٤٥١)

وتطال أولىٰ الفجر على ثانيتها بقدر الثلث، وقيل: النصف ندبًا فلوفحش لا بأس به فقط بأن تكون زيادة (درمختار) "بقدر الثلث" بأن تكون زيادة ما في الأولىٰ على ما في الثانية بقدر ثلث مجموع ما في الركعتين، كما في الكافي حيث قال: الثلثان في الأولىٰ والثلث في الثانية. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، كراچي ١/٥٤١، زكريا ٢/٢٦٢، ٢٦٣)

قال أبوحنيفةؒ في الجامع الصغير: ويطول الركعة الأولىٰ من الفجر

علی الثانیة، ویجب أن یعلم أن إطالة القراء ة في الرکعة الأولیٰ علی الثانیة من الفجر مسنونة بالإجماع……بعد هذا قد اختلف المشائخ بعضهم قالوا: ینبغي أن یکون التفاوت بینهما بقدر الثلث، والثلثین، والثلثان في الأولی، والثلث في الثانیة. (تاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراء ة، زکریا ۲/۷۳، رقم:۱۷۸۵)

وفي شرح الطحاوي: وینبغي أن یقرأ في الأولی بثلاثین آیة، وفي الثانیة بقدر عشر آیات وعشرین……وإن کان فاحشا بأن یقرأ في الأولیٰ سورة طویلة، وفي الثانیة ثلاث آیات لا بأس به. (هندیة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراء ة، زکریا ۱/۷۸، جدید زکریا ۱/۱۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۴/۱۴۳۲ھ

ایک رکعت میں مکمل سورۃ پڑھنا اولیٰ ہے

سوال [۲۵۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چودہویں پارہ کی چند آیتیں **ان إبراهیم** سے **وإنه في الآخرة لمن الصالحین** تک پہلی رکعت میں پڑھی، دوسری رکعت میں سورۂ قریش پارہ ۳۰؍ سے پڑھی مغرب کی نماز میں، اب صحیح مسئلہ بیان فرمائیے کہ یہ خلاف اولیٰ ہوا یا نہیں؟

المستفتی: حافظ طفیل احمد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اولیٰ اور افضل ہر رکعت میں پوری سورت کا پڑھنا ہے؛ اس لئے مذکورہ صورت غیر اولیٰ ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی، زکریا ۳/۷۲، فتاوی دار العلوم ۲/۲۴۶)

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال: ما من سورة في المفصل صغيرة ولا كبيرة، إلا قدسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقرؤها في الصلاة كلها. (المعجم الكبير للطبراني، دارإحياء التراث العربي ۱۲/ ۲۸۰، رقم: ۱۳۳۵۹)

عن عائشةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في صلوة المغرب بسورة الأعراف، فرقها في ركعتين. (سنن نسائي، كتاب الصلاة، باب القراءة في المغرب، النخسة الهندية ۱/ ۱۱٤، دار الفكر رقم: ۹۹۲)

الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة ......ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة قيل يكره، وقيل لايكره،وهو الصحيح؛ ولكن لاينبغي أن يفعل، ولوفعل لابأس به. (عالمگيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة، زكريا ۱/ ۷۸، جديد زكريا ۱/ ۱۳۵)

الأفضل أن يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة تامة، ولوقرأ بعض السورة في ركعة، والبعض في ركعة، بعض مشايخنارحهم الله قالوا: يكره؛لأنه خلاف ماجاء به الأثر، وفي الغياثية: وكأنهم أرادوا بذلك سورة قصيرة، وروي عن أصحابنا، أنه لايكره، وفي الظهيرية: هو الصحيح، وفي الخلاصة: لايكره؛ ولكن لاينبغي أن يفعل، ولو فعل لابأس به. (الفتاوى التاتارخانية،كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراءة جديد، زكريا۲/ ٦٦، رقم: ۱۷۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶؍ ۲۰۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/ ۱۱/ ۱۴۱۰ھ

پہلی رکعت میں سورۂ زلزال دوسری میں عادیات کے درمیان افلایعلم سے پڑھنا

سوال [۲۵۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز پڑھائی پہلی رکعت میں سورۂ زلزال پڑھا اوردوسری رکعت میں سورۂ عادیات کے درمیان سے یعنی **افلا یعلم** سے پڑھا تو کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد صابر حسین مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی؛ البتہ درمیان میں چھوٹی سورۃ یا چند آیات جو پہلی رکعت میں پڑھی گئی سورۃ یا آیت سے کم ہو قصداً چھوڑ دینا مکروہ ہے اوراگر شروع سے ہی درمیان سورۃ سے پڑھا اور بالقصد دو تین آیتیں چھوڑ دیا تو بھی مکروہ ہے، مگر نماز دونوں صورتوں میں ہو جائے گی اوراگر بھولے سے ایسا کیا تو نماز مکروہ بھی نہیں ہے۔

ويكره الفصل بسورة قصيرة، وأن يقرأ منكوسا. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الإستماع للقرآن فرض كفاية، كراچي ١/٥٤٦، زكريا ٢/٢٦٩)

والفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصد، فلو سهواً فلا كما في شرح المنية. (مستفاد: امداد الفتاوى، زكريا ١/٢٢٦، أيضا ١/ ٢٦٠)

إذا جمع بين السورتين بينهما سورة واحدة في ركعة واحدة فإنه يكره، وفي الذخيرة: بالإتفاق، وإن كان في الركعتين، فإن كان بينهما سور لايكره، وإن كانت سورة واحدة، قال بعضهم يكره، وقال بعضهم: إن كانت السورة طويلة، لايكره. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض

الصلاة، فصل في القراء ة جديد زكريا ۲/ ٦٨، رقم: ١٧٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۶۳/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۷/۱۴۱۹ھ

پہلی رکعت میں سورۂ زلزال اور دوسری میں والعٰدیات پڑھنا

سوال [۲٦۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ امام عشاء کی نماز میں پہلی رکعت کے اندر سورۂ **زلزال** اور دوسری رکعت میں سورۂ **والعدیات** پڑھتا ہے۔

(۲) نماز عشاء میں ہی پہلی رکعت میں سورۂ **اعلیٰ** اور دوسری میں سورۂ **غاشیة** پڑھتا ہے۔

(۳) نماز فجر میں پہلی رکعت کے اندر سورۂ **نبا** دوسری رکعت میں سورۂ **نازعات** پڑھتا ہے، تو کیا ان تینوں صورتوں میں پہلی رکعت میں چھوٹی سورۃ، دوسری رکعت میں بڑی سورۃ ہونے کی وجہ سے جو کہ سنت کے خلاف ہے نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں، یا ان تین صورتوں میں سے کسی خاص صورت میں کراہت ہے یا تینوں میں نہیں؟

المستفتی: عبداللہ خان، متعلم مدرسہ تعلیم القرآن چاند پور بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کے لئے دو ضابطہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) بڑی سورتوں میں رکعت ثانیہ میں سات آیتوں تک کی زیادتی مکروہ نہیں ہے اور چھوٹی سورتوں میں تین آیتوں تک کی زیادتی مکروہ نہیں ہے اور اس سے زائد کی زیادتی مکروہ ہوتی ہے۔

عن النعمان بن بشیرؓ، قال: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقرأ في العيدين، وفي الجمعة، بسبح اسم ربک الاعلى، وهل اتاک حديث

الغاشية الحديث. (مسلم، كتاب الجمعة، باب في قراءة سورة الجمعة والمنافقين، النسخة الهندية ١/٢٨٨، بيت الأفكار رقم: ٨٧٨)

وتكره الزيادة الكثيرة، وأما ما روي أنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الأولىٰ من الجمعة بسبح اسم ربک الأعلى، وفي الثانية هل أتاک حديث الغاشية، فزاد على الأولىٰ بسبع؛ لكن السبع في السور الطوال يسير دون القصار الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، زكريا ٢/٢٦٤، كراچي ١/٥٤٣، حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة قديم ٣٠٥، جديد اشرفيه ديوبند٣١٣، الفتاوى التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراءة، زكريا٢/٦٩، رقم: ١٧٧١)

والذي تحصل من مجموع كلامه وكلام القنية، أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيد بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذ فيها. (شامي، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين، زكريا٢/٢٦٤، كراچي ١/٥٤٣، حاشية الطحطاوي جديد، دارالكتاب ديوبند فصل في مكروهات الصلاة٣٥١)

(۲) اگر دونوں سورتوں کی آیتیں طول وقصر میں برابر برابر ہوں تو چھوٹی اور لمبی کا اعتبار آیتوں کی تعداد سے ہوگا اور اگر دونوں سورتوں کی آیتیں برابر برابر نہیں ہیں؛ بلکہ ایک کی آیتیں لمبی لمبی اور دوسری کی آیتیں چھوٹی چھوٹی ہیں تو طول وقصر کا اعتبار آیتوں کی تعداد سے نہ ہوگا؛ بلکہ حروف اور کلمات سے ہوگا۔

إن التقدير بالآيات إنما يعتبر عند تقاربها، وأما عند تفاوتها، فالمعتبر التقدير بالكلمات أو الحروف الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، زكريا ٢/٢٦٤، كراچي ١/٥٤٣، منحة الخالق على البحر، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة كبر،زكريا١/٥٩٨، كوئٹه١/٣٤٢)

اورسورۂ زلزال کی آیتیں سورۂ عادیات کی آیتوں سے لمبی لمبی ہیں؛ اس لئے آیتوں کی تعداد کا اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ حروف وکلمات کا ہوگا اور حروف وکلمات کے اعتبار سے سورۂ والعادیات سورۂ زلزال سے تین آیت کے بقدر بڑی نہیں ہے؛ اس لئے مذکورہ شکل میں نماز مکروہ نہ ہوگی ،سورۂ غاشیہ کی آیتیں سورۂ اعلی کی آیتوں سے چھوٹی ہیں؛ اس لئے کلمات کا اعتبار ہوگا۔ نیز بڑی سورتوں میں سات آیت کی زیادتی جائز ہے مکروہ نہیں ہے؛ اس لئے عشاء کی نماز بھی مکروہ نہ ہوگی۔ اور سورۂ نباء سے سورۂ نازعات ۶ ؍آیتوں سے بڑی ہے اور بڑی سورتوں میں سات آیتوں تک زیادتی مکروہ نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے فجر کی نماز بھی مکروہ نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷؍ ۲۶۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۴؍۱۴۱۲ھ

پہلی رکعت میں سورۂ بروج کی آخری تین آیتیں اور دوسری میں سوۂ قریش پڑھنا

سوال [۲۶۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیش امام نے مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بروج کی آخری تین آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں لإیلاف قریش پوری سورۃ پڑھیں، ایسی صورت میں نماز میں تو کوئی کمی نہیں آئی نماز ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد اطہر افضل گڈھ بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں نماز کے اندر کوئی کراہت اور خرابی نہیں آئی۔

لو قرأ في الركعة الأولى آخر سورة، وفي الركعة الثانية سورة قصيرة كما لو قرأ آمن الرسول في ركعة، وقل هو الله احد في ركعة لايكره الخ.
(عالمگيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة، قديم زكريا ١/٧٨، جديد ١/١٣٦)

لو قرأ في الركعة الأولىٰ من آخر سورة، وفي الركعة الثانية من وسط سورة أوسورة قصيرة كما لو قرأ ''آمن الرسول'' في ركعة و''قل هو الله احد'' في ركعة، لايكره. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراءة ٢/٦٦، رقم: ١٧٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۰۲)

نماز جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اور غاشیہ کی قرأت پر ایک اعتراض کا جواب

سوال [۲۶۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ امام کے اوپر تنقید کرتے ہیں اور تنقید کرنے میں ایک عالم صاحب بھی ہیں کہ قرأت مختصر کریں؛ جبکہ امام صاحب نماز فجر میں اکثر سورۂ حجرات کی برابر آیتیں پڑھتے ہیں، مغرب میں سورۂ **زلزال، فیل** وغیرہ، عشاء میں سورۂ **فجر** وغیرہ نماز جمعہ میں سورۂ **اعلی** دوسری رکعت میں **غاشیہ** اور کبھی کبھی **والتین** وغیرہ بھی تلاوت کرتے ہیں امام کے اوپر تنقید کرنے والوں میں عالم صاحب خاص طور پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کونسی فقہ میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ **اعلیٰ** اور دوسری رکعت میں سورۂ **غاشیہ** پڑھ دی، غور طلب یہ ہے کہ سورۂ **اعلی** اور سورۂ **غاشیہ** نماز جمعہ میں پڑھنا مسنون ہے یا نہیں۔ نیز نمازوں میں قرأت کی جو کیفیت اوپر بیان کی ہے وہ سنت کے خلاف ہے؟

المستفتی: محمد ایوب طویلہ اسٹریٹ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فجر اورظہر میں طوال مفصل (سورۂ حجرات سے لےکرسورۂ بروج تک) اورعصر اورعشاء میں اوساط مفصل (سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک) اورمغرب میں قصار مفصل (سورۂ زلزال سے سورۂ ناس تک) کی قرأت یا ان کی مقدارقرأت قرآن کریم کےدوسرے مقامات سے مسنون ہے؛ لہٰذا امام صاحب کی قراءت کی جو کیفیت سوال نامہ میں بیان کی گئی ہے، وہ خلاف سنت نہیں حضور ﷺ اسی طرح کی قرأت کی ترغیب دیا کرتے تھے اورنماز جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اورسورۂ غاشیہ کی قرأت مسنون ہے اورصحیح احادیث شریفہ سے آپ ﷺ کے نماز جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اورسورۂ غاشیہ پڑھنے کامعمول ثابت ہے۔

لہٰذا نماز جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اورسورۂ غاشیہ کی قرأت کرنے پر عالم صاحب کا اعتراض کرنا درست نہیں؛ ہاں البتہ کبھی کبھار دوسری سورتیں یا دوسرے مقامات سے بھی قرأت کرلینی چاہئے۔

عن سليمان بن يسارؒ، عن أبي هريرةؓ، أنه قال: ماصليت وراء أحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، أشبه صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم، من فلان لإمام كان بالمدينة، قال سليمان بن يسار: فصليت خلفه، فكان يطيل الأوليين من الظهر ويخفف الأخريين، ويخفف العصر، ويقرأ في الأوليين من المغرب بقصار المفصل، ويقرأ في الأوليين من العشاء من وسط المفصل، ويقرأ في الغداة بطوال المفصل، قال الضحاك: وحدثني من سمع أنس بن مالك يقول: مارأيت أحدا أشبه صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الفتى يعني عمر بن عبد العزيز قال الضحاك: فصليت خلف عمر بن عبد العزيز، فكان يصنع مثل ما قال سليمان بن يسارؒ. (مسند أحمد بن حنبل ۳۲۹/۲، ۳۳۰، رقم:۸۳٤۸)

ویسن في الحضر لإمام، و منفرد،طوال المفصل من الحجرات إلی آخر البروج في الفجر، والظهر،وأوساطه أي من البروج إلی آخر لم یکن في العصر، والعشاء، وباقیه أي قصاره في المغرب. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، مطلب السنة تکون سنة عین و سنة کفایة، ، کراچي ۱/ ۵٤۰، زکریا۲/ ۲٦۰ - ۲٦۲، هندیه، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلوۃ، الفصل الرابع في القراءۃ، زکریا ۱/۷۷، جدید زکریا ۱/۱۳٥)

أما لو قرأ للتیسر علیه أو تبرکا بقراءته علیه الصلاۃ والسلام، فلاکراهة؛ لکن بشرط أن یقرأ غیرها أحیانا لئلا یظن الجاهل أن غیرها لایجوز. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، مطلب السنة تکون سنة عین و سنة کفایة، کراچي ۱/٥٤٤، زکریا۲/٢٦٦)

عن سمرۃ بن جندبؓ، قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ في صلوۃ الجمعة بسبح اسم ربک الأعلی وهل أتک حدیث الغاشیة وعن النعمان بن بشیر قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم، یقرأ في الجمعة بسبح اسم ربک الأعلی وهل أتک حدیث الغاشیة. (نسائي شریف، کتاب الصلاۃ، القراءۃ في صلوۃ الجمعة بسبح اسم ربك الاعلی، النسخة الهندیة ۱/ ۱٦۰، دارالسلام رقم:۱٤۲۳،۱٤۲٤، مسلم شریف، کتاب الجمعة، فصل في قراءۃ سورۃ الجمعة والمنافقین أو سبح اسم ربك الأعلی، النسخة الهندیة ۱/۲۸۸، بیت الأفکار رقم:۸۷۸، ابو داؤد شریف، کتاب الصلاۃ، باب مایقرأ في الجمعة، النسخة الهندیة ۱/ ۱٦۰، دارالسلام رقم:۱۱۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ربیع الثانی۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۵۴/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۷ھ

وتر میں کسی سورۃ کو متعین کرنا

سوال [۲۶۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر ائمہ کرام (حفاظ عموماً) تراویح کے بعد وتر میں آخری رکعت میں **قل ھو اللّٰہ احد** پڑھا کرتے ہیں، کیا یہاں بھی مندرجہ بالا سورۃ مقرر کر کے پڑھنے کی ممانعت لاگو ہوتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: اقتدار انیس صدیقی، اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاءِ عظام نے نماز میں کسی سورۃ کے متعین کرنے کو جو منع کیا ہے، اس کی علت یہ ہے کہ کہیں آدمی یہ گمان نہ کر لے کہ اس سورۃ کے علاوہ کوئی اور دوسری سورۃ نہیں پڑھ سکتے؛ البتہ وتر کی تیسری رکعت میں حضور ﷺ سے سورۂ اخلاص پڑھنا ثابت ہے؛ لہٰذا اس نیت سے کوئی پڑھے تو حصول ثواب کی امید ہے؛ لیکن کبھی کبھار اس کے خلاف بھی کرے تو بہتر ہے۔

عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقرأ في الوتر بسبح اسم ربک الأعلى وقل يا أيها الكافرون وقل هو الله احد في ركعة ركعة. (سنن الترمذي، ابواب صلاة الوتر، باب ماجاء ما يقرأ في الوتر، النسخة الهندية ١/١٠٦، دارالسلام رقم: ٤٦٢)

ويقرأ وجوبا في كل ركعة منه الفاتحة وسورة لما روى، أنه عليه السلام قرأ في الأولى منه أي بعد الفاتحة بسبح اسم ربک الأعلى وفي الثانية ب "قل يا أيها الكافرون" وفي الثالثة ب "قل هو الله احد". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه جديد، دارالكتاب ديوبند ٣٧٥)

والسنة السور الثلاث: أي الأعلی، والكافرون، والإخلاص؛ لكن في النهاية: أن التعيين على الدوام يفضي إلى اعتقاد بعض الناس أنه واجب وهو لايجوز. (شامي، كتاب الصلاة، باب الوتر،والنوافل،مطلب في منكر الوتر والسنن، أو الإجماع، كراچي ۲/٦، زكريا ۲/٤٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍۹۴۷)

وتر کی پہلی رکعت میں والضحیٰ دوسری میں الم نشرح تیسری میں والتین پڑھنا

سوال [۲٦۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز میں امامت کرتا ہے اور پہلی رکعت میں سورۂ ضحیٰ اور دوسری رکعت میں الم نشرح اور تیسری رکعت میں والتین پڑھتا ہے، ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس ترتیب سے سورتیں پڑھنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ الم نشرح کے بعد سورۂ والتین پڑھنا یہ چھوٹی سورۃ کے بعد بڑی سورۃ کا پڑھنا ہے، امام کہتا ہے کہ یہ ترتیب بالکل صحیح ہے؛ کیونکہ یہ قرآن کی ترتیب ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کس کا قول صحیح ہے اور کس کا قول غلط ہے؟

المستفتی: محمد ہارون، لکھیم پوری، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ الم نشرح کے بعد سورۂ والتین کا پڑھنا دو وجہوں سے کراہت میں داخل نہیں۔

(۱) ترتیب قرآن کے مطابق ہے۔

ولابأس بقراءة القرآن في الصلاة على التأليف، عرف ذلك بفعل

الصحابة رضي الله عنهم الخ (فتاوی قاضيخان، على الهندية، فصل في قراء ة القرآن، مسائل كيفية القراء ة، زكريا ١/ ١٦١، قاضيخان جديد زكريا ١/ ١٠١)

(۲) دونوں سورتیں آیتوں کے اعتبار سے برابر ہیں، دونوں میں آٹھ آٹھ آیتیں ہیں اور اتنی چھوٹی سورتوں میں طول وقصر میں تین آیتوں کے طول میں کراہت تنزیہی ہوتی ہے اور یہاں یہ بات نہیں ہے؛ لہٰذا زیدامام کا قول صحیح ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲/۱۶۴، جدید ڈابھیل ۷/۸۶)

فالعبرة كثرة الآئى لا كثرة الكلمات والحروف (إلى قوله) أن يكون التفاوت بينهما بقدر الثلث والثلثين، الثلثان في الأولى والثلث في الثانية الخ.

(فتاوى تاتارخانية قديم ١/ ٤٥٦، جديد كتاب الصلاة، الفصل الثانى في فرائض الصلاة فصل في القراء ة ٢/ ٧٣، رقم: ١٧٨٦، طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات قديم ١٩٣، جديد دارالكتاب ديوبند ٣٥١)

وإطالة الثانية على الأولى يكره إجماعا، إن بثلاث آيات وإن بأقل لايكره، لأنه عليه الصلاة والسلام صلىٰ بالمعوذتين يعني في صلاة الفجر والسورة الثانية أطول من الأولى بآية الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية زكريا ٢/ ٢٦٣، كراچي ١/ ٥٤٢، مصري ١/ ٥٧٦)

عن عقبة بن عامرؓ قال: بينا أنا أسير مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، بين الجحفة والأبواء، إذ غشيتنا ريح وظلمة شديدة، فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، يتعوذ ب "أعوذ برب الفلق"، وأعوذ برب الناس، وهو يقول: ياعقبة! تعوذ بهما، فما تعوذ متعوذ بمثلهما، قال: وسمعته يؤمنا بهما في الصلاة. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في المعوذتين، النخسة الهندية

۱/۲۰۶، دارالسلام رقم:۱۴۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۳۱/۲۵)

پہلی رکعت میں سورۃ کا ابتدائی حصہ اور دوسری میں آخری حصہ پڑھنا یا اس کے برعکس کرنا

سوال [۲۶۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض نماز کی اول رکعت میں جزء سورت پڑھی یعنی کسی طویل سورت کا ایک رکوع یا چند آیات پڑھیں ابتداء سورت سے یا وسط سورت سے یا آخر سورت سے اور رکعت ثانیہ میں مکمل سورت پڑھی یا اس کے برعکس پڑھی مثلاً اول رکعت میں مکمل سورت پڑھی، ثانی رکعت میں کسی طویل سورت کا جزء پڑھا، دونوں صورتوں کا جواب مع دلائل عنایت فرمائیں؟

المستفتی: اخلاق احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں صورتیں جائز ہیں؛ البتہ اس کی عادت ڈالنا خلاف اولیٰ ہے اور ہر رکعت میں مفصلات میں سے پوری پوری سورت پڑھنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۲۶۶، زکریا ۱/۲۴۹، احسن الفتاوی زکریا ۳/۸۵، فتاوی دار العلوم ۲/۲۳۵، ۲/۲۶۶)

لو قرأ في الأولیٰ من وسط سورة، أو من سورة أولها، ثم قرأ في الثانية من وسط سورة آخري، أو من أولها أو سورة قصيرة الأصح أنه لايكره؛ لكن الأولى أن لايفعل من غير ضرورة الخ. (شامي، كتاب الصلاة، قبيل باب الإمامة مطلب الإستماع للقرآن فرض كفاية، زكريا ۲/۲٦۸، ۲٦۹، كراچي ۱/٥٤٦، كوئٹه ۱/٤۰٤)

والأفضل أن يقرأ في كل ركعة سورة تامة، ولو قرأ بعض السورة في ركعة وباقيها في ركعة قيل يكره والصحيح أنه لايكره الخ. (كبيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، باب زلة القاري، تتمات فيما يكره من القرآن جديد اشرفيه ديوبند ٤٩٣، قديم٤٦٢، هكذا عالمگيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة، قديم زكريا ١/٧٨، جديد ١/١٣٦، تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، فصل في القراءة جديد زكريا ٢/٦٦، رقم: ١٧٦٠، قديم ١/٤٥١، فتاوى قاضيخان على الهندية، كتاب الصلاة، فصل في القراءة مسائل كيفية القراءة زكريا١/١٦١، قاضيخان جديد زكريا ١/١٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵؍ ۱۷۸۴)

تہجد میں قل ھو اللہ احد کتنی مرتبہ پڑھی جائے؟

سوال [۲۶۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تہجد میں **قل ھو اللہ احد** ایک مرتبہ پڑھی جائے گی یا تین مرتبہ؟

المستفتی: منصور احمد، تمباکو محلّہ جنت بخش کمپنی مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تہجد کی ہر رکعت میں قل ہو اللہ شریف پڑھنا نہ ایک ایک مرتبہ کرکے لازم ہے اور نہ ہی تین تین مرتبہ؛ بلکہ اپنے اختیار سے جو سورۃ بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور جتنی لمبی سورۃ پڑھی جائے گی اتنا زیادہ ثواب ملے گا؛ البتہ ہر رکعت میں قل ہو اللہ شریف پڑھنا بھی جائز ہے چاہے ایک ایک مرتبہ یا تین تین مرتبہ، مگر اس کو لازم کرلینا مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ۴؍۲۹۰)

ولایکره تکرار السورة في رکعة، أو في رکعتین في التطوع؛ لأن باب النفل واسع الخ (کبیري، کراهیة الصلاة، جدید اشرفیه دیوبند ۳۵۵، قدیم ۳۴۳)

وقراءة قل هو الله أحد ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنها بعض المشائخ الخ . (کبیري، زلة القاري، القراءة خارج الصلاة جدید اشرفیه دیوبند ۴۹۶، قدیم ۴۶۴)

واختار بعضهم سورة الإخلاص في کل رکعة الخ. (شامي، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح،زکریا ۲/۴۹۸، مصري ۱/۶۶۲، کراچي ۲/۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۳۹۸)

نماز میں سورۂ فاتحہ میں رب العلمینه و لاالضالینه پڑھنا

سوال[۲۶۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں **الحمد شریف** اور قرآن شریف میں امام صاحب کی اس طرح عادت ہوگئی ہے **رب العلمینه** ہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، **ولاالضالیته ہ**، کے ساتھ پڑھتے ہیں، تو اس طرح پڑھنے سے نماز ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: رئیس احمد، محلّہ علی خان کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: فن قرأت کے امام یعقوب کے نزدیک اس طرح قرأت جائز ہے؛ البتہ اسماء میں جواز اور افعال میں عدم جواز کا فرق بتلاتے ہیں، نماز ہرحال میں کراہت تحریمی کے ساتھ صحیح ہوجائے گی؛ کیونکہ معمول بہا نہیں ہے اس سے عوام الناس

کودھوکہ ہوجاتا ہے، اماموں کونماز میں ایسی قرأت نہ کرنی چاہئے۔ (مستفاد: توضیح العسر ۱۶۷، طیبة النشر ۱۹۶)

قراءة القرآن بالقراءة السبع والروايات كلها جائزة؛ ولكني أرى الصواب، أن لايقرأ بالقراءة العجيبة بالإمالات وبالروايات الغريبة؛ لأن بعض الناس يتعجبون، وبعضهم يتفكرون، وبعضهم يخطئون، وبعض السفهاء يقولون مالايعلمون، ولعلهم لايرغبون فيقعون في الإثم، والشقاء، ولاينبغي للأئمة أن يحملوا العوام إلى مافيه نقصان دينهم، ودنياهم. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في القراءة، زكريا۲/ ۷۲، رقم:۱۷۸۳، غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، رحيميه ديوبند قديم ٤٦٣، سهيل اكيڈمي لاهور ٤٩٥، هندية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في القراءة زكريا ۱/۷۹، جديد زكريا ۱/ ۱۳٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رشوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۳۱)

سورۂ فاتحہ کی آیتوں کے آخر میں ہ پڑھنا

سوال [۲٦۰۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں الحمد شریف اور ہر آیت پر ''ھ'' ظاہر ہوتی ہے، نماز ہوگی یانہیں جیسے: **توعدونه، العلمينه، يوم الدينه** ہرآیت پر امام صاحب ھ ظاہر کرتے ہیں نماز ہوگی یانہیں؟

المستفتی: محمد صادق حسین، محلّہ علیخان، نئی مسجد کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: فن قرأت کی مشہور کتاب توضیح العسر، شرح

طیبة النشر میں فن قرأت کے امام یعقوب کے نزدیک العلمینہ، اور یوم الدینہ وغیرہ جائز ہیں اور توعدونہ نا جائز ہے، معمول بہا نہ ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی ہوجائے گی؛ البتہ واجب الاعادة نہ ہوگی۔ (مستفاد: توضیح العسر ۱۶۷، طیبة النشر ۱۹۶، امداد الفتاویٰ ۱/۲۹۱)

ویجوز بالروايات السبع؛ لكن الأولى أن لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم (تحته في الشاميه) أي بالروايات الغريبة والإمالات، لأن بعض السفهاء يقولون مالا يعلمون فيقعون في الإثم والشقاء، ولاينبغي للأئمة أن يحملوا العوام على مافيه نقصان دينهم، ولايقرأ عندهم مثل قراءة أبي جعفر، وابن عامر، وعلي بن حمزة، والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أو يضحكون، وإن كان كل القراءات والروايات صحيحة فصيحة، ومشايخنا اختاروا قراءة أبي عمرو وحفص عن عاصم. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۲/۲۶۲، كراچي ۱/۵٤۱، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في القراءة، زكريا ۲/۷۲، رقم:۱۷۸۳، حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، رحيميه ديو بند ٤٦۳، سهيل اكيڈمي لاهور ٤۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر شوال المکرم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۳۲)

سورۂ نازعات کے بعد والی سورۃ چھوڑ کر اگلی سورۃ پڑھنا

سوال [۲۶۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورتوں کے درمیان سورت چھوڑنا مکروہ ہے، اگر کسی نے پہلی رکعت میں سورۂ نازعات پڑھی اور دوسری میں سورۂ عبس چھوڑ کر اگلی والی سورت پڑھی تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عابد متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسورتوں کے درمیان ایک سورۃ کا چھوڑ نا یہ قصار مفصل میں مکروہ ہے؛ لیکن طوال مفصل اور اوساط مفصل یعنی بڑی سورتوں میں دوسورتوں کے درمیان ایک سورۃ کا فصل مکروہ نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کسی نے سورۂ نازعات پڑھ کر دوسری رکعت میں سورۂ عبس چھوڑ کر سورۂ تکویر پڑھی تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

ویکره الفصل بسورة قصيرة أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية فلايكره. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، كراچي ۱/۵٤٦، زكريا ۲/۲٦۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۶۶/۳۶)

تین آیات کی مقدار پڑھنے کے بعد ایک آیت چھوٹ جانے کا حکم

سوال [۲۶۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام نے لمبی سورت پڑھی اور تین آیات کی مقدار پڑھنے کے بعد ایک دو آیت چھوٹ گئی تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد بشیر احمد محلّہ کچا باغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں سب کی نماز درست ہوگئی بشرطیکہ معنی میں تغیر فاحش نہ ہو۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ۴/۷۹)

وهو إن ترك آية من سورة قد قرأ مقدار ماتجوز به الصلاة جازت صلوته الخ (فتاوى خانيه، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأً وفي

الأحكام المتعلقة بالقراءة، زكريا ١/ ١٥٤، جديد قاضيخان زكريا ١/ ٩٨، الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة و مالا يفسد، مطلب مسائل زلة القاري، زكريا ٢/ ٣٩٥- ٣٩٦، كراچي ١/ ٦٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۸۸)

سورۂ فاتحہ کی ایک آیت چھوڑنے کا حکم

سوال [۲۶۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب سے جہری نماز میں پہلی یا دوسری رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ کی ایک آیت چھوٹ گئی اور سجدۂ سہو نہیں کیا، تو کیا نماز ہو جائے گی یا قابل اعادہ ہے؟ مسئلہ کو مدلل ومفصل بیان فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد ابوموسیٰ سراج الحق، امروہہ گیٹ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں نماز واجب الاعادہ ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۴/ ۳۲)

وقراءة فاتحة الكتاب (إلى قوله) لكن في المجتبى يسجد بترك آية منها وهو أولى قلت: وعليه فكل آية واجبة الخ، وفي الشامية إذ بترك شئ منها آية، أو أقل ولو حرفا، لايكون آتيا بكلها الذي هو والواجب الخ

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها زكريا ٢/ ١٤٩، كراچي ١/ ٤٥٨، كوئٹه ١/ ٣٣٨، مصري ١/ ٤٢٦، وهكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،

زكريا ١/٥١٥، ٥١٦، كوئٹه ١/٢٩٦، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في واجبات الصلاة، دارالكتاب ديوبند جديد٢٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۷۸)

سورت کے درمیان سے آیت کا چھوٹ جانا

سوال [۲۶۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جمعہ کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ رحمٰن کی آیات **خلق الإنسان من صلصال** سے **كل يوم هو في شأن فبأي آلاء ربكما تكذبن** تک پڑھا دوسری رکعت میں جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرنے کا ارادہ تھا، مگر سلسلہ کی آیت یاد نہیں آئی اور سوچنے میں تاخیر کا اندیشہ تھا اور زبان پر دو آیت چھوڑ کر آیت آ گئی۔ یعنی **يمعشر الجن والإنس** سے شروع کرکے حسب دستور نماز پوری کی ایک ناظرہ خواں صاحب نے جنھیں سورۂ رحمٰن یاد ہوگی سلام کے فوراً بعد جمعہ اور مجمع کا احترام کئے بغیر شور مچادیا کہ ایک آیت چھوٹ گئی؛ جبکہ میرے ذہن میں بھی تھا، کیا اس صورت میں نماز درست ہوگی؟ اور اس طرح ان صاحب کا اعتراض کیا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صورت مسئولہ میں نماز بلاشبہ صحیح اور درست ہے اور جن صاحب نے اعتراض اور شور مچایا ان کا یہ عمل درست نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۷/۱۲۵، میرٹھ ۱۱/۲۱۳، ۱۳/۶۳)

وكذا لو انتقل إلى آية أخرى من تلك السورة وترك بينهما شيئًا وأما إن حصر بعد تلك الآية قبل أن يتم سنة القراءة، فلا يكره

الانتقال إلی آیة أخری من تلک السورة، أو من سورة أخری للعذر هذا إن انتقل قصداً، فإن انتقل من غیر قصد ثم تذکر ینبغي أن یعود، ذکر في القنیة، وإن لم یعد فلا کراهة أیضا لعدم القصد. (صغیري مطبع مجتبائی دهلی ۱۹۲، کبیری، کراهیة فروع في الخلاصة قدیم ۳۵۰، جدید اشرفیة دیوبند ۳٦۳، الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الصلوة، الفصل الثاني في القراءة جدید، زکریا ۲/٦۷، رقم: ۱۷٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۴۰)

بھولنے کی وجہ سے چند آیتیں چھوڑ کر آگے سے پڑھنا

سوال [۲۶۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے پہلی رکعت میں ایک آیت پڑھنے کے بعد بھول گئے، پھر بیچ میں ایک دو آیت چھوڑ کر چوتھی آیت سے پڑھنا شروع کیا تو کیا اس صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: شمیم احمد کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: یاد نہ آنے کی وجہ سے چند آیتیں چھوڑ کر پڑھ دیا تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/ ۴۴۵)

لو انتقل في الرکعة الواحدة من آیة إلی آیة یکره، وإن کان بینهما آیات بلا ضرورة. (شامي، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب الإستماع للقرآن فرض کفایة، کراچي ۱/٥٤٦، زکریا ۲/۲٦۹، المحیط البرهاني، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض

والواجبات المجلس العلمي جديد ۲/ ٤٧، رقم:۱۱۹۹، الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في القراءة، زكريا ۲/ ٦٧، رقم: ١٧٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۲۵/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۵ھ

نستعین کی جگہ نستاعین پڑھنے کا حکم

سوال [۲۶۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی نے نستعین کے بجائے نستاعین پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد راغب محلّہ شیخان نہٹور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز فاسد نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ بعض جگہ حرف یا حرکت کی زیادتی سے معنی میں فساد نہیں آتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے؛ البتہ کراہت ضرور آئی ہے۔

أو بزيادة حرف، قال في البزازية: ولوزاد حرفا لايغير المعنى لاتفسد عندهما. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب مسائل زلة القاري، زكريا ۲/ ۳۹٤، كراچی ۱/ ٦٣١)

إذا زاد حرفا لايوجبه الكلمة في الأصل إلا أنه تغير النظم والحكم، ولايقبح المعنى...... لاتفسد صلاته. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني مسائل زلة القاري ۲/ ۹۲، رقم: ۱۸۳۰، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض والواجبات المجلسي العلمي جديد ۲/ ٦٣، رقم: ۱۲٤٦، هندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري،

زکریا ۱/ ۸۰، جدید زکریا ۱/ ۱۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۸/۱۳ھ

ولا الضالین کے مد کو چھ سات الف کی مقدار کھینچنا

سوال [۲۶۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جہری نماز میں ’’**ولاالضالین**‘‘ کے مد کو قریب چھ سات الف کی مقدار کھینچنے سے نماز میں کوئی خرابی واقع ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مسعود الحسن رشیدی سہسپور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ولا الضالین کے مد کو اس مقدار سے زیادہ کھینچنے کی وجہ سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

ولو قرأ القرآن في الصلاة (إلى قوله) وإن كان ذلک في حرف المد واللين لاتفسد إلا إذا فحش. (الهندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زكريا ۱/ ۸۲، جديد زكريا ۱/ ۱٤۰، قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة، زكريا ۱/ ۱٥٦، قاضيخان، جديد زكريا ۱/ ۹۸)

ترک المد والتشديد في موضعهما والإتيان بهما في غير موضعهما، إن كان لايغير المعنى، ولايقبح الكلام، لايوجب فساد الصلاة. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض والواجبات المجلس العلمي جديد ۲/ ۷٥، رقم: ۱۲٦۸، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني

مسائل زلة القاري، زكريا ٢/ ١٠٧، رقم:٤ ١٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۱۵/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۸/۲۴ھ

اِخفاء کی جگہ اِدغام اور ذال کی جگہ ظا پڑھنا

سوال [۲۶۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نماز کی قرأت میں اخفاء کی جگہ اظہار پڑھ دیا جائے تو کیا نماز میں کوئی خلل واقع ہوگا؟

''ذال'' کو''زا'' اور''ظا'' کو''ذال'' پڑھ دیا جائے،تا کو طا اور طا کو تا پڑھ دیا جائے تو کیا اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: کمال اختر، کھوکران، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اخفاء کی جگہ اظہار اور اظہار کی جگہ اخفاء کرنا مکروہ ہے؛ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے، ایسے شخص کو اپنا قرآن صحیح کرنا بہت ضروری ہے۔ (مستفاد: جمال القرآن ۹۸)

(۲) ذال کی جگہ زا اور ظا کی جگہ ذال پڑھنا بلا اختیار ہوتا ہے، تو اس سے نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی اور ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے۔

وإن لم يمكن إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، والصاد مع السين، والطاء مع التاء، فقد اختلفوا فأكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوى الخ

(كبيري، كتاب الصلاة، فصل في زلة القاري سهيل اكيڈمي لاهو ٤٧٦، مكتبه رحيمية ديو بند قديم ٤٤٧)

وإن لـم يـمـكـن إلا بـمـشـقـة كـالـظاء مع الضاد، والصاد مع السين، فأكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوى. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطلب مسائل زلة القاري، زكريا ۲/۳۹٤، كراچي ۱/٦۳۱)

وإن كـان لايـمـكـن الـفـصـل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، والصاد مع السين، والطاء مع التاء، اختلف المشايخ: قال أكثر هم لاتفسد صلاته. (هـنـدية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الـخـامـس فـي زلة الـقـاري، زكـريـا ۱/۷۹، جديد زكريا ۱/۱۳۷، الموسوعة الفقهية الـكـويتية ۳۵/۲۱٦، فتـح القدير، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، زكريا ۱/۳۳۲، كوئٹه ۱/۲۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۷۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۶/۲۲ھ

لفظی یا اعرابی غلطی کا حکم

سوال [۲۶۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نماز میں قرأت کے دوران لفظی غلطی ہوجائے یا اعرابی غلطی ہوجائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ مثلاً:

(۱) وَلاتَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتٌ، يُقْتَلُ کی جگہ يَقْتُلُ پڑھا۔

(۲) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْئٍ مِنَ الخَوْفِ وَالْجُوْعِ، وَالْجُوْعِ کی جگہ وَالْجُوْءِ پڑھا۔

(۳) نَقْصٍ مِنَ الأَمْوَالِ وَالأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ، والثَمَرَاتِ کی جگہ وَالثَّمراُتِ پڑھا۔

(۴) أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ، اَرَاَيْتَ کی جگہ اَرَيْتَ پڑھا۔

(۵) فَذَالِکَ الَّذِيْ يُدُعُّ الْيَتِيْم، يَدُعُ کی جگہ يَدُ عُ پڑھا۔

(۶) فَمَايُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ، يُکَذِّبُکَ کی جگہ يُکَذِبُوْکَ پڑھا۔

اوراسی طرح سے إن ربک عليم حکيم کی جگہ إن الله عليم حکيم پڑھا۔

المستفتی: عبدالمعبود، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱) يُقْتَلُ کی جگہ يُقْتَلْ لام کے جزم کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے نماز فاسد یاواجب الاعادہ نہیں ہوگی؛ بلکہ نماز صحیح اوردرست ہو جائے گی۔

(۲) والجوع کی جگہ والجوءِ کے اندرعین کے بجائے ہمزہ پڑھ دیاتو قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تغیر فاحش نہیں ہوگا،اسی وجہ سے نماز فاسد یاواجب الاعادہ نہیں ہوگی۔

(۳) وَالثَّمَرَاتِ کی جگہ وَالثَّمْرَاتِ میم کے جزم کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے نماز فاسد یاواجب الاعادہ نہ ہوگی؛ بلکہ نماز صحیح اوردرست ہوجائے گی اوراس کواعرابی غلطی پرمحمول کیا جائے گا۔

(۴) اَرَاَيْتَ کی جگہ اَرَيْتَ پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی؛ کیونکہ قرأت مشہورہ میں سے ایک قرأت یہ بھی ہے۔

(۵) يَدُعُّ کی جگہ يَدُ عُ غیرمشدد پڑھنے کی وجہ سے تغیر فاحش نہ ہونے کی بنا پر نماز فاسد یاواجب الاعادہ نہ ہوگی۔

(۶) يُکَذِّبُکَ کی جگہ يُکَذِّبُوْکَ پڑھنے کی وجہ سے معنی میں تغیر فاحش واقع نہیں ہوا؛اس لئے نماز فاسد یاواجب الاعادہ نہ ہوگی۔

حاصل یہ نکلا کہ سوال نامہ میں ذکرکردہ چھ غلطیوں میں سے کسی بھی غلطی کی وجہ سے نماز فاسد یاواجب الاعادۃ نہ ہوگی؛ بلکہ نماز صحیح اور درست ہوجائے گی؛ اس لئے کہ وہ غلطیاں یا تو قریب المخرج ہونے کی وجہ سے واقع ہوتی ہیں یا تو اعرابی غلطیاں ہیں اورایسی غلطیوں کی وجہ سے نماز فاسد یاواجب الاعادہ نہیں ہوتی۔

(۷) إن رَبَّکَ حَکِیمٌ عَلِیمٌ کی جگہ إن اللہ حکیم علیم پڑھنے کی وجہ نماز فاسد نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ اس تغیر کی وجہ سے اصل معنی میں کوئی تغیر نہیں آیا اور اسی لفظ کے ساتھ یہ آیت قرآن کریم میں دوسری جگہ موجود ہے۔

الأولی الخطأ في الإعراب و یدخل فیه تخفیف المشدد وعکسه قصر الممدود وعکسه وفک المدغم وعکسه، فإن لم یتغیر به المعنی لاتفسد به صلوة بالاجماع. (طحطاوي علی المراقي، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ، دارالکتاب دیو بند/۳۳۹)

وإن کان بوضع حرف مکان حرف ولم یتغیر المعنی لاتفسد .

(طحطاوي، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ، دارالکتاب دیوبند ۳۴۰، قدیم ۱۸۷)

ومنها ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل إن کانت الکلمة التي قرأها مکان کلمة یقرب معناها، وهي في القرآن لاتفسد صلاته، نحو إن قرأ مکان العلیم الحکیم. (هندیة، کتاب الصلاۃ، الفصل الخامس في زلة القاري، زکریا ۱/۸۰، جدید زکریا ۱/۱۳۷)

وضع حرف موضع حرف آخر، فإن کانت الکلمة لاتخرج عن لفظ القرآن ولم یتغیر المعنی المراد لاتفسد. (طحطاوي، کتاب الصلاۃ، باب ماتفسد الصلاۃ، دارالکتاب دیو بند ۳۴۰، قدیم ۱۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۲۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۶/۲ھ

صَدَقْنَا کے بجائے صَدَقُنَا پڑھنا

سوال [۲۶۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام مسجد نے عشاء کی فرض نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ زمر کی آخری آیت میں **وقالوا الحمد لله الذي صَدَقَنَا وعده** کے بجائے **وقالوا الحمد لله الذي صَدَقْنَا** جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا، تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں مکمل ومدلل جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد مختار عالم مونگیری، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں نماز درست اور صحیح ہوگئی، واجب الاعادۃ نہیں۔

أما المتأخرون كمحمد من مقاتل ومحمد بن سلام وإسماعيل الزاهد وأبي بكر بن سعيد البلخي والهندواني وابن الفضل والحلواني فاتفقوا على أن الخطأ إن كان في الإعراب لاتفسد مطلقًا. (كبيري، كتاب الصلاة، فصل في زلة القاري، سهيل اكيڈمي لاهور ٤٧٦، مكتبه رحيميه ديوبند ٤٤٧، شامي، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومالا يفسد، مطلب مسائل زلة القاري، زكريا ٢/٣٩٤، كراچي ١/٦٣١، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض والواجبات المجلس العلمي جديد، زكريا ٢/٧٦، رقم: ١٢٧٠، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني مسائل زلة القاري ٢/١٠٨، رقم: ١٨٨٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۰۰)

وقف تام کی صورت میں معنی بدلنے سے نماز کا حکم

سوال [۲۶۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام نے نماز میں سورۃ پڑھتے ہوئے غلطی کی بایں طور إن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین في نار جھنم خالدین فیھا، اولٓئک ھم شر البریة امام صاحب نے خالدین فیہا کے بعد اولئک ھم خیر البریة پڑھایا ان الذین اٰمنو وعملو الصالحات اولئک ھم خیر البریة، اولئک ھم خیر البریة کی جگہ اولٓئک ھم شر البریة پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں، اس میں کتنی صورتیں ہیں، فتاوی ہندیہ میں اس جگہ ایک بات یہ لکھی ہے کہ اگر خالدین فیھا پر وقف کر دیا ہے اور اس کے بعد أولئک ھم شر البریة کے بجائے أولئک ھم خیر البریة پڑھا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، مگر اس پر اعتراض واقع ہوتا ہے کہ وقف کے بعد بھی کلام معناً مربوط ہے، اس طرح کہ ھُمْ جو ضمیر فصل لائی گئی ہے اس کا مرجع وہی الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین ہے اور جیسا کہ حکم متعین ہے، تو وقف کے بعد بھی کلام معناً مربوط ہوگا؛ لہٰذا نماز فاسد ہونی چاہئے، مگر فتاوی عالمگیریہ میں عدم فساد لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جہاں تک ضمیر کے مرجع کی بات ہے، تو ضمیر کیلئے مرجع لازم ہے چاہے معناً ہو یا حکماً ہو، مگر مرجع ہر صورت میں ہوتا ہے، بہر حال آپ ان تمام صورتوں کو بغور دیکھیں اور پھر از خود اپنے دست مبارک سے جواب عنایت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وقف تمام کی صورت میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے اور عدم وقف اور وقف ناقص کی صورت میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی؛ بلکہ ایک معنی متعین ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے وقف تام کی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی اور عدم وقف اور وقف ناقص کی صورت میں نماز فاسد ہوجاتی ہے، آپ نے جو لکھا ہے کہ وقف تام میں بھی معنی مربوط رہتا ہے، یہ تاویل کے دونوں پہلوؤں میں سے ایک ہے اور دوسرا پہلو وقف تام میں الذین کفروا مرجع قرار نہ دے کر جملہ مستانفہ قرار دے کر معنی کو صحیح بنالیا جاسکتا ہے،

جیسا کہ إن الفجار لفي جنت میں الفجار پر وقف تام کرنے کے بعد لفي جنّٰت پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔

قيد الفساد في الفتح وغيره بما إذا لم يقف وقفا تاما، وأما لو وقف، ثم قال: لفي جنات فلاتفسه الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب ماتفسد الصلاة، ومايكره فيها، كراچي ١/٦٣٤، زكريا ديوبند ٢/٣٩٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۳/۱۴۱۹ھ

لايتكلمون إلاعذابا پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال [۲۶۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نے نماز میں **لايتكلمون إلا من أذن له الرحمن وقال صوابا** کی جگہ **لايتكلمون إلاعذابا** پڑھ دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امام نے نماز میں **لايتكلمون إلامن أذن له الرحمن وقال صوابا** کے بجائے **لايتكلمون إلاعذابا** پڑھا، تو ایسی صورت میں معنی فاسد ہو جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی اعادہ واجب ہے۔

لوبدل كلمة بكمة وغير المعنى قال الشامي هذا على أربعة أوجه؛ لأن الكلمة التي أتىٰ بها إما إن تغير المعني أولا وعلى كل فإما أن تكون في القرآن أولا فإن غيرت أفسدت. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطلب إذا قرأ قوله تعالى جدك بدون ألف لاتفسد، كراچى ١/٦٣٤، زكريا ٢/٣٩٧)

وإن كان اختلافا متباعدا نحو أن يختتم آية الرحمة بأية العذاب، أو آية العذاب بآية الرحمة......فعلى قول أبي حنيفة ومحمد تفسد صلاته.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني مسائل زلة القاري ٢/ ٩٦، رقم: ١٨٤٣، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض والنوافل، المجلس العلمي جديد ٢/ ٦٧، رقم: ١٢٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۹۴)	۱۴۲۴/۶/۱۳ھ

سینین کی جگہ سینا پڑھنا

سوال [۲۶۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام نے نماز جہری میں سورۂ تین اول رکعت میں شروع کی ابھی تین آیتیں نہیں ہوئیں کہ **والتين والزيتون وطور سينين** کے بجائے **وطور سينا بغير النون والياء وبزيادة الألف** پڑھایا اور نماز پوری کردی، تو نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: حاجی عبد الحفیظ، شیر کورٹ بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسرہ میں ی کی بو پائی جاتی ہے؛ اس لئے اس کو لحن خفی شمار کرنے سے نماز درست ہوجائے گی۔ نیز اگر قاری **سینین** پڑھ رہا تھا اور زبان سے **سینا** ادا ہوگیا ہے تو نماز درست ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، مگر ایسا شخص جو ادائیگی پر قادر نہیں ہے، اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔

ولو زاد كلمة أو نقص حرفا......لم تفسد مالم يتغير المعنى. (الدر المختار مع الشامي، زكريا ٢/ ٣٩٥، كراچی ١/ ٦٣٢، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوة ومايكره فيها)

الخطأ إذا دخل في الحرف لاتفسد، لأن في هذا بلوی عامة الناس لایقیمون الحرف. (التاتار خانية نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول ۲/ ۹٤، رقم:۱۸۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰رشوال المکرّم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۳/ ۵۴۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۳۰ھ

الجحیم کی جگہ الجنة پڑھنا

سوال [۲۶۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نماز میں **فأما من طغی و آثار الحیوة الدنیا فإن الجنة هی المأوی** پڑھ دے، تو کیا نماز ہو جائے گی، درانحالیکہ وہ اس کا عالم بھی ہے؟

المستفتی: حفظ الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مذکورہ میں **فإن الجحیم** کے بجائے **فإن الجنة** پڑھنے سے نماز فاسد ہوگئی ہے جیسا کہ قاضی خان کی عبارت سے واضح ہے۔

فإن أخطأ بذكر كلمة مكان كلمة (إلى قوله) وإن كانت مخالفة)إلى قوله) أوختم آية الرحمة بأية العذاب أو على العكس، قال عامة المشائخ رحمهم الله تعالى تفسد صلوته الخ (قاضيخان، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقه بالقراءة، زكريا ۱/ ۱۵۳، قاضيخان جديد زكريا ۱/ ۹٦)

وإن كان اختلافا متباعدا نحو أن يختم آية الرحمة بآية العذاب، أو آية العذاب بأية الرحمة...... فعلى قول أبي حنيفة ومحمد تفسد صلاته .

(الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثانى مسائل زلة القاري ۲/ ۹٦، رقم:۱۸٤۳،

المحیط البرهاني، کتاب الصلاة، الفصل الثانی في الفرائض والواجبات، المجلس العلمي جدید ۲/ ٦٧، رقم: ۱۲۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رشعبان المعظم ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۶/۲۳)

ونمارق مصفوفة بالضم اور ولا أنتم کی جگہ ولنتم پڑھنا

سوال [۲۶۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے عید کی نماز پڑھائی اور اس نے پہلی رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھا اور اس میں **ونمارق مصفوفة** کے بجائے **ونمارق مصفوفةٌ** پڑھا اور دوسری رکعت میں **قل یا أیها الکافرون** میں **ولا أنتم** کے بجائے **ولنتم** پڑھا کیا نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ مدلل جواب دیں۔

المستفتی: محمد شفاء الدین دمکوی، متعلم دورۂ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: **ونمارق مصفوفة** کے بجائے اگر **ونمارق مصوفةٌ** بالضم پڑھا تو نماز درست ہوگئی؛ اس لئے کہ اعرابی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ۸۹/۴)

فاتفقوا علی أن الخطأ في الإعراب لایفسد مطلقا، ولو اعتقاده کفرًا لأن أکثر الناس لایمیزون بین وجوه الإعراب الخ (شامي، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، ومایکره فیها، مطلب مسائل زلة القاري زکریا ۳۹۳/۲، کرچي ٦٣١/١)

اگر **ولا أنتم** کو **ولنتم** پڑھ دیا ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیونکہ حرف اصلی کے حذف سے اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہاں پر ایسا ہی ہوا ہے۔

وإن حـذف حـرفـا أصليا من كلمة فتغير المعنى تفسد صلوته في قول أبـي حنيفة و محمد كما لو قرأ ورزقناهم بحذف الزاء، أو الراء. (فتاوى قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأ و في الأحكام المتعلقة بالقراءة ۱/۱۵۱، قاضيخاں جديد زكريا ۱/۹٦)

ومنها حذف حرف (إلى قوله) وإن لم يكن على وجه الإيجاز والترخيم......و إن غير المعنى تفسد صلاته عند عامة المشائخ الخ (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري زكريا ۱/۷۹، كوئٹه ۱/۷۹، جديد زكريا ۱/۱۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۰/ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۴۸۵)

نماز میں یذرون کے بجائے تذرون پڑھ دینا

سوال [۲۶۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام نے **إن هولاء يحبون العاجلة ويذرون وراء هم** کے بجائے **تذرون وراء هم** پڑھ دیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد سعید دیوریاوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اس میں الفاظ کے مادہ کا معنیٰ مرادی باقی ہے؛ اس لئے نماز درست اور صحیح ہوگئی واجب الاعادہ نہیں۔

الثالثة وضع حرف موضع حرف آخر، فإن كانت الكلمة لاتخرج عن لفظ القرآن ولم يتغيربه المعنى المراد لاتفسد. (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، دارالكتاب ديوبند ۳٤۰)

فالمعتبر في عدم الفساد عند عدم تغير المعنى كثير لوجود المثل في القرآن الخ (كبيري، كتاب الصلاة،فصل في زلة القاري، مكتبه رحيمية ديوبند قديم ٤٤٧، سهيل اكيڈمي لاهور ٤٧٦، شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطلب مسائل زلة القاري، زكريا ٣٩٣/٢، كراچي ٦٣١/١، الموسوعة الفقهية الكويتيه ٢١٦/٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۹۰)

مِمَّا يَعْلَمُوْنَ کی جگہ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ پڑھنا

سوال [۲۶۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز پڑھا رہا تھا سورۃ المعارج کی تلاوت کررہا تھا، دوران قرأت جب آیت **كلا إنا خلقنهم مما يعلمون** پر پہونچا، تو بھول گیا اور اس آیت سے آگے نہ پڑھ سکا، پھر تصحیح کے لئے پیچھے سے لوٹایا تو دوبارہ اس آیت میں **مما يعلمون** کی جگہ **مما لا يعلمون** پڑھ دیا، سوال یہ ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ نیز پہلی مرتبہ پڑھنے کا اعتبار ہوگا یا دوسری مرتبہ پڑھنے کا دلائل سے جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: عبدالقادر دہلوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں جب امام نے پیچھے سے لوٹانے کے وقت **مما يعلمون** کی جگہ **مما لا يعلمون** پڑھا تو اس سے معنی میں تغیر فاحش ہوگیا، جس کی وجہ سے سب کی نماز فاسد ہوگئی؛ اس لئے از سر نو نماز کا اعادہ لازم ہے اور دوسری مرتبہ میں جو پڑھا ہے اسی کا اعتبار ہوگا۔

اعلم أن الكلمة الزائدة إما أن تكون في القرآن أولا (إلى قوله) فإن غيرت أفسدت مطلقا نحو وعمل صالحا وكفر، فلهم أجرهم الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب مسائل زلة القاري كراچي ۱/۶۳۲، زكريا۲/۳۹۵)

إن غيرت المعنى ووجدت في القرآن نحو أن يقرأ والذين اٰمنوا وكفروا بالله ورسله أولئک هم الصديقون (إلى قوله) تفسد صلاته بلا خلاف. (عالمگيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زكريا ۱/۸۰، جديد زكريا ۱/۱۳۸)

أن تكون الكلمة الزائدة موجودة في القرآن، وأنه على قسمين إن كان لايغير المعنى لاتفسد صلاته......فإن كان يغير المعنى تفسد صلاته بلا خلاف نحو أن يقرأ والذين اٰمنوا وكفروا بالله ورسله أولئک هم الصديقون الخ (تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة الفصل الخامس من زلة القاري جديد زكريا ۲/۱۰۳، رقم: ۱۸۶۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۳/۱۴۳۴ھ

ولاأنتم عابدون ما أعبد چھوٹ جانے سے نماز درست ہے

سوال[۲۶۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نے پہلی رکعت میں سورۂ ''کافرون'' پڑھی اور پہلا ''ولاأنتم عابدون ما أعبد'' چھوڑ دیا، ایسی صورت میں اگر سجدۂ سہو کے بغیر نماز ختم کردی تو نماز لوٹائی جائے گی یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: **ولا أنتم عابدون ما أعبد.** چھوڑنے سے معنی میں کوئی تغیر وتبدیلی نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے نماز درست ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۷/۱۲۳، امداد الفتاوی ۱/۴۴۸، فتاوی محمودیہ میرٹھ ۱۱/۲۱۴، آپ کے مسائل اوران کاحل ۳/۴۲۷)

ومنهم من فصله تفصيلا، فقال: إن وقف على الآية وقفًا تامًّا، ثم ابتدأ بـأية أخرىٰ لا تفسد صلاته وإن تغيّر المعنىٰ، نحو أن يقرأ: والتين والزيتون وطور سينين......ووقف وقفًا تامًا، ثم قرأ لقد خلقنا الإنسان في كبد، فأما إذا لـم يـقف ووصل الآية بالآية إن كان لا يتغير به المعنىٰ......فلا تفسد صلاته، وأما إذا تـغير به المعنىٰ تفسد صلاته. (تـاتـارخـانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني مسائل زلة القاري ۲/ ۱۰۰، رقم:۱۸۵٦)

لـو ذكـر آية مـكـان آية إن وقف وقـفًـا تـامًـا، ثم ابتدأ بـآية أخرىٰ، أوببعض آية لاتفسد كما لو قرأ والعصر إن الإنسان، ثم قال: إن الأبرار لفي نعيم...... لاتفسد. (هـندية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري زكريا ۱/ ۸۰، زكـريـا جـديـد ۱/ ۱۳۸، شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها، زكريا ۲/ ۳۹٦، كراچي ۱/ ٦۳۳)

ومـنهـا حـذف حرف......فإن كان لايتغير المعنىٰ لا تفسد. (هندية، كتـاب الـصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، اتحاد ۱/ ۱۳۷، زكريا ۱/ ۷۹، تاتارخانية، الفصل الثاني، مسائل زلة القاري ۲/ ۱۰۱، رقم:۱۸۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۰۵)

لایعلمون کی جگہ لایشعرون پڑھنا

سوال [۲۶۲۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی نے نماز میں **لایعلمون** کی جگہ **لایشعرون** دھوکہ سے پڑھ دیا، پھر رکوع میں جاتے وقت احساس بھی ہوگیا، تو اس کی نماز درست ہے یا فاسد ہوگئی؟ نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی یا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

المستفتی: شبینہ ثمرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر لایعلمون کی جگہ **لایشعرون** پڑھ دیا ہے، تو معنیٔ مرادی میں تغیر نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی؛ اس لئے کہ دونوں کا معنی قریب قریب ایک ہی ہے۔

وضع حرف موضع حرف اٰخر فإن كانت الكلمة لا تخرج عن لفظ القرآن ولم يتغير به المعنى المراد لا تفسد. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، قبيل فصل فيما لا يفسد الصلوة، دار الكتاب ديوبند قديم ١٨٧، جديد دار الكتاب ديوبند ٣٤٠، حاشية نور الإيضاح، باب زلة القاري، امدادية ديوبند ٨٧) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹۵۲/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۳/۱۴۱۵ھ

جزاءً وفاقا کے بجائے جزاء من ربک پڑھنا

سوال [۲۶۲۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے فجر کی نماز میں **عم یتسائلون** پڑھنا شروع کیا **جزاء وفاقا** کے

بجائے جزاء من ربک الخ پڑھ کر اٹک گئے تو لقمہ دیدیا گیا، حافظ صاحب نے اس غلطی کو یہ سمجھا کہ اس پر سجدۂ سہو کیا جائے سجدۂ سہو کرلیا، بعد نماز عالم صاحب نے یہ کہا کہ نماز کا لوٹانا بہتر ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے نماز کا لوٹانا وقت میں واجب ہے یا مستحب ہے یا نہیں لوٹانا چاہئے؟

المستفتی: عبدالرشید خان، عادل آباد آندھراپردیش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں نماز کا لوٹانا ہی بہتر ہے اور عالم صاحب نے جو نماز کے اعادہ کا حکم دیا ہے وہی صحیح اور درست ہے؛ اس لئے کہ جہنمیوں کی سزا اور عذاب کی جگہ پر جنتیوں کے آرام وراحت اور انعامات کے ذکر کی آیت پڑھی گئی ہے، ایسی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوجاتی ہے، ہاں البتہ اگر **إلا حميما و غساقا** پر پوری آیت کی طرح وقف کردیا ہے اور وقف میں ٹھہرنے کے بعد **جزاء من ربک** الخ پڑھا ہے، تو ایسی صورت میں دونوں آیتیں الگ شمار ہوں گی اور نماز درست ہوجائے گی۔

كما لو بدل كلمة بكلمة وغير المعنى نحو إن الفجار لفي جنات قال الشامي: وقيد الفساد في الفتح وغيره بما إذا لم يقف وقفا تاما أما لو وقف، ثم قال لفي جنات فلاتفسد. (در مختار مع الشامي، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب إذا قرأ قوله تعلىٰ جدك بدون الف، كراچي ١/٦٣٣، زكريا ٢/٣٩٧)

وقال في التاتار خانية وفي الخانية ولو قرأ إن الابرار لفي جحيم وإن الفجار لفى نعيم، أو قرأ إن الذين اٰمنوا وعملوا الصالحات أولٓئک هم شر البرية تفسد صلاته ومنهم من فصله تفصيلا، فقال إن وقف على الآية وقفا تاما، ثم ابتدأ بآية أخرى لاتفسد صلاته، وإن تغير المعنى نحو أن يقرأ والتين والزيتون وطور سينين وهذا البلد الأمين ووقف وقفا تاما، ثم قرأ لقد

خلقنا الإنسان فی کبد. (فتاوی تاتار خانیه، کتاب الصلاة، الفصل الثانی، مسائل زلة القاري جدید زکریا۲/ ۱۰۰، ۱۰۱، رقم: ۱۸۵٦)

لو ذکر آیة مکان آیة إن وقف وقفا تاما، ثم ابتدأ بآیة أخری، أو ببعض آیة لاتفسد کما لو قرأ والعصر إن الإنسان، ثم قال إن الابرار لفي نعیم، أوقرأ والتین إلی قوله وهذا البلد الأمین ووقف، ثم قرأ لقد خلقنا الإنسان في کبد، أو قرأ إن الذین آمنوا وعملوا الصلحت ووقف، ثم قال أولٓئک هم شر البریة لاتفسد، أما إذا لم یقف ووصل......أما إذا غیر المعنی فإن قرأ إن الذین آمنوا وعملوا الصٰلِحٰت أولٓئک هم شر البریة إن الذین کفروا من أهل الکتاب إلی قوله خالدین فیها أولٓئک هم خیر البریة تفسد عند عامة علمائنا، وهو الصحیح کذا في الخلاصة.

(هندیه، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زکریا ۱/ ۸۰، ۸۱، جدید زکریا ۱/ ۱۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۰۴)	۱۴۳۳/۱۲/۲۶ھ

بالصبر کی جگہ بالحق پڑھنا

سوال [۲۶۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز مغرب میں امام صاحب نے سورۂ والعصر میں **وتواصوا بالحق** اور **وتواصوا بالصبر** میں **بالحق** کی جگہ **بالصبر** اور **بالصبر** کی جگہ **بالحق** پڑھا دی، تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: حافظ محمد انور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے اندر وتواصوا بالحق،وتواصوا بالصبر میں بالحق کی جگہ بالصبر اور بالصبر کی جگہ بالحق پڑھ لینے سے بھی نماز درست ہوجائے گی۔

أو یقرأ کتبنا علیهم فیها أن العین بالعین، والنفس بالنفس، أو یقرأ العبد بالعبد، والحر بالحر، ونحو ذلک لاتفسد صلاته. (تاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض......الفصل السابع من زلة القاري جدید زکریا ۲/۱۰۳، رقم: ۱۸٦٤، قدیم ۱/٤۸۸)

إن قدم کلمة علی کلمة أو أخر إن لم یتغیر المعنی لاتفسد نحو أن قرأ ”لهم فیها زفیر وشهیق“ وقدم الشهیق هکذا في الخلاصة. (هندیه، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زکریا ۱/۸۰، جدید زکریا ۱/۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۳/۱۴۲۴ھ

رب السموات والأرض ومابینهما میں والأرض چھوٹ گیا

سوال [۲۶۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے صلوۃ جہریہ میں سورۂ عم یتساءلون کی آیت رب السموات والأرض ومابینهما الرحمن الآیة کے بجائے رب السموات ومابینهما الرحمن الآیة پڑھی یعنی والأرض کو چھوڑ دیا تو کیا اس سے نماز کے اندر کوئی خرابی پیدا ہوئی یا نہیں؟ نیز مطلقاً معنی کی تبدیلی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا تبدیلی معنی کے

ساتھ وہ معنی غلط بھی ہو رہا ہو تب نماز فاسد ہوتی ہے، اگر اس سلسلہ میں کوئی قاعدہ ہو تو ضرور تحریر فرمائیں؟ بینوا وتوجروا.

المستفتی: امتیاز عالم، محلّہ سرائے شیخ محمود، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فساد صلوۃ کے لئے تبدیلیٔ معنی کے ساتھ ساتھ معنی کا غلط ہو جانا بھی شرط ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں نماز فاسد اور واجب الاعادہ نہ ہوگی؛ اس لئے کہ تغیر فاحش اور فساد معنی لازم نہیں آرہا ہے۔

وإن ترك كلمة من آية، فإن لم يتغير المعنى كما قرأوما تدري نفس ماذا تكسب غدا وترك ذا (إلى قوله) أو قرأ جزاء سيّئة سيّئة مثلها بترك سيئة الثانية لاتفسد الخ (كبيري، كتاب الصلاة، فصل في زلة القاري رحيميه ديو بند قديم ٤٦١، سهيل اكيڈمی لاهور ٤٩٢)

قال في شرح المنية: وإن ترك كلمة من آية، فإن لم تغير المعني مثل وجزاء سيئة مثلها بترك سيئة الثانية لاتفسد، وإن غيرت مثل فمالهم يؤمنون بترك لا، فإنه يفسد عند العامة، وقيل لا والصحيح الأول. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، وما يكره فيها، مطلب مسائل زلة القاري، زكريا ٢/٣٩٦، كراچي ١/٦٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۴۸۸)

وأما اليتيم کی جگہ وأما الإنسان پڑھنا

سوال [۲۶۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ رئیس احمد نے جمعہ کی نماز پڑھائی اورسورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کیا اورسورۃ الضحیٰ تلاوت کی، تقریباً سورۃ کے اختتام پر وَاَمَا الْیَتِیْمَ فَلا تَقْهَرْ کی جگہ **وأما الإنسان فلا تقهر** پڑھ دیا، اب کیا اس صورت میں نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ مسئلہ کا جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: رئیس احمد، امام مرکز والی مسجد، محمود آباد سیتاپور (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جمعہ کی نماز صحیح ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل، إن كانت الكلمة قرأها مكان كلمة يقرب معناها، وهى في القرآن لاتفسد صلوته.

(عالمگري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زكريا ۱/۸۰، جديد زكريا ۱/۱۳۷)

وضع حرف موضع حرف آخر، فإن كانت الكلمة لاتخرج عن لفظ القرآن، ولم يتغيربه المعنى المراد لا تفسد كما لو قرأ إن الظلمون بواو الرفع، أو قال والأرض وما دحها مكان طحها. (نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب زلة القاري، امداديه ديوبند ۸۷)

ذكر حرف مكان حرف: وإنه على وجهين. الأول: أن لاتخرج الكلمة بحرف البدل من ألفاظ القرآن، ومعناه أن هذه الكلمة مع حرف البدل توجد في القرآن، نحو أن يقرأ يألمون مكان ”يعلمون“ أو ما أشبه ذلك ففي هذا الوجه لاتفسد صلاته، ويجعل كأنه ابتدأ من هذه الكلمة.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، الفصل الأول من

مسائل زلة القاري جديد، زكريا ۲/ ۸۱، رقم: ۱۸۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۹۶)

وَمَا یَخْفٰی کی جگہ وَمَا یَغْفٰی پڑھنا

سوال [۱۶۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے فجر کی نماز پڑھائی درمیان قرأت سورۂ اعلیٰ کی آیت **اِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى** کے بجائے **يَغْفٰى** پڑھ دیا تو کیا اس صورت میں نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟ اپنے یہاں ایک عالم صاحب سے پوچھا ہے تو وہ بتلا رہے ہیں کہ نماز درست ہو جائے گی وجہ یہ بتلائی کہ اس سے معنی فاحش کی تبدیلی نہیں ہوئی؛ لیکن بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی؟

المستفتی: محمد کامل حسین، جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں قرأت کی غلطی سے نماز کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا مدار ایسی غلطی پر ہے جس سے معنی میں فساد آجائے، سوال نامہ میں ذکر کردہ صورت میں جبکہ یخفی کے بجائے یغفی پڑھ دیا ہے، تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی؛ کیونکہ یغفی کے معنی اونگھنے اور ہلکی نیند سونے کے ہیں، اس صورت میں ایسی کوئی غلطی نہیں پائی گئی جس سے نماز کے فساد کا حکم لگایا جائے؛ لہٰذا مذکورہ عالم صاحب کی بات صحیح ہے۔

الوجه الثاني أن لاتوجد الكلمة مع حرف البدل في القرآن (إلى قوله) يكون مع موافقة في المعنى (إلىٰ قوله) لاتفسد صلاته عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة، الفصل الأول من مسائل زلة القاري، زكريا ۲/ ۸۲، رقم: ۱۸۱۰، قديم ۱/ ٤٦٥)

ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل–إلى– إن لم تكن الكلمة في القرآن؛ لكن يقرب معناها، عن أبي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالى لاتفسد ......نحو إن قرأ التيابين مكان التوابين. (هندية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زكريا ١/ ٨٠، جديد زكريا ١/ ١٣٧)

وضع حرف موضع حرف آخر، فإن كانت الكلمة...... خرجت به عن لفظ القرآن، ولم يتغير به المعنى لاتفسد عندهما، خلافا لأبي يوسفؒ كمال قرأ قيامين بالقسط مكان قوامين أو دوارا "مكان ديارا".

(نور الایضاح، کتاب الصلاة، باب زلة القاري، امدادیه دیو بند۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۷/۳۷۷۸ ۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/۱۴۲۶ھ

ناعمة کی جگہ ناصبہ پڑھنے سے نماز فاسد

سوال[۲۶۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جمعہ کی نماز میں امام نے "وجوه يومئذ ناعمة" کی جگہ "وجوه يومئذ ناصبة"، پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز میں "ناعمة" کی جگہ "ناصبة" پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگئی؛ کیونکہ ایک کو دوسرے کی جگہ رکھنے سے معنی کچھ کے کچھ ہوگئے۔

ناعمة صفت کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "تروتازہ" اور ناصبة بھی صفت کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "تھکے ہوئے" وجوه يومئذ ناعمة کے معنی ہیں "کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، ناعمة کی جگہ ناصبة پڑھنے سے معنی یہ ہوگئے کہ "کتنے چہرے

اس دن تھکے ہوئے ہوں گے، معنی بالکل ہی بدل گئے؛ اس لئے نماز فاسد ہوگئی۔
(مستفاد: معارف القرآن ۷۲۸/۸، سورۂ غاشیۃ تحت آیۃ :۸)

''ناصبة'' أي تعبة يقال نصِب (بالكسر) ينصب نصبا: إذا تعب. (جامع الأحكام للقرطبي ۲۷/۱۰، سورۂ غاشية تحت آية:۸)

قوله تعالى "وجوه يومئذ ناعمة'' أي ذات نعمة، وهى وجوه المؤمنين، نعمت بما عاينت من عاقبة أمرها وعملها الصالح. (جامع الأحكام للقرطبي ۳۲/۱۰، سورةُ الغاشية تحت آية:۸)

وجوه يومئذ ناعمة–والناعمة إما من النعومة وكنى بها عن البهجة وحسن المنظر أي وجوه يومئذ ذات بهجة وحسن–أو من النعيم، أي وجوه يومئذ متنعمة. (روح المعاني ۲۰۵/۱٦، سورةُ غاشية، تحت آية:۸)

''عاملة ناصبة'' خبران آخران لوجوه–أي عاملة في ذلك اليوم تعبة فيه، عن زيد بن أسلم أنه قال: أي عاملة في الدنيا، ناصبة فيها لأنها على غير هدى، فلا ثمرة لها إلا النصب، وخاتمته النار. (روح المعانى، سورةُ غاشية تحت آية:۸، ۲۰۱/۱٦)

إن كانت الكلمة الثانية في القرآن فهو على وجهين، إما إن كانت موافقة للأولى في المعنى، أو مخالفة، فإن كانت موافقة لا تفسد صلاته –وإن كانت مخالفة– قال عامة المشائخ تفسد صلاته وهو قول أبي حنيفةؒ، و محمدؒ، وعن أبي يوسف فيه روايتان والصحيح هو الفساد، لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالى. (خانية، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأفي الأحكام المتعلقة بالقراءة على هامش الهندية ۱۵۲/۱–۱۵۳، قاضيخان، جديد زكريا ۹٦/۱)

وإن اختلفا متباعدا نحو أن يختم آية الرحمة بآية العذاب، أو آية العذاب بآية الرحمة......فعلى قول أبي حنيفة ومحمد: تفسد صلاته، وقيل

في المسألة على قول أبي يوسف روايتان: وفي الظهيرية: قال: والصحيح عندي أنه إذا وقف، ثم انتقل لاتفسد صلاته، وإن وصل تفسد وفي الخانية: والصحيح هو الفساد. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، مسائل زلة القاري، زكريا ۲/ ۹٦، رقم: ۱۸٤۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۶۳/۴۰)

حبل من مسد کی جگہ حبل مسد پڑھنے کا حکم

سوال [۲۶۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے نماز پڑھاتے ہوئے لحن جلی ''**حبل من مسد**'' کی جگہ ''**حبل مسد**''، پڑھا اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا؟ معلوم کرنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں امام صاحب اور تمام مقتدیوں کی نماز درست ہوگئی یا ان کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے تھی، اگر دوبارہ نہ پڑھ سکے تو کیا اب نماز دوبارہ لوٹانا ضروری ہے؟

المستفتی: محمد غفران اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ''حبل من مسد'' کی جگہ ''**حبل مسد**'' پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی؛ اس لئے کہ بغیر من کے پڑھنے کی صورت میں معنٰی میں تغیر نہیں آیا ہے؛ بلکہ معنی اپنی جگہ درست ہیں وضاحت میں کمی آنے کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی اور نہ ہی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

نقصان حرف إن كان لايغير المعنى لاتفسد صلاته بلاخلاف.

(خلاصة الفتاوى، كوئٹه ۱/ ۱۱۲)

ولو زاد كلمة أو نقص حرفا- لم تفسد صلاته. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة مسائل زلة القاري، زكريا ٢/ ٣٩٥، كراچي ١/ ٦٣٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱/ ۱۱۷۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۱۷ھ

فحش غلطی ہونے کے بعد دوبارہ صحیح کرکے پڑھنے کا حکم

سوال [۲۶۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے فرض نماز میں قراءت میں **أولٓئک هم الفائزون** کی جگہ **أولٓئک هم الفاسقون** پڑھا، پھر لقمہ دینے سے صحیح کرکے **أولئک هم الفائزون** پڑھا، تو کیا یہ نماز فاسد ہو جائے گی یا سجدۂ سہو واجب ہوگا یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ہو جائے گی؟

المستفتی: محمد روح الامین، مدنا پوری، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہو جاتی ہے، اگر لقمہ پر صحیح کرلیا ہے تو تراویح وغیرہ غیر فرض میں اعادۂ صلوۃ کی ضرورت نہیں اور فرائض میں اعادۂ صلاۃ ہی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے؛ اس لئے کہ صحیح کرلینے کی صورت میں بعض علماء کے نزدیک فاسد شدہ صحیح ہو کر نہیں لوٹتی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲/ ۱۸۱، ڈابھیل ۷/ ۱۲۰، ۱۲۱) اور بعض کے نزدیک صحیح ہو جاتی ہے۔

ذكر في الفوائد: لو قرأ في الصلاة بخطأ فاحش، ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندي صلاته جائزة. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، زكريا ١/ ٨٢، جديد زكريا ١/ ١٤٠)

اور تطبیق کی صورت یہی ہے کہ فرائض میں اعادہ کا حکم اور غیر فرائض میں عدم اعادہ کا حکم نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۸۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۹ھ

قرأت میں فحش غلطی کا معیار

سوال [۲۶۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے نماز میں سورۂ آل عمران ”**وأطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول لعلکم تُرْحَمُوْنَ**“ کی جگہ **تُرْحِمُوْنَ** پڑھ دیا مجرد سے مزید متعدی، مجہول سے معروف کی تبدیلی ہوگئی؛ جبکہ باب افعال کا ایک خاصہ سلب مأخذ بھی ہے، کیا ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا نہیں؟ ایک عالم صاحب نے احتیاطاً نماز دہرادی ایسا کرنا کیسا ہے، ایک مفتی صاحب کا خیال ہے کہ نماز فاسد ہوگئی، دوسرے مفتی صاحب کا خیال ہے کہ اعرابی غلطی کو نظر انداز کیا جاتا ہے؛ لہٰذا نماز ہوگئی یا نہیں؟ کس کی بات صحیح ہے۔ نیز خطأ فاحش، تغیر فاحش کا معیار کیا ہے، جس سے فساد نماز لازم آتا ہے؟

المستفتی: محمد ارشد، بہرائچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس قسم کی اعرابی غلطیاں جن کی وجہ سے معنی میں تغیر فاحش لازم آتا ہو جیسے کہ ”**لعلکم تُرْحَمُوْنَ**“ کی جگہ پر ”**لعلکم تُرْحِمُوْنَ**“ اسی طرح **فعسیٰ فرعونُ الرسول** کی جگہ **فعسیٰ فرعونَ الرسول** پڑھنا حضرات متقدمین کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے اور متاخرین کے نزدیک ایک عوام کی سہولت کے پیش نظر

مفسد صلاۃ نہیں ہے، بعد کے علماء نے متاخرین کے قول پر فتوی دیا ہے؛ لیکن احتیاط متقدمین کے قول پر ہے؛ اس لئے نماز جو لوٹائی گئی ہے وہ بہتر ہوا۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۲/۲۰۰)

وإذا تغير المعنى نحو أن يقرأ وإذابتلى إبراهيم ربه برفع إبراهيم ونصب ربه، فالصحيح عنهما الفساد وعلى قياس قول أبي يوسف لاتفسد؛ لأنه لايعتبر الإعراب وبه يفتى. (طحطاوي على المراقي قديم، كتاب الصلاة، قبيل فصل فيما لا يفسد الصلاة، دارالكتاب ديوبند۳۳۹، قديم ۱۸۶)

تغیر فاحش کا معیار یہی ہے کہ ایمان وکفر جنت وجہنم معصیت وثواب وغیرہ کے معنی میں بالکل الٹ پلٹ ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/۱۴۲۳ھ

قرآن بھول جانے والا نماز کس طرح ادا کرے؟

سوال [۲۶۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شرعاً دیوانگی کی کیا علامت ہے واضح فرمائیے؟ زید اتنا کند ذہن ہے کہ اس کو قرآن کریم یاد کرنے کے باوجود بالکل یاد نہیں رہتا؛ لہٰذا اس صورت میں وہ نماز کس طرح پڑھے؟ مدلل باحوالہ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر دیوانگی سے سائل کی مراد ''پاگل'' ہے تو آدمی کے مجنون اور پاگل ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کی عقل بالکل فوت ہوجائے، کیا کہہ رہا ہے، کیا بول رہا ہے، اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اگر عقل تو موجود ہو؛ لیکن اس میں فتور ہو

جس کے نتیجے میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہو، تو اس کو شریعت میں معتوہ کہا جاتا ہے، اس کو ہمارے محاورہ میں دیوانہ کہا جاتا ہے۔

المجنون الذي هو عديم العقل والمعتوه الذي هو ناقص العقل......إذا ليس لهما عقل كامل يردعهما وتمييز وافر يددهما. (فتح القدير پاکستان ۸/۱۸۶، زکريا ۹/۲۵۹، المبسوط للسرخي، كتاب الحجر، دارالكتب العلمية ۲۴/۱۵٦)

(۲) زید کو چاہئے کہ جو بھی سورت یا آیت یاد ہو ہر رکعت میں وہی پڑھا کرے اور مزید کوشش کرتا رہے۔

إن كان يجهد الليل والنهار في تصحيحه ولايقدر فصلاته جائزة، ولو ترك جهده ففاسدة، ولا يسعه أن يترك في باقي عمره.

(فتح القدير، كتاب الصلاة، فصل القراءة، زكريا ۱/۳۳۲، کوئٹه ۱/۲۸۲، بيروت ۱/۳۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۷۸/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۴ھ

متشابہ کی وجہ سے دوسری جگہ سے پڑھنا پھر لوٹ آنا

سوال [۲٦۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے فجر کی نماز میں ایک لمبی آیت پڑھی، اور درمیان آیت میں جا کر ان کو متشابہ لگ گیا، پھر ان کو یاد آ گیا کہ میں دوسری جگہ پڑھ رہا ہوں تو پھر جہاں سے آیت چھوڑی تھی وہیں سے پڑھنا شروع کیا، اور آیت پوری کی پھر رکوع وغیرہ کر کے نماز مکمل کی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلطان عالم دربھنگوی امام مسجد بڑوالی کٹار شہید مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں نماز ہوگئی۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۴۴)

إمام قرأ فانتقل إلى موضع آخر فذكر كلمة أو كلمتين مكان غيره نحو إن قرأ لعلكم تشكرون قليلا ما تشكرون ينبغي أن يعود إلى الترتيب الأول. (حلبي كبيري، فصل في مسائل شتىٰ لاهور ٦١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۳۸۳)

(۱۳) باب الجمع بين الصلوٰتين

ہلکی بارش پر جمع بین الصلوۃ کا حکم

سوال [۲۶۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امریکہ میں بعض اوقات مختصر سی بارش پر بھی ائمہ حضرات جمع بین الصلاتین کرتے ہیں، کیا اس طرح کر سکتے ہیں؟ نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ مع دلائل تحریر کریں۔

المستفتی: محمد عبدالسبحان، کیلی فورنیا امریکہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جمع بین الصلاتین حقیقی عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی بھی صورت اور کسی بھی مقام میں جائز نہیں ہے؛ البتہ حالت سفر میں اسی طرح کسی خاص عذر کی وجہ سے جمع صوری کی گنجائش ہے اور حدیث پاک میں عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دیگر کسی بھی صورت میں جمع بین الصلاتین کی جو روایات وارد ہوئی ہیں وہ سب کے سب جمع صوری پر محمول ہیں جمع حقیقی پر نہیں۔

اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا. [النساء:۱۰۲]

عن ابن عباسؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: من جمع بين الصلوتين من غير عذر، فقد أتى بابا من الكبائر. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الجمع بين الصلاتين ۱/۴۸، دارالسلام رقم:۱۸۸، مستدرك حاكم ۱/۲۷۵، مكتبه نزار مصطفى، كتاب الصلاة جديد ۱/۴۰۲، رقم:۱۰۲۰)

عن أنسؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم إذا عجل عليه السفر يؤخر الظهر إلى أول وقت العصر فيجمع بينهما ويؤخر المغرب حتى يجمع بينها

وبين العشاء حين يغيب الشفق. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، النسخة الهندية، ١/٢٤٥، بيت الأفكار رقم: ٧٠٤، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ١/٤٧٩، رقم: ٩٦٩)

قال أصحابنا إنه لايجوز الجمع بين فرضين في وقت أحدهما إلا بعرفة والمزدلفة–إلى–ولأن هذه الصلوٰت عرفت مؤقتة بأوقاتها بالدلائل المقطوع بها من الكتاب والسنة المتواترة والإجماع، فلايجوز تغييرها عن أوقاتها بضرب من الاستدلال، أو بخبر الواحد مع أن الاستدلال فاسد لأن السفر والمطر لاأثرلهما في إباحة تفويت الصلاة عن وقتها ألاترى أنه لايجوز الجمع بين الفجر والظهر مع ما ذكرتم من العذر–إلى– ثم هو مؤل وتأويله أنه جمع بينهما فعلا لاوقتا بأن أخر الأولى منهما إلى آخر الوقت ثم أدى الأخرى في أول الوقت، ولاواسطة بين الوقتين فوقعتا مجتمعتين فعلا كذا فعل ابن عمرؓ فى سفر وقال: هكذا كان يفعل بنارسول الله صلى الله عليه وسلم، دل عليه ماروي عن ابن عباس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم جمع من غير مطر ولاسفر وذلک لايجوز إلا فعلا.

وعن علي رضي الله عنه أنه جمع بينهما فعلا، ثم قال: هكذا فعل بنارسول الله صلى الله عليه وسلم وهكذا روي عن أنس بن مالک الخ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجمع بين الصلاتين، زكريا ١/٣٢٨-٣٢٩ بيروت ١/٥٨٠ تا ٥٨٣، مثله في البحر الرائق، كتاب الصلاة، الجمع بين الصلاتين في وقت لعذر قبيل باب الأذان، زكريا ١/٤٤١، كوئٹه ١/٢٥٤، شامي، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان، زكريا ٢/٤٦، كراچي ١/٣٨٢، هندية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت الخ الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها الصلاة، زكريا كوئٹه

۱/۵۳، جدید زکریا ۱/۱۰۹، حاشیة الطحطاوي علی المراقي، دارالکتاب دیوبند جدید ۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۰۰/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱۱/۱۱ھ

معمولی بارش کی وجہ سے جمع بین الصلوتین کرنا

سوال [۲۶۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں معمولی بارش ہوتی ہے تو بیک وقت دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد فوراً عشاء کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے، اس طرح احناف کی نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: ایس، اے، الاعظمی، پوسٹ بوکس نمبر ۲۸۲۰ Riffa بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں حنفیہ کی نماز صحیح نہ ہوگی؛ لہٰذا احناف پر عشاء کی نماز وقت ہونے پر دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔

اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا. [النساء:۱۰۲]

ولا يجمع بين فرضين في وقت إذ لا تصح التي قدمت عن وقتها الخ

(مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، دارالكتاب ديوبند ۱۷۹، نور الايضاح، كتاب الصلاة امداديه ديوبند ۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۸۵/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۷/۳۰ھ

ایک ہی وقت میں متعدد وقتیہ نمازیں پڑھنا

سوال [۲۶۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حج کے دوران واپسی کے وقت مدینہ یا جدے کے ایر پورٹ پر دن کے بارہ بجے جب ظہر کا وقت ہوتا ہے، تو حاجی لوگوں کو ایک امام صاحب ایک ساتھ ظہر عصر مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھاتے ہیں، تو کیا یہ نمازیں وقت نہ ہونے کے باوجود بھی ہوگئیں یا نہیں؟ امام ومقتدیوں کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالحفیظ، مکرانہ ناگور راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس امام نے ظہر کے وقت میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی تمام نمازیں ایک ساتھ پڑھا دی ہیں، اس امام اور مقتدی کی صرف ظہر کی نماز صحیح ہوئی اور باقی عصر، مغرب اور عشاء کی نماز درست نہیں ہوئیں اس امام اور مقتدی پر ان نمازوں کا اعادہ لازم ہے۔

اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا. [النساء:١٠٣]

وقد منع عن الجمع بينهما في وقت واحد بسبب العذر للنصوص القطعية بتعيين الأوقات فلايجوز تركه إلابدليل مثله. (بحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجمع بين الصلاتين كوئٹه ١/٢٥٤، زكريا ١/٤٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شوال المکرم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۸۲/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۰/۲۷ھ

(۱۴) باب صلوۃ النساء

کیا مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے؟

سوال [۲۶۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں ومردوں کی نماز کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو اس کا ثبوت کس حدیث سے ہے۔ نیز حدیث پاک ''صلوا کما رأیتموني أصلي'' کے مصداق میں کیا عورتیں داخل نہیں ہیں؟

المستفتی: ابوالکلام، سدھارتھ نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل نے سوال میں جو حدیث پاک پیش فرمائی ہے وہ حدیث پاک حضور ﷺ نے حضرت مالک بن الحویرثؓ کے اپنے قبیلہ میں واپس ہوتے وقت ارشاد فرمائی تھی۔ (بخاری شریف ۱/۸۸، حدیث: ۶۲۲، نسخۂ ہندی فتح الباری بیروت ۲/۱۱۱، حدیث ۶۳۱، عمدۃ القاری بیروت ۵/۱۴۵)

اس حدیث کے اصل مخاطب حضرت مالک بن الحویرثؓ ہیں، اس حدیث میں نماز کے اصول، ارکان، فرائض وواجبات میں عورتیں ومرد سب داخل ہیں؛ لیکن آداب ومستحبات میں مردوں اور عورتوں میں فرق ہے، اس حدیث میں آداب ومستحبات نہیں بیان کئے گئے ہیں؛ بلکہ نماز کے واجبات اور فرائض کی کیفیات اور کمیات بیان کی گئی ہیں اور آداب ومستحبات دوسری حدیث میں ہیں جن میں عورتوں کے الگ اور مردوں کے الگ ہیں، جو ذیل کی حدیثوں سے واضح ہوتا ہے۔

عن أبي هريرة –رضي الله عنه– عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال: والتصفيق للنساء، والتسبيح للرجال. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التصفيق للنساء ١/ ١٦٠، رقم: ١١٨٩، ف: ١٢٠٣، صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسبيح الرجل وتصفيق المرأة، النسخة الهندية ١/ ١٨٠، بيت الأفكار رقم: ٤٢٢)

فقال: لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: ياوائل بن حجر! إذا صليت فاجعل يديک حذاء أذنيک، والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها. (المعجم الكبير للطبراني ٢٢/ ٢٠، رقم: ٢٨، جامع الأحاديث للسيوطي ٩/ ٢٢٣، رقم: ٢٨١٤٧، مجمع الزوائد ٢/ ١٠٣ و ٩/ ٣٧٤)

عن يزيد بن أبي حبيبؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلک كالرجل. (جامع الأحاديث للسيوطي ١/ ٢٢٠، رقم: ١٤٥٢، مراسيل أبي داؤد ٨، السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر جديد ٣/ ٧٥، رقم: ٣٢٨٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۸۲/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۷؍۱۴۲۶ھ

عورتوں ومردوں کی نماز میں فرق سے متعلق احادیث

سوال [۲۶۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں جو فرق ہے مثلاً عورتیں جب سجدہ کرتی ہیں، تو اپنے تمام بدن کو ایک دوسرے اعضا سے چپکا کر کرتی ہیں، جلسہ میں دونوں پیر ایک طرف نکال کر بیٹھتی ہیں، تو اس فرق سے متعلق احادیث میں کوئی تذکرہ ہو تو احادیث تحریر فرمادیں اور اس حدیث کی حیثیت بھی تحریر فرمادیں؟

المستفتی: نسیم انور ندوی، ڈائریکٹر فاطمہ گرلس اکیڈمی رانچی (جھارکھنڈ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا سجدہ کی حالت میں بدن کے اعضاء کو ایک دوسرے سے چپکا کر رکھنا، اسی طرح دونوں پیروں کو ایک طرف نکال کر چمٹ کر بیٹھنا حدیث سے ثابت ہے۔

دونوں طرح کی حدیثیں ملاحظہ فرمایئے:

عن يزيد بن أبي حبيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل. (مراسيل أبي داؤد ۸،رقم:۸۷، السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر جديد ۳/۷۵، رقم:۳۲۸۵، وفي نسخة القديم ۲/۲۲۳)

عن عبد الله بن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذيها كأستر مايكون لها، وإن الله تعالى ينظر إليها ويقول يا ملائكتي أشهدكم أني قد غفرت لها. (السنن الكبرى، دارالفكر ۳/۷٤، رقم: ۳۲۸۳، وفي نسخة القديم ۲/۲۲۳)

عبد الرزاق عن معمر عن قتادةؓ، قال: جلوس المرأة بين السجدتين متوركة على شقها الأيسر الحديث (مصنف عبد الرزاق ۳/۱۳۹، رقم:۵۰۷۵)

عن علي –رضي الله عنه– قال: إذا سجدت المرأة فلتحتفز، ولتلصق فخذها ببطنها. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۳/۱۳۸، رقم:۵۰۷۲، المصنف لإبن أبي شيبه، كتاب الصلاة، باب المرأة كيف تكون في سجودها، موسسه علوم القرآن جديد ۲/٥٠٤، رقم:۲۷۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۳ھ

مستورات حرم مکی میں نماز پڑھیں یا گھر میں؟

سوال [۲۶۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مکہ میں عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں؟ ہم نے یہ سنا ہے کہ حرم شریف میں خواتین نماز پڑھیں گی تو ایک نماز کا ثواب ملے گا اور خواتین گھر میں نماز پڑھیں گی تو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا، اس میں کتنی سچائی ہے؟

المستفتی: اہلیہ حاجی اکرام شمسی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے؛ لیکن عورتوں کے لئے اپنے گھر یا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حرم شریف میں مردوں کے اختلاط کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں ایک عورت کی وجہ سے تین مردوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے؛ ہاں البتہ عورتوں کے لئے جو جگہیں مخصوص کی گئی ہیں ان جگہوں میں جاکر نماز پڑھنے میں کوئی خرابی اور مفاسد نہیں ہیں۔

عن أبي الدرداء رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فضل الصلوة في المسجد الحرام على غيره مأة ألف صلوة. (شعب الإيمان، باب في المناسك، فضل الحج و العمرة، دارالكتب العلمية بيروت ٣/٤٨٥، رقم: ٤١٤٠، مسند البزار ١٠/٧٧، رقم: ٤١٤٢)

عن عبد الله بن سويد الأنصاري، عن عمته أم حميد امرأة أبي حميد الساعدي، أنها جاءت النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله! إني أحب الصلاة معک، قال: قد علمت أنک تحبين الصلاة معي، وصلاتک في بيتک خير لک من صلاتک في حجرتک، وصلاتک في حجرتک

خیر من صلاتک في دارک، وصلاتک في دارک خیر لک من صلاتک في مسجد قومک، وصلاتک في مسجد قومک خیرلک من صلاتک في مسجدي، قال: فأمرت فبني لها مسجد في أقصی شيئ من بیتها وأظلمه، فکانت تصلي فیه حتی لقیت اللّٰہ عزو جل. (مسند أحمد بن حنبل ٦/٣٧١ رقم: ٢٧٦٣٠، صحیح ابن خزیمة، المکتب الإسلامي ٨١٥/٢، رقم: ١٦٨٩، صحیح ابن حبان دارالفکر ٢٤٩/٣، رقم:٢٢١٦)

ثم المرأة الواحدة تفسد صلوة ثلاثة: واحد عن یمینها، وآخر عن یسارها، وآخرخلفها وتحته في حاشیة الچلپي:وعلیه الفتوی وکثیرا ما تفسد الصلاة بهذا السبب في المسجد الحرام، وفي المسجد الأقصی.

(تبیین الحقائق مع حاشیة چلپي، کتاب الصلاة، باب الإقامة و الحدث في الصلاة،زکریا ٣٥٦/١، ٣٥٧، مکتبه امدادیه ملتان ١٣٩/١)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لاتمنعوا نسائکم المساجد، وبیوتهن خیرلهن. (ابوداؤدشریف، کتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلی المساجد،النسخةالهندیة ٨٤/١، دارالسلام رقم: ٥٦٧، مسند أحمد بن حنبل ٧٦/٢، رقم:٥٤٦٨، صحیح ابن خزیمة، المکتب الإسلامي ٨١٣/٢، رقم:١٦٨٣، المستدرک، کتاب الصلاة جدید ٣١٣/١، رقم:٧٥٥)

وذکر البیري في شرح الأشباه في أحکام المسجد: أن المشهور عند أصحابنا أن التضعیف یعم جمیع مکة؛ بل جمیع حرم مکة الذي یحرم صیده، کما صححه النووي. (شامي، کتاب الحج، مطلب في مضاعفة الصلاة بمکة، کراچي ٥٢٥/٢، زکریا ٥٤٧/٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍۱۰۱۹۵)

عورت قیام میں پاؤں کو ملائے یا درمیان میں فاصلہ رکھے؟

سوال[۲۶۴۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں بحالت قیام عورت کے لئے دونوں پاؤں ملانا سنت ہے یا مرد کی طرح چار انگل کا فاصلہ رکھنا سنت ہے؟

المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنے، یا دونوں کو ملانے سے متعلق حدیث اور فقہ کی کتابوں میں کوئی صراحت نظر سے نہیں گذری، ہاں البتہ حدیث میں اور فقہ کی کتابوں میں اتنی بات ضرور ملتی ہے کہ عورتوں کے لئے ہر رکن کی ادائیگی میں اپنے اعضاء کو حتی الامکان سمیٹنا چاہئے؛ لہٰذا قیام کی حالت میں جہاں تک ممکن ہو پیروں کو ملانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ مسئلہ قیاسی ہے اس کو لازم سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر کسی کو اس کے خلاف صریح جزئیہ مل جائے، تو اس پر عمل کرے، ہم کو کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا۔

عن ابن عباسؓ، أنه سئل عن صلاة المرأة؟ فقال: تجتمع وتحتفز.

(مصنف بن أبي شيبة، موسسه علوم القرآن جديد ۲/ ۵۰۵،رقم: ۲۷۹٤)

والمرأة تنخفض، فلاتبدي عضديها وتلصق بطنها بفخذيها؛لأنه أستر.

(شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۲/ ۲۱۱، كراچي ۱/ ۵۰٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۱؍ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۷۹)	۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

کیا عورتوں کے لئے قیام میں ٹخنے ملانا مسنون ہے؟

سوال [۲۶۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ عورت کو نماز میں اپنے دونوں ٹخنے ملانا مسنون ہے یا مرد کی طرح چار انگل کا فاصلہ مستحب ہے، ایک صاحب کہہ رہے ہیں، کہ قیام کی حالت میں مرد کی طرح عورت کے لئے بھی چار انگل کا فاصلہ مستحب ہے اور رکوع کی حالت میں عورت کا اپنے دونوں ٹخنے ملانا مسنون ہے، صحیح کیا ہے؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن، مدرسہ تجوید القرآن سمدھن قنوج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے قیام کی حالت میں ٹخنوں کو چار انگل کے فاصلہ پر رکھنے یا ملا کر رکھنے سے متعلق کوئی صراحت نہیں ملی؛ لیکن حدیث پاک میں حضور ﷺ نے عورتوں کو رکوع، سجدہ اور جلسہ وغیرہ میں اعضاء کو ایک دوسرے سے ملا کر ارکان کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قیام کی حالت میں ٹخنوں کو ٹخنوں سے ملا کر کھڑے ہو جانا چار انگل فاصلہ رکھنے کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

روایات ملاحظہ فرمایئے:

عن يزيد بن أبي حبيبؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل. (جامع الأحاديث للسيوطي ۱/ ۲۲۰، رقم: ۱٤٥۲، مراسيل أبي داؤد ۸، رقم: ۸۷، السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر جديد ۳/ ۷٥، رقم: ۳۲۸٥)

عن ابن عمر مرفوعا إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرىٰ، فإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذيها كأستر مايكون لها. (كنز العمال ۷/ ۲۲۳، رقم: ۲۰۱۹۹)

إذا جلست المرأة في الصلاة، وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذيها كأستر مايكون لها، وإن الله تعالى ينظر إليها ويقول يا ملائكتي! أشهدكم أني قد غفرت لها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي جديد، دارالفكر ۳/ ۷٥، رقم: ۳۲۸٤، وفي نسخة القديم ۲/ ۲۲۳)

اور رکوع کی حالت میں عورتوں کے لئے دونوں ٹخنے ملانا مسنون ہے، یہ بات درست ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲/۱۷)

وفي المجتبى: هذا كله في حق الرجل أما المرأة فتنحني في الركوع يسيرًا ولاتفرج؛ ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا، وتحني ركبتيها ولاتجا في عضديها، لأن ذلك أستر لها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة، كراچي ۱/ ٤٩٤، زكريا ديوبند ۲/ ۱۹۷، مستفاد: بهشتي زيور ۲/ ۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۳۷)

عورت سینہ بند نہ پہنے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

سوال [۲۶۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت اگر گرمی کی وجہ سے چھوٹا کپڑا (جو اندر پہنا جاتا ہے اسے) نہ پہنے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: شبنم کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کپڑا اس طرح پہنتی ہو کہ جسم بالکل نظر نہ آئے تو اس کی نماز اس کپڑے میں اداء ہو جائے گی خواہ اس کپڑے کے اندر چھوٹے کپڑے (بنیان سینہ بند وغیرہ) ہو یا نہ ہو؛ اس لئے کہ عورت کے لئے نماز میں دونوں ہاتھ دونوں قدم اور چہرہ کے علاوہ تمام بدن کا چھپانا فرض ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۵/ ۶۲۰)

عن عائشة – رضي الله عنها – قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتقبل صلاة الحائض إلا بخمار. (سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب

ماجاء لا تقبل صلاة الحائض إلا بخمار، النسخة الهندية ١/٨٦، دارالسلام رقم:٣٧٧، سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار، النسخة الهندية١/٩٤، دار السلام رقم: ٦٤١، سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب إذا حاضت المرأة لم تصل إلا بخمار، النسخة الهندية ١/ ٤٨١، دارالسلام رقم:٦٥٥، مسند أحمد بن حنبل ٦/١٥٠، رقم:٥٦٨٢، صحيح ابن خزيمة المكتب الإسلامي ١/ ٤٢١، رقم:٨٣١)

والرابع: ستر عورته –إلى قوله– للحرة جميع بدنها خلا الوجه، والكفين، والقدمين. (تنوير الأبصار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، كراچي ١/ ٤٠٥،زكريا ٢/٧٨، كذا في الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، زكريا ١/٥٨، شرح النقاية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، اعزازية ديو بند ١/٦٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸؍۹۶۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۸؍۱۴۲۹ھ

عورتوں کے ہتھیلیوں کو نماز میں کھلے رکھنے کا حکم

سوال[۲۶۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کو نماز میں سجدے میں ہاتھ اچھی طرح ڈھکنے ضروری ہیں؟

تکبیر تحریمہ کے وقت تو عورتیں دو پٹہ کے اندر ہی ہاتھ کندھوں تک اٹھاتی ہیں اور رکوع میں بھی ہاتھ دوپٹہ کے اندر ہی رہتے ہیں؛ لیکن سجدے میں تھوڑے ہاتھ دو پٹہ سے باہر ہوجاتے ہیں،اس کا جواب آپ تحریری دے دیں،تو بہتر ہے تاکہ میں عورتوں کو دکھادوں۔

المستفتی: معرفت مولانا نظر رشید،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح قول کے مطابق دونوں ہتھیلیوں کو نماز کی

حالت میں عورتوں کے لئے کپڑے سے باہر کھلا رکھنا جائز اور درست ہے؛ لہٰذا رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہتھیلیاں کھل جائیں، تب بھی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا، مگر کلائیاں کھولنا جائز نہیں۔

وللحرة جميع بدنها خلا الوجه، والكفين، والقدمين. وتحته في الشامية: وفي مختلفات قاضي خان وغيرها، أنه ليس بعورة وأيده في شرح المنية بثلاثة أوجه، وقال: فكان هو الأصح، وإن كان غير ظاهر الرواية.

(تنوير الأبصار مع الشامي: زكريا ديوبند ٢/ ٧٨، كراچي ١/ ٤٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۲۶۴۷)

عورت ومرد کے رکوع میں فرق

سوال [۲۶۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک اردو کتاب میں دیکھا کہ عورت کے رکوع میں فرق ہے، رکوع میں عورت صرف اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں کو چھولیں زیادہ نہ جھکے، اور مرد انگلیوں کو کھلا رکھے اور گھٹنوں کے اوپر رکھے، عورت انگلیاں بند کرکے رکھے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

المستفتی: مولانا معاذ الاسلام، استاد مدرسہ امدادیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اردو کی جس کتاب میں آپ نے مرد اور عورت کے رکوع میں جو فرق دیکھا ہے وہ صحیح ہے، یعنی عورت رکوع میں قلیل جھکے گی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں پر ملا کر رکھے گی اور اپنے دونوں بازؤں کو پہلو سے ملائے ہوئے رکھے گی؛ البتہ مرد اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھے گا اور دونوں بازؤں کو پہلو سے جدا رکھے گا۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲/ ۱۷)

وأما المرأة فتنحني في الركوع يسيرًا ولاتفرج؛ ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا، وتحني ركبتيها ولاتجا في عضديها، لأن ذلك أستر لها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب في إطالة الركوع للجائي، كراچی ۱/۴۹۴، زکریا دیوبند ۲/۱۹۷)

ويعتمد بيديه على ركبتيه ويفرج بين أصابعه لقوله عليه السلام لأنس: إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك وفرج بين أصابعك.

(هداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ۱/۱۰۶، تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني سنن الصلاة، زكريا ۲/۱۳۴، رقم: ۱۹۵۵، ۱/۵۰۵، درمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچي ۱/۴۹۳، زكريا ۱/۱۹۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۲۹/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۴/۱۴۱۸ھ

عورت کا سجدہ میں جانے اور اٹھنے کا طریقہ

سوال [۲۶۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کے لئے سجدہ میں جانے سے پہلے بیٹھنا پھر سجدہ میں جانا، سجدے میں عورت کا سرین کو زمین پر چپکانا اور دونوں پیر داہنی جانب نکالنا، عورت کے لئے سجدے میں جاتے ہوئے زمین پر پہلے سرین پھر گھٹنے رکھنا کیسا ہے؟

المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے بارے میں حضرت تھانویؒ نے زمین پر پہلے گھٹنے رکھ کر سجدہ میں جانے کی بات لکھی ہے؛ حالانکہ سرین کو پہلے زمین پر ٹیکنے

کے بعد سجدہ کرنا زیادہ استر معلوم ہوتا ہے؛ لیکن اس کے بارے میں بھی کوئی صراحت نہیں ملی اور حضرت تھانویؒ نے ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں پیروں کو داہنی طرف نکال کر کے سجدہ کرلے؛ لیکن پہلے سرین زمین پر ٹیکے بغیر دونوں پیروں کو داہنی طرف نکالنا دشوار کن اور مشکل بات ہے؛ اس لئے سرین زمین پر ٹیکنے کے بعد ہی سجدہ کرنا آسان ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور حصہ دوم ۱۷)

أنها لاتنصب أصابع القدمين. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچي ۱/۵۰٤، زكريا ۲/۲۱۱)

ويزاد على العشر أنها لاتنصب أصابع القدمين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۱/۵٦۱، كوئٹه ۱/۳۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۷۹/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

پیشانی کو اوڑھنی سے ڈھانک کر اس پر سجدہ کرنا

سوال [۲۶۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کا اپنی پیشانی کو اوڑھنی سے ڈھانک کر اس پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

نوٹ: ہمارے یہاں مستورات نماز اسی طرح پڑھتی ہیں؛ جبکہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ نماز کا یہ طریقہ کتب احناف میں نہیں ہے؛ لہٰذا عربی ومستند فتاوی کی عبارت سے معقول جواب سے نوازیں۔

المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت سر کو اچھی طرح ڈھانک لیتی ہے

اوراس کے دوپٹے کا کنارہ پیشانی تک آجاتا ہے اورسجدہ میں پیشانی کا کچھ حصہ دوپٹہ پر آجائے اوراسی حالت میں سجدہ کرلے،تو بلاشبہ سجدہ درست ہوجائے گا، یہ اسی طرح ہے جیسا کہ حضرات صحابۂ کرام گرمی یا سردی کی وجہ سے اپنے پہنے ہوئے کپڑے کے کنارہ پر سجدہ کرلیتے تھے؛ لیکن افضل یہی ہے کہ سجدہ کی حالت میں پوری پیشانی دوپٹے سے حائل ہوئے بغیر سجدہ میں جائے۔

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: كنا نصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم: فيضع أحدنا طرف الثوب من شدة الحر في مكان السجود. (بخاري شريف، النسخة الهندية ١/٥٦، رقم: ٣٨٣ ف:٣٨٥)

قال عمر رضی اللہ عنہ إذا وجد أحدكم حر الأرض، فليضع ثوبه بينه وبين الأرض، ثم ليسجد عليه. (مصنف ابن أبي شيبة جديد ٢/٤٠٥، رقم: ٢٧٨٧)

عن علي رضی اللہ عنہ قال: قال: إذا صلى أحدكم فليحسر العمامة عن جبهته. (مصنف ابن أبي شيبة جديد ٢/٥٠٠، رقم: ٢٧٧١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۷۹/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۴ھ

عورتوں کا حرم میں چہرہ ڈھانک کرنماز پڑھنا

سوال [۲۶۵۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیاحرم شریف میں چہرہ ڈھانک کر نماز ہوجائے گی؟

المستفتی: اہلیہ حاجی اکرم، شمسی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرعورتیں حرم شریف میں عورتوں کے لئے متعین کردہ جگہوں پرنماز پڑھتی ہیں،تو وہاں پر چہرہ کھول کرنماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

اور جن جگہوں میں اجنبی مرد کی نگاہ پڑنے کا خطرہ ہو وہاں چہرہ ڈھانک کر نماز پڑھنا چاہئے اور اگر عورت حالت احرام میں ہے تو نقاب کا کپڑا چہرہ پر لگنا ممنوع ہے؛ اس لئے کہ حالت احرام میں یا تو چہرہ کھلا رکھے یا اپنی پیشانی سے اوپر ہیٹ یا اس جیسی کسی چیز کے ذریعہ نقاب کے کپڑے کو چہرہ سے دور رکھے وہ کپڑا چہرے سے لگنا نہیں چاہئے۔

یجوز للمرأة کشف وجهها في الصلاة. (اوجز المسالك جديد ٣/١١٦)

وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال. (شامي، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة، کراچي ١/٤٠٦، زکریا ٢/٧٩)

ولیس للمرأة أن تغطي وجهها وأنها لو أسدلت علی وجهها شیئا وجافته عنه لابأس بذلک. (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل واما بیان مایحظره الاحرام ٣/٢١٠، جدید زکریا ٢/٤٠٩، قدیم ٢/١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۹۵)

سجدہ میں پیر کی انگلیوں کا رخ

سوال [۲۶۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت سجدہ کی حالت میں دونوں قدم کھڑا کر کے انگلیاں قبلہ کی طرف کرلے یا کوئی دوسری کیفیت ہوگی؟

المستفتی: سلامت اللہ کھنڈوا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سجدہ کی حالت میں مردوں کی طرح قدمین کو کھڑا کئے بغیر تورک کی حالت میں قبلہ کی طرف کرے گی، مردوں کی طرح قدمین کو کھڑا نہیں کرے گی؛ البتہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے گی۔

وذكر في البحر أنها لاتنصب أصابع القدمين. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،كراچي ۱/ ۵۰٤، زكريا ۲/ ۲۱۱)

ويزاد على العشر أنها لاتنصب أصابع القدمين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۱/ ۵٦۱، كوئٹه ۱/ ۳۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۶ھ

سجدے میں گھٹنوں کو زمین پر رکھنا واجب ہے یا سنت؟

سوال [۲۶۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا اس حدیث کی روشنی میں جس میں سجدے کے اندر سات ہڈیوں کو زمین پر لگانے کا حکم دیا گیا ہے، دونوں گھٹنوں کا زمین پر لگانا واجب ہے یا سنت؟ اگر سنت ہے تو پھر اس حدیث کا جواب ہمارے نزدیک کیا ہے، نیز گھٹنوں کی تشریح فرمادیں کہ گھٹنہ کس حصہ کو کہیں گے اور سجدہ کی حالت میں گھٹنہ کا کون سا حصہ زمین پر لگانا مقصود ہے؟

المستفتی: سلامت اللہ، خادم جامعہ خیر العلوم بورے گاؤں کھنڈوا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک راجح قول کے مطابق سجدہ میں گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور آپ نے جس حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے مسلک احناف کی تائید ہوتی ہے؛ لہٰذا جواب دینے کی ضرورت نہیں اور گھٹنوں سے مراد پیر کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی ہے، اسی ہڈی کا سجدہ میں زمین پر رکھنا واجب ہے؛ البتہ عورت گھٹنوں کو مردوں کی طرح کھڑا کر کے زمین پر نہیں رکھے گی؛ بلکہ پنڈلیوں سمیت گھٹنوں کا جتنا حصہ زمین پر لگ سکے اتنے ہی کی وہ مکلّف ہے؛ اس لئے کہ چمٹ کر سجدہ کرنے کی صورت میں مکمل گھٹنوں کا زمین پر ٹیکنا مشکل ہے۔

عن علي رضي الله عنه إذا سجدت المرأة فلتحتفز و لتضم فخذيها . (مصنف ابن أبي شيبه، كتاب الصلاة، باب المرأة كيف تكون في سجودها، مؤسسه علوم القرآن جديد ۲/۵۰٤، رقم:۲۷۹۳، قديم ۱/ ۲۷۰)

وذكر في البحر أنها لاتنصب أصابع القدمين. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في اطالة الركوع للجائي، كراچي ۱/۵۰٤، زكريا ۲/ ۲۱۱)

ويسجد واضعا ركبتيه، ثم يديه وفي الشامي: قدمنا الخلاف في أنه سنة، أو فرض، أو واجب، وأن الأخير أعدل الأقوال وهواختيار الكمال.

(شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، كراچي ۱/۴۹۷، زكريا ۲/ ۲۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۵۰/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۶ھ

عورت کا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر کھڑا ہونا

سوال [۲۶۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوسرے سجدے کے بعد عورت کے لئے بیٹھنا پھر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی؛ لیکن سرین پر ٹیک لگائے بغیر دونوں پیر جو داہنی طرف نکلے ہوئے ہیں انہیں اپنی جگہ واپس لاکر کھڑے ہونے میں سخت دشواری پیش آسکتی ہے، اگرچہ اس سلسلہ میں صراحت نہیں ملی، مگر موجودہ صورت سے خود بخود یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سرین کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے میں عورت کے لئے زیادہ آسانی ہے۔ (مستفاد: از بہشتی زیور حصہ دوم ۱۷)

أنها لا تنصب أصابع القدمين. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچي ۱/۵۰٤، زكريا ۲/۲۱۱)

ويزاد على العشر أنها لاتنصب أصابع القدمين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،زكريا ۱/۵٦۱، كوئٹه ۱/۳۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۷۹/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

بازؤں کو پہلو سے ملائیں یا کہنیوں کو زمین پر بچھائیں؟

سوال [۲٦۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور پر کتابوں میں لکھا ہے کہ سجدے کی حالت میں بازؤں کو پہلو سے ملالے اور کہنیوں کو زمین پر بچھالے عملاً دیکھا گیا ہے کہ یہ دونوں باتیں بیک وقت نہیں ہوسکتی ہیں تو پھر کس کو ترجیح دی جائے؟

المستفتی: سلامت اللہ کھنڈوا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے عورتوں کے لئے سجدہ کی جو مسنون کیفیت بیان کی ہے کہ پیٹ کو رانوں سے ملاکر کہنیوں کو زمین پر بچھا کر اور بازؤں کو پہلوؤں سے ملاکر سجدہ کرے، اس کا مقصد یہ ہے کہ خوب پردہ کے ساتھ سجدہ کیا جائے اور اعضاء ظاہر نہ ہوں اور بازؤں کو پہلوؤں سے ملاکر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کی طرح بازؤں کو پہلوؤں سے بالکل الگ نہ رکھے؛ بلکہ جہاں تک ہوسکے ملاکر رکھے تاکہ اعضاء ظاہر نہ ہوں اور اس طرح سے کہنیوں کو زمین پر بچھانا اور بازؤں کو پہلوؤں سے ملانا کچھ مشکل نہیں؛ لہٰذا ترجیح کی بھی ضرورت نہیں۔

عن يزيد بن أبي حبيبؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض.
(مراسيل أبي داؤد/۸، رقم:۸۷)

عن علي –رضي الله عنه– قال: إذا سجدت المرأة فلتحتفز، ولتلصق فخذيها ببطنها. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۳/۱۳۸، رقم:۵۰۷۲)

والمرأة تنخفض فلاتبدي عضديها، وتلصق بطنها بفخذيها، لأنه أستر وفي الشامي: وتفترش ذراعيها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، زكريا ۲/۲۱۱، شامي كراچي ۱/۵۰٤)

ذلک لأن مبنى أمرها على الستر، فكان السنة في حقها ما كان أستر من الهيئات. (كبيری، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة جديد اشرفية ديوبند ۳۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۷/۱۴۲۱ھ

سجدہ میں عورتوں کا تورک کرنا

سوال [۲۶۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر بیٹھے گی پھر تورک کے ساتھ سجدہ کرے گی یا بیٹھنے کے بجائے پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک وپیشانی رکھ کر سجدہ کرے گی، حالت سجدہ میں کیا عورت کے لئے تورک مسنون ہے جیسا کہ عام طور پر عورتیں سجدہ کرتی ہیں یا تورک نہ کرے گی؟

المستفتی: سلامت اللہ، کھنڈوا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے سجدے کی مسنون کیفیت یہ ہے کہ زمین سے چمٹ کر پیٹ کو رانوں سے ملا کر بازؤں کو پہلوؤں سے ملا کر کہنیوں کو بچھا کر سجدہ کرے اس کیفیت پر سجدہ کرنے کا تقاضہ یہ ہے کہ عورت زمین کا سہارا لے کر سجدے میں جائے، سہارا لیئے بغیر سجدہ میں جائے گی تو دشواری پیش آئے گی، اب اگر سہارا لینے میں بیٹھنے کی شکل بن جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ اس لئے کہ یہاں بیٹھنا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ سجدہ کی مسنون کیفیت کو حاصل کرنا مقصود ہے، اسی طرح مسنون کیفیت کے مطابق سجدہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ عورت اپنے پیروں کو داہنی طرف نکال لے ورنہ اسے دشواری پیش آئے گی۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۷/۲۲۵، فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۵/۶۲۰)

عن يزيد بن أبي حبيبؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض. (مراسيل أبي داؤد ۸، رقم:۸۷)

عن علي –رضي الله عنه– قال: إذا سجدت المرأة فلتحتفز، ولتلصق فخذيها ببطنها. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۳/۱۳۸، رقم: ۵۰۷۲)

عن معمر عن قتادة قال جلوس المرأة بين السجدتين متوركة على شقها الأيسر الحديث (مصنف عبد الرزاق ۳/۱۳۹، رقم:۵۰۷۵)

والمرأة تنخفض فلا تبدي عضديها، وتلصق بطنها بفخذيها، لأنه أستر وفي الشامي: وتفترش ذراعيها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، زكريا ۲/۲۱۱، شامي كراچي ۱/۵۰٤)

ويكبر للنهوض بلا اعتماد وقعود استراحة، ولو فعل لابأس. وفي الشامي: أي على الأرض قال في الكفاية: أشار به إلى خلاف الشافعي في موضعين أحدهما يعتمد بيديه على ركبتيه عندنا وعنده على الأرض، والثاني الجلسة الخفيفة، وقال شمس الأئمة الحلواني: الخلاف في

الأفضل حتی لو فعل کما ہومذہبنا لابأس بہ عند الشافعي، ولو فعل کما ہو مذہبہ لابأس بہ عندنا، کذا في المحیط. (شامي،کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب في إطالۃ الرکوع للجائي،کراچي ۱/۵۰۹، زکریا۲/۲۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍جمادی الثانیہ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸؍۹۶۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۶ھ

عورتوں کا نماز ودیگر عبادت کے لئے مسجد جانا

سوال [۲۶۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ ہمارے علاقہ میں اس وقت بعض لوگوں کی طرف سے یہ بات اٹھی ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جماعت کی نماز کے لئے آنے میں شریعت کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ بلکہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنا چاہئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن وحدیث وآثار اور حنفی وشافعی فقہ میں ہمیں اس مسئلہ میں کیا رہنمائی ملتی ہے، کیا ہم اس وقت اپنی عورتوں کو جماعت کی نماز کے لئے مسجد بھیج سکتے ہیں، اگر شریعت کی طرف سے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تو پھر عامۃً اس پر عمل کیوں نہیں، اگر ممانعت ہے تو وہ کن دلائل سے ہے؟

(۲) نیز کیا شب برأت، شب قدر وغیرہ مخصوص راتوں میں عورتیں عبادت کے لئے مسجد میں آسکتی ہیں؟

المستفتی: ابوالحسن قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عورتوں کے لئے مردوں کی طرح مسجدوں میں جاکر جماعت میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، دورِ صحابہ سے عورتوں پر پابندی لگائی جاچکی ہے؛

اس لئے کہ عورتوں کا جماعت میں شرکت کے نام سے نکلنے میں فتنہ اور برائیوں کا سخت خطرہ ہے؛ اس لئے جماعت میں شرکت ان سے معاف ہے؛ لہٰذا جماعت کی نماز کے لئے عورتوں کو مسجد بھیجنا جائز نہ ہوگا۔

عن عمرؓ، أنه نهى الشواب عن الخروج، ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام، وما أدى إلى الحرام فهو حرام الخ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فصل وحر أما بيان من يصلح للإمامة،زكريا ١/٣٨٨، كراچي ١/١٥٧)

(۲) شب برأت اور شب قدر وغیرہ میں بھی عورتوں کو عبادت کے لئے مسجد میں جانا جائز نہیں؛ بلکہ عورتیں اپنے گھر میں رہ کر عبادت کریں۔

عن عائشة–رضي الله عنها– قالت: لورأي رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أحدث النساء، لمنعهن المسجد، كما منعت نساء بني إسرائيل. (ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب في خروج النساء في العيدين،النسخة الهندية ١/١٢٠، دارالسلام رقم: ٥٤٠، سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك، النسخة الهندية ١/٨٤، دارالسلام رقم: ٥٦٩، صحيح ابن خزيمة ٢/٨١٨، رقم: ١٦٩٧، مصنف عبد الرزاق ٣/١٤٩، رقم: ٥١١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۱۲۳)

عورتوں کی جماعت کا حکم

سوال[۲۶۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں، نیز نماز تراویح کی جماعت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: عزیز الرحمٰن، م سدھارتھ نگری، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چاہے نماز فرض ہو یا تراویح تنہا عورتوں کی جماعت جس میں امام بھی عورت ہی ہو مکروہ ہے۔

عن عائشة -رضي الله عنها- أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لا خير في جماعة النساء إلا في مسجد جماعة. (المعجم الأوسط، دارالفكر ٦/٤٤٩، رقم:٩٣٥٩، مسند أحمد بن حنبل ٦/٦٧، رقم:٢٤٨٨٠، ٦/١٥٤، رقم:٢٥٧٢٨)

ويكره تحريمًا جماعة النساء ولو في التراويح الخ (در مختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/٣٠٥، كراچي ١/٥٦٥، طحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة قديم ١٦٦، جديد دارالكتاب ديوبند ٣٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۲/۲۹ھ

تنہا عورتوں کی جماعت کا حکم

سوال [۲۶۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عورتیں آپس میں جماعت کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہیں تو کس طرح کریں گی؟

المستفتی: محمد قاسم گانوڑی بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ بلکہ اپنے اپنے گھروں میں تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔

عن عبدالله-رضي الله عنه-عن النبي صلی الله عليه وسلم، قال: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك النسخة الهندية ١/ ٨٤، دارالسلام رقم: ٥٧٠، المستدرك، كتاب الصلاة قديم ١/ ٣٢٨، جديد ١/ ٣١٤، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ٢/ ٨١٥، مسند البزار ٥/ ٤٢٦، رقم: ٢٠٦٠)

عن عائشة-رضي الله عنها- أن رسول الله صلی الله عليه وسلم، قال: لاخير في جماعة النساء إلا في مسجد. (مسند أحمد بن حنبل ٦/ ٦٧، رقم: ٢٤٨٨٠، ٦/ ١٥٤، رقم: ٢٥٧٢٨)

ويكره تحريمًا جماعة النساء ولو في التراويح، وفي الشامية: وأنها إذا توسطت لاتزول الكراهة الخ (در مختارمع الشامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/ ٣٠٥،٣٠٦، كراچي ١/ ٥٦٥، هدايه، كتاب الصلاة، باب الإمامة اشرفي ديوبند ١/ ١٢٣، تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الحث على الجماعة ١/ ٦٠٨، زكريا ٢/ ٢٨١، رقم: ٢٤٢٦)

صلاتهن فرادیٰ أفضل. (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إمامًا لغيره ١/ ٨٥، جديد ١/ ١٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۶۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳؍۴؍۱۴۲۱ھ

تنہا عورتوں کا جماعت کرنا

سوال [۲۶۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کی تنہا جماعت مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن اگر کوئی لڑکی حافظ قرآن ہو اور رمضان میں تراویح کی جماعت اس غرض سے کرے کہ اس کی وجہ سے قرآن پاک یاد رہے گا،

تو اس کا یہ فعل کیسا ہے، آیا جواز کی صورت میں داخل کر کے اس کو تراویح پڑھانے کی اجازت دی جائے گی یا اس کو تراویح پڑھانے سے منع کر دیا جائے گا، عدم جواز کی صورت میں قرآن پاک یاد رکھنے کی آسان صورت کیا ہوسکتی ہے۔

واضح رہے کہ حضرت مولانا عبد الشکور صاحبؒ لکھنوی نے حاشیہ علم الفقہ ۹۵/۲ میں عورتوں کی جماعت کو غیر مستحب لکھا ہے اور مکروہ تحریمی ہونے کی تردید کی ہے، اس کی بھی وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: عبدالقدیر مہولی بہرائچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تنہا عورتوں کی جماعت خواہ فرائض نماز کے لئے ہو یا نوافل کے لئے بہرصورت کراہت کے ساتھ جائز ہے، قرآن پاک کی یادداشت کے لئے جماعت کرنے سے کراہت ختم نہیں ہوتی؛ بلکہ علی حالہ کراہت باقی رہتی ہے؛ البتہ عورت جماعت کرلے اور امامت کرنے والی درمیان صف میں کھڑی ہو، تو نماز کراہت کیساتھ درست ہو جائے گی اور علم الفقہ میں غیر مستحب کہنا درست ہے؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب عورت امام بن کر درمیان صف میں کھڑی ہو؛ اس لئے کہ اس طریقۂ ابتداء اسلام میں عورتوں کی جماعت مستحب تھی، پھر استحباب منسوخ ہو گیا تو جماعت غیر مستحب ہو کر باقی رہ گئی؛ لہٰذا غیر مستحب سے کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوا، جیسا کہ اس کی وضاحت علامہ ابن الہمام اور صاحب تبیین الحقائق نے کی ہے، نیز صاحب علم الفقہ کی کراہت تحریمی کی تردید بھی درست ہے؛ اس لئے کہ کراہت تحریمی اس وقت لازم آتی ہے؛ جبکہ عورت امام بن کر صفوں کے آگے مرد کی طرح کھڑی ہو؛ لیکن جب عورت وسط صف میں کھڑی ہو تو کراہت میں کمی آجاتی ہے، یعنی تحریمی باقی نہیں رہتی؛ لہٰذا فقہاء کا عورتوں کی جماعت کو مکروہ قرار دینے اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا کراہت تحریمی کی تردید کر کے کراہت تنزیہی کہنے میں کوئی تعارض باقی نہ رہا۔

عن عائشة-رضي الله عنها- قالت: لو أدرک رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما أحدث النساء لمنعهن المسجد، کما منعت نساء بني إسرائیل. فقلت لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم. (صحیح البخاري، کتاب الأذان، باب خروج النساء إلی المساجد باللیل والغلس، ۱/ ۱۲۰، رقم: ۸۶۱، ف:۸۶۹، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلی المساجد إذا لم یترتب علیه فتنة، النسخة الهندیة ۱/۱۸۳، بیت الأفکار رقم: ٤٤٥)

عن عائشة-رضي الله عنها- أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: لاخیر في جماعة النساء إلا في مسجد جماعة. (المعجم الأوسط، دارالفکر ٦/٤٤٨، رقم:۹۳۵۹، مسند أحمد بن حنبل ٦/٦۷، رقم: ۲٤۸۸۰، ٦/١٥٤، رقم:۲۵۷۲۸)

عن ریطة الحنیفة، أن عائشة-رضي الله عنها- أمتهن، وقامت بینهن في صلاة مکتوبة. (مصنف عبد الرزاق ۳/ ۱٤۰، رقم:٥٠٨٦)

عن حجیرة بنت حصینؓ قالت: أمتنا أم سلمةؓ في صلاة العصر قامت بیننا. (مصنف عبد الرزاق ۳/ ۱٤۰، رقم: ٥٠٨٢)

فإنهن لو صلین جماعة جازت بالإجماع......لاستجماع شرائط الجواز (إلی قوله) مع ما یوجب کراهته من ارتکابه المحرم. (عنایة علی شرح الهدایة، فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب الإمامة، زکریا ١/٣٦٣-٣٦٤ کوئٹه ١/٣٠٦)

فإن فعلن یقف الإمام وسطهن لأن عائشةؓ فعلت کذلک حین کان جماعتهن مستحبة، ثم نسخ الاستحباب. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة، امدادیة ملتان ۱۳٦-۱۳٦)

وقال ابن الهمام فإنما یفید نسخ السنیة وهو لایستلزم ثبوت کراهة التحریم في الفعل؛ بل التنزیه ومرجعها إلی خلاف الأولی. (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب الإمامة، زکریا ١/٣٦٥، کوئٹه١/٣٠٧)

وقال الشافعي: تحت قول الحصكفي ''ويكره تحريما جماعة النساء، فإن فعلن تقف الإمام وسطهن'' إنها إذا توسطت لاتزول الكراهة، وإنما أرشدوا إلى التوسط، لأنه أقل كراهية من التقدم. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا٢/٣٠٦، كراچي ١/٥٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍ ۴۰۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۶؍۱۴۱۵ھ

عورتوں کا مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنا

سوال[٢٦٦٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں عورتوں کے لئے پردے کے ساتھ پنج وقتہ نماز، نیز نماز تراویح باجماعت ادا کرنے کا اہتمام حنفی مسلک کے اعتبار سے درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے پنجوقتہ نماز کی جماعت میں شرکت کرنا کسی فضیلت کا باعث نہیں ہے، ان کے لئے گھروں کی کوٹھری میں تنہا نماز پڑھنا جماعت کی نماز سے زیادہ افضل ہے اور خاص طور پر اس زمانہ میں عورتوں کا پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مساجد میں جانا مکروہ اور سخت فتنہ کا باعث ہے، اگر چہ جماعت پردہ کے اہتمام کے ساتھ ہی کی جاتی ہو تب بھی ممنوع ہے اور حنفی مسلک میں عورتوں کو باجماعت نماز کے لئے مسجد میں آنے جانے کی کسی طرح کی گنجائش نہیں ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۲/۶-۷۴۷/۲۷۹)

عن عبد الله -رضي الله عنه- عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:

صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. (سنن أبي داؤد شريف، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك، النسخة الهندية ١/٨٤، دارالسلام رقم: ٥٧٠، مسند البزار ٥/٤٢٦، رقم: ٢٠٦٠، المعجم الكبير للطبراني ٩/٢٩٥، رقم: ٩٤٨٢، مصنف عبد الرزاق ٣/١٤٩، رقم: ٥١١٦)

ويكره حضورهن الجماعة، ولو لجمعة، وعيد، ووعظ مطلقا، ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان. (الدر المختار مع شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/٣٠٧، كراچي ١/٥٦٦، البنايه، كتاب الصلاة، باب الإمامة، اشرفية ٢/٣٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۱)

حافظہ عورت کا تراویح کی نماز باجماعت پڑھانا

سوال [۲۶۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت حافظ قرآن ہے تو وہ قرآن یاد رکھنے کی غرض سے رمضان المبارک میں تراویح کی جماعت کرسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ مقتدی صرف عورتیں ہوں اور وہاں کوئی مرد موجود نہ ہو۔

(۲) اگر جماعت کرلی تو قرأت بلند آواز سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ بلند آواز سے قرأت کرنے کی صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر نماز فاسد ہوجاتی ہے تو پڑھی گئی تراویح کی قضا لازم ہے یا نہیں؟

المستفتی: مشرف خاں، بہرائچ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ایسی صورت میں نماز تراویح مکروہ ہوجائے گی بعد میں لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

ویکره للنساء أن یصلین وحدهن الجماعة الخ (هدایه، کتاب الصلاة، باب الإمامة، اشرفی دیوبند ۱/ ۱۲۳)

عن عائشة –رضي الله عنها– أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: لاخیر في جماعة النساء إلا في مسجد جماعة. (المعجم الأوسط، دارالفکر ٦/ ٤٤٨، رقم: ٩٣٥٩، مسند أحمد بن حنبل ٦/ ٦٧، رقم: ٢٤٨٨٠، ٦/ ١٥٤، رقم: ٢٥٧٢٨)

(۲) راجح قول کے مطابق نماز اگر چہ فاسد نہیں ہوتی ہے؛ لیکن پھر بھی آواز اتنی بلند نہ کرے جس سے باہر مردوں کو سنائی دے اور ایسی صورت میں نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ خلیلیہ ۱/ ۲۵)

ولا نجیز لهن رفع أصواتهن، ولا تمطیطها، ولا تلینها، وتقطیعها لما في ذلک من استمالة الرجال إلیهن وتحریک الشهوات منهم. (منحة الخالق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زکریا ۱/ ٤٧١، کوئٹه ۱/ ٢٧٠، حاشية الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دارالکتاب دیوبند ۱/ ٢٤٢، شامي، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في العورة، کراچي ۱/ ٤٠٦،زکریا ٢/ ٧٩)

(۳) نماز فاسد نہیں ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ؍ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۶۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۲۳ھ

عورتوں کا رمضان میں نماز تراویح پڑھنے کے لئے مساجد میں جانا

سوال [۲۶۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن مساجد میں باقاعدہ عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام مستقل ہے یا عارضی طور پر رمضان المبارک میں کیا گیا ہے، وہاں عورتوں کا جانا اور نماز فرض اور سنت تراویح ادا

کرنا کیسا ہے،اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتی: ڈاکٹر مہتاب علی لکرالہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرچہ مساجد میں پردہ کا انتظام ہے،مگر عورتوں کے لئے نماز کے بہانہ سے باہر آنے کا موقع ملے گا؛ اس لئے شریعت نے عورتوں کو جماعت میں شرکت کے لئے مسجد جانے سے منع کردیا ہے؛ اس لئے ایسی مسجدوں میں بھی جانے کی اجازت نہیں ہے،جن میں پردہ کا انتظام کیا گیا ہو۔

ويكره حضورهن الجماعة، ولو لجمعة، وعيد الخ. (درمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/٣٠٧، كراچي ١/٥٦٦)

عن عمرة بنت عبد الرحمنؓ، أنها سمعت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، تقول: لوأن رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأي ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل قال: فقلت لعمرة: أنساء بني إسرائيل منعن المسجد؟ قالت: نعم. (مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد، النسخة الهندية ١/١٨٣، بيت الأفكار رقم: ٤٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۲۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۲۰ھ

عورت کا نماز پنج گانہ اور تراویح کی امامت کرنا

سوال [٢٦٦٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کا فرض نماز پنج گانہ یا تراویح کی امامت کرنا کیسا ہے؛ جبکہ عورت ہی

امام ہواور عورتیں ہی مقتدی ہوں مع حوالہ جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: حافظ مقصود احمد انصاری، مقام سکھڑا، ڈاکخانہ ڈھکولی، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ہرصورت میں عورت کی امامت ممنوع ہے، اگر مرد مقتدی ہوتو مرد کی نماز ہی نہیں ہوگی اور عورتیں مقتدی ہوں تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

عن عائشة –رضي الله عنها– أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لاخير في جماعة النساء إلا في مسجد جماعة. (المعجم الأوسط، دارالفكر ٦/٤٤٨، رقم: ٩٣٥٩، مسند أحمد بن حنبل ٦/٦٧، رقم: ٢٤٨٨٠، ٦/١٥٤، رقم: ٢٥٧٢٨)

عن جابر بن عبد الله، قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه، فقال:......ألا لاتؤمن امرأة رجلا. الحديث (سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب في فرض الجمعة، النسخة الهندية ١/٧٥،دارالسلام رقم: ١٠٨١)

ويكره تحريمًا جماعة النساء ولو في التراويح الخ (در مختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/٣٠٥، كراچي ١/٥٦٥، كوئٹه ١/٤١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۶۹۳)

مستورات کا مسجد میں نماز پڑھنا

سوال[٢٦٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مستورات کے لئے مسجدوں میں پردہ کے معقول نظم کے ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام ہوجائے، یہ نہ ہوسکے تو کم از کم نماز جمعہ پردہ کے خاص اہتمام کے ساتھ کسی مسجد یا کسی بڑے ہال میں شہر کی مستورات جمع ہو کر ایک ساتھ ادا

کرلیں،خطیب صاحب بیان فرمادیں تاکہ مستورات کی بھی اصلاح ہوجائے تو یہ کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عسکری طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس فتنہ اور فساد کے زمانہ میں عورتوں کا مسجدوں میں جاکر فرض نمازیں اسی طرح جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنے کی تلقین کرنا اور اس کا انتظام کرنا ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے،اسی طرح خطیب کا بیان سننے کے لئے جمعہ کے دن مسجد یا مسجد کے پڑوس میں جمع ہونا بھی فتنہ سے خالی نہیں ہے؛اس لئے کہ مسجدوں میں جوخالی جگہ عورتوں کے لئے مقرر کی جائے گی یا جوکمرے یا ہال وغیرہ عورتوں کے لئے مقرر کئے جائیں گے اس کا ہر وقت تحفظ موجودہ حالات میں بہت مشکل ہے؛ اس لئے عورتوں کے مسجدوں میں باجماعت نماز پڑھنے کا انتظام کرنا ہرگز درست نہیں۔

ویکره حضورهن الجماعة، ولو لجمعة، وعيد، ووعظ مطلقا، ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان. (در مختار مع شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكريا ٢/٣٠٧، كراچي ١/٥٦٦، البنايه، كتاب الصلاة، باب الإمامة، اشرفية ديوبند ٢/٣٥٤)

عن طارق بن شهاب رضـ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة إلا أربعة: عبد مملوك، أو امرأة، أوصبي، أو مريض. (سنن أبي داؤد، باب الجمعة للمموك والمرأة النسخة الهندية ١/١٥٣، دارالسلام رقم:١٠٦٧، المستدرك، كتاب الصلاة، قديم ١/٤٢٥، جديد رقم:١٠٦٢)

ولايحضرن الجماعات "لقوله تعالى وقرن في بيوتكن الخ" قال المصنف في الكافي، والفتوى اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد ومتى كره حضور المسجد للصلوة، فلأن يكره حضور مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء أولى، ذكره فخر الإسلام. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة كوئٹه ١/٣٥٨، زكريا ١/٦٢٧)

اگر عورتوں کو خطیب کا بیان سنانا مقصود ہے تو مہینہ میں ایک دو مرتبہ کسی مخصوص ہال میں اس کا انتظام کیا جائے اور اس میں سخت پردہ کے اہتمام کے ساتھ علماء اور بزرگوں کا بیان کروایا جائے اور جمعہ کے دن مردوں کی آمد ورفت کی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے؛ اس لئے جمعہ کے دن اس کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي سعيد الخدري –رضي الله عنه– قال: قالت النساء للنبي صلى الله عليه وسلم: غلبنا عليک الرجال، فاجعل لنا يوما من نفسک، فوعدهن يوما لقيهن فيه، فوعظهن وأمرهن. (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم ١/ ٢٠، رقم: ١٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷؍ ۸۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۱۴ھ

عورتوں کا بلا عذر فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال [۲٦٦٧]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں کی عورتیں بلا عذر فرض نماز بیٹھ کر پڑھتی ہیں، ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ تفصیل سے سمجھائیں؟

المستفتی: محمد طاہر علی خان بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فرضیت قیام سے عورتیں مستثنیٰ نہیں؛ بلکہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھنا فرض ہے اور بلا عذر ترک قیام سے نماز نہیں ہوتی ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۳/ ۵۲، جدید میرٹھ ۹/ ۲۵۵)

ومنها القيام لقادر عليه. (تنوير الأبصار مع الشامي، كتاب الصلاة،

باب صفة الصلاة، بحث القيام، زكريا ٢/ ١٣١، كراچي ١/ ٤٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۷/۱۴۱۵ھ

عورت کا جنس پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۶۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کے لئے ایسی جنس پہننا جس میں اس کے پورے بدن کی بناوٹ نظر آتی ہو کیسا ہے؟ اور اسے پہن کر اگر عورت نے نماز پڑھی تو نماز کا کیا حکم ہوگا؟ مدلل جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے جنس کا پہننا نا جائز ہے؛ اس لئے کہ جینس اتنی چست اور تنگ ہوتی ہے کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہے، تاہم جنس کے دبیز ہونے کی وجہ سے جسم کا اندرونی حصہ نظر نہیں آتا ہے؛ اس لئے اس میں نماز کراہت کے ساتھ درست ہو جاتی ہے اور یہ کفار ومشرکین کا لباس ہے، اس کو پہن کر ان کی مشابہت اختیار کرنا ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (ابوداؤد شريف، كتاب الصلاة، باب في لبس الشهره ٢/ ٥٥٩، دارالسلام رقم: ٤٠٣١)

من تشبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف، والصلحاء الأبرار فهو منهم: أي في الإثم والخير.
(مرقاة المفاتيح، مكتبه اشرفي ٨/ ٢٥٥)

عن ابن عباسؓ، قال لعن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال. (كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، صحيح البخاري ۲/ ۸۷٤، رقم: ٥٦٥٦، ف: ٥٨٨٥)

كذلک اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز. (تكمله فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، مكتبه اشرفي ديوبند ٤/ ٨٨)

أما لو كان غليظا لايرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئيا، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (حلبي كبير اشرفي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة ٢١٤، شامي، كتاب الصلاة، باب شرط الصلاة، زكريا ٢/ ٨٤، كراچي ١/ ٤١٠) ***فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم***

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۶۱)

عورت کا ساڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲٦٦۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ساڑی پہن کر عورتوں کی نماز کیسی ہے؟ مکروہ ہے یا نہیں اگر مکروہ ہے، تو بالتفصیل باحوالہ تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد طیب حسین، سفیر مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ساڑی سے پورا ستر چھپ جائے تو نماز درست ہے؛ البتہ جہاں غیر مسلم عورتوں کا مخصوص لباس سمجھا جاتا ہے عام مسلم عورتوں کا لباس

نہیں سمجھا جاتا ہے تو وہاں تشبہ بالکفار کی وجہ سے ساڑی پہننا مطلقاً مکروہ تحریمی ہے چاہے نماز میں ہو یا خارج نماز میں جیسا کہ مغربی شمالی یوپی میں ہے۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ، قال رأي رسول الله صلى الله عليه وسلم عليَّ ثوبين معصفرين، فقال: إن هذه من ثياب الكفار فلاتلبسها.

(مسلم شريف، باب النهى عن لبس الرجل ثوب المعصفر، النسخة الهندية ۲/۱۹۳، بيت الأفكار رقم:۲۰۷۷)

حضور ﷺ نے ثوبین معصفرین کی ممانعت کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہ کفار کے لباس ہیں، ان کے ساتھ تشبہ جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۲۵۲/۴، فتاوی رحیمیۃ ۲۵۴/۶)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم. (ابوداؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهره ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، مشكوة شريف ۳۷۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۷/۲۳)

عورت کا چست لباس پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۶۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کے لئے تنگ چوڑی دار پائجامہ پہننا جس میں گھٹنوں تک کا حصہ بالکل ٹائٹ رہتا ہے جائز ہے یا نہیں اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صلاح الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننا جس میں اعضاء مستورہ کی ہیئت نظر آئے مکروہ تحریمی ہے۔ اور چوڑی دار پائجامہ میں گھٹنے سے نیچے

تک کی ہیئت ظاہر ہوتی ہے جو ستر میں داخل ہے؛ لہٰذا اس کا پہننا بھی مکروہ ہوگا تاہم ایسے چست لباس میں نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے؛ جبکہ اندرونی حصہ کی کھال نظر نہ آتی ہو۔
(مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۳۱۱، میرٹھ ۲۷/۴۳۲، کتاب المسائل ۱/۳۲۷)

عن أبي هريرة رضی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار لم أرهما: قوم معهم سياط كأذناب البقريضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات، رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا.
(مسلم شريف، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكأسيات العاريات المائلات المميلات، النسخة الهندية ۲/۲۰۵، بيرت الأفكار رقم:۲۱۲۸)

أما لوكان غليظا لايرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئيا، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (شامي، مطلب في النظر إلى وجه الامرد، زكريا ۲/۸٤، كراچي ۱/٤۱۰، حلبي كبير، كتاب الصلاة، الشرط الثالث اشرفى ۲۱٤)

كذلک اللباس الرقيق، أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز. (تكمله فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة،باب تحريم استعمال أواني الذهب، مكتبه اشرفي ديوبند ٤/۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۶۰/۴۰)

نماز کی حالت میں عورت کی کلائی کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲٦۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ عام طور پر بعض عورتوں کی کلائی بحالت نماز کھل جاتی ہے، ایسی صورت میں ان کی نماز باقی رہے گی یا فاسد ہو جائے گی؟

المستفتی: محمد مسلم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت کی کلائی کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ نماز کی حالت میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنےکی مدت کے بقدر کھلا رہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ اس لئے کہ کلائی عورت کے ستر میں داخل ہے اور ستر کا چوتھائی حصہ کھلا رہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ویمنع حتی انعقادها کشف ربع عضوٍ قدر أداء ركن بلاصنعه-وذلک قدر ثلث تسبيحات. (شامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زكريا ٢/٨٢، كراچي ٤٠٨١)

امرأة صلت وربع ساقها أو ثلث ساقها مكشوف لم تجز صلوتها ......وقيل الانكشاف عفو بالإجماع. (تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجبات وسننها وأدابها، زكريا٢/٢٣، رقم: ١٥٤٧) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۵/۴۰)

کھلے ہوئے یا جوڑا بنائے ہوئے بالوں پر دوپٹہ ڈال کر نماز پڑھنا

سوال [۲۶۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت غسل کرنے کے بعد اپنے کھلے ہوئے بالوں پر دوپٹہ ڈال کر نماز پڑھے گی تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں، اور بالوں کا جوڑا باندھ کر اس پر دوپٹہ ڈال کر نماز پڑھے گی تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبد اللہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دوپٹہ کے ذریعہ سارے بال چھپ جائیں تو نماز درست ہے چاہے بال گندھے ہوئے ہوں یا یوں ہی چھوڑ دیا ہو۔

و إن انکشف ربع المسترسل: أي النازل عن رأسها فسدت صلوتها، لأنه عورة. (کبیري، کتاب الصلاۃ، اما الشرط الثالث، کراچي سهیل اکیڈمی ۲۱۰، اشرفیه ۲۱۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۵۳)

ہاف آستین والے کپڑوں میں عورتوں کی نماز

سوال [۲۶۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض جگہوں پر عورتوں کے کرتے کی آستین کہنیوں تک ہوتی ہے اور حرہ عورتوں کے لئے گٹوں تک ہاتھ چھپانا فرض ہے، تو ایسی عورتوں کی نماز ہوگی یا نہیں جو کہنیوں تک کی آستین والے کپڑے میں نماز پڑھتی ہیں اور اگر یہ عورتیں فل آستین کرتا پہن کر کام کرتی ہیں تو وہ مخل ہوتا ہے، ان عورتوں کے لئے کوئی نوکرانی نہیں ہے، کام خود سے کرنا ہوتا ہے، ان سب وجوہات کے پیش نظر ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

المستفتی: عبدالشکور، گڈاوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کی آستین کلائی تک ہونا فرض ہے ورنہ ان کی نماز نہیں ہوگی؛ لہٰذا جن عورتوں کی آستین کہنیوں سے اوپر ہے ان کی نماز اس حالت میں درست نہ ہوگی۔

بدن الحرة عورة إلاوجهها، وكفيها، وقدميها. (هندية ۱/۵۸، جديد ۱/۱۱۵، شامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة،زكريا ۲/۷٦، كراچي ۱/۴۰۵)

عن عائشةؓ أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم و قال: يأ اسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها، أن يري منها إلا هذا وهذا وأشار إلى وجهه، و كفيه. (ابو داؤد، كتاب اللباس، باب فيما تبدي المرأة من زينتها، النسخة الهندية ۲/۵٦۷، دارالفكر ۴۱۰۴)

اورگھر کے کام کے لئے اگرآستین اوپرکو اٹھانے کی ضرورت پڑھ جائے تو بقدر ضرورت اٹھالیں اورضرورت پوری ہوتے ہی آستین اتاردیں جیسا کہ وضو کے لئے کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/۳۹۷۵)

الجواب صحیح:
احقرمحمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۱/۴/۱۴۱۵ھ

لپ اسٹک لگا کرنماز وروزہ کا حکم

سوال[۲٦۷۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت اگر پورامیک اپ (مع لپ اسٹک کے) کرکے نماز پڑھے تو کیسا ہے؟ اگر مکروہ ہے تو کون سامکروہ ہے اوربغیرلپ اسٹک کے کیسا ہے؟

شوہر کے حکم کے بغیرخالی اوقات میں لپ اسٹک لگا کر کے اندررہنایاباہر جانا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالعلیم ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا لبوں میں سرخی یعنی لپ اسٹک لگانا

جائز اور درست ہے، اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا بھی درست ہے؛ ہاں البتہ روزہ کی حالت میں اگر منھ کے اندر جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مکروہ ہے۔

نیز عورتیں گھر کے اندر رہتے ہوئے شوہر کی اجازت کے بغیر زینت کی چیزیں استعمال کرسکتی ہیں؛ البتہ شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر جانے کی کسی حال میں بھی اجازت نہیں علاوہ ازیں لپ اسٹک کے بارے میں یہ کہنا کہ ناپاک چربی سے بنائی جاتی ہے، اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں محض کہنے کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۸۷، احسن الفتاوی ۴/ ۴۲۴، فتاوی رحیمیہ قدیم ۱/ ۳۹، جدید زکریا ۳/ ۱۲۹)

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ . [سورة النور: ٣١] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۴/ ۱۴۲۲ھ

عورتیں قضاء نماز کس طرح پڑھیں؟

سوال [۲۶۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں اپنی قضاء عمری نمازیں ادا کرنا شروع کریں تو کس وقت وعمر سے شروع کریں آیا ۷/ سال، ۱۰/ سال، ۱۲/ سال یا پھر حیض ونفاس کا اعتبار کیا جائیگا؟

المستفتی: اقتدار انیس، محلّہ سرائے مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس دن لڑکی بالغ ہو جاتی ہے اس دن سے اگر نماز نہیں پڑھی تو اسی دن سے شروع کرنا لازم ہے؛ البتہ ایام حیض کو مستثنیٰ کیا جائے گا؛ اس لئے کہ ایام حیض کی نمازیں منجانب اللہ معاف ہیں، اس طرح ہر ماہواری کا حساب لگا کر ان ایام کو چھوڑ کر بقیہ ایام کی نمازیں قضاء عمری کے طور پر ادا کی جائیں اور اس میں نیت اس طرح کرے

کہ بالغ ہونے کے بعد سے جو سب سے پہلی فلاں نماز جو قضاء ہوئی ہے وہ پڑھ رہی ہوں۔

ولو نوی أول ظهر عليه أو آخر ظهر عليه جاز وهذا هو المخلص لمن لم يعرف الأوقات الفائتة، أو اشتبهت عليه أو أراد التسهيل على نفسه الخ

(الأشباه والنظائر زكريا ١١٥)

وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلاة، فإن أراد تسهيل الأمر عليه، نوى أول ظهر عليه، أو آخره. (نورالإيضاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، امداديه ديوبند ١٠٧، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون قضاء الفوائت، زكريا ٢/٤٥٤، رقم:٢٩٦٨، البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ٢/١٥٩، كوئٹه ٢/٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۳۳؍)

(۱۵) باب ما يكره في الصلاة ومالايكره

مسجد کے دروں میں نماز پڑھنا

سوال [۲۶۷۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے اندر کا حصہ جب بھر جائے تو نمازی مسجد کے دروں میں کھڑے ہوسکتے ہیں یانہیں؛ جبکہ ہر در میں ۳،۳/آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں،توان دروں میں نماز پڑھنا کیساہے؟امام کا در میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن،رام نگر نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: دروں کےاندراگرصرف ایک آدمی کھڑا ہوجائے تو مکروہ ہے،دودو،تین تین آدمی صف بنا کرکھڑے ہوں،توبلاکراہت جائز ہے۔

(مستفاد:فتاوی محمودیہ قدیم ۱۰/۱۳۷،جدید ڈابھیل ۶/۵۳۵)

والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه، لأنه صف في حق كل فريق، وإن لم يكن طويلا وتخلل الأسطوانة بين الصف كتخلل متاع موضوع، أو كفرجة بين رجلين وذلک لايمنع صحة الاقتداء ولايوجب الكراهة.

(مبسوط سرخسی، کتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۵)

امام صاحب جب در میں نماز پڑھائیں تو تھوڑا سا باہر کھڑے ہوں بالکل اندر کھڑے ہونا جس طرح محراب میں مکروہ ہے،ایسے ہی در میں بھی اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے؛ اس لئے اگر در میں نماز پڑھائیں تو تھوڑا سا باہر ہوکر نماز پڑھائیں کہ جس سے دونوں قدم باہر کو نکلے ہوئے ہوں۔

عن اسماعيل بن عبد الملك قال: رأيت أبا خالد الوالبي لايقوم في الطاق، يقوم قبل الطاق. (مصنف لابن أبي شيبه، باب الصلاة في الطاق ۳/۵۰۹، رقم: ۴۷۳۷، قديم رقم: ۴۷۰۲)

الأصح ما روي عن أبي حنيفة أنه قال أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين، أو زاوية، أو ناحية المسجد، أو إلى سارية لأنه بخلاف عمل الأمة. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كراچي ۱/۶۴۶۰، زكريا ۲/۴۱۴)

وإنما لم يكره سجوده في المحراب إذا كان قدماه خارجه، لأن العبرة للقدم في مكان الصلاة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، كوئٹه ۲/۲۶، زكريا ۲/۴۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۱۰)

مسجد کے دروازہ پر امام صاحب کا کھڑا ہونا

سوال [۲۶۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے دروازہ میں اگر نماز پڑھائی جائے تو امام کے پاؤں کا کونسا حصہ باہر رہنا چاہئے اور کونسا اندر مثلاً اگر زید امامت کرتا ہے تو گرمی کے موسم میں مسجد کے برآمدے کے دروازہ میں زید امامت کررہا ہے، تو زید کے پاؤں کا کونسا حصہ باہر رہنا چاہئے اور کونسا اندر؟

المستفتی: ساجد حسین قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کے دروازے میں نماز پڑھائی جائے تو امام کو ایڑی کا حصہ باہر رکھنے میں وہی حکم ہے جو محراب میں کھڑے ہونے کا ہے۔

قال في الشامي: وقيام الإمام في المحراب لاسجوده فيه وقد ماه خارجه، لأن العبرة للقدم مطلقا. (در مختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، زكريا ٢/ ٤١٤، كراچي ١/ ٦٤٥)

وإنما لم يكره سجوده في المحراب إذا كان قدماه خارجه، لأن العبرة للقدم في مكان الصلاة. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، كوئٹه ٢/ ٢٦، زكريا ٢/ ٤٦)

عن إسماعيل بن إبراهيم بن المهاجر عن أبيه عن علي: أنه كره الصلاة في الطاق. (المصنف لإبن أبي شيبه، باب الصلاة في الطاق ٣/ ٥٠٧، رقم: ٤٧٢٧، قديم رقم: ٤٦٩٤)

حاشیہ امداد الفتاوی کے اندر ہے پس اگر باہر کے درجہ میں جماعت ہو توصحن کے وسط کالحاظ رکھنا چاہئے اور امام ابوحنیفہؒ کی روایت **اكره للإمام أن يقوم بين الساريتين الخ** کا مطلب یہ ہے کہ مابین **الساريتين** کھڑا نہ ہو؛ بلکہ در سے باہر کھڑا ہو جیسا کہ محراب میں بھی یہی حکم ہے کہ بالکل محراب کے اندر کھڑا نہ ہو؛ بلکہ قدم باہر ہونے چاہئیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/ ۴۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۶۲)

امام صاحب کی ایڑی کا محراب سے باہر نہ ہونا

سوال [۲۶۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہے اور محراب ایک بالشت اونچی ہے اور اس کی ایڑیاں محراب سے نکلی ہوئی نہیں ہیں، تو کیا اس صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں اگر ہوگی تو

مکروہ ہوگی یا غیر مکروہ، اگر مکروہ ہے تو کون سا مکروہ ہے؟

المستفتی: محمد جاوید، دورۂ حدیث، مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محراب کا حصہ ایک بالشت اونچا ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا ہے؛ ہاں البتہ وہ حصہ اگر دونوں طرف کی دیوار وستون سے باہر کو نکلا ہوا نہیں ہے جس سے امام کی ایڑی باہر کو ہو جائے تو ایسی محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے اور نماز بہر صورت صحیح ہو جاتی ہے؛ البتہ ثواب میں کمی آتی ہے۔

وكره قيام الإمام في المحراب لاسجوده فيه وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم مطلقا، قال الشامي: وفي حاشية البحر للرملي الذي يظهر من كلامهم أنها كراهة تنزيه تأمل. (شامي مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كراچي ١/٦٤٦، زكريا٢/٤١٤)

عن إسماعيل بن عبد الملك قال: رأيت أبا خالد الوالبي لايقوم في الطاق، يقوم قبل الطاق. (مصنف لابن أبي شيبه، باب الصلاة في الطاق ٣/٥٠٩، رقم: ٤٧٣٧، قديم رقم: ٤٧٠٢)

قال: محمد رحمه الله: لابأس بأن يكون مقام الإمام في المسجد ورأسه في السجود في الطاق، ويكره أن يقوم في الطاق. (الفتاوى التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فيما يكره للمصلي، ومالا يكره، جديد زكريا ٢/٢١٠، رقم: ٢١٩٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۴۵/۴۰)	۱۴۳۳/۱۱/۲۷ھ

محراب کے مقابل صف کے درمیان کھڑے ہوکر نماز پڑھانا

سوال [۲۶۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد کے اندر جماعت کی نماز بیچ میں پڑھتے ہیں یعنی محراب میں امام کا مصلیٰ نہیں ہوتا؛ بلکہ محراب سے ایک صف باہر اور مصلی حسب معمول پیچھے ہوں تو کیا یہ درست ہے، مسجد کی حدود کافی طول وعرض میں ہے ایک صف نمازی ہیں بہر حال نماز محراب میں ہو یا بیچ میں؟

المستفتی: محمد یوسف مفتاحی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محراب صف کے بیچ میں ہو تو چاہے امام محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھائے یا وسط صف میں محراب کے بالمقابل کھڑا ہوکر نماز پڑھائے بہر صورت بلا کراہت نماز درست ہوتی ہے، مقصود اگلی صف کے درمیان رخ پر کھڑا ہونا ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۳/۳۶۱، امداد الفتاوی ۱/۴۳۰)

والسنة أن يقوم في المحراب، وكذا قوله في موضع آخر السنة، أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف ألاترى أن المحاريب ما نصبت إلاوسط المساجد، وهي قد عنيت لمقام الإمام، والظاهر أن هذا في الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط، فلو لم يلزم ذلك لايكره الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، كراچي ١/٦٤٦، زكريا٢/ ٣١٠)

وينبغي للإمام أن يقف بإزاء الوسط، فإن وقف في ميمنة الوسط، أوفي ميسرته، فقد أساء لمخالفة السنة هكذا في التبيين. (هنديه، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام، زكريا ١/ ٨٩)

حدثني ابو هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وسطوا الإمام وسدوا الخلل. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف، النسخة الهندية ۱/ ۹۹، دارالسلام رقم: ۶۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۲/ ۱۴۲۴ھ

امام صاحب کا محراب کے اندر کھڑے ہو کر امامت کرنا

سوال [۲۶۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علماء لکھتے ہیں کہ مسجد کی محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی علت یہ لکھتے ہیں کہ اس میں تشبہ بالیہود ہے اور امام کی حالت کا مقتدیوں کو علم نہیں ہوتا ہے؛ جبکہ یہودیوں کی محراب الگ ہوا کرتی ہے اور مروجہ محراب مسجد میں ہی ہوتی ہے اور امام اگر اندر کھڑا ہو جائے تب بھی امام کی حرکات کا علم ہوتا ہے اور امام بہت سارے مقتدیوں کو نظر آتا ہے؛ جبکہ موجودہ محرابیں بہت چوڑی بنائی جاتی ہیں، تو کیا اس صورت میں مکروہ ہوگا؟

المستفتی: محمد فضل اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور علماء کراہت کی وجہ ان دونوں علتوں کو بھی ذکر کرتے ہیں جن کا تذکرہ سوال نامہ میں ہے، مگر کراہت کی اصل علت ایک تیسری چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ومقتدی کا مقام واحد میں بھی ہونا لازم ہے اور محراب اگرچہ جزء مسجد سے اور مسجد سے الگ دوسرا مقام نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی اختلاف مکانین اور تباین مکانین کا اشتباہ موجود ہے اور حقیقت اختلاف جواز صلوٰۃ کو مانع ہوتا ہے اور شبہۃ الاختلاف کراہت کو مستلزم ہوتا ہے اور امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا شبہۃ الاختلاف کو مستلزم ہے؛ اس لئے مکروہ ہے۔

وحقيقة اختلاف المكان تمنع الجواز فشبهة الاختلاف توجب الكراهة ، والمحراب وإن كان من المسجد فصورته وهيئته اقتضت شبهة الاختلاف الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كراچي ۱/ ٦٤٦، زكريا ٢/ ٤١٤، موسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/ ١٩٦، البحر الرائق كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، كوئٹه ٢/ ٢٦، زكريا ٢/ ٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۲۸۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱/۱۴۱۶ھ

امام صاحب کا محراب کے اندر نماز پڑھانا کیوں مکروہ ہے؟

سوال [۲۶۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام کا محراب کے اندر نماز پڑھانا کیوں مکروہ ہے اور کتنا باہر نکل کر نماز پڑھنا صحیح ہے؟

المستفتی: امام جامع مسجد دھنورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کراہت کی بہت سی علتیں بیان کی جاتی ہیں ان میں زیادہ راجح یہی ہے کہ اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہوتا ہے تو کنارے کے لوگوں پر امام کا حال مشتبہ رہتا ہے اور اگر قدم محراب سے باہر ہو تو اشتباہ ختم ہو جاتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/ ۳۱۰)

عن اسماعيل بن إبراهيم بن المهاجر عن أبيه عن علي: أنه كره الصلاة في الطاق. (المصنف لإبن أبي شيبه، باب الصلاة في الطاق ٣/ ٥٠٧، رقم: ٤٧٢٧، قديم رقم: ٤٦٩٤)

وقيل اشتباه حاله على من في يمينه ويساره، فعلى الأول يكره مطلقا،

وعلی الثاني لایکره عند عدم الاشتباه، وأید الثاني في الفتح، بأن امتیاز الإمام في المکان مطلوب، وتقدمه واجب وغایته اتفاق الملتین في ذالک، و ارتضاه في الحلیة وأیده. (شامي، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة، مطلب إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة، کراچی ۱/ ٦٤٦، زکریا ۲/ ٤١٤، فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، زکریا ۱/ ٤٢٥، کوئٹہ ۱/ ۳٥۹، مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، فصل في بیان مایکره في الصلاة، جدید دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر صفر المظفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۲/ ۱۴۱۳ھ

در میں نماز پڑھنے یا پڑھانے کا حکم

سوال [۲۶۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا امام کے یا مقتدی کے در میں کھڑے ہونے سے نماز پایۂ تکمیل کو پہونچے گی یا نہیں، در سے مراد وہ جگہ ہے جو مسجد کے اندرونی اور باہری حصہ کے بیچ دیوار ہوتی ہے اس کے بیچ کھڑا ہونا مراد ہے۔ نیز امام اگر محراب کے اندر ہو تو کیا نماز درست ہے؟

المستفتی: حاجی محمد صدیق عمری کلاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ در کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا بھی ایسا ہی ہے جیسے محراب کے اندر نماز پڑھانا اور فقہاء نے پورے طریقہ سے محراب کے اندر کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے؛ لہٰذا امام کو محراب میں اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ امام کی ایڑی محراب کی دونوں طرف کی دیوار سے باہر ہو یعنی کم از کم چار انگل کے بقدر باہر کھڑے ہونا چاہئے یہی شکل باہر کے در میں کھڑے ہونے کی ہے۔

عن عليؓ أنه كره الصلوة في الطاق. (المصنف لابن أبي شيبة۳/۵۰۷، رقم:۴۷۲۷، قديم:۱/۴۶۹)

ويكره قيام الإمام وحده في الطاق وهو المحراب، ولايكره سجوده فيه إذا كان قائما خارج المحراب. (عالمگيري، باب مايفسد الصلاة، الفصل الثاني، فيما يكره في الصلاة قديم ۱/۱۰۸، زكريا جديد ۱/۱۶۷)

وذهب أبو جعفر إلى أن فيه اشتباه الحال على من على يمينه، ويساره، والتقدم شرع للتيسير على القوم ليظهر حاله لهم، فإذا أفضى إلى خلاف موضوعه كره، فعلى هذا لايكره عند عدم الاشتباه؛ لكن مقتضى ظاهر الرواية كراهة قيامه مطلقا سواء اشتبه حاله أم لا، فاللائق لنا، أن نجتنب عنها. (مجمع الأنهر، باب ما يفسد الصلاة، فصل في بيان مايكره فيهاجديد بيروت ۱/۱۸۷، ۱۸۸)

ہاں البتہ اگر امام محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھا رہا ہو اور مقتدیوں سے مسجد بھر گئی ہو تو ایسی صورت میں بعض مقتدیوں کے لئے پیچھے کے دروں میں کھڑے ہونے میں وہ شرط نہیں ہے جو امام کے لئے ہے؛ بلکہ مقتدیوں کا مکمل در کے اندر کھڑا ہوجانا جائز اور درست ہے۔

والإصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه، لأنه صف في حق كل فريق، وإن لم يكن طويلا وتخلل الأسطوانة بين الصف، كتخلل متاع موضوع، أو كفرجة بين رجلين وذلک لايمنع صحة الاقتداء ولايوجب الكراهة. (المبسوط للسرخسي ۱/۳۲، باب الجمعة، درالفكر بيروت، ۲/۳۵، دارالكتب العلمية بيروت) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۸۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۱/۴ھ

امام صاحب کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال [۲۶۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام کو نماز پڑھاتے وقت مسجد کی اگلی دیوار میں بنی محراب میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟ اگر وہ محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو نماز میں کوئی کمی تو نہیں آئے گی؟ اسی طرح اگر مسجد کے برآمدہ کی چھت کے اوپر کھڑا ہوا اور برآمدہ کا چھجہ باہر نکلا ہوا ہے تو نماز میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد مشتاق مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا محراب میں اس طریقہ پر کھڑا ہونا کہ پیر بھی محراب کے اندر رہوں یہ مکروہ ہے؛ ہاں البتہ تنگی اور ضرورت کی حالت میں محراب میں کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲۱۵/۱۴، امداد الفتاوی ۴۲۰/۱، امداد الاحکام ۱۲۵/۲)

عن اسماعيل بن عبد الملك قال: رأيت أبا خالد الوالبي لايقوم في الطاق، يقوم قبل الطاق. (مصنف لابن أبي شيبه، باب الصلاة في الطاق ۵۰۹/۳، رقم: ۴۷۳۷)

ويكره قيام الإمام بجملته في المحراب لاقيامه خارجه وسجوده ...... والكراهة......لاشتباه الحال على القوم، وإذا ضاق المكان فلا كراهة. (مراقي الفلاح، حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات قديم ۱۹۸، جديد دارالكتاب ديوبند ۳۶۰-۳۶۱)

ذهب أبو جعفر إلى أن فيه اشتباه الحال على من على يمينه، ويساره، والتقدم شرع للتيسير على القوم ليظهر حاله لهم. (مجمع الأنهر،

كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، فصل في بيان مايكره في الصلاة، جديد دارالكتب العلمية بيروت ١ / ١٨٨)

اگر چھجہ میں امام کھڑا ہوتا ہے اور چھجہ برآمدہ کی دیوار سے باہر نکلا ہوا ہے، نیز امام کی ایڑی برآمدہ کی طرف نمایاں رہتی ہے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر نمایاں نہیں رہتی؛ بلکہ دیوار سے مسجد کی طرف اندر کو جاتی ہے تو محراب کے اندر کھڑے ہونے کی طرح کراہت کا حکم یہاں بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۱ر رجب ۱۴۲۱ھ
۱۱/۷/۱۴۲۱ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۰۲)

مقتدی کی رعایت میں امام صاحب کا رکوع کو لمبا کرنا

سوال [۲۶۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام کا عمل اور قول ہے کہ جب جماعت سے نماز ہورہی ہو اور جب امام رکوع میں ہو تو اس کو اگر اپنے جان پہچان نمازی کی آہٹ معلوم ہو تو اس کے شامل ہونے کے انتظار میں رکوع کو اتنا طویل کردے کہ وہ نمازی رکوع میں شامل ہوجائے تب رکوع سے سر اٹھائے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، نمازی کی اعانت ہے، بحوالہ بہار شریعت ۱۲۳، جلد۳ ان کے اس فعل سے نمازی ناراض ہیں۔

دوسرے امام کا یہ قول ہے کہ امام صاحب کا یہ قول اور عمل قرآن پاک کی اس آیت کے بالکل خلاف ہے۔

ترجمہ: کامیاب اور بامراد ہیں وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس آیت شریفہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: کہ صحابہ کرامؓ

جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے، تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے (ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا: کہ خشوع دل میں ہوتا ہے، یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ درمنثور، اوراسی قسم کا مضمون حدیث مبارکہ میں بھی وارد ہوا ہے۔ مسند احمد اورسنن ابی داؤد میں ہے قرأت اوراذ کار مسنونہ کوزائد طول دینا، خواہ قوم راضی ہو یا نہ ہومکروہ تحریمی ہے، بحوالہ تنویر درمختار و مثلہ، امام کونماز میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے؛ بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت وغیرہ کا خیال رکھے، جوسب میں زیادہ صاحب ضرورت ہواس کی رعایت کر کے قرأت کرنا بہتر ہے؛ تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جوقلت جماعت کا سبب ہو جائے۔ (درمختار ۱/۳۹۷، ۲/۸۳)

امام صاحب کا یہ قول وفعل جان بوجھ کر قصداً نماز سے دھیان ہٹا کراس آنے والے نمازی کی خاطر سب نمازیوں کو تکلیف دے کر یہ فعل کرنا نماز کو فاسد کرتا ہے، یہ نماز تو غیر اللہ کی ہوگئی اللہ کے واسطے کیا ہوئی، یہ قرآن وحدیث اور فقہ کے مسائل کے خلاف ہے پس ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا نماز کو برباد کرنا ہے؟

المستفتی: سرورعلی خان، رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں آنے والاشخص امام کی جان پہچان کا ہے تو نماز مکروہ تحریمی ہے، ان جان ہے تو نماز مکروہ تنزیہی ہے، اگر زیادہ تاخیر کرتا ہے، جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتو بھی مکروہ تحریمی ہوگی؛ اس لئے امام کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، بہرحال نماز فاسد نہ ہوگی۔

وكره تحريما إطالة ركوع، أو قرأة لإدراک الجائی، اي أن عرفه وإلا فلابأس به، ولو أراد التقرب إلى الله تعالى لم يكره اتفاقا؛ لكنه نادر وتسمى مسئلة الرياء، فينبغي التحرز عنها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،

مطلب في إطالة الركوع للجائی،زکریا ۲/ ۱۹۸، کوئٹه ۱/ ۳٤۰، مصري ۲ ٦ ٤، هكذا في فتاوی دارالعلوم ٤/ ۱۱۵، امدادالفتاوی ۱/ ٤۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۵/ ۱۴۰۸ھ

مقتدی کا امام صاحب کے رکوع وسجدہ کے بعد رکوع وسجدہ کرنا

سوال [۲٦۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں امام کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا دو رکعت مکمل ہو چکی تھی، امام صاحب قعدۂ اولی سے تشہد پڑھ کر اٹھ گئے میں تشہد پڑھتا رہا، اتنے میں امام صاحب نے تیسری رکعت کا رکوع کرلیا میں کھڑا ہوا کہ اتنے میں وہ رکوع سے کھڑے ہو گئے، حتی کہ اس تاخیر کی وجہ سے نہ تو امام کے ساتھ رکوع کر سکا اور نہ ہی دونوں سجدے؛ بلکہ چوتھی رکعت میں امام کو پالیا تو ایسی صورت میں میری نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: نہال احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسی صورت میں جبکہ آپ نے امام کے بعد رکوع کرلیا تو آپ کی نماز درست ہوگئی؛ البتہ ایسا قصدًا اور جان بوجھ کر کرنا مکروہ ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم ۴/ ۱۴۱)

عن أبي هريرة رضـ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه، فإذا ركع فاركعوا– وإذا سجد فاسجدوا.

الحديث (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب إقامة الصفوف من تمام الصلاة ۱/ ۱۰۰، رقم: ۷۱۳، ف: ۷۲۲)

نعم تكون المتابعة فرضا بمعنى أن يأتي بالفرض مع إمامه، أوبعده كما لو ركع إمامهٗ، فركع معه مقارنا أو معاقبا وشاركه فيه، أو بعد ما رفع منه، فلو لم يركع أصلاً أو ركع ورفع قبل أن يركع إمامه ولم يعده معه، أوبعده بطلت صلاتهٗ. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام، كراچی ۱/۴۷۱، زكريا۲/۱٦٦)

الاقتداء عبارة عن المشاركة والمتابعة......إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان ما يستحب ومايكره في الصلاة، كراچی ۱/۲۱۸، زكريا ۱/۵۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۸۳)

مقتدی کا امام کی تکبیر مکمل ہونے سے قبل انتقال رکن کرنا

سوال [۲٦٨٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر مقتدی امام کی تکبیر مکمل ہونے سے پہلے انتقال رکن کر جاتے ہیں، ایسا عمل پہلے ’’سلام‘‘ میں بھی ہوتا ہے جب امام صاحب لمبی قرأت کے ساتھ دو سانسوں میں الگ الگ سلام پھیرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی، نینی تال، اتراکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اقتداء کا مطلب امام کی اتباع کرنا ہوتا ہے بریں بنا امام کی تکبیر مکمل ہونے سے پہلے مقتدیوں کا انتقال رکن کر جانا مکروہ ہے اور سلام کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ ہر ایک سلام الگ الگ سانس کے ساتھ پھیرے۔

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه، فإذا ركع فركعوا-وإذا سجد فاسجدوا. الحديث (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب إقامة الصفوف من تمام الصلاة ١/ ١٠٠، رقم:٧١٣، ف:٧٢٢)

ويكره رفع الرأس ووضعه قبل الإمام. (شامي، كتاب الصلاة، باب ماتفسد الصلاة، مطلب في بيان السنة، كراچی ١/٤٥٦، زكريا ٢/٤٢٥)

الاقتداء عبارة عن المشاركة والمتابعة......إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان ما يستحب ومايكره في الصلاة، كراچی ١/٢١٨، زكريا ١/٥١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۵/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۴۶/۳۸)	۱۴۳۱/۱/۵ھ

امام صاحب کا اوپر کی منزل پر نماز پڑھانا

سوال [۲۶۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں ہمیشہ امام صاحب نیچے نماز پڑھاتے تھے؛ لیکن اب جگہ کی کمی کی وجہ سے اوپر دوسری منزل پر نماز پڑھانے چلے گئے ہیں؛ لہٰذ باقی آدمی جو اس وقت ہوتے ہیں یا جو دیر سے آتے ہیں وہ نیچے ہی نماز پڑھتے ہیں اوپر جگہ نہ ہونیکی صورت میں؛ لہٰذا نیچے والوں کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: سید حسین پھاٹک بازار مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر امام سے آگے نہ ہوں تو سب کی نماز صحیح

ہوجائیگی؛ لیکن امام کے اوپر دوسری منزل پر ہونے کی وجہ سے سب کی نماز مکروہ ہوگی۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱/ ۴۸۸)

ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد كراهة الصعود على سطح المسجد، ويلزمه كراهة الصلوة أيضا فوقه. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها مطلب في أحكام المسجد، زكريا ٢/ ٤٢٨، كراچی ١/ ٦٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۵۸/۲۶)

مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال [٢٦٨٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام پر قعدہ اولیٰ چھوڑنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب تھا، امام نے قعدۂ اخیرہ میں سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرا، اب بتلایئے کہ اگر کوئی شخص مسبوق ہو تو کیا وہ بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے لئے سلام پھیرے گا یا صرف سجدہ سہو میں شریک ہوگا، اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے لئے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: معین الدین، گڈاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسبوق صرف سجدہ سہو میں امام کی اتباع کرے گا سلام میں نہیں؛ لہٰذا اگر مسبوق نے جان بوجھ کر امام کے ساتھ سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اعادہ لازم ہوگا اور اگر بھولے سے سلام پھیرا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲/ ۱۲۲، ۷/ ۱۸۶، جدید ڈابھیل ۶/ ۵۵۶)

ثم المسبوق إنما يتابع الإمام في السهو دون السلام...... لأن هذا

السلام للخروج عن الصلاة، وقد بقي عليه أركان الصلاة، فإذا سلم مع الإمام فإن كان ذاكرا لما عليه من القضاء فسدت صلاته، لأنه سلام عمد وإن لم يكن ذاكرا له لاتفسد، لأنه سلام سهو فلم يخرجه عن الصلاة. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو، زكريا ۴۲۲/۱، قديم كراچی ۱۷۶/۱)

والمسبوق يسجد مع إمامه قيد بالسجود، لأنه لايتابعه في السلام؛ بل يسجد معه ويتشهد فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء، فإن سلم فإن كان عامدا فسدت وإلا لا. (فتاوى شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو كراچی ۸۲/۲، زكريا ۵۴۶/۲، البحر الرائق، زكريا، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ديوبند ۱۷۶/۲، كوئٹه) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۷۸/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۷/۱۴۲۳ھ

امام کے سلام ثانی سے قبل مقتدی کا نماز مکمل کرلینا

سوال [۲۶۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر مقتدی قصداً امام کے سلام ثانی میں اقتداء نہ کرے؛ بلکہ پہلے فارغ ہوجائے یا امام کی لمبی سانس ہونے کیوجہ سے مقتدی پہلے فارغ ہوجائے تو مقتدی کی نماز نہیں ہوتی بعد میں پھر اس عبارت کے دیکھنے کی ضرورت پڑی، تو وہ کتاب نہیں ملی جس میں یہ مسئلہ دیکھا تھا اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالصمد، مدرسہ فیض العلوم بلرام گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی؛

بلکہ مکروہ تحریمی ہوگی ہے؛ لیکن اگر مقتدی نے امام سے قبل سلام کی ابتداء نہیں کی ہے تو مقتدی کی نماز مکروہ بھی نہ ہوگی؛ بلکہ بلا کراہت درست ہو جائے گی۔

عن عبد الله بن عمرو: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا جلس الإمام في آخر ركعة، ثم أحدث رجل من خلفه قبل أن يسلم الإمام فقدتمت صلاته. (سنن الدارقطني، كتاب الصلاة، باب من أحدث قبل التسليم، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳٦۸، رقم:۱٤۰۷)

وكره سلام المقتدي بعد تشهد الإمام قبل سلامه الخ (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، دارالكتاب ديوبند جديد ۳۱۱، قديم ۱٦۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۲/ ۱۴۱۴ھ

مقتدی امام سے قبل سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲٦۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مدرک ہے اور اپنے امام سے پہلے سلام پھیر دیتا ہے، تشہد پڑھنے کے بعد تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا مکروہ اور مکروہ ہونے کی صورت میں واجب الاعادۃ ہے یا نہیں؟

المستفتی: فرید الدین، امروہوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بغیر عذر کے مذکورہ مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا ہے تو اس کی نماز کراہت تحریمی کے ساتھ مکمل ہوگئی کراہت کی وجہ سے نماز میں کمی آئی ہے، مگر اعادہ ضروری نہیں۔

عن عبد الله بن عمرو: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا جلس الإمام في آخر ركعة، ثم أحدث رجل من خلفه قبل أن يسلم الإمام فقد تمت صلاته. (سنن الدارقطني، كتاب الصلاة، باب من أحدث قبل التسليم، دارالكتب العلمية بيروت ١/٣٦٨، رقم:١٤٠٧)

لو أتم المؤتم التشهد، بأن أسرع فيه وفرغ منه قبل إتمام إمامه، فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام وكلام، أو قيام جاز: أي صحت صلاته بحصوله بعد تمام الأركان، وإنما كره للمؤتم ذالك لتركه متابعة الإمام بلا عذر. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ٢/٢٤٠، كراچي ١/٥٢٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۲۷/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۲۸ھ

بحالت مجبوری قعدۂ اخیرہ میں صرف تشہد اور رکوع وسجود میں ایک مرتبہ تسبیح پڑھنا

سوال [۲۶۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اضطراری حالت میں مثلاً بارش ہو رہی ہو، گاڑی چھوٹنے کا اندیشہ ہو یا جماعت کھڑی ہو اختصار کے طور پر رکوع اور سجود کی صرف ایک تسبیح قعدۂ اخیرہ میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دینے سے نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رکوع وسجود میں تسبیح سنت ہے اور اسی طرح تشہد کے بعد درود شریف بھی سنت ہے اور ترک سنت مفسد صلوۃ نہیں ہے؛ اس لئے نماز صحیح ہو جائے گی؛ البتہ یہ ترک صرف مکروہ ہوا کرتا ہے۔

وسننها: ترک السنة لايوجب فسادا ولاسهوا؛ بل إساءة لو عامدا غير مستخف (تحته في الشامية) **فلو غير عامدا فلاإساءة أيضا.** (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب: في قولهم الإساءة دون الكراهة، زكريا ٢/ ١٧٠، كراچی ١/ ٤٧٤، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، دارالكتاب ديوبند جديد ٢٥٦، الموسوعة الفقهية الكويتة ٢٧/ ٦٢)

ثم تسبيحات الركوع، والسجود سنة الخ (هداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اشرفی ١/ ١١٠)

وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم وهو ليس بفريضة عندنا الخ (هداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اشرفی ١/ ١١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۹۱۶)

پچھلی صف میں تنہا نماز پڑھنا

سوال [۲۶۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ہمارے تبلیغی جماعت کے ساتھی ہیں ان کا کہنا ہے کہ جماعت کی نماز میں اگر ایک شخص اکیلا نماز پڑھے اور اگلی صف سے کسی کو کھینچ کر نہ لائے تو تنہا نماز نہیں ہوگی، اعادہ واجب ہے یہاں کسی سے ایسا ہوگیا تھا تو انہوں نے اعادہ کروایا تھا؟

المستفتی: ماسٹر سکندر علی رحمت گنج پٹنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگلی صف میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی شخص پچھلی صف میں تنہا نماز پڑھے تو اس کی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی؛

البتہ اگر اگلی صف میں کوئی ایسا آدمی جو اس مسئلہ کے متعلق معلومات رکھتا ہو اور اس کو کھینچنے سے اس کی نماز فاسد ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کر کے نماز پڑھنا بہتر اور اولی ہے؛ لہٰذا سوال نامہ میں جو واقعہ پیش کیا گیا ہے سب کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز لوٹائی گئی ہے یہ غلط ہوا ہے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی۔

عن عطاء: في الرجل يدخل المسجد وقدتم الصف، قال: إن استطاع أن يدخل في الصف دخل، وإلا أخذ بيد رجل فأقامه ولم يقم وحده.

(المصنف لإبن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن ٤/٣٢٦، رقم: ٢٠٢٦٠، قديم رقم: ٦١٤٦)

أتى جماعة ولم يجد في الصف فرجة قيل يقوم وحده ويعذر وقيل: يجذب واحدا من الصف إلى نفسه فيقف بجنبه والأصح ماروى هشام عن محمد أنه ينتظر إلى الركوع، فإن جاء رجل وإلا جذب إليه رجلا أودخل في الصف، ثم قال في القنية: والقيام وحده أولىٰ في زماننا لغلبة الجهل على العوام، فإذا جره تفسد صلاته. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما تفسد الصلاة، مطلب إذا أتردد الحكم بين سنة و بدعة، كراچی ٢/٦٤٧، زكريا ٢/٤١٦، عالمگيری، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، الفصل الثانی فيما يكره ١/١٠٧، تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في مايكره في الصلاة، ومالا يكره ١/٥٦٩، جديد زكريا ٢/٢١٢، رقم: ٢١٩٦، عزيز الفتاوی ١/١٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۵۰)	۱۴۲۴/۲/۲۴ھ

ایک سانس میں دونوں طرف سلام پھیرنا

سوال [۲۶۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سانس میں دونوں سلام پھیرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے، سنت

یا استحباب کے خلاف تو نہیں ہے؟ اگر ہے تو دائیں طرف سلام پھیر کر کتنے وقفہ کے بعد بائیں جانب سلام پھیرنا چاہئے؟

المستفتی: محمد احمد قاسمی بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایک سانس میں دونوں سلام پھیرنا مسنون یا مستحب نہیں ہے؛ بلکہ مسنون و مستحب یہی ہے کہ ہر ایک سلام الگ الگ دو سانسوں میں پھر جائے۔

قال في مجمع البحار هو تخفيفه و ترک الإطالة فيه لحديث التكبير جزم والسلام جزم، فإنه إذا جزم السلام و قطعه فقد خففه و حذفه، انتهى

(بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب حذف السلام، مطبع ميرٹھ قديم ۲/ ۱۳٤، جديد، دارالبشائر الإسلامية ٤/ ٥٨١)

وروي عن إبراهيم النخعي قال: التكبير جزم والسلام جزم.

(ترمذي شريف، كتاب الصلاة، باب ماجاء أن حذف السلام سنة ۱/ ٦٦)

وقال البنوري: الجزم في اللغة انقطع. (معارف السنن، اشرفي بكڈپو ديوبند ۳/ ۱۱٦)

اور دونوں سلاموں کے درمیان وقفہ صرف اتنا کافی ہے کہ دائیں جانب سلام مکمل ہو جانے کے بعد چہرہ بائیں جانب سلام پھیرنے کے لئے دائیں جانب سے قبلہ کی طرف رخ کرنے میں جتنی دیر لگے، اتنا ہی وقفہ کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۷۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۲ھ

نماز یا غیر نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا

سوال [۲۶۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) کہ نماز کی حالت میں کتے کی طرح نہ بیٹھنا چاہئے کیا غیر نماز میں اس کی اجازت ہے؟

(۲) کیا سرین کو زمین پر ٹیکنا اور ساقین کو کھڑا کر لینا اور دونوں ہاتھوں سے ساقین کو گھیر لینا یہ بیٹھک بھی کتے کی بیٹھک میں شمار ہوگی؟ اگر کتے کی بیٹھک میں شمار نہ ہوگی تو بھی اس کے حکم سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتی: شمس الحق، موسی پور سنبھل مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) غیر نماز میں اگر اس طرح بیٹھنا عرف میں برا نہیں سمجھا جاتا ہے تو مباح ہے اور اگر عرف میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے تو ممنوع ہوگا۔

الثابت بالعرف کالثابت بالنص. (رسم المفتي ۹۵)

(۲) اس طرح بیٹھنے سے بھی نماز میں ممانعت کی گئی ہے۔

عن أبي هريرةؓ يقول: أوصاني خليلي بثلاث، ونهاني عن ثلاث...... نهاني عن الالتفات، وإقعاء كإقعاء القرد، ونقر كنقر الديک. (مسند احمد بن حنبل ۲/۲٦٥، رقم: ۷٥٨٥)

والإقعاء أن يضع اليتيه على الأرض وينصب ركبتيه نصبا الخ (هندية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره، قديم زكريا ۱/۱۰٦، جديد ۱/۱٦٥)

ويكره...... أن يقعي إقعاء الكلب، وتفسيره أن يضع يديه على الأرض وينصب فخذيه، وفي الهداية: والإقعاء أن يضع اليتيه على الأرض وينصب ركبتيه نصبا وهو الصحيح. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان مايكره ومالايكره جديد زكريا ۲/۲۰۰-۲۰۱، رقم: ۲۱٤۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍ ۳۹۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲؍۳؍۱۴۱۵ھ

مائک پر نماز پڑھانا کیسا ہے؟

سوال[۲۶۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مائک پر نماز پڑھانا کیسا ہے، اگر بغیر مائک کے سارے نمازیوں کو آواز پہونچ جائے پھر بھی مائک استعمال کیا جاتا ہے؛ تاکہ مکمل سورہ پڑھنے کی آواز سب کو پہونچ جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فضل اللہ، لالباغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مائک میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اس نیت سے مائک استعمال کرنا کہ سب نمازیوں کو آواز صاف صاف پہنچ جائے اور مقتدی قرأت سننے کی وجہ سے نشاط میں رہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ (مستفاد: جوہر الفقہ ۹۹/۵، فتاوی عثمانی ۵۵۴/۱، امداد الفتاوی ۸۴۰/۱)

والجهر أفضل حيث خلا مماذكر، لأنه أكثر عملا ولتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر، فيجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم ويزيد النشاط. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٥٧٠، كراچی ٦/ ٣٩٨)

بأنه صرّح في السراج بين الإمام إذا جهر فوق الحاجة، فقد أساء والإساءة دون الكراهة ولاتوجب الفساد. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، كراچی ١/ ٥٨٩، زكريا ٢/ ٣٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ /ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۵/۴۰)

لاؤڈ اسپیکر پر فرائض پنج گانہ کی ادائےگی کا حکم

سوال [۲۶۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن مساجد میں تین چار صفوں کی جماعت ہوتی ہے اور ہر صف میں پندرہ بیس سے زیادہ مقتدی نہ ہوتے ہوں، ان میں سری نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا ضروری ہے؟؛ جبکہ امام صاحب کی آواز تیز ہے پست نہیں ہے، صرف تکبیرات کے لئے لاؤڈ اسپیکر ضروری نہیں ہے۔

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لاؤڈ اسپیکر پر فرض نماز جائز ہے؛ البتہ ضرورت کے بغیر لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کرے تو بہتر ہے، مگر پھر بھی نماز بلا کراہت درست ہو جاتی ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱/۶۰۴، جواہر الفقہ ۵/۱۰۹)

والجهر أفضل حيث خلا مماذكر، لأنه أكثر عملا ولتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر، فيجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم ويزيد النشاط. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۷۰، كراچی ۶/ ۳۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۰۶/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۵ھ

لاؤڈ اسپیکر پر نماز

سوال [۲۶۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ رمضان شریف کی پہلی تاریخ سے لے کر ۲۶؍تاریخ تک تراویح کی نماز بغیر لاؤڈ اسپیکر کے پڑھنے میں ذرہ برابر کسی قسم کی دقت نہیں ہوئی؛ لیکن ۲۷؍تاریخ کو لاؤڈ اسپیکر لگا کر فرض وتراویح اور وتر کی نماز پڑھی گئی، مقتدیوں کے علاوہ بستی کے آس پاس رہنے والی عورتیں جو نماز پڑھتی ہیں ان لوگوں کو پوری طرح دقت اور خلل پیدا ہوا اور جو مسلمان مسجد کے باہر تھے تراویح میں شامل نہیں تھے، انہوں نے لاؤڈ اسپیکر میں کلام پاک پڑھتے وقت دھیان نہیں دیا تو کیا یہ گنہگار نہیں ہوں گے، یہ فعل شریعت کی رو سے جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: امان اللہ، ۲۴؍پرگنوی، متعلم مدرسہ حیات العلوم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ۲۷؍ستائیسویں شب میں عام راتوں سے زیادہ نمازی جمع ہوجائیں اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آواز سنائی نہیں دیتی ہے تو یہ ایک ضرورت کے تحت داخل ہوگا اور جائز ہوگا اور اگر خاص کر کے اس رات میں نمائش کی جاتی ہے اور نمازیوں میں کوئی اضافہ بھی نہیں ہے تو مکروہ تحریمی ہوگا۔

والجهر أفضل في غير ذلک، لأن العمل فيه أكثر، ولأن فائدته تتعدىٰ إلى السامعين، ولأنه يوقظ قلب القارئ، ويجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم ويزيد في النشاط. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۳/۲۵۷، شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/۵۷۰، كراچی ۶/۳۹۸)

وإذا جهر الإمام فوق حاجة الناس فقد أساء؛ لأن الإمام إنما يجهر لإسماع القوم ليدبروا في قرأته ليحصل إحضار القلب. (فتاوی هندية، كتاب الصلاة باب الإمامة، زكريا قديم ۱/۷۲، زكريا جديد ۱/۱۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹؍۳۳۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۲؍۱۴۱۴ھ

کثیر مجمع میں مائک سے نماز پڑھانا

سوال [۲۶۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کثیر مجمع میں مائک میں نماز پڑھانے کے متعلق تفصیلی احکامات بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد ظہیر الحق، افضل گڑھ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کثیر مجمع میں مائک میں نماز پڑھانا بلا کراہت جائز ہے اور درست ہے۔ (مستفاد: جوہر الفقہ ۱۱۹/۵)

والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر، لأنه أكثر عملا ولتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر، فيجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم ويزيد النشاط. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٣٧٠، كراچی ٦/ ٣٩٨، الموسوعة الفقهية الكويتية) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍شوال المکرم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۷۰)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا

سوال [۲۶۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید عالم ہے مسجد میں خطیب وامام ہے نماز فرائض پنج گانہ وعیدین میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرتا ہے، اگر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ کرے اور مکبر حضرات تکبیر کہیں تو ہجوم کثیر ہونے کی وجہ سے اور دومنزلہ یا سہ منزلہ مسجد ہونے کی وجہ سے دور والے نمازیوں کو اور بالائی منزل والے نمازیوں کو امام کی آواز نہیں پہونچتی اور بہت سے نمازیوں کی نماز صحیح ادا نہیں ہو پاتی کیوں کہ کچھ قیام میں بعض رکوع میں اور بعض سجدے میں ہوتے ہیں؛

لہٰذا ضرورۃً واحتیاجاً لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا زیادہ مناسب ہے، زید کا دلیل کے طور پر کہنا ہے کہ مکبر اس کی اصل ہے جو شریعت کے اصول کے مطابق ہے اور عدم جواز استعمال لاؤڈ اسپیکر شرع سے ثابت نہیں ہے، زید دوسری دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ مائک کے ذریعہ جو آواز ہارن تک پہونچ کر مصلیان کو مسموع ہوتی ہے اس میں سرمو انفصال نہیں ہے اور وہ آواز بعینہ بغیر انفصال امام کی آواز ہے؛ لہٰذا مانع نماز کوئی چیز اس میں نہیں ہے، عمرو بھی عالم ہے اس کا کہنا ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نمازیوں تک آواز پہونچانے کے لئے شرعاً ممنوع ہے اور ہارن سے سنی ہوئی آواز پر نمازیوں کا عمل مفسد نماز ہے، یعنی ان کی نماز نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ لاؤڈ اسپیکر کا واسطہ خارج نماز ہے، جو فساد نماز کا موجب ہے، دسرے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال آواز کو دور تک پہونچانے کے لئے جبکہ وہ شئ خارج نماز ہے اور معاون رفع صوت امام ہے اور بغیر امام کی آواز نہیں کہہ سکتے کہ قدرے امام کی آواز اور لاؤڈ اسپیکر کی آواز فصل وانفصال کی حامل ہے جو فساد نماز کے لئے کافی ہے، دور والے نمازیوں کو بعینہ بغیر انفصال امام کی آواز مسموع نہیں ہوئی۔

تیسرے لاؤڈ اسپیکر کی آواز آواز بازگشت کی طرح ہے کہ بولنے والا خاموش ہو، مگر آواز کی گنجان باقی رہتی ہے، آواز بازگشت الگ ایک آواز ہوتی ہے۔

چوتھے لاؤڈ اسپیکر کے ایمپلی فائر کے اندر ایک پرزہ ہوتا ہے جب اس کا استعمال ہوتا ہے، تو آواز میں تکرار سنائی دیتی ہے، جس سے متکلم یا امام کی آواز میں سامع کو صاف طور پر انفصال معلوم ہوتا ہے اور شریعت کے حکم کے مطابق غیر نمازی کا نمازی کی اصلاح کے لئے فعل جبکہ نماز میں عمل کرے اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، لاؤڈ اسپیکر کا حال بھی ایسا ہی ہے؛ لہٰذا اس کا استعمال نماز کے لئے ممنوع اور موجب فساد نماز ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ زید و عمرو میں کس کا قول شریعت کے مطابق ہے، مزید اگر زید کی بات صحیح ہے تو کیا چھوٹی مساجد میں جہاں امام کی آواز کافی ہوتی ہے، وہاں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: ضمیر حسین اشرفی، عرف مولانا نوشے، سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ زید وعمرو کے درمیان بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ زید لاؤڈ اسپیکر کی آواز عین آواز متکلم اور عمرو اس کو غیر آواز متکلم ثابت کرنا چاہتا ہے؛ لہٰذا اس سلسلہ میں علماء کرام اور سائنسدانوں کی کافی تحقیق وجستجو کے بعد اب یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہے جو لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے پہلے سے زیادہ قوی ہوجاتی ہے یہ آواز آواز بازگشت نہیں؛ لہٰذا اس کو نماز میں استعمال کرنے سے کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی نہ امام کی اور نہ ہی مقتدیوں کی جب نماز میں اس کا استعمال مضر نہیں توجمعہ وعیدین میں بھی اس کا استعمال مضر نہ ہوگا؛ البتہ بلاضرورت اس کو استعمال کرنا بہتر نہیں ہے اورعمرو کا عدم جواز پر اصرار اور اپنے اصرار پر جو دلیل پیش کی ہے وہ عدم تحقیق کی بناء پر ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/ ۸۴۶)

والجهر أفضل حيث خلا مماذكر، لأنه أكثر عملا ولتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر، فيجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم ويزيد النشاط. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۷۰، كراچی ۶/ ۳۹۸)

والجهر أفضل في غير ذلک؛ لأن العمل فيه أكبر، ولأنه يتعدي نفعه إلى غيره، ولأنه يوقظ قلب القارئ، ويجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم ويزيد النشاط. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۶ ۱/ ۱۹۲)

وإذا جهر الإمام فوق حاجة الناس فقد أساء؛ لأن الإمام إنما يجهر لإسماع القوم ليدبروا في قرأته، ليحصل إحضار القلب. (هندية، كتاب الصلاة، باب الإمامة، زكرياقديم ۱/ ۷۲، زكريا جديد ۱/ ۱۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۰۵)

نماز میں سر پر ٹوپی رکھنا مسنون ہے یا مستحب

سوال [۲۷۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا اعتراض ٹوپی پر ہے اس کا کہنا ہے کہ نماز میں ٹوپی سر پر رکھنا سنت نہیں ہے؛ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کو آپ مستحب کہہ سکتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کی کسی حدیث یا قرآن یا کسی آیت سے اس کا ثبوت نہیں، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ ٹوپی نماز میں سر پر رکھنا سنت ہے یا کسی بھی طرح سے سر کا ڈھانپنا سنت ہے وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: وفاء الرحمٰن، دڑھیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹوپی پہننا اسلامی شعار اور مسلمانوں کا مہذب لباس ہے، صحیح حدیث پاک میں حضور ﷺ سے عام حالات میں سر پر ٹوپی رکھنے کا ثبوت ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر ایسی ٹوپی ہوا کرتی تھی جو سر سے چپکی رہتی تھی، تو جب عام حالات میں ٹوپی پہننا مسلمانوں کا لباس اور شعار رہا ہے، تو نماز کی حالت میں ٹوپی اتار دینا کہاں سے ثابت ہوگا۔

عن ابن عمرؓ، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يلبس قلنسوة بيضاء. (المعجم الكبير للطبراني ١٣/ ٢٠٤، رقم: ١٣٩٢)

أخرج البيهقي عن إبراهيم التيمي عن ابن عمر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يلبس قلنسوة بيضاء. (شعب الإيمان للبيهقي ٥/ ١٧٥، رقم: ٦٢٥٨، كذا في ممجع الزوائد، باب في القلنسوة ٥/ ١٢١ بيروت، المعجم الأوسط ٤/ ٣٤٢، رقم: ٦١٨٣، ابو داؤد، كتاب اللباس، باب في العمائم ٢/ ٥٦٤، دار السلام رقم: ٤٠٤٨، مسند أحمد ١/ ٢٣، رقم: ١٥٠، ترمذي، ابواب اللباس، باب بلا ترجمة ١/ ٣٠٨، دار السلام رقم: ١٦٤٤، كنز العمال ٧/ ٤٦، رقم: ١٨٢٨٢)

أخرج الترمذي عن أبي سعيد وهو عبد الله بن بسر قال: سمعت أبا كبشة الأنماري يقول: كانت كمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، بطحا قال المحشي: أي مبسوطة لازقة برؤسهم غير مرتفعة عنها الخ (ترمذي مع هامشه، ابواب اللباس بلاترجمه ۱/۳۰۸، دارالسلام رقم: ۱۷۸۲)

كانت كمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بطحا: أي لازقة بالرأس غير ذاهبة في الهواء، الكمام جمع كمة وهى القلنسوة. (النهاية في غريب الحديث والأثر دار الكتب العلمية ۱/۱۳٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۸۱/۳۸)

ننگے سر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر زید نماز پڑھنے آیا اور وہ ٹوپی لانا بھول گیا یا جان بوجھ کر نہیں لایا تو اس کی نماز کیسی ہوگی؟

المستفتی: محمد عمیم لکھیم پوری، مدرسہ اسلامیہ، ککرالہ بدایوں (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا ٹوپی نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، نماز بہرحال صحیح ہوجائے گی۔

ويكره الصلاة حاسرا رأسه تكاسلا أو تهاونا. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره للمصلي وما لايكره، زكريا ۲/۲۰۲، رقم:۲۱٤۷، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره في الصلاة، ومالايكره، المجلس العلمي جديد ۲/۱۳۹، رقم:۱٤۱۹)

وکره للمصلي حسر رأسه: أي كشفه لما في ذلک من ترک الوقار. (شرح النقايه، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، اعزازيه ديوبند ۱/ ۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۳/ ۱۴۱۶ھ

بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا

سوال [۲۷۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں سر پر ٹوپی پہننے کا کیا حکم ہے، کیا بغیر کے ٹوپی نماز ہوسکتی ہے؟

المستفتی: مہربان علی بڑوتوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر ٹوپی کے نماز ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن بلا عذر بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وكره صلوته حاسرًا أي كاشف الرأس للتكاسل الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا ۲/ ۴۰۷، کراچی ۱/ ۶۴۱، کوئٹه ۱/ ۴۷۴)

وحاسرا الرأس: أي كاشفا إياه، وهذا إذا كان للتكاسل، وقلة رعايتها. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت ۱/ ۱۸۷)

وصلاته حاسرا رأسه للتكاسل، أو للتهاون بها، ليس المراد بالتهاون الإهانة بالصلاة، فإنها كفر؛ بل المراد قلة رعايتها ومحافظة حدودها. (شرح وقايه، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها،

اشرفی ۱ /۱٦۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۸۹)

مستقل بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا

سوال [۲۷۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بغیر ٹوپی کے مستقل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: مطلوب احمد متولی تھانہ والی مسجد سیوہارہ، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمیشہ مستقل طور پر بغیر ٹوپی کے ننگے سر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں؛ بلکہ کثیر روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر ٹوپی رہا کرتی تھی، تو نماز کے وقت ٹوپی اتار کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں؛ بلکہ حضرات فقہاء کی عبارات سے اور احادیث شریفہ کی تائیدات سے ٹوپی پہن کی نماز پڑھنا مسنون ومستحب ثابت ہوتا ہے، بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے اصحاب کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں اور بعض روایت میں آیا ہے کہ صحابہ کے سروں پر ٹوپیوں کے اوپر عمامہ ہوا کرتا تھا، بعض روایات میں مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان عمامہ کا فرق اتنا ہے کہ مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں، مسلمان ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے ہیں، ہاں البتہ حالت احرام میں ٹوپی کی ممانعت ہے، ننگے سر رہنے کا حکم ہے اسی طرح صلاۃ استسقاء میں ننگے سر ہو کر تذلل کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے، جس میں بارش کی دعاء مانگی جاتی ہے۔

وکره صلوته حاسرًا: أي كأشفا رأسه للتكاسل، ولا بأس به للتذلل،

واما للإهانة فکفر. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، ومایکرہ فیها، زکریا ۲/۴۰۷، کراچی ۱/۶۴۱، کوئٹه ۱/۴۷۴)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: یا رسول الله! ما یلبس المحرم من الثیاب، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، لایلبس القمیص ولا العمائم، ولاالسراویلات، ولاالبرانس. (صحیح البخاري، باب لبس الخفین للمحرم إذا لم یجد النعلین ۱/۲۰۹، رقم:۱۵۱۹، ف:۱۸۴۲)

وتکره الصلاۃ، حاسرًا رأسه إذا کان یجد العمامة وقد فعل ذلک تکاسلاً، أوتهاوناً بالصلاۃ، ولابأس به إذا فعله تذللا وخشوعاً؛ بل هو حسن.

(هندیة، کتاب الصلاۃ، الفصل الثاني فیما یکره في الصلاۃ، ومالا یکره، زکریا قدیم ۱/۱۰۶، زکریا جدید ۱/۱۶۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۲۵ھ

ٹوپی میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال [۲۷۰۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ **ما یقول العلماء العظام "دامت فیوضهم" اعرض الأدلة المفصلة في ضوء الکتاب والسنة، لنسلک طریق السنة النبویة، ونرجوا أن تجیبونا بجواب واضح وتمسکوا بأیدینا إلی معالم الطریق.**

المستفتی: محمد عمیر قاسمی، ہاپوڑ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: إن رسولنا الکریم صلی الله علیه وسلم

يلبس القلنسوة عادة، بالإضافة إلى ذلک قدورد في بعض الأحاديث أن النبي صلى الله عليه وسلم كانوا يصلون مع القلنسوة فاتضح أن أداء الصلاة مع القلنسوة سنة، والأحاديث فيما يلي: عن عاصم بن كليب عن أبيه عن خالهؓ قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم في الشتاء فوجدتهم يصلون في البر انس والأكيسة وأيديهم فيها. (المعجم الكبير ١٨/٣٢٦، رقم: ٨٦١، مجمع الزوائد ٢/٥١)

قال الحسن: كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة ويداه في كمه.

(صحيح البخاري ١/٥٦، تحت الترجمة كتاب الصلاة باب ٢٣)

عن ابن عمرؓ قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس كمة بيضاء. (المعجم الأوسط ٤/٣٤٢، رقم:٦١٨٣، مجمع الزوائد ٥/١٢١)

عن أبي هريرةؓ قال: رأيت على رأس النبي صلى الله عليه وسلم قلنسوة بيضاء شامية. (شمس الأفاق لابن العلان المكي ١١٨، انظر جامع الأحاديث ٦/٥٥٨، رقم:١٦٨١٣)

عن ابن عباسؓ كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث قلانس الحديث.

(شمس الأفاق ١٨٨، انظر جامع الأحاديث ٦/٥٥٨، رقم: ١٦٨١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
۱۴۳۵/۶/۳ھ	(فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

مسجد میں رکھی ہوئی ٹوپیوں کا استعمال کرنا

سوال [۲۷۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سی مساجد میں مصلیوں کے لئے ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں، ایک شخص کہتا ہے ان ٹوپیوں کو رکھنا حرام ہے استعمال میں لانا بھی حرام؛ جبکہ مذکورہ شخص لیڈیز ٹیلر ہے، شب وروز

واہیات میں مصروف رہتا ہے، گھر میں ٹی وی، وی سی آر، دوکان میں ٹیپ ریکارڈ بجاتا ہے، ٹوپی کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر وضاحت فرمادیں کہ آیا ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا جمعہ کے دن خطبہ سے قبل وعظ ونصیحت کرسکتا ہے؛ جبکہ نصف مصلیان اس سے ناراض ہیں؟

المستفتی: انوارالحق، صدیقی، جامع مسجد، سیکر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجدوں میں جو چٹائی کی ٹوپیاں رکھی رہتی ہیں، ان کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ نماز اللہ تعالی کے دربار کی حاضری ہوتی ہے اوراس میں ایسا لباس پہن کر حاضر ہونا ممنوع ہے جس کو پہن کر معزز اور باعظمت مجلس اورتقریب میں شرکت کو ناگوار سمجھا جاتا ہو۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا بَنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ . [الأعراف:۳۱]

وتكره الصلاة، في ثياب البذلة الظاهر أن الكراهة للتنزيه.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، دارالكتاب ديوبند جديد ۳۵۹)

وكذلك يكره الصلاة في ثياب البذلة، وروى: أن عمر رضي الله عنه، رأى رجلا فعل ذلك، فقال: أرأيت لو كنت أرسلتك إلى بعض الناس أكنت تمه في ثيابك هذه؟ فقال: لا، فقال عمر رضي الله عنه الله أحق أن يتزين له.

(المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره في الصلاة، ومالا يكره، المجلس العلمي جديد ۱۳۹/۲، رقم: ۱۴۲۰)

اورٹی وی، وی سی آر فلمی امور کا جوشوقین ہے وہ فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹۱۱/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۲ھ

چٹائی، پلاسٹک اور بینت کی ٹوپی میں نماز

سوال [۲۷۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو رواج ہے کہ مسجدوں میں پلاسٹک کی ٹوپی یا کھجور والی ٹوپی رکھوا دیتے ہیں، اسی طرح ایک ٹوپی بینت کی آرہی ہے جالی دار کیا ان ٹوپیوں کو اوڑھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں، کوئی خرابی تو نماز میں نہیں آئیگی؟

المستفتی: قاری زبیر عالم، پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازی بحالت نماز اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے لباس میں حاضر ہونا ممنوع ہے، جس لباس کو پہن کر معزز مجمع یا مجلس میں حاضر ہونے میں ناگواری ہوتی ہو اور چٹائی کی ٹوپی پہن کر معزز مجمع اور تقریب میں جانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے؛ اس لئے ایسی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۴۲۵، فتاوی محمودیہ قدیم ۶/۱۷۲، جدید ڈابھیل ۱۵/۱۹۱، ایضاح المسائل ۱۳۴، احسن الفتاوی ۳/۴۳۷)

يَا بَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ . [الأعراف:۳۱]

وفي ثياب البذلة وهي ما يلبس في البيت ولايذهب به إلى الكبراء. (شرح الوقايه، كتاب الصلاة، باب ماتفسد ومايكره فيها، قبيل باب الوتر، والنوافل، اشرفي ۱/۱۶۹)

وكرهت الصلاة في ثياب البذلة......مايلبس في البيت ولايذهب به إلى الكبراء. (شرح النقاية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، اعزازية ديوبند ۱/۹۵)

وتكره الصلاة في ثياب البذلة......ثوب لايصان عن الدنس ممتهن وقيل مالايذهب إلى الكبراء. (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، دارالكتاب ديوبند ۳۵۹، قديم ۱۹۷)

نیز پلاسٹک کی ٹوپی سے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، ہاں البتہ بینت کی ٹوپی پہن کر معزز مجمع میں جانے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے؛ اس لئے اس میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۶۹۳/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۲/۱۴۱۷ھ

رومال سر پر باندھ کر نماز پڑھنا

سوال[۲۷۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں رومال ہے، جس کو بوقت ضرورت سر سے باندھ کر نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور مصلیٰ کی جگہ بچھا بھی لیتے ہیں اور ہم اس رومال سے وضو کر کے اپنے اعضاء پوچھ لیتے ہیں، تو اس کپڑے کو سر سے باندھ کر نماز پڑھ لیں، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: سلامت اللہ، سلطان پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جس رومال سے وضو کے اعضاء پونچھتے ہیں اس کو سر پر باندھ کر نماز پڑھنا اور اس کو بچھا کر اس پر نماز پڑھنا سب جائز ہے؛ اس لئے کہ شرعاً وہ رومال پاک ہے۔

أن الخرقة التي يتمسح بها، تجوز الصلاة معها، وإن كان ما أصابها من البلل كثيراً فاحشًا الخ (البحر الرائق ۱/ ۹۳، كتاب الطهارة، زكريا ۱/ ۱٦۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۸۲/۲۹)

بغیر ٹوپی کے یا چٹائی وغیرہ کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟؛ جبکہ مسجد کے اندر پہلے سے ہی پلاسٹک یا کپڑے کی ٹوپی رکھی ہوں، اگر وہ ٹوپیاں گندی ہوں تو اس صورت میں بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد آصف لال مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر مسلمان کے پاس نماز کے لئے اپنی ٹوپی ہونی چاہئے، نماز میں ایسے لباس سے شریک ہونا چاہئے کہ جس لباس سے معزز مجلس میں حاضر ہونا باعث عزت سمجھا جاتا ہے، اور ایسے لباس کے ساتھ نماز میں شریک ہونا مکروہ ہے، جس کے ساتھ معزز مجلس میں شرکت کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے؛ لہٰذا چٹائی وغیرہ کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ ایسی ٹوپی پہن کر کسی معزز مجلس میں شرکت کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے؛ بلکہ کپڑے کی صاف ستھری ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہئے۔

وقال الشامية: في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولايذهب به إلى الأكابر والظاهر أن الكراهة تنزيهية. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، قبيل مطلب في الخشوع، كراچی ۱/ ٦٤١، زكريا ۲/ ٤٠٧)

وتكره الصلاة، حاسرا رأسه تذللا، وكذا في ثياب البذلة.

(هندية،كتاب الصلاة، فصل في العوارض، اشرفية ۲/ ٤٤٧)

ومنها أن يصلي في ثياب البذلة والمهنة، واحتج له في الذخيرة، بأنه روي عن عمر رضي الله عنه، أنه رأى رجلا فعل ذلك، فقال: أرأيتك لو كنت أرسلتك إلى بعض الناس أكنت تمر في ثيابك هذه، فقال لا: فقال

عمر الله أحق أن يتزين له......والظاهر أنها تنزيهية. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، کوئٹه ۲/۳۳، زکریا ۲/۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۷؍۱۴۲۷ھ

چٹائی کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں جو چٹائی کی ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں، ان کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: سعید الرحمٰن، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں انسان اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے؛ اس لئے نماز میں ایسے صاف ستھرے کپڑے پہننے چاہئے جن کو پہن کر باوقار معزز مجلس میں جانے میں عار محسوس نہ ہو، چٹائی کی ٹوپی پہن کر باوقار معزز مجلس میں جانے میں عار محسوس ہوتی ہے؛ اس لئے چٹائی کی ٹوپی پہن کر اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۳، احسن الفتاوی ۳/۴۲۷)

ويكره الصلاة في ثياب البذلة. (فتاوى تاتارخانية ۲/۲۰۲، رقم: ۲۱٤۸، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره للمصلي ولايكره)

وكره صلاته في ثياب بذلة ومهنة (تحته) وفسرها بمايلبسه في بيته ولايذهب به إلى الأكابر والظاهر أن الكراهة تنزيهية. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، قبيل مطلب في الخشوع، زكريا ۲/٤۰۷، كراچی ۱/٦٤۰، حلبی کبیر، كتاب الصلاة، باب كراهة الصلاة ۳٤۹، مكتبه سهيل اكيڈمي لاهور)

والسنة أن يأخذ الرجل أحسن هيئته للصلاة لأن الصلاة مناجاة للرب، فيستحب لها تزيين. (تفسير خازن، سورة الأعراف ٢/٨٣، أحكام القرآن للجصاص ٣/٣٣، احكام القرآن، دارالفكر العلمية سورة الأعراف ٤/١٢٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١١ر جمادی الثانیہ ١٤٢٩ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٩٦٢٨/٣٨)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١١/٦/١٤٢٩ھ

داڑھی ورخسار چھپا کر نماز پڑھانا

سوال [٢٧١٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (١) کہ زید مسجد کا امام ہے حالت نماز میں اپنے چہرہ پر رومال اس طرح ڈالتا ہے کہ اس کی داڑھی اور اس کے دونوں رخسار رومال سے چھپ جاتے ہیں؛ البتہ اس کی ناک اور منھ کھلے رہتے ہیں، نیز قرأت کرنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہوتی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح نماز کی حالت میں رومال ڈالنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟؛ کیونکہ خالد کا کہنا ہے کہ اس صورت میں نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(٢) چہرہ پر رومال ڈالنے کی صورت میں اگر داڑھی چھپ جائے جبکہ داڑھی چھپانے کا ارادہ نہ ہو کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صابر قاسمی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (١) اگر ناک اور منھ بند نہیں ہوتے ہیں مکروہ نہیں ہے؛ لہٰذا سوال نامہ میں ذکر کردہ صورت میں نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ٧/١٥٦، جدید ڈابھیل ٦/٦٦٤)

(٢) صرف ڈاڑھی چھپ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

فیکره التلثم وتغطیة الأنف والفم في الصلاة؛ لأنه یشبه فعل المجوس. (مراقي الفلاح مع حاشیة الطحطاوي جدید ۳۵۰، مکتبة دارالکتاب قدیم ۱۹۳، هندیة، زکریا جدید ۱/ ۱٦۰، ما یفسد الصلاة، الفصل الثاني فیما یکره في الصلاة ومالا یکره ۱/ ۱۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٦ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵٦۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۵ھ

پیشانی ڈھک کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ الف: نمازی کا سر پر کپڑا ڈال کر اس طرح نماز پڑھنا کہ پیشانی ڈھک جاتی ہے کیسا ہے؟

ب: نمازی نے دوران نماز اس طرح سر پر کپڑا لپیٹ کر رکھا ہے کہ اس کا ایک سرا منھ کے آگے سینے تک لٹکا رہتا ہے کیسا ہے؟

المستفتی: عبد الحق ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الف: پیشانی ڈھک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ نماز میں پورا چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے، ہاں البتہ سجدے کے وقت میں رومال پر سجدہ کرنا مکروہ نہیں ہے، بس پیشانی ڈھکنے کی وجہ سے کراہت آتی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/ ۴۳۰-۴۳۷)

عن أنس بن مالک رضـ **قال: کنا نصلي مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم في شدة الحر، فإذا لم یستطع أحدنا أن یمکن جبهته من الأرض، بسط ثوبه، فسجد علیه.** (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب تقدیم في أول الوقت في شدة الحر، النسخة الهندیة ۱/ ۲۲۵، بیت الأفکار رقم: ٦۲۰)

عن صالح بن خيوان السبائي رضؒ**، حدثه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يصلي يسجد بجبينه، وقد اعتم على جبهته، فحسر النبي صلى الله عليه وسلم عن جبهته.** (المراسيل لأبي داؤد ص:۸، رقم: ۷۶، السنن الكبرى للبيهقي، باب الكشف عن الجبهة في السجود، دارالفكر بيروت جديد ۴۳۹/۲، رقم: ۲۷۱۵)

وإمساک فمه عند التثاؤب......فإن لم يقدر غطاه بيده...... أو كمّه لأن التغطية بلا ضرورة مكروهة. (شامي، زكريا ۱۷۶/۲، كراچی ۴۷۸/۱، الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة، آداب الصلاة عند الحنفية، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ۷۶۰/۱)

ب: دوران نماز رومال کا ایک سرا منہ اور سینہ تک لٹکا ہوا ہے، اس سے اگر رکوع اور سجدہ کے وقت میں توجہ ہٹ جاتی ہے، تو سدل کے حکم میں ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور اگر توجہ نہیں ہٹتی ہے، تو مکروہ نہیں ہے۔

قال في شرح المنية: السدل هو الإرسال من غير ليس ضرورة أن إرسال ذيل القميص ونحوه لا يسمى سدلاً. ودخل في قوله: "ونحوه عذبة العماة" (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها كراچي ۶۳۹/۱، زكريا ۴۰۵/۲)

العذبة بفتح العين والذال عذب الطرف المرخي من العمامة بعد تكويرها. (معجم لغة الفقهاء ۳۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۰۳۰/۴۰)

ٹوپی، چادر، یا دوپٹہ سے ڈھکی ہوئی پیشانی پر سجدہ کرنا

سوال [۲۷۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: نمازی کی پیشانی پر بال ہوں یا ٹوپی چادر دوپٹہ پڑا ہو اور سجدہ اس کے اوپر ہوتا ہو، تو نماز مکروہ تو نہیں ہوتی؟

المستفتی: عبدالصمد رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بال چونکہ بدن کا جز ہیں؛ اس لئے اس پر سجدہ کرنے سے کراہت نہیں آئیگی؛ البتہ اگر بلا ضروت عمامہ، چادر اور ٹوپی کے ذریعہ سے پیشانی ڈھاک لی جائے اور اس پر سجدہ کیا جائے، تو نماز میں کراہت آجائے گی اور اگر کسی خاص عذر کی وجہ سے پیشانی چھپ جائے تو بلا کراہت نماز درست ہوجائے گی۔

عن صالح بن خيوان السبائيؓ، حدثه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، رأي رجلا يصلي يسجد بجبينه، وقد اعتم على جبهته، فحسر النبي صلى الله عليه وسلم عن جبهته. (المراسيل لأبي داؤد ص:۸، رقم: ۷٦، السنن الكبرى للبيهقي، باب الكشف عن الجبهة في السجود، دارالفكر بيروت جديد ۲/ ٤۳۹، رقم:۲۷۱٥)

عن علي -رضي الله عنه- إذا صلى أحدكم، فليحسر العمامة عن جبهته. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، موسسه علوم القرآن ۲/ ٥۰۰، رقم: ۲۷۷۱، السنن الكبرى للبيهقي، باب الكشف عن الجبهة في السجود، دارالفكر جديد۲/ ٤۳۹، رقم: ۲٦٦۰)

ويكره السجود على كور عمامته من غير ضرورة حرٍ، أوبردٍ، أوخشونة أرضٍ الخ (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات ۱۹٥، دارالكتاب ديوبند، جديد ۳٥٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۰/ ۳۰٤، هندية، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، ومالايكره ۱/ ۱۰۸، زكريا جديد ۱/ ۱٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۷٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۴/۹/۲ھ

دوران نماز کپڑوں کو ہاتھوں سے جھاڑنا

سوال [۳۱۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے کپڑوں کو کبھی ایک ہاتھ سے کبھی دونوں ہاتھوں سے جھاڑتا ہے، اس عمل سے نماز میں کوئی کراہت آتی ہے یا نہیں؟ نیز یہ عمل اتفاقیہ ہو یا اس پر مداومت کی عادت بن گئی ہو تو دونوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ضرورت کی وجہ سے صرف ایک ہاتھ سے ایک رکن میں ایک دفعہ ایسا کرتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر دونوں ہاتھوں سے کرتا ہے یا ایک رکن میں ایک ہاتھ سے بار بار کرتا ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۴۳۶)

عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: أمرنا أن نسجد على سبعة أعظم، ولانكف ثوبًا، ولا شعرًا. (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب السجود على سبعة أعظم ۱/۱۱۲، رقم:۸۰۲، ف:۸۱۰)

وكذلك يكره له أن يكف ثوبه، أو يرفعه لئلايتترب. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع ما يكره للمصلي ومالايكره، زكريا ۲/۲۰۲، رقم:۲۱۴۵، شرح الوقايه، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، اشرفي ۱/۱۶۷، ۱۶۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۷/۱۴۱۵ھ

رکوع سے اٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے دامن صحیح کرنا

سوال [۲۷۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں رکوع سے کھڑے ہوجانے کے بعد بکرا اپنے دونوں ہاتھوں سے کرتے کا پچھلا دامن صحیح کرتا ہے کہ کہیں کرتا سکڑا نہ رہ جائے، زید نے بکر کو اس حرکت سے باز رہنے کو کہا اور اس بات کا حوالہ ''مسائل نماز'' مؤلف حضرت مولانا رفعت صاحب قاسمی کی کتاب دکھائی اور اس کتاب میں حوالہ ہے فتاوی رحیمیہ کا بکر نے یہ بات کہہ کر منع کردیا کہ فتاوی رحیمیہ غیر معتبر ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے تو دریافت یہ کرنا ہے کہ فتاوی رحیمیہ معتبر ہے یا غیر معتبر اور بکر کا یہ عمل مفسد نماز ہے یا نہیں؟ اس حرکت سے باز رہا جائے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عبداللہ، ٹھاکردوارہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد کرتے کے پچھلے دامن کو سکڑنے سے بچانے کے لئے دونوں ہاتھوں سے صحیح کرنے کی عادت بنالینا مکروہ تحریمی ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کمی آجاتی ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی اور فتاوی رحیمیہ میں جو لکھا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے، فتاوی رحیمیہ معتبر کتاب ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۴/۳۷۹، ۴/۴/۳۷۴)

عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: أمرنا أن نسجد على سبعة أعظم، ولانكف ثوبا، ولاشعرا. (صحيح البخاري، كتاب الآذان، باب السجود على سبعة أعظم ١/١١٢، رقم:٨٠٢، ف: ٨١٠)

يكره للمصلي أن يعبث بثوبه، أو لحيته، وإن جسده، وأن يكف ثوبه بأن يرفع ثوبه من بين يديه، أومن خلفه إذا أراد السجود، كذا في معراج الدراية. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره، زكريا ١/١٠٥، زكريا جديد ١/١٦٤)

وکذلک یکره له أن یکف ثیابه، أو یرفعه لئلا یتترب. (المحیط البرهاني، کتاب الصلاة، الفصل الرابع ما یکره في الصلاة ومالا یکره المجلس العلمي جدید ۲/ ۱۳۹، رقم: ۱۴۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶؍۸۸۴۷)

رکوع سے اٹھتے یا سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دامن سمیٹنا

سوال [۲۷۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے عمل کثیر کی پانچ تعریفیں کی ہیں، صاحب درمختار نے پہلی تعریف کو اصح کہا ہے ۱؍۴۲۰، قول ثانی یہ بیان کیا:

أن مایعمل عادة بالیدین کثیر، وإن عمل بواحدة کالتعمم وشد السراویل وما عمل بواحدة قلیل وإن عمل بهما. (شامي نعمانیة ۱/ ۴۳۰، زکریا ۲/ ۳۸۵)

ایک آدمی رکوع سے اٹھتے وقت یا سجدہ میں جاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کے دامن کو سیدھا کرے تو بظاہر تو یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ اس کا یہ عمل موجب کراہت تو ہوگا؛ لیکن نہ تو وہ قول اول میں داخل ہے اور نہ ثانی میں کہ اس کو عمل کثیر کہہ کر مفسد صلوۃ کہہ دیا جائے اور اگر ہر وہ کام جس میں دونوں ہاتھ لگ جائیں وہ مفسد صلوٰۃ ہو، جیسے یہی دو ہاتھوں سے دامن سمیٹنا، تو پھر کبیری کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا۔

وذکر في الملتقط أنه لایعتبر في فساد الصلاة عمل الیدین؛ ولکن یعتبر القلة، والکثرة. ص: ۴۱۸.

دونوں عبارتوں کی وضاحت فرما کر خلجان کو دور فرما دیں اور واضح طور پر لکھیں کہ

رکوع سے اٹھنے کے وقت دونوں ہاتھوں سے دامن کو سمیٹنا عمل کثیر ہے، جوکہ مفسد صلوۃ ہے یا صرف مکروہ ہے؟

المستفتی: سید عتیق الرحمٰن، کامٹی ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رکوع سے اٹھتے وقت یا کسی بھی رکن انتقالی میں دونوں ہاتھوں سے دامن کا ایک مرتبہ سمیٹنا اور درست کرنا عمل کثیر میں شامل نہیں ہے اور نہ ہی مفسد صلوۃ ہے؛ بلکہ مکروہ ہے، اسی پر مشائخ اور اکابر اہل فتاوی کا فتوی ہے۔ (کفایت المفتی قدیم ۳/ ۳۸۳، جدید زکریا مطول ۴/ ۴۵، امداد المفتیین کراچی ۳۴۱، فتاوی دار العلوم ۴/ ۶۳)

اور درمختار شامی غنیۃ المستملی شرح کبیری وغیرہ کی عبارتوں میں جہاں دونوں ہاتھوں کے استعمال کو عمل کثیر کہا گیا ہے وہاں ساتھ ساتھ اس قید کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے اور رکوع وغیرہ ارکان انتقالیہ کے وقت مذکورہ عمل کو دیکھ کر کوئی بھی ایسا نہیں سمجھتا کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے؛ بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ نماز میں تو ہے؛ لیکن دونوں ہاتھوں سے یہ حرکت کررہا ہے، جو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے اور امر قبیح ہونے کی وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا ہے، اسی وجہ سے کبیری میں نیچے اس عبارت کا اضافہ ہے۔

بل نظر هل هو كثير في نفس الأمر أم لا وذلک يمكن أن يكون بأحد الطر يقين المتقدمين أما باعتبار غلبة ظن الناظر، أنه ليس في الصلاة وشكه (إلى قوله) وقيل يفوض إلى رأي المصلي إن استكثره فكثير وإلا فلا، وعامة المشائخ على الأول الخ (كبيري، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، سهيل اكيڈمي، لاهور ٤٤٢، رحيمية ديو بند قديم ٤١٩)

اور شامی میں آخیر میں اسی قسم کی عبارت لائی گئی ہے۔

والظاهر أن ثانيهما ليس خارجا من الأول؛ لأن مايقام باليدين عادة يغلب ظن الناظر، أنه ليس في الصلاة، وكذا من اعتبر التكرار ثلاثا متواليةً،

فإنه يغلب الظن بذلك فلذا يختاره جمهور المشائخ. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره، زكريا فيها ۲/۳۸۵، كراچی ۱/۶۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۶۰/۲۸)

رکوع سے اٹھتے اور سجدے میں جاتے وقت دامن سیدھا کرنا

سوال [۲۷۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمر امام ہے تنہا نماز پڑھ رہا ہے رکوع سے اٹھتے وقت پیچھے کے دامن کو دونوں ہاتھوں سے درست کرتا ہے، سجدہ میں جاتے وقت تہبند یا پائجامہ اوپر اٹھاتا ہے اور قعدہ میں دامن سیدھا کرتا ہے تو کیا اس عمل سے نماز درست ہے یا یہ عمل کثیر ہے؟

المستفتی: محمد امیر دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رکوع سے اٹھتے وقت پیچھے کے دامن کو درست کرنا اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت پائجامہ یا تہبند کو بلا وجہ اوپر اٹھانا اور قعدہ میں دامن کو سیدھا کرنا سب مکروہ ہے، اس سے احتراز لازم ہے، نماز بہر حال کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی۔ (فتاوی دار العلوم ۴/ ۹۳، ۴/ ۱۰۸، فتاوی رحیمیہ قدیم ۴/ ۳۷، جدید ۷/ ۲۹۰)

عن ابن عباس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: أمرنا أن نسجد على سبعة أعظم، ولا نكف ثوبًا، ولا شعرًا. (بخاري، كتاب الاذان، باب السجود على سبعة أعظم ۱/۱۱۲، رقم: ۸۰۲، ف: ۸۱۰)

وكره كفه: أي رفعه ولو لتراب كمشمر كم، أو ذيل، وعبثه به،: أي بثوبه، وبجسده إلا لحاجة. (در مختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، كراچی ۱/۶۴۰، زكريا ۲/۴۰۶)

ومن كف الثوب رفعه كيلا يتترب كما في منية المصلي.

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا ٤٢/٢، كوئٹه ٢٤/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۲۸/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۱۸ھ

دوران صلوۃ دونوں ہاتھوں سے کپڑے درست کرنا

سوال [۲۷۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ مصلی کو رکوع سجود سے اٹھ کر کرتا و پائجامہ دونوں ہاتھوں سے درست کرنا چاہئے؛ کیونکہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضر ہے اور کرتا سرین کے اندر گھسا رہے یہ اچھا نہیں ہے اور دلیل اکابر علماء کے اقوال سے پیش کرتا ہے کہ فلاں صاحب نے فرمایا کہ دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا عمل کثیر نہیں؛ اس لئے مفسدات صلوۃ نہیں ہے؛ جبکہ عالمگیری ۱۰۳/۱، مراقی ۱۷۷، فتاوی دارالعلوم ۴۲/۴، میں ہے کہ کوئی ایسا کام کرنا جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑے عمل کثیر ہے جو کہ مفسد صلوۃ ہے، اگر زید کا یہ بیان کردہ قول درست ہے تو مذکورہ بالا کتب کی عبارات کا کیا مطلب ہے؟

المستفتی: وکیل احمد قاسمی، مدرس مدرسہ اسلامیہ رڑکی ہری دوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مصلی کا نماز میں ارکان انتقالیہ کے وقت دونوں ہاتھوں سے کرتا یا پائجامہ کا درست کرنا ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے اور بلا کسی ضرورت کے مکروہ تحریمی ہے اور نماز فاسد نہ ہوگی؛ جبکہ عمل کثیر نہ ہو۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:

أمرنا أن نسجد على سبعة أعظم، ولانكف ثوبًا، ولاشعرًا. (صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب السجود على سبعة أعظم ۱/۱۱۲، رقم:۸۰۲، ف:۸۱۰)

وكره كفه: أي رفعه ولولتراب كمشمر كم أو ذيل وعبثه به للنهى إلا لحاجة. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، كراچی ۱/۶٤۰، زكريا ۲/٤۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۸۲/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۲۰ھ

جیب میں روپئے رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۸۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمازی کے سامنے اوپر دائیں بائیں تصویر ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؛ لیکن جب جیب میں روپیہ ہو اور اس پر تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو وجہ کیا ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

المستفتی: عبدالصمد بلاسپور گیٹ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جیب میں چونکہ تصویر چھپی ہوئی ہوتی ہے؛ اس لئے جیب میں رکھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئیگی۔

بأن معه صرة، أوكيس فيه دنانير، أو دراهم فيها صور صغار فلاتكره لاستتارها ويفيد أنه لوكان فوق الثوب الذي فيه صورة ثوب ساتر له، فإنه لايكره أن يصلي فيه لاستتارها بالثوب الآخر الخ (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا ۲/٤۸ كوئٹه ۲/۲۷)

هـذا إذا كـانت التصاوير مكشوفة أما إذا كانت مستورة فلابأس به. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع ما يكره للمصلي و مالا يكره، زكريا ٢/٢٠٣، رقم: ٢١٤٩)

ولايكره المستتر بكيس، أو صورة، أوثوب آخر. (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة، المطلب الأول مايكره في الصلاة، هدى انٹرنيشنل ١/٨٠٨)

ولو صلى ومعه دراهم عليها تماثيل ملك لابأس به؛ لأن هذا يصغر عن البصر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، دار الكتاب ديوبند جديد ٣٦٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۴/۳ھ

روپیہ اور کرنسی جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انسان اور دیگر جاندار کی تصویر جیب میں لے کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ہندوستان کے نوٹوں میں گاندھی جی کی تصویر ہوتی ہے، اسی طرح دیگر ممالک کے نوٹوں میں وہاں کے حکمرانوں کی تصویریں ہوتی ہیں، ان کو جیب میں لے کر نماز پڑھنے میں کراہت آئے گی یا نہیں؟

المستفتی: یعقوب غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تصویروں کو نمایاں طور پر دیوار میں یا سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہوتا ہے اور جو تصویر لپیٹ کر جیب میں رکھ دی گئی ہے، وہ نظر نہیں آرہی ہے،

تواس کی وجہ سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی، نماز بلا تردد جائز ہوجاتی ہے؛ لہٰذا ہندوستانی نوٹوں پر مہاتما گاندھی کی جو تصویر ہوتی ہے، ان تصویر والے نوٹوں کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا بلا شبہ جائز اور درست ہے، اسی طرح سعودی ریال میں جو وہاں کے بادشاہوں کی تصویریں ہوتی ہیں اور مختلف ممالک کے نوٹوں میں وہاں کے حکمرانوں کی تصویریں ہوتی ہیں، ان نوٹوں کو جیب میں لے کر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں؛ اس لئے کہ ان نوٹوں کو جیب میں رکھنے میں احترام تصویر مقصد نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ مال کی حفاظت مقصد ہوتا ہے، اسی طرح نوٹ جیسی چیزوں میں دیگر جاندار کی تصویر ہوتو اس کا بھی حکم یہی ہے۔ (مستفاد: محمود ڈابھیل ۶/۶۷۵)

لا المستقر بكيس أو صرة بان صلى ومعه صرة، أو كيس فيه دنانير، أو دراهيم فيها صور صغار، فلاتكره لاستتارها. (شامي، باب ما يفسد الصلاة ومايكره كراچي ۱/۶۴۸، ومثله في البحر الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره كراچي ۲/۲۷، زكريا ۲/۴۱۸)

وكذا يكره في ثوب فيه تصاوير ...... وفي الظهيرية هذا إذا كانت التصاوير مكشوفة وأما إذا كانت مستورة فلا بأس به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره للمصلي ومالايكره زكريا ۲/۳۰۳، رقم: ۲۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ رصفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۱۹۳۱)

جیب میں تصویر والا آئی کارڈ رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مصلی کی جیب میں آئی کارڈ تھا دوران نماز وہ کارڈ گر گیا، اس میں اپنی تصویر سامنے آگئی تو نماز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عمران، انکلیشور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جیب میں آئی کارڈ رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طریقہ سے وہ نوٹ جس میں گاندھی جی کی تصویر ہوتی ہے اس کو بھی جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں؛ اس لئے کہ آئی کارڈ اور نوٹ میں موجودہ تصویر سامنے آگئی تو اس کی وجہ سے نماز مکروہ نہیں ہے؛ البتہ تصویر کی طرف اس طرح توجہ کرنے کی صورت میں جس سے نماز کا خشوع وخضوع ختم ہوجائے مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۶/۶۷۴ ڈابھیل)

ومفاده كراهة المستبين لاالمستتر بكيس، أو صرة، أوثوب آخر، أوكانت صغيرة لاتتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائمًا، وهي على الأرض وتحته في الشامية: بأن صلى ومعه صرة، أو كيس فيه دنانير، أو دراهم فيها صورصغار فلاتكره لاستتارها. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، كراچی ۱/۶٤۸، زكريا ۲/٤۱۸)

وفي المحيط: رجل في يده تصاوير وهو يؤم الناس لاتكره إمامتة، لأنها مستورة بالثياب، فصار كصورة في نقش خاتم وهو غير مستبين. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا ۲/٤۸، كوئٹه ۲/۲۸)

بقي من المكروهات أشياء آخر: منها الصلاة بحفرة ما يشغل البال ويخل بالخشوع كزينة ولهو ولعب. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، كراچی ۱/٦٥٤، زكريا ۲/٤۲٥)

’’لأنــه يلهـي الـمـصـلـي‘‘ وفـي الشــامي: أن الخشوع في الصلاة مستحب. (شـامي، كتـاب الـصـلاة، بـاب مـا يـفسـد الـصلاة، ومـا يكره ١/ ٦٥٨، زكريا ٢/ ٤٣١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٥/ ذی الحجہ ١٤٣٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ١٠٥٦٢/٣٩)

جیب میں تصویر رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [٢٧٢١]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی جیب میں بغیر ضرورت کے تصویر رکھی ہے اور وہ پرس کے اندر چھپی ہوئی ہے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ ایسی حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد صابر علی، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تصویر جیب کے اندر رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی؛ البتہ مصلی پر یا سامنے یا بغل میں رکھنے سے مکروہ ہو جاتی ہے۔

ولو كانت الصورة صغيرة كالتي على الدراهم، أو كانت في اليد، أو مستترة، أو مهانة مع أن الصلاة بذالک لا تحرم؛ بل ولا تكره الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، زكريا ٢/ ٤١٧، كوئٹه ١/ ٦٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٨/ جمادی الاولیٰ ١٤١٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٤٤٥٣/٣٢)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٨/٥/١٤١٦ھ

چاند، ستارے، اور درخت کی تصویر والے جانماز کا حکم

سوال [۲۷۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ عرصہ سے چند مسجدوں میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا، اکثر مسجد کی چٹائیوں پر چاند اور تارا بنا ہوا ہے اور اسی پر ہم لوگ ایک عرصہ سے سجدہ بھی کرتے آرہے ہیں اور ان پر ہم پیر بھی رکھ کر چلتے ہیں اور نماز کی حالت میں چاند اور تارے کی تصویر سامنے رہتی ہے، کیا اس چیز سے ہماری نماز میں خلل واقع ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اور ان تصویر والی چٹائیوں پر نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور مصلےٰ پر بھی مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ یا پھر گنبد خواجہ اجمیری کا روضہ وغیرہ کی تصویر ہوتی ہے؛ جبکہ اسلام نے تصویر یا شبیہ پر نماز کے لئے منع فرمایا ہے۔

المستفتی: آپ کے چند احباب نمازی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چاند، ستارے، درخت وغیرہ کی تصویر رکھنا اور ان تصویروں کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ جاندار کی تصویر والے مصلےٰ پر نماز پڑھنا مکروہ ہوتا ہے، چاند، ستارے جانداروں میں شامل نہیں ہیں؛ اس لئے مذکورہ چٹائیوں پر نماز بلا کراہت جائز اور درست ہوگی۔

عن سعيد بن أبي الحسن، قال: جاء رجل إلى ابن عباسؓ ......وقال: إن كنت لابد فاعلاً، فاصنع الشجر ومالانفس له. (صحيح مسلم، كتاب اللباس، والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، النسخة الهندية ٢/ ٢٠٢، بيت الأفكار رقم: ٢١١٠، مسند أحمد بن حنبل ١/ ٣٠٨، رقم: ٢٨١١، ١/ ٣٦٠، رقم: ٣٣٩٤)

ويكره أن يكون فوق رأسه في السقف، أو بين يديه، أو بحذائه تصاوير، أوصورة معلقة وتحته في البناية يريد صورة التماثيل التي فيها

الأرواح الخ (بنايه، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، اشرفية جديد ٢/٤٥٧، قديم ١/٨٠٨)

فأما صورة مالاحياة له كالشجر و نحو ذلك فلايوجب الكراهة، لأن عبدة الصورة لايعبدون تمثال ماليس بذي روحٍ، فلايحصل التشبه بهم. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في شرائط الأركان قديم كراچي ١/١١٦، زكريا ١/٣٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۸۲)

خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کے منقش مصلے پر نماز

سوال [۲۷۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو مصلوں پر خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کی تصویر یا کسی دوسرے مذہبی مقام کی تصویر آرہی ہے، جن کے متعلق ایک مسلمان کے دل میں غیر معمولی ادب واحترام پایا جاتا ہے، انہی مصلوں کو امام کے خطبہ دینے کے لئے بچھا دیا جاتا ہے یا کسی اور طریقہ سے ان کی بےادبی ہوجاتی ہے، مثلاً پیر کے نیچے تصویر کا آجانا ایسے مصلوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا بچھا کر خطبہ دینا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: عمران اللہ، بھوجپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا مصلیٰ جس میں خانۂ کعبہ یا مسجد نبوی یا مذہبی مقدس مقامات کی تصویر ہوتی ہے اس پر پیر رکھ کر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی قباحت اور حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ عین کعبۃ اللہ میں کھڑے ہوکر آدمی نماز پڑھتے ہیں تو جب اصل شئ پر کھڑے ہوکر

نماز پڑھنا خلاف ادب نہیں ہے اور اس میں چلنا پھرنا بھی خلاف احترام نہیں ہے، تو اس کی تصویر پر پیر پڑ جائے تو خلاف ادب کیسے ہے، یہ محض اپنے خیال کی بات ہے؛ لہٰذا خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کے منقش مصلیٰ پر پیر رکھ کر نماز پڑھنا نہ تو خلاف ادب ہے اور نہ ہی احترام کے خلاف ہے، جیسا کہ خود کعبۃ اللہ کے فرش پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا خلاف احترام نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۷/۱۱۱، جدید ۶/ ۶۷، رحیمیہ جدید ۶/۳۳، قدیم ۶/۴/ ۲۷، ایضاح المسائل ۱۳۳)

فإذا صلوا في جوف الكعبة فالصلاة في جوف الكعبة جائزة عند عامة العلماء نافلة كانت أو مكتوبة. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في شرائط الأركان قديم كراچی ۱/ ۱۲۱، زكريا ۱/ ۳۱٤)

ولو صلى في جوف الكعبة، أو على سطحها جاز. (هندية، كتاب الصلاة، فصل في شروط الصلاة، زكرياقديم ۱/ ٦٣، جديد ۱/ ۱۲۱)

الصلاة في الكعبة جائزة فرضها ونفلها. (هداية، كتاب الصلاة، باب الصلاة في الكعبة، اشرفي ۱/ ۱۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۸۹)

خانۂ کعبہ کے تصویر دار مصلیٰ پر نماز

سوال [۲۷۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مسجد میں پلاسٹک کی چٹائی ہیں، جن میں کعبہ کا نقشہ بنا ہوا ہے، چند افراد کا اعتراض ہے کہ ان کو بچھانا درست نہیں؛ کیونکہ پیر پڑتا ہے اور لوگ بیٹھ بھی جاتے ہے، اس سے کعبہ کی بے حرمتی ہوتی ہے؛ لہٰذا ایسے مصلوں اور چٹائیوں کو بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) کیا اس پر پیر پڑنے یا بیٹھنے سے واقعی کعبہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟

(۳) اسی طرح بعض مصلوں اور چٹائیوں پر بیت المقدس یا مسجد نبوی کی تصویر بنی ہوتی ہے ان کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: جامع مسجد تکیہ پور، بلڑیاں لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منقش مصلیٰ جس پر کعبۃ اللہ اور حرمین کا نقشہ ہوتا ہے بہرحال وہ تصویر ہے، کعبۃ اللہ میں داخل ہوکر نماز پڑھنا باعث خوش قسمتی اور امر مستحسن ہے تو سوال یہ ہے کہ پیروں کو کہاں رکھ کر نماز پڑھے گا، ظاہر بات ہے کہ پیروں کو عین کعبہ کی زمین پر رکھ کر نماز پڑھی جائیگی، اسی طرح مسجد حرام میں بیٹھنا اور پیروں سے چلنا خلاف ادب نہیں ہے، تو جب عین کعبہ اور عین مسجد حرام میں پیروں سے چلنا اور پیر رکھنا خلاف ادب نہیں تو اس کے فوٹو اور تصویر پر پیر پڑ جائے تو کیسے خلاف ادب ہے، یہ محض اپنے خیال کی بات ہے ایسی باتوں کے ذریعہ سے لوگوں کو شکوک وشبہات اور تشویش میں مبتلا نہ کیا جائے، جس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کے منقش مصلے پر بیٹھنا اور پیر رکھ کر نماز پڑھنا بلا تردد اور بلا کراہت جائز اور درست ہے، اس میں تمام سوالات کے جوابات آچکے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ۶/۶۷۰، قدیم ۷/۱۱، ایضاح المسائل ۱/۱۳۳، فتاوی رحیمیہ جدید ۶/۳۳، قدیم ۶/۴/۲۷)

أو لغير ذي روح لايكره، لأنها لاتعبد وخبر جبريل عليه السلام مخصوص بغير المهانة كما بسطه ابن الكمال. (الدر المختار مع الشامي كراچي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱/۶٤۹، زكريا ۲/٤۱۸، البحر الرائق، كراچي، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها ۲/۲۷، زكريا ۲/٤۸)

عن سعيد بن أبي الحسنؓ قال: جاء رجل إلى إبن عباسؓ،......وقال إن كنت لابد فاعلا فاصنع الشجر ومالانفس له. (مسلم شريف، باب تحريم تصوير

صورة الحيوان، النسخة الهندية ٢/ ٢٠٢، بيت الأفكار رقم: ٢١١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۹۸/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۱۳ھ

منقش مصلے پر نماز

سوال [۲۷۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جو ہمارے لئے عظمت والی ہیں مثلاً کعبۃ اللہ شریف، مسجد نبوی اور مسجد اقصی یا دیگر مساجد وغیرہ یا روضۂ اطہر کہیں اگر ان کی تصویر زمین پر پڑی ہوئی مل جاتی ہے تو ہم احتراماً اسے اٹھا کر کسی ایسی جگہ رکھ دیتے ہیں جہاں اس کی بے حرمتی نہ ہو، مثلاً اخبار پر ان چیزوں کا فوٹو یا کلینڈر پر فوٹو یا کسی اسلامی کتاب کے سرورق پر۔

اگر ان مذکورہ متبرک مقامات کی تصویر کپڑے کی شکل میں زمین میں پڑی ہوئی ہو جیسے جانماز (مصلیٰ) اس شکل میں اس طرح کی جانمازوں کے اوپر چلا جاسکتا ہے؟ دوڑا جاسکتا ہے؟ کیا اس کے اوپر امام کی حیثیت سے بیٹھ کر تسبیح پڑھی جاسکتی ہے؟ کیا خطبہ کے مقام ممبر پر بچھا کر اس پر خطبہ پڑھا جاسکتا ہے؟ (چونکہ خطبہ کی حالت میں بیٹھا بھی جاتا ہے اور کھڑا بھی ہونا پڑتا ہے)

المستفتی: سید سرفراز علی مقبرہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر مسلمان اس کی آرزو رکھتا ہے کہ کعبۃ اللہ کے اندر نماز پڑھنے کا موقع ملے، ظاہر بات ہے کہ کعبۃ اللہ کے اندر نماز پڑھنے میں عین کعبہ پر نماز پڑھنا اس کے فرش پر چلنا، اس کے اوپر کھڑا ہونا سب کچھ پایا جائے گا وہ سب عبادت کی غرض سے ہے خلاف ادب نہیں ہے، جب عین کعبہ پر چلنا کھڑا ہونا خلاف ادب نہیں ہے،

تو اس کی تصویر والے مصلے پر کھڑا ہونا اس پر چلنا اس پر خطبہ دینا بطریق اولیٰ ادب کے خلاف نہ ہوگا؛ اس لئے کہ یہ تمام اعمال عبادات ہی کی قبیل سے ہیں، اسی طرح مسجد نبوی اور مسجد اقصی میں نماز کے لئے چلنا پھرنا، پھر اس میں نماز پڑھنا، اعتکاف کی حالت میں سونا کوئی خلاف ادب نہیں ہے، جب عین مسجد میں یہ چیزیں خلاف ادب نہیں ہیں، تو اس کے فوٹو اور تصویر پر بطریق اولیٰ خلاف ادب نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ۶/ ۶۷۰، قدیم ۷/ ۱۱۱، رحیمیہ جدید ۶/ ۳۳، قدیم ۶/ ۲۷۴)

إذا صلوا في جوف الكعبة فالصلاة في جوف الكعبة جائزة عند عامة العلماء نافلة كانت أو مكتوبة. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في شرائط الأركان قديم كراچي ١/ ١٢١، زكريا ١/ ٣١٤)

ولو صلى في الكعبه أو على سطحها جاز. (هندية، كتاب الصلاة، فصل في شرائط الصلاة، زكريا ١/ ٦٣، زكريا جديد ١/ ١٢١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹/ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۶۹)	۹/ ۲/ ۱۴۲۸ھ

منقش مصلے پر نماز کا شرعی حکم

سوال [۲۷۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مولانا نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند، نظام الفتاوی میں ۱۴۱/ پر یوں رقم طراز ہیں کہ منقش مصلے جو خانہ کعبہ اور گنبد خضریٰ کی تصویر سے مزین ہے، اس پر نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے، دلیل قرآن شریف کی آیت: **ومن یعظم شعائر اللّٰہ** کے تحت۔

اور مفتی شبیر احمد قاسمی مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد ایضاح المسائل ۱۳۳/ پر لکھتے ہیں کہ اس طرح کے مصلے پر نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن جائے نماز کا سادہ ہونا زیادہ بہتر

ہےاور جائز دونوں طرح ہے، بحوالہ فتاوی رحیمیہ، فتاوی محمودیہ؟

المستفتی: مولانا عبدالقدوس، دارالعلوم محمودیہ، پربھنی (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا منقش مصلیٰ جس میں خانہ کعبہ مسجد نبوی یا بیت المقدس کی تصویر ہوتی ہے، ایسے مصلیٰ پر پیر رکھنے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی قباحت اور کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ تصویر اصل شئ کے حکم میں نہیں ہوتی؛ بلکہ اصلی شئ سے کم درجہ کی ہوتی ہے اور جب خود خانۂ کعبہ میں نماز پڑھتے وقت زمین پیروں کے نیچے ہوتی ہے اور یہ فعل تعظیم کعبہ کے خلاف نہیں ہے، تو اس کی تصویر کا پیروں کے نیچے ہونا بطریق اولیٰ تعظیم کے خلاف نہ ہوگا؛ لہٰذا ایسے منقش مصلیٰ پر نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہوگا؛ ہاں البتہ جائے نماز کا سادہ ہونا زیادہ بہتر ہے؛ لیکن جائز دونوں طرح ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۳، فتاوی رحیمیہ جدید ۶/ ۳۳، قدیم ۲/ ۱۷۲/ فتاوی محمودیہ جدید ۶/ ۶۷۰، قدیم ۷/ ۱۱۱، فتاوی دارالعلوم ۴/ ۱۲۷، امداد المفتیین ۳۱۶)

ولو صلی في جوف الکعبة، أو علی سطحها جاز. (الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض، زکریا ۲/ ۳۷، رقم: ۱۶۲۳، المحیط البرهاني، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض، المجلس العلمي جدید ۲/ ۲۲، رقم: ۱۱۲۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۷۵۹)

اشتمال صماء کی کون سی ہیئت ممنوع ہے؟

سوال [۲۷۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ حدیث میں اشتمال صماء سے منع کیا گیا ہے، وہ چادر اوڑھنے کی کون سی ہیئت ہے؟ براہ کرم جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: خورشید احمد تعلیم القرآن حسن پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اشتمال صماء کی چند صورتیں ہیں، محدثین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ایک کپڑا پورے بدن پر اس طرح لپیٹ لیا جائے کہ ہاتھ پیر باہر نکالنے کے لئے کوئی سوارخ باقی نہ رہے، پورے بدن پر شامل ہونے کی وجہ سے اشتمال کہتے ہیں اور ہاتھ پیر نکالنے کے لئے سوراخ نہ ہونے کی وجہ سے صماء کہتے ہے، فقہاء کے یہاں ایک کپڑے کو سر سے پیر تک لپیٹ لیا جائے اور نیچے دوسرا کپڑا نہ ہو پھر ایک جانب سے اٹھا کر مونڈھے پر ڈال دیا جائے، جس سے ستر عورت کھل جائے اول صورت مکروہ ہے اور ثانی صورت حرام اور مفسد صلوۃ ہے۔

اشتمال الصماء بالمد وهو أن يتجلل الرجل بثوبه ولايرفع منه جانبا، وإنما قيل لها صماء، لأنه يسدعلى يديه ورجليه المنافذ كلها كالصخرة الصماء التي ليس فيها خرق ولاصدع، والفقهاء يقولون هو أن يتغطى بثوب واحد ليس عليه غيره، ثم يرفعه من أحد جانبيه فيضعه على منكبه فتكشف عورته الخ (عمدة القاري، شرح بخاري، كتاب اللباس، باب النهي عن اشتمال الصماء ٣/٢٢، هكذا في المرقات، كتاب اللباس، الفصل الأول، ملتان٨/٢٣٩، بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الصماء، ميرٹھ٥/٥٢، اشعة اللمعات ٣/٥٣٨، عويصات٢/١٣٣، نووي، كتاب اللباس، باب النهي عن اشتمال الصماء والإحتباء٢/١٩٨، حاشية ترمذي، كتاب اللباس، باب ماجاء في النهي عن اشتمال الصماء١/٣٠٦، ١/٢٠٨، حاشيه أبوداؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الصماء ٢/٥٦٤، ٢/٢٠٨، حاشية مشكوة شريف،

کتاب اللباس، الفصل الأول، أشرفي ۲/۳۷۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۶۳۶)

انگریزی فیشن والے کپڑے میں نماز

سوال [۲۷۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انگریزی فیشن کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ادریس، شاہ جہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر انگریزی فیشن کے کپڑے سے انگریزوں کی مشابہت ظاہر ہوتی ہے یا ان کی مشابہت مقصود ہے یا ٹخنہ سے نیچے لباس پہنتا ہے، ان تمام صورتوں میں نماز مکروہ ہوتی ہے۔

عن ابن عمر قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم الحديث (ابوداؤد، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، المعجم الأوسط للطبراني، دارالكتب العلمية بيروت ۶/۱۵۱، رقم: ۸۳۲۷)

عن أبي هريرة رضـ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار ۲/۸۶۱، رقم: ۵۵۵۹، ف: ۵۷۸۷)

وعادم ساتر لا يصف ما تحته ولا يضر التصاقه وتشكله و تحته، أي بالألية مثلا وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظا لا يرى منه لون

البشـرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئيا، فينبغي أن لايمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلوة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، كراچی ۱/ ٤١٠، زكريا ۲/ ۸٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

باریک کپڑے میں نماز

سوال [۲۷۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی مرد موٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؛ لیکن پھر بھی باریک کپڑا پہن کر نماز پڑھتا ہے، جس سے بدن نظر آتا ہے، کیا اس سے نماز ہو جائے گی؟ اس کے متعلق جواب مدلل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد اسعد، مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا باریک کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر آجائے تو تحت السره إلى الركبة نظر آنے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور مابقیہ نظر آنے سے نماز مکروہ ہوگی۔

قوله: لايصف ما تحته، بأن لايرى منه لون البشرة احترازا عن الرقيق ونحو الزجاج. (شامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زكريا ۲/ ۸٤، كراچی ۱/ ٤١٠، كوئٹه ۱/ ۳۸۰)

ويشترط في الساتر أن لايكون رقيقًا يصف ماتحته؛ بل يكون كثيفا لايرى منه لون البشرة. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٤/ ١٧٤)

یجب أن یکون صفیقًا کثیفًا، فالواجب الستر بما یستر لون البشرة، ولایصفها من ثوب صفیق،أو جلد، أو ورق،فإن کان الثوب خفیفا، أو رقیقا یصف ما تحته، أو یتبین لون الجلد من ورائیه، فیعلم بیاضه، أو حمرته لم تجز الصلاة به، لأن الستر لایحصل بذلک. (الفقه الإسلامي وأدلته، کتاب الصلاة، الشرط الرابع ستر العورة، شروط الساتر، هدی انٹر نیشنل دیوبند ۱/ ٦٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر شوال المعظم ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۲۹۵)

چست لباس میں نماز پڑھنا

سوال [۲۷۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل بہت سارے لوگ ایسے چست لباس (جیسے فل پینٹ ہاف شرٹ وغیرہ) پہن کر مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہے، جس سے ان کے مستور اعضا سرین وغیرہ نمایا طور پر نظر آتے ہیں، ایسی صورت میں ان کی نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ اوران کے لئے اعادۂ صلوۃ ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد مصدق حسین (مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے لباس میں نماز پڑھنا، جس میں مستور اعضاء ظاہر ہوں مکروہ ہے؛ لیکن اس نماز کا اعادہ ضروری نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس طرح کا لباس استعمال کریں، جس سے مستور اعضاء نمایاں ہوکر نظر نہ آئیں۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۳/ ۴۰۳)

أما لو کان غلیظا لایری منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو

وتشکل بشکله، فصار شکل العضو مرئیا، فینبغي أن لا یمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (شامي، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، کراچی ۱/ ۴۱۰، زکریا ۲/ ۸۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۰۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۱۴ھ

پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص ڈھیلا ڈھالا شرٹ پینٹ پہنتا ہے اور ڈھیلا بھی اس طرح ہے کہ نماز پڑھنے میں نہ ہی کوئی پریشانی ہوتی ہے اور نہ ہی جسم کے نشیب وفراز نظر آتے ہیں، تو کیا اس صورت میں بھی **من تشبہ بقوم فھو منھم** کی وجہ سے اسے حرام قرار دیا جائے گا؟

المستفتی: شاہد جمال مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں لباس کے لئے ایک حد متعین ہے، یعنی وہ ساتر ہو، کفار وفساق کا شعار نہ ہو، عورتوں کی مشابہت کا لباس نہ ہو، اسی طرح لباس سے کسی قسم کی بدتہذیبی اور ناشائستگی کا مظاہرہ نہ ہوتا ہو، ٹخنوں سے نیچے نہ ہو، ان حدود کی رعایت کرتے ہوئے اگر کوئی لباس پہنا جائے تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں؛ لہٰذا آپ کا پینٹ شرٹ اسی حدود کے دائرہ میں ہے اور یہ لباس غیروں کے لئے خاص بھی نہیں ہے؛ اس لئے **من تشبہ بقوم فھو منھم** کے حکم میں داخل نہیں ہوگا؛ لیکن پھر بھی پینٹ شرٹ ہمارے دیار واطراف میں اتقیاء وصلحاء اور علماء کا لباس نہیں ہے چاہے ڈھیلا ڈھالا ہی کیوں نہ ہو؛ اس لئے ایسے لباس کا ترک اولی اور بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱۹/ ۲۶۷)

لم یقصره علی نوع دون نوع فإن الإسلام لم یقرر للإنسان نوعا خاصا، أو هیئة خاصة للباس......إنما وضع مجموعة من المبادي والقواعد الأساسیة یجب علی المسلم أن یتحفظ بها في أمر لباسه، فمن مقدمة هذه المبادي أن اللباس یجب أن یکون ساترا لعورة الإنسان......والمبدأ الثاني: إنما یقصدبه الستر والتجمل......والمبدأ الثالث: أن اللباس الذي یتشبه به الإنسان بأقوام کفرة لایجوز لبسه للمسلم. (تکمله فتح الملهم، کتاب اللباس والزینة ٤/٨٧/٨٨، اشرفیة دیوبند)

فأما هیئة اللباس، فتختلف باختلاف عادة کل بلد. (فتح الباري، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، اشرفیة دیوبند ١٠/٤٠٨، دارالریان بیروت ١٠/٣٤٥، تحت رقم الحدیث ٥٨٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۰۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۵/۱۴۳۱ھ

چست لباس پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم نے سنا ہے کہ چست کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ **کل صلوة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها** تو کیا اس صول کے پیش نظر ان عورتوں کے لئے اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عرفان قاسمی، حیدرآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرات فقہاء نے جس فعل مکروہ کی بنا پر نماز کے اعادے کی بات کہی تو اس سے مراد ایسی کراہت ہے، جو صلب صلوۃ اور داخل صلوۃ

میں پائی جائے، خارج صلوۃ کسی فعل مکروہ کے ارتکاب کے وجہ سے نماز کا اعادہ واجب نہیں؛ لہٰذا عورتوں کا چست لباس پہننا ایک خارج صلوۃ فعل مکروہ ہے، اس کی وجہ سے نماز میں کراہت آگئی؛ لیکن اعادہ لازم نہیں۔

كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها—بقي هنا شئ—أنه لو صلى ثلاث ركعات من الظهر، ثم أقيمت الجماعة يتم ويقتدي متطوعا، فإنه كالصريح في أنه ليس له إعادة الظهر بالجماعة مع أن صلاته منفردا مكروهة......بأن مرادهم بالواجب والسنة التي تعاد بتركه، ماكان من ما هية الصلوة وأجزائها، فلايشمل الجماعة لأنها وصف لها خارج عن ما هيتها.

(شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، زكريا۲/۱٤۸، كراچی ۱/٤٥۷)

الرابع سببه ترك واجب من واجبات الصلاة الأصلية سهوا وهو المراد بقوله بترك واجب لاكل واجب بدليل ماسنذكره من أنه لوترك ترتيب السّور لايلزمه شئ مع كونه واجبا وهو أجمع ماقيل فيه. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/۱٦٥، كراچی۲/۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۶۲/۴۰)

امام صاحب کا کڑھائی والا کرتا پہن کر نماز پڑھانا

سوال [۲۷۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسے کرتے سے نماز پڑھانا، جس میں چمکدار تار سے کڑھائی ہو یا میٹل کے تارے وغیرہ لگے ہوں جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: راشد علی، پیپل سانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس کپڑے کا سوال نامہ میں ذکر کیا گیا ہے، اگر وہ کپڑا زنانہ نہیں ہے؛ بلکہ مردانہ کپڑا ہے اور مردانہ کپڑے پر سنہری دھاری بنائی گئی ہے اور سنہری دھاری بننے کے بعد بھی وہ کپڑا مردانہ ہے زنانہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اس کپڑے کا پہننا ہر مرد کے لئے جائز ہے اور جس کپڑے کا مرد کے لئے پہننا جائز ہے، اس کپڑے میں نماز پڑھنا اور پڑھانا بھی جائز ہے اور حدیث شریف میں مردوں کے لئے ریشم کا کپڑا پہننا منع آیا ہے؛ لیکن اگر ریشم کی دھاری ہو اور دھاری کی چوڑائی تین چار انگل سے زیادہ نہ ہو تو مردوں کے لئے پہننا جائز ہے اور سوال نامہ میں جس دھاری کا ذکر ہے وہ بہت باریک دھاری ہے؛ اس لئے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لئے شودار اور فیشن والے کپڑے پہننا غیر مناسب اور ان کے تقوی کے خلاف ہے، جیسا کہ وارد ہے۔ ''حسنات الأبرار سیأت المقربین'' کہ بعض دفعہ اچھے لوگوں کے نیک کام بہت قریبی اور اونچے مقام لوگوں کے لئے مناسب نہیں ہوتے ہیں۔

ومقتضاهُ حل الثوب المنقوش بالحرير تطريزا ونسجا إذا لم تبلغ كل واحدة من نقوشه أربع أصابع، وإن زادت بالجمع مالم ير كله حريرا.

(شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كراچی٦/ ٣٥٢، زكريا ٩/ ٥٠٧)

يحرم لبس الحرير على الرجل لا المرأة إلا قدر أربع أصابع. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس ٦/ ٣٥١، زكريا ٢/ ٥٠٦)

عن أبي عثمانؓ، قال: كتب إلينا عمر، ونحن بآزربيجان، أن النبي صلى الله عليه وسلم، نهى عن لبس الحرير إلا هكذا وصف لنا النبي صلى الله عليه وسلم إصبعيه ورفع زهير الوسطى والسبابة.

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر ما يجوز

منه ۲/ ۸۶۷، رقم: ۵۶۰۰، ف: ۵۸۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۲۷ھ

چوری کے کپڑوں میں نماز پڑھنا

سوال [۲۷۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی نے چوری کے کپڑے پہن کر نماز ادا کی تو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: شمیم اختر بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوری کے کپڑے میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔

ولو صلى في ثوب حرير، أو ثوب مغصوب (إلى قوله) وعندنا يصح ويكره الخ (نفع المفتی والسائل ۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۸ھ

سینٹ لگا کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال [۲۷۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سنا ہے کہ سینٹ لگا کر نماز نہیں ہوتی؛ کیونکہ اس میں الکحل ملا ہوتا ہے اور الکحل بہت مہنگا ہوتا ہے، سستے سینٹ میں نہیں ہوتا تو اگر ہم پچاس روپئے سے کچھ

اوپر تک کا سینٹ لگا کرنماز پڑھیں تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد احمد شمسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل کے تمام عطریات وسینٹ میں اور دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے اور ہندوستان جیسے مما لک میں الکحل انگور کی شراب کے علاوہ دیگر اشیاء مثلاً سبزی، غلہ، گنا وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے، جس میں ابتلاء عام کی وجہ سے حضرات شیخین امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق نجاست غلیظہ اور قطعی حرمت کا حکم نہیں ہے؛ بلکہ ایسی چیزوں سے تیار کردہ الکحل کے حکم میں تخفیف ہے؛ اس لئے عطریات وسینٹ اور دواؤں میں الکحل کے استعمال کی گنجائش ہے اور ہندوستان کے تیار کردہ سینٹ کو لگا کر نماز بھی درست ہوجائے گی۔ (ایضاح النوادر ۱/۱۲۵، ایضاح المسائل ۱۴۷، فتاوی رحیمیہ قدیم ۶/۲۷۷، جدید زکریا ۱۰/۱۵۷)

وأما ما سواها فيتخذ النبيذ من كل شيئ من الحبوب، والثمار، والألبان، وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة، وحكمها ماذكروا أن القليل: أي القدر غير المسكر منها حلال إذا كان بقصد التقوى على العبادة وحرام بقصد التلهي، والكثير: أي القدر المسكر منها حرام، وهذا مذهب الشيخين للأحناف. (العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب الأشربه، باب ماجاء في شارب الخمر ٢/٧)

وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية، والعطور، والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب، أو التمر، فلاسبيل إلى حلتها، أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ولايحرم استعماله للتداوي، أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد

الإسكار، لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى، ولايحكم بنجاستها أخذا بقول أبي حنيفة. (تكمله فتح الملهم، كتاب الأشربه حكم الكحل المسكرة، اشرفية ديو بند۳/ ۶۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۴ھ

سینٹ لگا کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال [۲۷۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سینٹ لگانا اور لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: مظہر الحق قاسمی، تملنا ڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سینٹ میں اگر کوئی نجس چیز نہ ہو تو یہ بھی عام عطر کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اس کو لگانا اور لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۹۹/۱۵، جدید ڈابھیل ۱۹۲/۸، ایضاح المسائل ۱۴۷، ایضاح النوادر ۱۲۵/۱)

وأما ما سواها فيتخذ النبيذ من كل شيئ من الحبوب، والثمار، والألبان، وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة، وحكمها ماذكروا أن القليل: أي القدر غير المسكر منها حلال إذا كان بقصد التقوي على العبادة وحرام بقصد التلهى، والكثير: أي القدر المسكر منها حرام، وهذا مذهب الشيخين للأحناف. (العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب الأشربه، باب ما جاء في شارب الخمر ۲/ ۷)

وفي الجامع الصغير: وما سوى ذلک من الأشربة فلابأس به......وهو نص على مايتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال،

عـنـد أبـي حنيفة ولايحد شاربه عنده وإن سكر منه......وعن محمد أنه حرام ويـحـد شـاربـه إذ سـكـرمنه......وكان أبو يوسف يقول: ما كان من الأشربة يبقـي بعـد مـايبلـغ عشـرة أيام ولايفسد فإني أكرهه ثم رجع إلى قول أبي **حنيفة.** (هداية، كتاب الأشربة، اشرفي ديوبند ٤/٤٩٦)

وبهـذا يتبين حـكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فـإنها تستعمل في كثير من الأدوية، والعطور، والمركبات الأخرى، فإنها إن اتـخـذت مـن الـعـنـب، أو التـمـر، فلاسبيل إلى حلتها، أو طهارتها، وإن اتـخـذت مـن غيـرهـمـا، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولايحرم استعماله للتداوي، أو الأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكـار، لإنهـا إنـمـا تستعـمـل مـركبة مع المواد الأخرى، ولايحكم بنجاستها أخذا بقول أبي حنيفة. (تكمله فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة، اشرفيه ديوبند ٣/٦٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۳۵/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۱۴ھ

کیا داڑھی منڈانے کا گناہ نماز کے اندر بھی ہوتا ہے؟

سوال [۲۷۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہ بات صحیح ہے کہ داڑھی منڈوانے والے کو ہر وقت گناہ ہوتا ہے؛ جبکہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے؟ کیا نماز میں بھی اس کو گناہ ہوگا داڑھی صاف کرانے کی وجہ سے؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد یوسف رام نگر نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی منڈانے والے کی نماز صحیح ہوجاتی ہے، اس کے اوپر سے نماز کی ذمہ داری پوری ہوجاتی ہے، دوبارہ لوٹانا لازم نہیں ہے، مگر داڑھی منڈانے کی وجہ سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور کراہت کا گناہ نماز سے باہر اور نماز کے اندر ہر حال میں ہوتا رہتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/ ۲۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

سونے کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے کی انگوٹھی پہن کر مردوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم ۴/ ۱۱۰)

عن البراء بن عازب رضي الله عنهما، قال أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم......ونهانا عن تختم الذهب الحديث (صحيح البخاري كتاب الاستبراء، باب إفشاء السلام ۲/ ۹۲۱، رقم: ٥٩٩٤، ف: ٦٢٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۵۴۴)

تصویروں کی آمدنی سے گزارہ کرنے والے کی نماز کا حکم

سوال[۲۷۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تصویر سازی کی آمدنی سے گزارہ کرنے والے کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

المستفتی: عبدالقدیر شاکر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح کے آدمی سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی اس آمدنی سے اپنا گزارا کرتا ہے، تو نماز وروزہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، فریضہ ادا ہوجائے گا؛ البتہ قبولیت کا علم اللہ کو ہے۔

عن سعيد بن أبي الحسن قال: جاء رجل إلى ابن عباسؓ، فقال: إني رجل أصور هذه الصور، فأفتني فيها، فقال له: أدن مني، فدنا منه ...... حتى وضع يده على رأسه: قال: انبئک بما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفساً فتعذبه في جهنم، وقال: إن كنت لابد فلانا فاصنع الشجر وما لا نفس له. (صحيح مسلم، كتاب اللباس و الزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۲، بيت الأفكار رقم: ۲۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۱/ ۱۴۳۵ھ

سودی رقم کے ذریعہ لگائے ہوئے نل سے وضو کرکے نماز پڑھنا

سوال [۲۷۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ سرکاری زمین میں مسجد کے سامنے مقتدیوں نے سود کی رقم سے نل لگوایا عوام الناس کے لئے، اب مسجد کے سامنے ہونے کی وجہ سے لوگ اسی نل سے وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں، کیا نماز صحیح ہو جائے گی یا کچھ اثر پڑے گا؟

المستفتی: محمد احمد مدرسہ اسلامیہ بشیریہ سکر ہٹہ، بھوجپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سود کے پیسہ سے نل لگانا جائز نہیں ہے اور جس نے یہ عمل کیا ہے اس کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا اور جب اس نل میں سے لوگ پانی بھرتے رہیں گے، اس شخص کو بجائے ثواب کے گناہ ملتا رہے گا؛ اس لئے کہ اس نے مال حرام سے ثواب کا ارادہ کیا ہے اور یہ خطرناک قسم کا گناہ ہے۔

رجل دفع إلی الفقیر من المال الحرام شیئا یرجوبه الثواب یکفر، قال الشامي: مثله فیما یظهر لوبنی من المال الحرام بعینه مسجدا ونحوه.

(شامي، کتاب الزکوة، باب زکوة الغنم، مطلب في التصدق في المال الحرام، کراچی ۲/ ۲۹۲، زکریا ۳/ ۲۱۹)

اب اس سے نجات کی یہ شکل ہے کہ جتنا پیسہ اس میں خرچ کیا گیا ہے، اتنا پیسہ اسی کی نیت سے کسی بھی عنوان سے حکومت کو واپس کردے اور اگر پرائیویٹ کمپنی سے سود لیا ہے یا کسی فرد سے سود لیا ہے، تو اس شخص کو یہ پیسہ واپس کردے، اس کے بعد نل میں سے پانی بھرنا جائز ہو جائے گا۔ (مستفاد: بذل المجہود لکھنوی ۱/ ۱۴۸، ایضاح المسائل ۱۴۲)

اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازی اس نل کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھیں گے ان کی نماز ہر حال میں بلا کراہت درست ہو جائے گی، نمازیوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۸/ ۱۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۶ھ

چوری کے کپڑوں میں پڑھی گئی نمازوں کا حکم

سوال [۱۳۷۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک آدمی سے کپڑا خرید کر کرتا پائجامہ سلوایا اور اس میں نماز بھی پڑھ لی، اب پتہ چلا ہے کہ وہ چوری کا تھا، تو آپ بتائیں کہ ان کپڑوں میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اب ان کپڑوں کا کیا کریں؟

المستفتی: عبدالخالق، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگر چوری کا محض شبہ ہے، تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں؛ بلکہ بلاشک وشبہ اس کپڑے کا استعمال درست ہے، اگر بعد میں چوری کا یقین ہوگیا تو ایسی صورت میں پڑھی گئی نمازیں تو درست ہوگئیں؛ لیکن اب علم ہونے کے بعد پہلے اس کپڑے کو اصل مالک تک پہونچانے کی کوشش کی جائے اور مالک نہ ملنے کی صورت اپنے استعمال میں لانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/۳۵)

عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: من اشترى سرقة وهو يعلم أنها سرقة، فقد اشترك في عارها وإثمها. (شعب الإيمان، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية ٤/ ٣٨٩، رقم: ٥٥٠٠)

وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدي ذمتين سألت عنه الشهاب بن شلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذالك. (شامي، كتاب البيوع، الباب البيع الفاسد، مطلب الحرمة تعدد، كراچی ٥/٩٨، زكريا ٧/ ٣٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۸۴)

نماز میں کھانسنے کا حکم

سوال [۲۷۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض نمازیوں کا مزاج بن گیا ہے نماز میں کھانسنے کا، یعنی ان کو عذر کوئی نہیں ہے، بس بار بار کھانسنے کی عادت بنالی، کیا اس طرح نماز میں کھانسنے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟

المستفتی: محمد اصغر سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانسی کی دو قسمیں ہیں: (۱) غیر اختیاری کھانسی (۲) اختیاری کھانسی، عام طور پر لوگوں کو غیر اختیاری طور پر ہی کھانسی آتی ہے اور اختیاری کھانسی یہ ہے کہ بتکلف کھانسا جائے؛ جبکہ نماز کے اندر خشوع وخضوع مقصود ہوتا ہے۔

نیز یہ بات بھی سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ایک مسلمان کے بارے میں حسن ظن ہی بہتر ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص نماز میں کھانس رہا ہے تو اس کے متعلق یہ گمان کرنا چاہئے کہ یہ شخص غیر اختیاری ہی کھانس رہا ہوگا اور غیر اختیاری طور پر کھانسنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا۔

سوال نامہ میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ نماز میں کھانسنے کی عادت بنالی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے باہر نہیں کھانستا ہے، صاحب کھانسی سے اس سلسلہ میں تحقیق کر لی جائے کہ وہ کیسا کھانستا ہے، ہاں البتہ جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنا ہر نمازی کی ذمہ داری ہے، فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ بالقصد وبتکلف کھانسنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور فاسد بھی ہو سکتی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن حسن الظن من حسن العبادة. (مسند أحمد ۲/۲۹۷، ۷۹۴۳، سنن أبي داؤد، الأدب، باب في حسن الظن، النسخة الهندية، دارالسلام رقم:۴۹۹۳، صحیح ابن حبان دارالفکر ۲/۱۰۱، رقم: ۶۳۰)

ویکره السعال والتنحنح قصدا، وإن کان مدفوعا إلیه لایکره. (هندية، کتاب الصلاة، الفصل الثاني فیما یکره في الصلاة، ومالایکره ۱/۱۰۷، جدید زکریا ۱/۱۶۵)

ومن الأدب دفع السعال ما استطاع تحرزا عن المفسد، فإنه إذا کان بغیر عذر یفسد. (حاشیة الطحطاوي علی المراقي، کتاب الصلاة، فصل عن آدابها، دارللکتاب دیو بند جدید۲۷۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۳/۱۴۳۱ھ

دوران نماز بلغم آجائے تو کیا کریں؟

سوال [۳۴۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے درمیان منھ میں بلغم آگیا اس بلغم کو کہاں پھینکا جائے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بلغم کے آنے سے وضو جاتا رہتا ہے؛ کیونکہ بلغم خون سے بنا ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: ضیاء الدین امام مسجد گلاب باڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے درمیان منھ میں بلغم آجائے تو اس کو اپنے کپڑے سے صاف کرلے۔

ولا یبزق علی حیطان المسجد ولابین یدیه علی الحصٰی ولافوق البواري ولاتحتها، وکذا المخاط؛ ولکن یأخذ بثوبه. (عالمگیري، کتاب الصلاة، الفصل الثاني فیا یکره في الصلاة، وما لایکره، زکریا ۱/۱۱۰، زکریا جدید ۱/۱۶۹)

اور بلغم میں اگر معمولی سا جما ہوا خون آ جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

أنه أما أن يكون من الرأس، أو من الجوف علقا، أو سائلا، فالنازل من الرأس إن علقا لم ينقض اتفاقا. (شامي، كتاب الطهارة، كراچی ۱/۱۳۷، زكريا ۱/۲٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۵۰)

اندھیرے میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال [۲۷۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں اندھیرا ہے، اندھیرے میں بھی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عشاء کی نماز میں فرض باہر صحن میں پڑھ کر چند نمازی اندر مسجد میں چلے گئے بجلی سے پنکھے چل رہے تھے، ایک آدمی نے بلب بند کردئے کہ پنکھے اور بھی زیادہ رفتار سے چلیں گے، اب اس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اندھیرے میں نماز نہیں ہوگی، دوسرے نے کہا کہ اندھیرے میں صرف فرض نماز نہیں ہوگی اور نفل سنت وغیرہ ہوجائیں گی، شرعی کیا حکم ہے؟

المستفتی: ظریف احمد، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبلہ رخ صحیح ہو تو فرض، نفل سب نمازیں بلا کراہت اندھیرے میں جائز اور درست ہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۰/۲۵۷، جدید ڈابھیل ۶/۶۸۴)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها قالت كنت أنام بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ورجلاي في قبلة، فإذا سجد غمزني، فقبضت رجلي، فإذا قام بسطتها، قالت:

والبیوت یومئذٍ لیس فیها مصابیح. (صحیح البخاري، کتاب الصلاة، باب التطوع خلف المرأة، ١/ ٢٣، رقم: ٥٠٧، ف:٥١٣)

رجل صلی فی المسجد في لیلة مظلمة بالتحری فتبین، أنه صلی إلی غیر القبلة، جازت صلوته، لأنه لیس علیه أن یقرع أبواب الناس للسؤال عن القبلة. (هندیة، الباب الثالث في استقبال القبلة، زکریاقدیم ١/ ٦٤، زکریا جدید ١/ ١٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

جنازہ سامنے ہوتے ہوئے فرض نماز پڑھنا

سوال [۲۷۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جنازہ سامنے رکھ کر فرض نماز پڑھنا اور جنازہ کے سامنے سجدہ کرنا کیسا ہے؟ ان امور کا شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: صفدر حسین، محلّہ باغ بہادر گنج مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنازہ رکھنے کے لئے اگر کوئی جگہ موجود ہے، تو نمازیوں کے سامنے جنازہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر کوئی جگہ ہی نہیں ہے اور رکھنے کی سخت ضرورت ہے، تو امام کے سامنے جنازہ نہ رکھے؛ بلکہ اس سے ہٹا کر رکھے اور بہتر یہ ہے کہ جہاں جنازہ رکھا گیا ہو وہاں پر پردہ ڈالدے یا نمازیوں سے پیچھے رکھ دے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۱/ ۳۱۱، احسن الفتاوی ۴/ ۲۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۶۳۹-۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۵/ ۱۴۳۲ھ

چشمہ لگا کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چشمہ لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مکروہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یحیٰی، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن لوگوں کو چشمہ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے لئے چشمہ لگا کر نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت نہیں بلا کراہت ان کی نماز ہوجاتی ہے اور جن لوگوں کو چشمہ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے محض شوقیہ چشمہ لگاتے ہیں، ان لوگوں کے لئے نماز کی حالت میں بے ضرورت چشمہ لگانا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ یہ نماز کی حالت میں فعل عبث ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی مع حاشیہ ۱/۴۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۷/۱۴۲۲ھ

جلتے چراغ کے سامنے نماز پڑھنا

سوال[۲۷۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں بجلی چلی جائے اور اندھیرا ہوجائے، تو ایسی صورت میں مصلیان کے آگے چراغ جلا کر نماز ادا کرنا چراغ جلنے کی صورت یہ ہے کہ نمازیوں کے سامنے ہے اور ڈیڑھ یا دو فٹ اونچائی پر ہے، تو صورت مذکورہ میں؛ جبکہ روشن آگ مصلیان کے روبرو ہے نماز کی ادائیگی درست ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: غیور عالم محلّہ بغیہ مراد آباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بجلی چلی جانے کی صورت میں چراغ جلا کر نماز ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ لہٰذا چراغ سامنے ہونے کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں لازم آئے گی؛ البتہ بغل میں جلانا زیادہ بہتر ہے۔

قوله شمع، أوسراج لأنهما لايعبدان والكراهة باعتبارها إنما يعبدها المجوس إذا كانت في الكانون وفيها الجمر، أو في التنور فلايكره التوجة إليها على غير هذا الوجه وذكر في غاية البيان اختلاف المشايخ في التوجه إلى الشمع، أو السراج والمختار أنه لايكره وينبغي أن يكون عدم الكراهة متفقا عليه فيما إذا كان الشمع على جانبيه .

(بحر الرائق، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، کوئٹه ۲ /۳۲، زكريا قديم ۲ /۵۶)

ولوتوجه إلى قنديل، أو إلى سراج لم يكره، كذا في محيط السرخسي، وهو الأصح، كذا في خزانة الفتاوى. (الفتاوى العالمگيري، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، ومالايكره، زكريا ۱ /۱۰۸)

وفي الحجة: إذا صلى وبين يديه سراج يضئ، فلابأس به، والأولىٰ أن لايواجهه. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان مايكره للمصلي ومالايكره جديد زكريا ۲ /۲۱۰، رقم: ۲۱۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۵۹۶۷)

امام صاحب کا سجدہ سے مقتدیوں کے بعد کھڑا ہونا

سوال [۲۷۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام صاحب کو پیروں کی تکلیف کی وجہ سے سجدہ سے کھڑے ہونے میں اتنی دیر لگتی ہے کہ تمام مقتدی کھڑے ہوجاتے ہیں، امام صاحب بعد میں کھڑے ہوتے ہیں، مقتدیوں میں سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو امامت کے اہل ہیں، ایسی حالت میں ان امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اوران امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد فضل اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی حالت میں امام ومقتدی دونوں کی نمازیں بلاکراہت درست ہیں؛ البتہ امام صاحب کو اختیار ہے کہ کسی اچھے آدمی کو نماز کے لئے آگے کردیں۔

عن عبید الله بن عبداللّٰہؓ، قال: دخلت علی عائشة فقلت لها ألا تحدثيني عن مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالت: بلى –إلى– فأومأ إليه النبي صلى الله عليه وسلم أن لايتأخر وقال لهما أجلساني إلى جنبه فأجلساه إلى جنب إبي بكر وكان أبوبكر يصلي وهو قائم بصلوة النبي صلى الله عليه وسلم والناس يصلّون بصلوة أبي بكر، والنبي صلى الله عليه وسلم قاعد، الحديث (صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر و مرض و سفر، النسخة الهندية ۱/۱۷۷–۱۷۸، بيت الأفكار رقم:۴۱۸)

ويصلى القائم خلف القاعد الخ (هداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة، اشرفي ۱/۱۲۷)

وإذا كان الإمام يصلى قاعدا بركوع وسجود، وخلفه قوم يصلون قياما بركوع وسجود، القياس أن لاتجوز صلاة القوم، وبه أخذ محمد رحمه الله وفي الظهيرية: الفرض، والنفل سواء، وفي الاستحسان، تجوز صلوة القوم، وهو قولهما. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة،

الفصل السادس في بيان من يصلح اما ما لغيره ومن لايصلح، جديد زكريا۲/ ٢٥٤، رقم: ٢٣٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۰۲۴)

دوران نماز پائجامہ کا ٹخنے سے نیچے رہنا

سوال [۲۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی سے سہواً یا عمداً نماز میں تہبند یا پائجامہ ٹخنے سے نیچے رہے تو کیا نماز نہیں ہوگی؟

المستفتی: ماسٹر سکندر علی رحمت گنج پٹنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمداً پاجامہ یا لنگی ٹخنے سے نیچے ہونا نماز کے باہر بھی گناہ کبیرہ ہے اور نماز کے اندر بھی گناہ کبیرہ ہے اور نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے، مگر اعادہ کی ضرورت نہیں، سہوا اور بھول سے نیچے ہونے کی صورت میں کوئی گناہ اور کراہت نہیں ہے؛ لیکن یاد آتے ہی فوراً اوپر کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم، زکریا ۴؍۱۲۷، رحیمیہ قدیم ۷؍۲۸۱، جدید زکریا ۵؍۱۴۴، محمودیہ قدیم ۷؍۱۴۱، جدید ڈابھیل ۶؍۶۵۴)

عن أبی هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ماأسفل من الكعبين ففي النار۲/ ٨٦١، رقم: ٥٥٥٩، ف: ٥٧٨٧)

أن النهي يختص بما كان للخيلاء فلا ذم إلا ممن قصد الخيلاء.
(ارشاد الساري حديث: ٥٧٨٥، ١٢/ ٥٩١)

وفإن كان أجنبيا من الصلوة وليس فيه تتميم لها ولادفع ضرر فهو

مكروه أيضا كالعبث بالثوب، أو البدن وكل ما يشغل القلب، وكذا ما هو من عادة أهل التكبر. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات جديد دارالكتاب ديوبند ٣٤٤، قديم ١٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۵۰/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۲۴ھ

نماز میں ٹخنہ سے اوپر تک پتلون کو موڑ لینا

سوال [۲۷۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پتلون پہن کر اور شرائط نماز پوری کر کے پتلون کو ٹخنہ تک موڑ کر اگر کوئی نماز پڑھتا ہے، تو کیا اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی ہے، اگر نماز ہو جاتی ہے تو کوئی کمی تو نہیں آتی ؟

المستفتی: سراج خاں، محلّہ مانپور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹخنہ سے نیچے پتلون پہننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے چاہے خارج صلوۃ ہو یا داخل صلوۃ ہر حال میں حرام ہے؛ لیکن جب اس کو ٹخنہ سے اوپر تک موڑ دیا جائے گا تو لٹکانے کے حکم میں باقی نہیں رہے گا اور جتنی دیر کے لئے لٹکایا جائے گا اتنی دیر گناہ کبیرہ میں مبتلا رہے گا؛ لہٰذا جب نماز میں داخل ہونے سے قبل موڑ کر ٹخنہ سے اوپر کر لیتا ہے اور اسی حالت میں نماز مکمل کر لیتا ہے، تو نماز مکروہ نہ ہوگی؛ اس لئے کہ موڑ دینے سے لٹکانے کا حکم باقی نہیں رہتا ہے۔

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لايكلمهم الله يوم القيامة، المنان الذي لايعطي شيئا إلا منه، والمنفق سلعته بالحلف والفاجر، والمسبل إزاره. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم

اسبال الإزار، النسخة الهندية ۱/ ۷۱، بيت الأفكار رقم:۱۰٦)

ثلاثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولاينظر إليهم ولايزكيهم ولهم عذاب أليم، المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. الحديث وتحته في النووي المسبل إزاره فمعناه المرخي له الخ(نووي ۱/۷۱)

وينبغي أن يكون الإزار فوق الكعبين الخ. (هندية، كتاب الكراهة، الباب التاسع في اللبس، زكريا ٥/۳۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۵۲)

ٹخنہ سے نیچے لٹکنے والی پینٹ کو موڑ کر نماز ادا کرنا

سوال [۲۷۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ ٹخنوں سے نیچے تک پینٹ پہنتے ہیں اور نماز کے وقت پینٹ کو موڑ کر ٹخنہ کھول لیتے ہے، تو اس طرح پینٹ کو موڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: شجاع الحسین، محلّہ سارے گلزاری مل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ٹخنہ سے نیچے لٹکنے والے پاجامہ اور پینٹ کے پائنچہ کو موڑ کر اوپر کرنے کے بعد نماز پڑھی جائے تو نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی، چاہے اندر کی طرف سے موڑ لیا جائے یا باہر کی طرف سے بہر صورت کراہت ختم ہوجائے گی؛ لیکن نماز کے بعد دوبارہ لٹکا دیا جاتا ہے؛ اس لئے ایسا لباس پہننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولاينظر إليهم ولايزكيهم ولهم عذاب أليم،...... قال: المسبل،

والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. وفي رواية والمسبل إزاره الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الإزار، النسخة الهندية ۱/ ۷۱، بيت الأفكار رقم:۱۰۷)

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار۲/ ۸۶۱، رقم:۵۵۵۹، ف:۵۷۸۷)

وينبغي أن يكون الإزار فوق الكعبين. (هندية، كتاب الكراهة، الباب التاسع في اللبس، زكريا ۵/۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲؍۴۳۵۹)

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا پتلون ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا

سوال [۲۷۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے لئے پاجامہ اور پتلون وغیرہ کا ٹخنے کھولنے کے لئے موڑنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالمعید قاسمی ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹخنوں سے نیچے پاجامہ وغیرہ پہننا نماز اور خارج نماز دونوں میں ناجائز حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس حالت میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے؛ لہٰذا پاجامہ پتلون وغیرہ کا ٹخنہ کھولنے کے لئے موڑنا لازم اور ضروری ہے اور موڑنے سے بدہئیت معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے پہلے ہی سے اتنا لمبا نہ بنائے کہ موڑنے کی ضرورت پیش آجائے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۷؍۲۸۶، جدید زکریا ۵؍۱۴۴)

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال: ثلاثة لايكلمهم الله ولاينظر إليهم يوم القيامة، ولايزكيهم ولهم عذاب أليم، قلت من هم يا رسول الله فقد خابوا وخسروا فأعادها ثلثا، قلت من هم يا رسول الله فقد خابوا وخسروا قال: المسبل، والمنان، والمنفق. (ابوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في الاسبال الإزار، النسخة الهندية ۲/ ٥٦٥، دارالسلام رقم: ٤٠٨٧)

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولاينظر إليهم ولايزكيهم ولهم عذاب أليم،...... قال: المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. وفي رواية والمسبل إزاره الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الإزار، النسخة الهندية ۱/ ۷۱، بيت الأفكار رقم: ۱۰۷)

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار ۲/ ۸٦۱، رقم: ٥٥٥۹، ف: ٥٧٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۲۱ھ

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا پتلون ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا

سوال [۳۷۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں ٹخنوں تک پائجامہ ہے، یعنی ٹخنے چھپے ہوئے ہوتے ہیں، تو اس سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: اشرف علی اسلامیہ جونیر ہائی اسکول، شاہ آباد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹخنوں سے نیچے پاجامہ لنگی وغیرہ پہننا نماز

اورخارج نماز دونوں میں ناجائزوحرام اورگناہ کبیرہ ہےاوراس حالت میں نمازمکروہ تحریمی ہوگی۔
(مستفاد: امدادالاحکام ۱۷۹/۲، احسن الفتاوی ۴۰۴/۳)

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

إن الله لايقبل صلوة رجل مسبل. (ابوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في اسبال الإزار، النسخة الهندية ٢/ ٥٦٥، بيت الأفكار رقم:٤٠٨٦)

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال: ثلاثة لايكلمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيامة، ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم، قلت من هم يا رسول الله فقد خابوا وخسروا فأعادها ثلثا، قلت من هم يا رسول الله فقد خابوا وخسروا، قال : المسبل، والمنان، والمنفق سلعة بالحلف الكاذب، أو الفاجر. (ابوداؤد شريف، كتاب اللباس،باب ماجاء في الاسبال الإزار، النسخة الهندية ٢/ ٥٦٥، دارالسلام رقم:٤٠٨٧، مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الإزار، النسخة الهندية ١/ ٧١، بيت الأفكار رقم:١٠٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۴۸/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۲۱ھ

ٹخنے سے نیچے والے پائجامہ کو اوپر چڑھا کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پینٹ کی مہری ٹخنوں سے نیچے ہونے کی بناء پر اس کو ٹخنے سے اوپر رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: غفران الرحمٰن، محلّہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹخنہ سے نیچے تک مہری والی پینٹ پہننا حرام ہے، اس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، اس کو کاٹ دینا واجب ہے؛ اگر چھوٹی کرنے سے قبل اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو اوپر کو الٹ لینا لازم ہے، ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

إن الله تعالى لايقبل صلوة رجل مسبل. (ابوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب ماجاء في اسبال الإزار، النسخة الهندية٢/ ٥٦٥، بيت الأفكار رقم:٤٠٨٦)

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار٢/ ٨٦١، رقم:٥٥٥٩، ف:٥٧٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۴۲/۲۵)

بٹن کھول کر آستین موڑ کر، چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بٹن کھول کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیوں؟ اگر درست نہیں ہے تو کس وجہ سے؟

(۲) آستین موڑ کر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے مع حوالہ تفصیلات کے جواب دیں، اگر نہیں ہوتی ہے تو کس بنیاد پر؟

(۳) چین والی گھڑی ہاتھ میں باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ کیا یہ حالت نماز میں جائز ہے؟

المستفتی: انعام اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر کبھی اتفاقی یا شدت گرمی کی وجہ سے بٹن اورگریبان کھول کر نماز پڑھی جائے تو بلا کراہت نماز درست ہے؛ اس لئے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے؛ البتہ مستقل نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۴۰۹/۵، جدید ڈابھیل ۶/۶۵)

معاویة بن قرةؓ...... وإن قميصه لمطلق الأزرار. الحديث (ابو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في حل الأزرار، النسخة الهندية ٢/٥٦٤، دارالسلام رقم: ٤٠٨٢، بذل المجهود، مطبع سهارنپور ٥/٢)

(۲) آستین موڑ کر نماز صحیح ہوجاتی ہے؛ البتہ اس طرح نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۰۶/۳، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۲۵، جدید ڈابھیل ۶/۶۵)

الاستفسار صلى رافعًا كمى قميصه إلى المرفقين هل تجوز الصلوة الاستبشار، نعم؛ لكن يكره كذا في قاضيخان الخ (نفع المفتي والسائل ٨٥)

وكره كفه: أي رفعه ولو لتراب كمشمر كم، أو ذيل الخ (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة، مطلب في كراهة التحريمة والتنزيهة، زكريا ٢/٤٠٦، كراچی ١/٦٤٠)

(۳) چین والی گھڑی باندھ کر نماز درست ہوجاتی ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۲۵۸)

بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزر ثوبه والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به الخ (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللباس، زكريا٩/٥١٠، كراچي٦/٣٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)	۲۵؍۱؍۱۴۱۸ھ

آستین اور گریبان کا بٹن کھلا رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ نماز کے اندر جو حضرات آستین اور گریبان کا بٹن کھلا رکھتے ہیں یا پائجامہ کی مہری موڑ لیتے ہیں اور پینٹ کے اندر شرٹ کو ڈال لیتے ہیں اور بیلٹ لگا لیتے ہیں، اور سیدھے پاؤں کا انگوٹھا ایک جگہ پر نہیں رکھتے اس کا کیا حکم ہے؟ اور کتنی مقدار میں دونوں پاؤں کے درمیان گنجائش رکھنی چاہئے کچھ لوگ ایک بالشت سے زائد پاؤں کھول دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد حبیب اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں کہنی تک آستین چڑھانا مکروہ ہے۔ (فتاوی محمودیہ قدیم ۱۰/۲۶۳، جدید ڈابھیل ۶/۶۵۱، کفایت المفتی قدیم ۳/۳۸۲، جدید زکریا مطول ۴/۴۵۰)

ولو صلی رافعًا کمیه إلی المرفقین کره. (هندیة، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، الفصل الثاني فیما یکره وفیما لا یکره، زکریا ۱/۱۰٦، جدید زکریا دیوبند ۱/۱٦٥ شامي، زکریا۲/٤٠٦، کراچی ۱/٦٤٠، باب مایفسد الصلاة، مطلب في کراهة التحریمة و التنزیهیة)

نماز میں گریبان کھلا رکھنا مکروہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۰/۲۷۸، جدید ڈابھیل ۶/۶۵۵، کفایت المفتی قدیم ۳/۳۸۲، جدید زکریا ۳/۴۲۸)

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ ازار لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ لہٰذا پائنچے موڑ لینا ضروری ہے، خارج نماز بھی یہی حکم ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۷/۲۸۲، جدید زکریا ۵/۱۴۴، فتاوی دار العلوم ۴/۱۲۷)

عن أبي هریرةؓ أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، نهی عن السدل في الصلاة، وأن یغطي الرجل فاه. (ابوداؤد شریف، کتاب الصلاة، باب السدل في الصلاة، النسخة الهندیة ٩٤، دارالسلام رقم:٦٤٣)

پینٹ میں بیلٹ ڈال لینے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی؛ لیکن نماز کے وقت شرٹ،

پینٹ سے باہر نکال لے تو بہتر ہے، نماز میں دائیں پیر کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۴/ ۴۹)

مشئ مستقبل القبلة هل تفسد إن قدر صف، ثم وقف قدر ركن، ثم مشى ووقف كذلك، هكذا لاتفسد و إن كثر مالم يختلف المكان. (در مختار على الشامي، باب مايفسد الصلاة، مطلب في المشئ في الصلاة، كراچی ۱/۶۲۷، زكريا ۲/۳۸۸)

نماز میں بحالت قیام دونوں پیروں کے درمیان ۴/ انگل فاصلہ رکھنا مستحب ہے؛ لیکن کسی نے ایک بالشت یا اس سے زائد فاصلہ رکھا تب بھی نماز صحیح ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۶/ ۳۱۰، جدید ڈابھیل ۵/ ۵۷۶)

وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد، لأنه أقرب إلى الخشوع. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القيام، كراچی ۱/ ٤٤٤، زكريا ۲/ ۱۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/ ۷/ ۱۴۱۹ھ

آستین چڑھا کر گریبان کھول کر اور پائجامہ موڑ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص آستین چڑھا کر اور گریبان کھول کر اور نیچے سے پاجامہ موڑ کر نماز پڑھتا ہے، کیا اس کی نماز ہوجائے گی یا کچھ کمی ہوگی؟

المستفتی: عبد الودود، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آستین چڑھا کر نماز پڑھنے سے گوکہ نماز ہوجاتی ہے؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ولـو صـلـى رافعا كميه إلى المرفقين كره. (هـنـدية، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومالايفسد، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره، زكريا ۱/۶ ۱۰، جـديـد زكـريـا ديـوبـنـد ۱/ ۳۶۵، شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب في كراهة التحريمة والتنزيهة، كراچی ۱/ ۶٤۰،زکریا ۲/ ۶ ۴۰)

(۲) گریبان کھول کرنماز پڑھنا چونکہ سنت سے ثابت ہے،حتی کہ حضرات صحابہؓ میں سے حضرت معاویہ اوران کے بیٹے نے آپ ﷺ کے اس عمل کوازراہ محبت لازم پکڑلیا؛ اس لئے کہ اگرکوئی گریبان کھول کرنماز پڑھ لیتا ہے،تو اس کی نماز درست ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے،تاہم پھربھی بٹن لگا کرنماز پڑھنا اولیٰ وافضل ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۴۰۹/۵، ۱۰/ ۲۷۸، ۱۶/ ۳۲۲، ۲/ ۲۳۴،جدیدڈابھیل ۶/ ۴ ۶۵، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷)

أخبـرنـا معاوية بن قرة نـا أبـي قـال أتيـت رسول الله صلى الله عليه وسـلـم في رهط من مزينة فبايعناه وإن قميصه لمطلق الأزرار قال فبايعته، ثـم أدخـلت يدي في جيب قميصه فمسست الخاتم قال: عروة فما رأيت مـعـاوية ولا ابـنــه قـط إلا مـطـلـقي أزرارهـمـا في شتـا ولاحر ولايزرران أزرارهما أبدا. (ابوداؤد شريف، كتاب اللباس، باب في حل الازرار، النسخة الهندية، ۲/ ٤ ۵۶، دارالسلام رقم: ۴۰۸۲)

وهـذا إن كـان اختيـارا لما هو خلاف الأولى خصوصًا في الصلاة؛ لـكـنـهما احب أن يكون على ما رأيا النبي صلى الله عليه وسلم، وإن كان اطـلاقـه أزراره إذا ذلک لعارض ولم يكن من عامة أحواله صلى الله عليه ولـم وذلک لـمـا فيـه مـن قـلة المبالاة بأمر الصلاة، إلا أن الكراهة لعلها لاتبـقـي في حق معاوية وابنه، لكون الباعث لهما حب النبي صلى الله عليه وسـلـم، وإتباعه فيما رأياه من الكيفية. (بـذل الـمجهود، كتاب اللباس، باب في حل الأزرار، ۵/ ۲ ۵، مطبع سهارنپور)

(۳) ٹخنہ سے نیچا پائے جامہ پہننا مردوں کے لئے ہر حالت میں ممنوع ہے؛ حدیث شریف میں اس پر سخت ترین وعید آئی ہے، اس سے ہر حال میں اجتناب لازم ہے، اگر پائے جامہ کی مہری بڑی ہونے کی وجہ سے نماز کے وقت اوپر چڑھا لیتا ہے تو اس نماز بھی درست ہو جائے گی۔

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار ۲/ ۸۶۱، رقم: ۵۵۵۹، ف: ۵۷۸۷، مشكوة شريف ۳۷۳)

وكره سدل ثوبه: أي إرساله بلا لبس معتاد. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، كراچی ۱/ ۶۳۸، زكريا ۲/ ۴۰۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۳۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۷/۴ھ

کیا آستین کے کف پلٹنے سے نماز نہیں ہوتی؟

سوال [۲۷۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب کا کہنا ہے کہ آستین کے کف پلٹنے سے نماز نہیں ہوتی اور چین کی گھڑی باندھنے سے نماز نہیں ہوتی یہ بات درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالقادر قریشی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آستین اتنی اوپر تک چڑھائی ہیں کہ کہنیاں نظر آنے لگی ہیں، تو ایسی حالت میں نماز شروع کرنا مکروہ ہے اور کہنیوں کے نظر نہ آنے کی

صورت میں نماز بلا کراہت جائز ہے، امام صاحب کا یہ کہنا کہ صرف کف پلٹنے سے نماز نہیں ہوتی ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے اور نہ کسی فقہی کتب میں موجود ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۴۰۶/۳، فتاوی رحیمیہ قدیم ۳۷۲/۴، جدید زکریا ۱۰۸/۵)

ولو صلى رافعا كميه إلى المرفقين كره الخ (عالمگيري، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، وما لايكره، زكريا ١/١٠٦، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٥، مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات قديم ١٩٢، جديد دارالكتاب ديوبند٣٤٩)

وقيد الكراهة في الخلاصة والمنية، بأن يكون رافعًا كميه إلى المرفقين، وظاهره أنه لايكره إلى مادونها. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره، زكريا ٢/٤٠٦، كراچی ١/٦٤٠)

چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۴۱۴/۲، جدید زکریا ۱۵۵/۱۰)

بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزرثوبه، والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/٥١٠، كراچی ٦/٣٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵۴۱/۳۱)

نیکر پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرد یا عورت کو تہبند یا شلوار کے نیچے نیکر پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: حافظ مقصود احمد انصاری، سکڑا، ڈھکوتی، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نیکر پاک ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، کوئی علت عدم جواز کی نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۲/۱۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۶۹۳)

چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چین والی گھڑی کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد حنیف شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسٹیل وغیرہ کی چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا بلاکراہت درست ہے؛ البتہ اسٹیل کے بجائے چمڑے کی چین استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۶/ ۲۷۹، فتاوی احیاء العلوم ۱/ ۲۵۸)

ومنه يعلم حكم ما كثر السؤال منه من بند السبحة فليحفظ - إلى - بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزر ثوبه، والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به تأمل. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كراچی ٦/ ٣٥٤، زكريا ٩/ ٥١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۵۸)

مرد عورت کا چین کی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۲۷۶۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چین کی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا مرد اور عورت کے لئے ایک ہی حکم ہے پچھلی نمازیں جو چین کی گھڑی پہن کر پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں یانہیں؟

المستفتی: لئیق احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد اور عورت ہر ایک کے لئے چین والی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں اور نہ چین والی گھڑی باندھ کر پڑھی گئی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۷/۳۰۰)

بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به (إلى قوله) والظاهر كبند السبحة الذي تربط به. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا۹/ ۵۱۰، كراچی ۶/ ۳۵٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۶/ ۱۴۱۷ھ

گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۲۷۶۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: محمد عبد اللہ، مہیلا تھانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چین جبکہ سونے، چاندی کی نہ ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا اور پڑھانا دونوں جائز ہیں۔ (مستفاد: احیاء العلوم ۱/ ۲۵۸)

قلت ومنه يعلم حكم ما كثر السؤال عنه من بند السبحة، فليحفظ فقوله هو اللبس: أي ولو حكما كما في القنية استعمال اللحاف من الإبريسم لايجوز لأنه نوع لبس بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزر ثوبه، والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به تأمل مثله بند المفاتيح وبنود الميزان الخ (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، کراچی ٦/٣٥٤، زکریا ٩/٥١٠، کوئٹہ ٥/٢٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۵/۲۴)

تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا

سوال [۲۷۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی جاندار کی تصویر اگر کپڑے میں بنی ہوئی ہو تو اس کپڑے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: شمیم اختر بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تصویر دار کپڑے میں نماز مکروہ ہوتی ہے۔
(مستفاد: بہشتی زیور ۲/۲۵)

عن أنس رضی قال: كان قرام لعائشة ستر ت به جانب بيتها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أميطي عنا قرامک هذا؛ فإنه لاتزال تصاوير تعرض في صلاتي. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إن صلى في ثوبه مصلب، أو تصاوير هل تفسد صلاته ١/٥٤، رقم: ٣٧٢، ف: ٣٧٤)

وكذلک يكره الصلاة في ثوب فيه تصاوير. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فيما يكره في الصلاة ومالا يكره المجلس العلمي جديد ٢/١٣٩، رقم: ١٤٢١،

الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، ومالا يكره، قديم زكريا ۱/۱۰۷، جديد زكريا ۲/۳۰۳، رقم:۲۱۷۹، هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لايكره زكريا ۱/۱۰۷، جديد ۱/۱٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۸ھ

عورت کا جاندار کی تصویر والا ہار پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷٦۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی عورت نے گلٹ کے سکوں کے ہار بنا لئے؛ حالانکہ اس گلٹ کے اندر شیر یا کسی جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہوتی ہے، تو اس ہار کو گلے میں پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: شمیم اختر بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس ہار کے ساتھ نماز مکروہ ہوگی۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲/ ۲۵)

وكذلك يكره الصلاة في ثوب فيه تصاوير. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فيما يكره في الصلاة وما لا يكره، المجلس العلمي جديد ۲/ ۱۳۹، رقم: ۱٤۲۱)

وصورة حيوان في ثوبه. (شرح النقايه، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، اعزازيه ديوبند ۱/ ۹٥، شرح وقايه، كتاب الصلاة، باب ما تفسد الصلاة، وما يكره فيها، اشرفي ۱/ ۱٦۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۸ھ

زنجیر والے بٹن لگا کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زنجیر والے بٹن کو لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تشریح فرمائیں بہت کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد حنیف جلال نگر شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زنجیر والے بٹن کے سلسلہ میں کوئی صریح جزئیہ نظر سے نہیں گذرا؛ البتہ اصول ووظائر سے اس کی حرمت کی نفی ثابت ہوتی ہے؛ اس لئے اس کے ساتھ نماز بلا کراہت جائز ودرست ہوگی؛ کیونکہ مرد کے لئے سونا چاندی اور دوسری دھاتوں کا پہننا ممنوع ہے اور بٹن، گھنڈی، زنجیر اور ہمیانی حلقے وغیرہ کو پہننے میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔

ولابأس بأزرار الديباج والذهب الخ (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ۹/ ۵۱۱، كراچی ٦/ ۳۵۵)

استعمال اللحاف من الإبريسم لايجوز، لأنه نوع لبس الخ (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ۹/ ۵۱۰، كراچی٦/ ۳۵٤) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۵۸/۲۴)

دوران نماز سلوگن پڑھنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے

سوال [۲۷٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ آج کل ریڈی میڈ قمیصوں پر کچھ نہ کچھ سلوگن انگریزی میں چھپا ہوتا ہے، اگراس سے پچھلی صف والا مقتدی اس عبارت کو پڑھ کر سمجھ لیتا ہے، تو کیا یہ عمل فعل کثیر میں نہ آئے گا اور نماز ناقص نہ ہوجائے گی؟

المستفتی: عبدالحق ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پچھلی صف والے لوگ اگراس لکھی ہوئی چیز کو پڑھ کر سمجھ لیتے ہیں، تو نماز کراہت کے ساتھ درست ہوجاتی ہے؛ بشرطیکہ زبان سے اس کا تلفظ نہ کیا ہو۔

لو نظر المصلي إلى مكتوب وفهمه سواء كان قرآنًا، أو غيره قصد الاستفهام، أو لا أساء الأدب ولم تفسد صلاته لعدم النطق بالكلام. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، نص فيما لا يفسد الصلاة، دارالكتاب ديوبند جديد ۳۴۱)

ولايفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه ولو مستفهما. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا ۲/۳۹۷، كراچی ۱/۶۳۴، هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ۱/۱۰۱، جديد زكريا ديوبند ۱/۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۵ھ

دوران نماز مسجد میں لٹکی ہوئی تسبیح پر نگاہ کا پڑنا

سوال [۲۷۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل اکثر مساجد میں کعبہ کے رخ پر جو دیوار ہے، اس پر پلاسٹک

یا اسٹیل کی چھوٹی کھونٹی پر تسبیح لٹکا دیتے ہیں نمازیوں میں جو صاحب چاہیں تسبیح اتار لیں اور ذکر کریں اور واپس ٹانگ دیں، زید کو اس پر کچھ ذہنی اشکال یہ ہے کہ کعبہ کے رخ پر اس طرح تسبیحوں کا لٹکانا یہ تسبیح کی بے ادبی تو نہیں، نماز میں پڑھتے وقت تسبیح کی طرف نگاہ جانے کا احتمال رہتا ہے، بہت سے لوگ تسبیح کو اس جگہ پٹخ کر چلے جاتے ہیں، بہر حال اس بارے میں علماء ومفتیان کا کیا خیال ہے؟

المستفتی: محمد اسحٰق جے پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھونٹیوں پر تسبیح کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ ذکر واذکار کے بعد ان کو عظمت واحترام سے اپنی جگہ رکھ دیا جائے، ان کو پٹخنا درست نہیں اور نماز کے درمیان اگر ان تسبیحوں پر نگاہ پڑ جائے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۲۲)

ولایفسدها نظره إلی مکتوب ......أو بین یدیه إلی حائط القبلة في مسجد صغیر الخ (در مختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، ما یکره فیها، کراچي ۱/ ٦٣٤، زکریا ۲/ ۳۹۷-۳۹۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۴ھ

پان کا ٹکڑا منھ میں لے کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷٦۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمر پان کھاتا ہے پان کا ایک ٹکڑا ڈاڑھ کے نیچے رکھ کر نماز پڑھ لی

اور حلق میں کوئی چیز بھی نہیں گئی تو اس پان کی وجہ سے نماز میں کوئی کراہیت آئے گی یا نہیں؟ جبکہ پان میں کسی بھی طرح کی خوشبو اور بدبو بھی نہیں ہے۔

المستفتی: محمد فرحان، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمر کی نماز بلا کراہت درست ہے، بشرطیکہ ڈاڑھ کے نیچے رکھے ہوئے پان کے ٹکڑے کا اثر حلق میں نہ گیا ہو اور اس کی وجہ سے قرأت وغیرہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی ہو۔

ولو صلى وفي فيه شيئ يمسكه إن كان لايمنعه من القرأة؛ ولكن يخل بها كدرهم، ودينار، أو لؤلؤة لاتفسد صلاته، لأنه لايفوت شيئ من الركن؛ ولكن يكره، لأنه يوجب الإخلال بالركن حتى لو كان لايخلُّ به لايكره. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، قبيل فصل في صلاة الخوف قديم، كراچی ١/٢٤٢، زكريا ١/٥٥٣)

ولايصلي وفي فيه دراهم، أو دنانير لايمنعه عن القرأة، وإن منعه عن القراء ة لم تجز صلاته، وهكذا ذكر في بعض المواضع، وذكر في موضع آخر، إن منعه عن أداء الحروف تفسد الصلاة، وإن لم يمنعه عن عين القرأة، وإنما منعه عن سنة القرأة، لاتفسد صلاته؛ ولكن يكره له ذلك، وإن لم يمنعه شيئًا فلابأس به. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع، مايكره في الصلاة ومالا يكرهُ، المجلس العلمي جديد ٢/١٤١، ١٤٢، رقم:١٤٢٨، كوئٹه ١/٤٣٤، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع ما يكره للمصلي وما لا يكره، زكريا ٢/٢٠٦، رقم:٢١٦٢) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۵ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۴۹/۴۰)

منہ میں گولی رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۲۷۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے منہ میں ایک طرف زبان کے نیچے دواء کی گولی رکھ کر نماز پڑھی اوراس دواء کا کوئی اثر حلق میں نہیں گیا اور نہ ہی زید نے اس کو چبایا، نماز پڑھتے ہوئے کوئی وقت بھی نہیں ہوئی تو کیا زید کی نماز مکروہ ہوئی یا بلا کراہت جائز ہوئی ؟

المستفتی: عبدالغفور، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب زید نے زبان کے نیچے دبی ہوئی گولی کو چبا یا نہیں اوراس کا اثر بھی حلق میں نہیں گیا تو زید کی نماز بلا کراہت درست ہوگئی، بشرطیکہ اس گولی کی وجہ سے قرأت وغیرہ کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہوئی ہو۔

ولو صلى وفي فيه شيئ يمسكه، إن كان لايمنعه من القرأة؛ ولكن يُخِلُّ بها كدرهم، ودينار، أو لؤلؤة لاتفسد صلاته، لأنه لا يفوت شيئ من الركن؛ ولكن يُكره، لأنه يوجب الإخلال بالركن حتى لو كان لايخل به لايكره.
(بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، قبيل فصل في صلاة الخوف، قديم كراچی ۱/ ۲٤۲، زكريا ۱/۳/۱ ٥٥ ، حاشية چلپي على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، مكتبه امداديه ملتان قديم ۱/ ١٦٥، زكريا ۱/ ٤١٢)

وإن صلى وفي فمه شئ يمسكه جازت صلاته، وهذا إذا كان في فمه درهم، أو دينار، أو لؤلؤة، على وجه لايمنعه من القرأة، فإن كان يمنعه من القرأة لاتجوز صلاته، لأنه أكل. (المبسوط للسرخي، كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، قبيل باب صلاة المريض، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۲۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۴۹/۴۰)

نئے جوتے پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۲۷۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نیا جوتا پہن کر مطلق نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث وقرآن کے ذریعہ فیصلہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد واجد مرشدآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جوتا یا چپل طاہر ہیں تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن بہتر اور اولی یہ ہے کہ خالی پیر نماز ادا کی جائے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۲۹۶)

سعيد بن زيد الأزدي رضـ، قال: سألت أنس بن مالك: أكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في نعليه؟ قال نعم. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة، في النعال ۱/۵۶، رقم: ۳۸٤، ف: ۳۸٦)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي حافيًا ومتنعلاً. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة، في النعل، النسخة الهندية ۱/۹٦، دارالسلام رقم: ٦۵۳، مسند البزار ۹/۱۱، رقم: ۳۵۱۲)

أما في زماننا ينبغي أن تكون الصلاة مأمورة بهما حافيًا لمخالفة النصارى، فإنهم يصلون متنعلين لايخلعونها عن أرجلهم الخ (بذل المجهود، دارالبشائر الإسلامية ۳/۵۹۹، مصري ٤/۳۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۶۴۴)

کیا پلاسٹک کی چٹائی پر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال [۲۷۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ایضاح المسائل میں تحریر ہے کہ چٹائی کی ٹوپیاں جوکہ مسجد میں رکھی جاتی ہیں اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، تو کیا پلاسٹک کی چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرشید، مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایضاح المسائل میں چٹائی کی ٹوپی میں نماز کو اس لئے مکروہ کہا گیا ہے، کہ اس ٹوپی کو پہن کر کسی معزز تقریب اور مجمع میں شرکت کرنے کو عیب محسوس کیا جاتا ہے، تو خدا کے دربار میں حاضری میں اس سے زیادہ عیب ہے اور پلاسٹک کی چٹائی کوئی انسان پہنتا نہیں؛ بلکہ اس پر بیٹھتا ہے کھڑا ہوتا ہے لیٹتا ہے اور اس پر بیٹھنا لیٹنا عیب نہیں ہے؛ اس لئے اس پر نماز پڑھنا بھی معیوب نہیں ہے؛ لہٰذا بلا کراہت اس پر نماز جائز ہے۔

أنس بن سيرينؒ، قال: سمعت أنس بن مالكؓ، يقول: قال رجل من الأنصار: إني لاأستطيع الصلاة معک، وكان رجلا ضخما، فصنع للنبي صلى الله عليه وسلم طعامًا، فدعاه إلى منزله، فبسط له حصيرًا، ونضح طرف الحصير، فصلى عليه ركعتين. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلا على الحصير ١/ ٩٢، رقم: ٦٦١، ف: ٣٨٠)

عن أبي سعيدؓ، أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على الحصير.

(سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الصلاة على الحصير، النسخة الهندية ١/ ٧٥، دارالسلام رقم: ٣٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۶/۲/۱۱ھ

گھڑی دیکھ کر رکعت کا تعین کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال [۲۷۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمازی کے ہاتھ میں گھڑی بندھی ہوئی ہے، تیسری رکعت میں سہو ہو گیا کہ تین رکعت ہوئی یا چار، مگر گھڑی دیکھ کر اس نے فیصلہ کرلیا کہ تین رکعت ہوگئی؛ چونکہ وہ پانچ منٹ میں ۴/رکعت پڑھتا ہے، اسی اندازے پر اس نے تین رکعت ہونے کا فیصلہ کرلیا، تو اس صورت میں نماز باقی رہی یا فاسد ہوگئی؟

المستفتی: محمد یونس جامع مسجد، احمد گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس طرح دیکھنا مکروہ تحریمی ہے نماز فاسد نہ ہوگی۔

ويفسدها نظره إلى مكتوب و فهمه و لو مستفهما وإن كره الخ.

(در مختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، و مايكره فيها، زكريا ۲/۳۹۷، كراچی ۱/۶۳۴)

ولو نظر إلى مكتوب وفهمه، فالصحيح أنه لاتفسد صلاته بالإجماع. (هداية، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، و مايكره فيها، اشرفي بكڈپو ديوبند ۱/۱۳۸، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، دارالكتاب ديوبند جديد ۳۴۱، هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسدالصلاة، زكريا ۱/۱۰۱، جديد زكريا ديوبند ۱/۱۶۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/رجب المرجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۷/۱۴۱۳ھ

کپڑے پر ایک درہم سے کم نجاست لگی ہو تو نماز کا حکم

سوال [۲۷۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس کے کپڑے پر نجاست بقدر معاف لگی ہوئی ہے، تو کیا اس میں بلا کراہت نماز درست ہے؟

المستفتی: محمد جاوید، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ایک درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے، تو اس سے نماز واجب الاعادہ تو نہیں ہوگی، مگر مکروہ ہو جائے گی۔

وعفا الشارع عن قدر درهم، وإن كره تحريمًا، فيجب غسله (قال في الشامي) أشار أن العفو عنه بالنسبة إلى صحة الصلاة به (إلى قوله) ففي المحيط يكره أن يصلي ومعه قدر درهم، أو دونه من النجاسة عالمًابه لاختلاف الناس فيه. (شامي، كتاب الصلاة، باب الأنجاس، كراچی ۱/۳۱۷، زکریا ۱/ ۵۲۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۹ھ

ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا

سوال [۴۷۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں یا مکروہ ہے اور اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی اور مسجد گھر اور تنہائی کا حکم یکساں ہے یا مختلف؟

المستفتی: وسیم اکرم مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا نماز میں اور جو حالت نماز کے توابع میں سے ہے، مثلاً نماز کے انتظار میں ہو یا مسجد کی طرف نماز کے لئے

چلتے ہوئے تو مکروہ تحریمی ہے اور خارج صلوۃ ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر بلاضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

عن أبي هريرة رضـ، عن النبي صلى الله عليه وسلم......وإذا دخل المسجد كان في صلوة ماكانت تحبسه. (بخاري شريف، كتاب الصلاة، باب الصلاة في المسجد السوق ١/ ٦٩، رقم:٢ ٤٧، ف:٤٧٧)

وتشبيكها ولو منتظراً لصلوة، أو ماشيا إليها للنهى ولايكره خارجها لحاجة، قال الشامي ونقل في المعراج الإجماع على كراهة الفرقعة والتشبيك في الصلاة، وينبغي أن تكون تحريمية للنهى المذكور ثم قال فلو لدون حاجة؛ بل على سبيل العبث كره تنزيهًا. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، كراچی ١/٦٤٢، زكريا ٢/ ٤٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۳۵/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۵/۹ھ

کیا وضو کے بعد بیڑی پینے سے نماز میں کراہت آتی ہے؟

سوال [۲۷۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی آدمی وضو کی حالت میں بیڑی پی کر صرف کلی کر کے نماز پڑھ لے تو کیا اس شخص کا وضو باقی رہتا ہے اس کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی کراہت ہوتی ہے یا نہیں؛ اس لئے کہ بدبو صرف کلی کرنے سے زائل نہیں ہوتی۔ نیز وضو مکروہ ہوتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد قریشی، اصالت پورہ، بڑی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیڑی پی کر کلی کر لی جائے تو نماز

بلاکراہت جائز ہے؛ جبکہ کلی سے بد بوختم ہو جاتی ہو اور اگر بد بوختم نہ ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے، بیڑی پینے کی وجہ سے وضو میں کوئی فرق نہیں آتا، وضو بدستور باقی رہتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۱/۱۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۴۸)

شیعہ کی اذان سے پڑھی گئی نماز کا حکم

سوال [۲۷۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا فرقۂ شیعہ کے لوگوں کی مسجد میں ان کی دی ہوئی اذان سے ہماری نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگی، تو اب تک جو نمازیں پڑھی گئی ہیں، کیا ان کی قضا واجب ہے؟ اور قضا کی کیا صورت ہوگی اور اگر ہو جائے گی تو کیا دونوں فرقوں کا اس ایک ہی مسجد میں ایک ہی وقت میں اپنی اپنی جماعت الگ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؛ جبکہ علماء سے سنا گیا ہے کہ ایک مسجد میں دو جماعتیں کرنا جائز نہیں ہے؟

المستفتی: محمد یٰسین، شکر پوری، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ کہنا کہ شیعوں کی اذان کے ساتھ سنیوں کی نماز نہیں ہوتی ہے، یہ ایک مغالطہ ہے؛ اس لئے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے اذان شرط نہیں ہے؛ ہاں البتہ سنت کے خلاف ہوتا ہے؛ لہٰذا شیعوں کی اذان کے ساتھ جو نمازیں پڑھی گئیں ہے وہ صحیح ہو گئیں۔

لأنها (أي الصلاة) جائزة بدون الأذان والإقامة. (هداية، كتاب الصلاة، باب الأذان اشرفي ۱/ ۹۱)

دونوں فرقوں کے لوگوں کا ایک ساتھ الگ الگ جماعت کرنا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ نیز ایک زبردست اختلاف وفتنہ کا باعث ہے، اس سے گریز کرنا چاہئے؛ لیکن پھر بھی جو نمازیں پڑھی گئی ہیں، ان کو لوٹا لازم نہیں۔

ومقتضیٰ هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون أذان. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، كراچي ۱/۵۵۳، زكريا ۲/۲۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶؍۷۷۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۲ھ

❍❖❍

(۱٦) باب ما یفسد الصلاۃ وما لا یفسد

عمل کثیر کی مقدار وتعریف

سوال [۶۷۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کی حالت میں ''عمل کثیر'' کی نوعیت ومقدار کیا ہے؟

المستفتی: ذکاء اللہ جامع مسجد چھاؤنی اندور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمل کثیر کی تین تعریفیں کی گئی ہیں۔

(۱) نمازی کو دور سے دیکھنے والا دیکھ کر یہ سمجھے کہ نماز میں نہیں ہے تو یہ عمل کثیر ہے، اگر شک کرے تو عمل قلیل ہے۔

(۲) عمل کثیر اسے بھی کہا جاتا ہے کہ جس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

(۳) نماز پڑھنے والا جس کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے، جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے، پہلا قول زیادہ راجح ہے اور یہ مفسدات صلوۃ بن سکتا ہے۔

لو نظر إليه ناظر من بعيد إن كان لايشك أنه في غير الصلاة فهو كثير مفسد وإن شك فليس بمفسد، وهذا هو الأصح ......أن ما يقام باليدين عادة كثير وإن فعله بيد واحدة ......قليل...... أن يفوض إلى رأى المبتلى به وهو المصلي فإن استكثره كان كثيرًا، وإن استقله كان قليلا.

(عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، زكريا ۱/۱۰۲، جديد زكريا ۱/۱٦۰)

أصحها مالايشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله أنه ليس فيها (تحته في الشامية) صححه في البدائع، وتابعه الزيلعي، والوالجي، وفي المحيط:

أنه الأحسن، وقال الصدر الشهيد: إنه الصواب، وفي الخانية والخلاصة: إنه اختيار العامة، وقال في المحيط وغيره: رواه الثلجي عن أصحابنا.

(شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطلب في الشسبه بأهل الكتاب، زكريا۲/ ۳۸۵، كراچی ۱/ ۶۲۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۱۱ھ

عمل کثیر کی تعریف

سوال [۲۷۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمل کثیر کیا چیز ہے، نیز کتنا عمل کثیر کرنے پر نماز فاسد ہوجاتی ہے؟ مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: اکرام باری سنس، تحصیل اسکول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عمل کثیر کی مقدار کی تعیین میں علماء وفقہاء نے متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں، ان میں سے راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ نمازی بحالت نماز اس طرح عمل کرے کہ دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ شاید نماز میں نہیں ہے نماز سے باہر ہے۔

واختلف في الحد الفاصل بين القليل والكثير، قال بعضهم: مايحتاج فيه إلى استعمال اليدين والقليل مالايحتاج فيه ذلک حتى قالوا: إذا زر قميصه في الصلاة فسدت صلاته وإذا حل أزراره لاتفسد، وقال بعضهم: كل عمل لو نظر الناظر إليه من بعيد لايشک أنه في غير الصلاة فهو كثير وكل عمل لو نظر إليه ناظر ربما يشتبه عليه أنه في الصلاة فهو

قليل وهو الأصح. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، مفسدات الصلاة، زكريا قديم ١/ ٢٤١، حاشية شرح وقايه، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها ١/ ١٦٥، فتاوى قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة ١/ ١٣٠، جديد زكريا ديو بند ١/ ٨٠، سيٹ:٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۴۹)

نماز میں دونوں ہاتھوں کے یا ایک ہاتھ کے ۳/ مرتبہ سے زائد استعمال کا حکم

سوال [۸۷۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کی حالت میں دونوں ہاتھوں کا استعمال کرنا مثلاً دونوں ہاتھوں سے کپڑوں کو درست کرنا اور بار بار کرنا یا دامن کو دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کرنا یا دونوں ہاتھوں سے کھجانا کیسا ہے؟ ایک ہاتھ سے کچھ کرتا ہے تو کتنی بار کرسکتا ہے؟ اس کی کچھ حد مقرر ہے یا نہیں؟ چاہے کتنی بار ہاتھ کا استعمال نماز میں کرے نماز میں کچھ نقصان نہیں ہوگا؟

میں نے ایک صاحب سے کہا کہ نماز میں دونوں ہاتھوں کا استعمال کرنا یا ایک ہاتھ کا بھی تین دفعہ سے زیادہ کرنا منع ہے اور نماز باطل ہوجاتی ہے، تو وہ صاحب فرمانے لگے کہ دونوں باتیں غلط ہیں، اگر ہے تو لکھا ہوا دکھاؤ، برائے مہربانی مع ثبوت کے جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: حاجی محمد ابراہیم ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کی حالت میں عمل کثیر مفسد صلوۃ ہے اور عمل قلیل مفسد صلوۃ نہیں ہے، دونوں ہاتھوں کے استعمال کو عمل کثیر میں شمار کیا گیا ہے،

ایک ہاتھ کا استعمال بھی بے ضرورت ایک ہی رکن میں مسلسل تین دفعہ یا اس سے زائد ہو جائے، تو اس کو بھی عمل کثیر میں شمار کیا گیا ہے، ضرورت کی وجہ سے وقفے وقفے سے ایک ہاتھ کا استعمال تین مرتبہ سے زائد بھی ہو جائے تو عمل کثیر میں شامل نہیں، اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ایسی حرکت کرنا کہ جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز کی حالت میں نہیں ہے یہ بھی مفسدات صلوۃ میں شامل ہے۔

ویفسدها كل عمل كثير......وفيه أقوال خمسة أصحها مالايشك بسببه الناظر في فاعله أنه ليس فيها......والقول الثاني: أن ما يعمل عادة باليدين كثير......الثالث: الحركات الثلاث المتوالية كثير. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب في التشبه بأهل الكتاب، زكريا ٢/ ٣٨٥)

العمل الكثير يفسد الصلوة والقليل لا واختلفوا بينهما على ثلاثة أقوال، الأول: أن ما يقام باليدين عادة كثير......وما يقام بيد واحد قليل......وكل ما يقام بيد واحدة فهو بسير ما لم يتكرر......والثاني: أن يفوض إلى رأي المبتلى به......وهذا أقرب الأقوال إلى رأي أبي حنيفة......والثالث: أنه لو نظر إليه ناظر من بعيد أن لايشك أنه في غير الصلاة فهو كثير مفسد. (هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، زكريا ١/ ١٠٢، جديد زكريا ديو بند١/ ١٦٠)

واختلفوا في القلة والكثرة قال بعضهم: كل ما يقام باليدين فهو كثير، ومايقام بيد واحدة فهو يسير مالم يتكرر–وقال: بعضهم إن كان بحال لو رآه إنسان ليستيقن أنه ليس في صلاة فهو كثير ......وهذا اختيار العامة. (قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ١/ ١٢٨–١٣٠ جديد زكريا ديوبند ١/ ٨٠، سيٹ:٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۶۶۳۶۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۳/ ۱۴۲۰ھ

اَللّٰہ، اکبر، اور اکبار کے معنی

سوال [۲۷۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اَللّٰہ کے معنی کیا ہیں؟ اکبر اور اکبار کے معنی کیا ہیں؟ لغوی ترجمہ عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ابرار احمد، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آللّٰہ کے معنی ہے، کیا اللہ ہیں؟ اور أکْبَار کَبَرَ کی جمع ہے اس کے معنی ڈھول اور طبل کے ہیں، اس لفظ سے تحریمہ باندھنے سے نماز شروع ہی نہ ہوگی اور درمیان صلوۃ کہنے سے نماز فاسد ہوجائیگی۔

وإن قال الله أكبار لا يصير شارعا، وإن قال ذلك في خلال الصلاة تفسد الصلاة. (كبيري، كتاب الصلاة، باب فرائض الصلاة، اشرفي ۲۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۱۶ھ

تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ کو سراً کہنا

سوال [۲۷۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے تکبیر تحریمہ یا رکوع وغیرہ کی تکبیر سہواً چھوڑ دی یا جہراً کہنے کے بجائے سراً کہہ دی تو کیا ان دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کی ضرورت ہے یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ہوجائے گی؟ امام صاحب سے ایسا بار بار ہوتا رہتا ہے۔

المستفتی: محمد اشتیاق، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام صاحب نے تکبیر تحریمہ چھوڑ دی تو ایسی صورت میں نماز ہی نہ ہوگی، اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع وغیرہ کی تکبیر سہواً چھوٹ گئی یا تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات کو جہر کے بجائے امام صاحب نے آہستہ کہا، تو ایسی صورت میں نماز بلاکراہت درست ہوجائے گی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

من فرائضها التي لاتصح بدونها التحريمة. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچی ١/٤٤٢، زكريا ٢/١٢٧، هندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة ١/٦٨، جديد زكريا ديوبند ١/١٢٥)

وسننها ترك السنة لايوجب فساداً ولاسهواً؛ بل إساءةً لوعامداً...... جهر الإمام بالتكبير ...... و تكبير الركوع، وكذا الرفع منه، وتكبير السجود وكذا نفس الرفع منه، وكذا تكبيره (در مختار) لحديث أنه عليه السلام كان يكبر عند كل رفع و خفض. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچی ١/٤٧٣تا٤٧٦، زكريا ٢/١٧٠ تا ٢/١٧٣، هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها ١/٧٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴؍ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۵۴/۳۵)	۱۴۲۲/۴/۴ھ

کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد بلا تکبیر رکوع میں چلے جانا

سوال[۲۷۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ جماعت میں ایسے وقت شریک ہوتے ہیں جب امام رکوع میں ہوتا ہے، تو جولوگ دوڑ کر آتے ہیں اور صرف ایک مرتبہ تکبیر کہہ کر رکوع میں

چلے جاتے ہیں، تو ان کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اسی طرح جو لوگ دوڑ کر آتے ہیں جھکے جھکے تکبیر کہہ کر رکوع میں امام کیساتھ شریک ہوجاتے ہیں تو قیام نہ ہونے کی وجہ سے کیا نماز میں کوئی کمی آئے گی یا نہیں؟

المستفتی: شکیل احمد بسواں، راما بھاری سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہنے کے بعد رکوع کی تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلا جائے تو کراہت کیساتھ نماز صحیح ہوجائے گی اور اگر تکبیر تحریمہ بھی جھکے جھکے کہہ کر امام کیساتھ شریک ہوجائے، تو نماز صحیح نہ ہوگی اعادہ کرنا لازم ہوگا۔

لو أدرک الإمام راکعًا فحنی ظهره کبر إن کان إلی القیام أقرب صح الشروع......(إلی قوله) وإن کان إلی الرکوع أقرب لایصح الشروع. (مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأرکانها، قدیم ۱۱۹، اشرفي ۲۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۳/۱۴۱۶ھ

امام کے دعائیہ آیت میں سکتہ کرنے پر مقتدیوں کا آمین کہنا

سوال [۲۷۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نے جہری نماز میں سورۂ بقرہ کا آخری رکوع "**للّٰہ ما في السموات**" سے آخر تک تلاوت کیا سورۃ کے آخر میں ہے **واعف عنا** سکتہ **واغفرلنا** سکتہ **وارحمنا** سکتہ یہ تینوں سکتہ کی آیات ہیں قرأت نماز میں امام نے یہ تینوں سکتہ پڑھے، مثلاً **واعف عنا** سکتہ تو مقتدیوں نے کہا آمین پھر پڑھا **واغفرلنا** تو پھر مقتدیوں نے کہا آمین تو درمیان نماز

مقتدیوں کا آمین کہنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اصغر ولد محمد شفیع، پرانا بازار، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا اس دعائیہ آیت میں سکتہ کرنے پر مقتدیوں کے آمین کہنے سے ان کی نماز فاسد نہ ہوگی، جیسے کہ امام کی قرأت پسند آجائے اور مقتدی رونے لگے یا نعم وبلی جیسے الفاظ کہے یا صراحۃً دعاء کرے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

لالذکر جنة، أو نار (در مختار) قال الشامي تحته لأن الآنين ونحوه إذا كان يذكرهما صار كأنه قال اللهم إني أسئلک الجنة وأعوذ بک من النار ولو صرح به لاتفسد صلوته. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد وما يكره فيها، كراچی ۱/۶۱۹، زكريا ۲/۳۷۸، حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ۴۳۲)

فلو أعجبته قراء ة الإمام فجعل يبكي و يقول: بلیٰ و نعم، أو آری لاتفسد (سراجية) لدلالته على الخشوع. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، كراچی ۱/۶۱۹، زكريا ۲/۳۷۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۷/۱۲۱)

ولاتفسد بالدعاء لذكر جنة، أو نار عند قراء ة الإمام، فجعل يبكي ويقول: بلیٰ أو نعم، لدلالته على الخشوع. (الفقه الإسلامي و أدلته، هدى انٹرنیشنل دیوبند ۲/۲۱) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۱۵/۶۷)	۲۸/۵/۱۴۲۱ھ

کسی کے کہنے پر مقتدی کا زور سے تکبیر کہنے کا حکم

سوال [۲۷۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ جمعہ کی نماز کی جماعت شروع ہو چکی تھی، تب اوپر کی منزل سے ایک شخص نے آواز دی کہ تکبیر کہدیں اوپر آواز نہیں آرہی ہے، ایک شخص نے جو نماز کی نیت کر چکے تھے اور ہاتھ باندھ چکے تھے، تکبیر اولیٰ تو بآواز بلند نہ کہی تھی، مگر رکوع سے لے کر آخر سلام تک بآواز تکبیرات کہیں انہوں نے نماز سے باہر والے شخص کا لقمہ لیا اس صورت میں تمام مصلیان کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی یا نیچے منزل میں جو امام صاحب کے عین پیچھے والے نمازی تھے، ان کی نماز ہوگئی یا نہیں اور اوپر والی منزل کے نمازیوں کی نماز نہیں ہوئی یا نیچے کی منزل اوپر کی منزل کے تمام نمازی ایک ہی حکم میں ہیں؟

المستفتی: جنید عالم، امام مسجد بلال، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں یہ بات واضح ہے کہ اوپر والے کے آواز دینے کے کچھ وقفہ بعد رکوع کی تکبیر کہی ہے، تو نیچے کے جس شخص نے مکبر بن کر تکبیر کہی ہے، اگر اس نے محض اوپر والے کی آواز دینے سے تکبیر نہیں کہی ہے؛ بلکہ اس کے اندر خود احساس پیدا ہوا ہے کہ زور سے تکبیر کہنی چاہئے، تو اگر اپنے احساس کی بنا پر تکبیرات کہی ہیں تو اس کی نماز میں خلل نہیں آئے گا؛ بلکہ سب کی نماز بلا کراہت درست ہوگئی، ہاں البتہ اگر تکبیر کہنے والے نے کچھ سوچا ہی نہیں تھا نہ اس کے اندر احساس پیدا ہوا تھا؛ بلکہ محض اوپر والے کی آواز کی تعمیل کرنے کے لئے تکبیرات شروع کر دی ہیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ سوال نامہ میں صاف طور پر ذکر ہے کہ اوپر والے کی آواز سنائی دینے کے کچھ وقفہ کے بعد اس نے تکبیر کہنی شروع کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے تکبیر کہنے والے کے دل میں احساس پیدا ہوا ہے، تو ایسی صورت میں کسی کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقاً (وقوله) **و إن حصل تذكره من نفسه لابسبب الفتح لاتفسد مطلقاً**. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، كراچی ۱/۶۲۲، زكريا ۲/۳۸۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۲/۱۵)

وینبغي للمصلي أن یمکث ساعة ثم یتقدم برأیه. (البنایة، کتاب الصلاة، اشرفیه ۲/۴۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۱۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۷/۱۴۲۶ھ

خارج صلوۃ شخص کے کہنے پر مقتدی کا تکبیر کہنا

سوال [۲۷۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) مسجد میں اندر نماز ہو رہی تھی نمازیوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے اوپر بھی کافی لوگ نماز پڑھ رہے تھے خارج صلوۃ ایک شخص نے زور سے کہا کہ بھائی کوئی تکبیر کہہ دو اوپر آواز نہیں آرہی ہے، ایک شخص نے فوراً بغیر سوچے سمجھے تکبیر کہدی کیا اس تکبیر کہنے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اور اس مقتدی کے تکبیر کہنے پر جتنے نمازی نقل وحرکت کریں گے کیا ان سب کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی یا کسی کی بھی فاسد نہیں ہوگی؟

(۲) خارج صلوۃ شخص کے کہنے پر تکبیر کہنے میں تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ، مثلاً تکبیر تحریمہ خارج صلوۃ شخص کے کہنے سے کہی یا تکبیرا نتقالیہ خارج صلوۃ شخص کے کہنے سے کہی دونوں کا حکم ایک ہے یا الگ؟

المستفتی: فراست حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱/۲) خارج صلوۃ شخص کے کہنے پر بلا سوچے فوراً تکبیر کہنے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کی تکبیر کی اقتداء کرنے والوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی؛ لیکن اگر خارج صلوۃ شخص کے کہنے کے بعد تکبیر کہنے والے نے یہ سوچا کہ واقعی ضرورت ہے پھر تکبیر شروع کردی ہے تو ایسی صورت میں کسی کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی اور تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسجد كبير يجهر المؤذن فيه بالتكبيرات فدخل فيه رجل أمر المؤذن أن يجهر بالتكبير وركع الإمام للحال فجهر المؤذن إن قصد جوابه فسدت صلوته. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، كراچی ۱/ ۶۲۲، زكريا ۲/ ۳۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۵۸)

نماز میں خارجی شخص کا لقمہ قبول کرنا

سوال [۷۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب کو سہو لاحق ہوگیا اور چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر قعدہ کرلیا اور مقتدیوں میں سے کسی نے امام کو لقمہ نہ دیا ایک غیر آدمی نے جو امام کی نماز میں شریک نہیں تھا کہا کہ امام صاحب ابھی تو تین رکعت ہوئی ہیں تو امام صاحب فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ دریافت یہ ہے کہ اس سے نماز میں کوئی خلل واقع ہوا کہ نہیں؟ اس کا مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد سعید دیوریاوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر امام غیر آدمی کے لقمہ ختم ہونے سے قبل ہی کھڑا ہوگیا ہے یا اس کے لقمہ کے بعد اپنی یاد کی بنا پر کھڑا ہوگیا محض اس کے لقمہ کی اقتدا میں کھڑا نہیں ہوا ہے، تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر محض غیر آدمی کا لقمہ سن کر صرف اسی کی اقتداء میں کھڑا ہوا ہے، تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/ ۳۳)

وإن حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قبل مطلب في التشبه بأهل الكتاب

زکریا۲/ ۳۸۲، کراچی ۱/ ۶۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍ ۲۸۹۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹؍۱۱؍۱۴۱۲ھ

اشارہ سے لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم

سوال [۲۷۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو شخص ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے ان میں سے ایک قاعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا تو دوسرے نے ہاتھ مار کر بیٹھنے کی طرف اشارہ کیا جس کی وجہ سے وہ قعدہ کی طرف لوٹ آیا، تو اس صورت میں ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: فریدالدین امروہوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص کھڑا ہونے جا رہا تھا دوسرے آدمی کے ہاتھ مار کر اشارہ کرنے کی وجہ سے وہ بیٹھنے کی طرف لوٹ آیا اور لوٹنے کا سبب اشارہ کرنے والے کا اشارہ ہی بنا، تو ایسی صورت میں لوٹنے والے کی نماز فاسد ہوگئی اور اشارہ کرنے والے کی نماز اس لئے فاسد ہوگئی کہ اس نے غیر امام کو لقمہ دیا ہے۔ نیز ہاتھ کا مارنا عمل کثیر بھی ہے؛ اس لئے بھی اس کی نماز فاسد ہوگئی۔

وفتحه على غير إمامه لأنه تعلم وتعليم من غير حاجة، بحر وهو شامل لفتح المقتدي على مثله وعلى المنفرد وعلى غير المصلي وعلى إمام آخر لفتح الإمام والمنفرد علي أي شخص كان إن أراد به التعليم لا التلاوة، نهر قوله وكذا الأخذ أي أخذ المصلي غير الإمام بفتح من فتح عليه مفسد أيضا. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، و مايكره فيها، كراچی ۱/ ۶۲۲، زکریا ۲/ ۳۸۱)

وإن كـان الـفتـح عـلى رجل هو في صلاة غير صلوة الإمام فهو على وجهيـن أيـضا، وإن أراد به التعليم تفسد صلاته إلا على قول أبي يوسف الخ

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، باب يفسد الصلاة ومالا يفسد ۲/۲۲٦، رقم: ۲۲۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶؍۷۵۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۲۸ھ

مائک کی خرابی سے اوپری منزل والوں کو امام کی نقل وحرکت کا پتہ نہ چلنا

سوال [۲۷۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک تین منزلہ مسجد ہے، اس میں جمعہ کی نماز بذریعہ مائک ہورہی تھی، درمیان نماز میں مائک خراب ہوگیا جس کی وجہ سے اوپر والی منزل میں آواز نہیں پہونچی، اب بعض حضرات نے اندازے سے نماز پورکرلی اور بعض نیت توڑ کر دوسری مسجد میں نماز جمعہ کے لئے چلے گئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں شرعاً لوگوں کو کیا کرنا چاہئے اوپر آواز پہونچنے کی کوئی صورت نہیں تھی واضح فرمائیں؟

المستفتی: عبدالاحد، پکاباغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن لوگوں نے محض اندازے سے نماز پوری کرلی ہے اور امام کی نقل وحرکت کا انہیں کوئی پتہ نہیں ہے، ان میں سے کسی کی بھی نماز درست نہیں ہوئی اور ان میں سے جن لوگوں نے اپنی نماز دہرائی ہے یا دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھ لی ہے انہوں نے صحیح کیا ہے اور ان میں سے جن لوگوں نے نماز نہیں دہرائی ہے ان پر لازم ہے کہ اس دن کی ظہر کی نماز قضا کریں۔

ویشترط أن لا یفصل بینهما حائط کبیر یشتبه معه العلم بانتقالات الإمام، فإن لم یشتبه العلم بانتقالات الإمام لسماع، أو رؤیة لم یکن الوصول إلیه صح الاقتداء به في الصحیح. (مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، باب الإمامة، دارالکتاب دیوبند ۲۹۳، قدیم ۱٦۰، الموسوعة الفقهیة ٦/۲۳)

إن کان لایشتبه علیهم حال إمامهم یصح وإلا فلا. (البنایه، کتاب الصلاة، باب الإمامة، اشرفیة ۲/۳٥٤)

الحائل بینهما لو بحیث یشتبه به حال إمامهم یمنع وإلا فلا،......لو کان بینهما حائط کبیر لایمکن الوصول إلی الإمام؛ ولکن لایشتبه حاله علیه بسماع، أو رؤیة لإنتقالاته لایمنع صحة الاقتداء في الصحیح وهو اختیار شمس الأئمة الحلواني، وحاصل کلام الشرنبلالي أن المعتبر الاشتباه وعدمه فقط دون اختلاف المکان، فإن حصل الاشتباه منع سواء اتحد المکان أو لا وإلا فلا. (شامي، کتاب الصلاة، باب الإمامة کراچی ۱/٥۸۷، زکریا ۲/۳۳٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/ ۷/ ۱۴۲۳ھ

امام کے سلام سے قبل مقتدی کا سلام پھیرنا

سوال [۲۷۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تذکرۃ الرشید ۲۵۸ر مطبع دارالکتاب دیوبند میں ایک مسئلہ درج ہے، اس عنوان کو اس مسئلہ پر ختم کرتا ہوں جس کو امام ربانی قدس سرہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا اور کہا کہ سننے والے دوسروں کو پہنچاویں، عام لوگ اس کی طرف سے غافل ہیں

اور یہ غفلت ان کو بہت نقصان پہونچا رہی ہے، وہ یہ کہ امام کے پہلے سلام کے ختم ہونے سے پہلے اگر مقتدی سلام ختم کر دیگا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

حاشیہ: مطلب یہ ہے کہ امام اکثر ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہے اور سلام پھیرتا ہے اور مقتدی اس کلمہ کو جلد ختم کر لیتے ہیں، پس اگر امام کی زبان سے لفظ رحمۃ اللہ ختم ہونے سے پہلے مقتدی نے یہ الفاظ تمام کر لئے تو چونکہ امام سے قبل مقتدی نے نماز ختم کی؛ اس لئے مقتدی کی نماز جاتی رہی، آیا یہ مسئلہ درست ہے یا سہو ہوا ہے؛ جبکہ نماز سلام کی پہلی میم پر ختم ہو جاتی ہے، جیسا کہ مسائل سجدۂ سہو نامی کتاب میں لکھا ہے۔

المستفتی: نسیم احمد غازی پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سلام اول میں لفظ السلام کہتے ہی نماز ختم ہو جاتی ہے؛ اس لئے سلام اولیٰ کی میم امام سے پہلے کہنا مکروہ ہے، اس کے بعد کے الفاظ مقتدی نے امام سے پہلے ختم کر لئے تو اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۳۱۲)

عن عبد الله بن عمرو: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا جلس الإمام في آخر ركعة، ثم أحدث رجل من خلفه قبل أن يسلم الإمام فقد تمت صلاته. (سنن الدار قطني، كتاب الصلاة، باب من أحدث قبل التسليم، دارالكتب العلمية بيروت ١/٣٦٨، رقم: ١٤٠٧)

ولفظ السلام مرتين فالثاني واجب على الأصح، دون عليكم، وتنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا. (فتاوى شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچى ١/٤٦٨، زكريا ٢/١٦٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ / ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۱۹)

عصر کی نماز کی ایک رکعت میں صرف ایک سجدہ کیا

سوال [۲۷۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے عصر کی نماز ادا کی اور کسی ایک رکعت میں صرف ایک ہی سجدہ کیا، دوسرا سجدہ کرنا بھول گیا تو اس کی نماز ادا ہوئی یا واجب الاعادۃ ہے اور بطور خاص یہ وضاحت فرمائیں کہ ان چار رکعتوں کا کیا حکم ہوگا؟ آیا وہ نفل ہو جائیں گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد عبداللہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہے؛ لہٰذا اگر ایک سجدہ بھول کر ترک ہو جائے تو سلام سے قبل اس کو کر لینا لازم تھا، اس کو کئے بغیر سجدہ سہو سے بھی کام نہیں چل سکتا، اگر اسی حالت میں سلام پھیر کر نماز سے فراغت حاصل کر لی ہے تو پوری نماز فاسد ہوگئی اور یہ نماز نفل بھی نہ ہوگی؛ اس لئے کہ ترک فرض سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

السجود الثاني فرض کالأول بإجماع الأمة الخ (عالمگیري، کتاب الصلاۃ، الفصل الأول في فرائض الصلاۃ، زکریا ۱/ ۷۰، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۱۲۷، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، وأرکانها، دارالکتاب دیوبند جدید ۲۳۴)

أو خروج من المسجد قبل قضاء ما نسیه فسدت صلوته، إن کان ما علیه سجدة صلبیة الخ (طحطاوي علی المراقي، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، دارالکتاب دیوبند جدید ۴۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۲ھ

نماز میں اردو زبان میں دعا مانگنا

سوال [۲۷۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آں محترم نے ۵/ جمادی الاولیٰ ۲۸ھ کو ۶/ ۶۳۵/ کے حوالہ سے لکھا ہے اردو میں دعا مانگنے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، ادھر خیر الفتاوی ۲/ ۴۵۹/ پر لکھا ہے، نماز میں دعا اردو میں مانگی تو نماز ہوگئی۔

وظاهر التعليل أن الدعا بغير العربية خلاف الأولىٰ، وأن الكراهة فيه تنزيهية. (شامي ١/ ٤٨٦)

اس تضاد کی وضاحت مطلوب ہے، تاکہ صحیح مسئلہ نمازیوں کو بتلا دیا جائے؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڑھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے اندر اردو میں دعا مانگنا اصلاً مکروہ تحریمی ہے، جس کی بنا پر نماز واجب الاعادۃ ہوتی ہے اور ہمارے فتوی میں اس صورت میں جو نماز کے فساد کی بات کہی گئی ہے، وہ تعبیر کی غلطی ہے اور خیر الفتاوی میں درج فتوی مجمل ہے یا اس قول پر مبنی ہے، جس میں غیر عربی کی دعا کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے؛ حالانکہ یہ قول راجح کے خلاف ہے۔

ولايبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروها تحريما في الصلاة وتنزيها خارجها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في الدعاء بغير العربية، زكريا ٢/ ٢٣٤، كراچی ١/ ٥٢١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۱۴ھ

بھول سے جیب میں رکھی نجاست کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم

سوال [۲۷۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے کسی مجبوری کے تحت بیوی سے ہمبستری کے وقت نرودھ استعمال کیا، پھر اس نرودھ کو پیکٹ میں پیک کر کے ایک پلاسٹک کی تھیلی میں لپیٹ کر کے جیب میں رکھ لیا یہ سوچ کر کے کہ باہر پھینک دیں گے، پھر بھول گیا اور اسے جیب میں رکھے ہوئے نماز ادا کر لی تو ایک ناپاک اور نجس چیز جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لینے سے نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ یا پھر سے نماز پڑھنی پڑیگی؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

المستفتی: عبداللہ نواب پورہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نرودھ کے اندر جو نجاست بھر گئی تھی اس کی مقدار اگر مقدار درہم کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو اس پیکٹ کو جیب میں لے کر جو نماز پڑھی گئی وہ فاسد اور واجب الاعادہ ہے اور غالباً مقدار درہم سے زیادہ ہی ہوگی؛ اس لئے نماز کا اعادہ ضرور کرلیا جائے؛ اس لئے کہ ایک درہم کا وزن تقریباً ۳ رگرام ہوتا ہے جو نہایت معمولی وزن ہے۔ (مستفاد: ایضاح الطحاوی ۳/۱۹۱)

وفرعوا على ذلک مالو علم قليل نجاسة عليه وهو في الصلاة ففي الدرهم يجب قطع الصلاة، وغسلها، ولو خاف فوت الجماعة، لأنها سنة وغسل النجاسة واجب وهو مقدم. (حاشية الطحطاوي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس والطهارة عنها، دارالكتاب ديوبند جديد ١٥٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٨/ ٢٢٠)

وفي الدر: وطهارة بدنه وثوبه وكذا ما يتحرك بحركته، أويعد حاملاله كصبي عليه نجس، إن لم يستمسک بنفسه منع وتحته في الشامية: أي شيئ متصل به يتحرک بحركته كمنديل طرفه على عنقه

وفي الآخر نجاسة مانعة إن تحرك موضع النجاسة بحركات الصلاة منع وإلا لا. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، شروط الصلاة، زكريا ٢/٧٣، ٧٤، كراچی ١/٤٠٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۲۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۱۶ھ

قنوت نازلہ میں وعدہ اور وعید کے الفاظ کی تبدیلی کا حکم

سوال [۲۷۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے نماز پڑھائی اور نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اور قنوت نازلہ میں وعدہ اور وعید کے الفاظ کو بدل دیا، وعدہ کی جگہ وعید والے الفاظ استعمال کردیئے تو ایسی صورت میں امام صاحب کی نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؛ جبکہ قرأت میں اس طرح کی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے؟ واضح فرمادیں۔

المستفتی: محمد شعیب میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب امام صاحب سے قنوت نازلہ پڑھنے میں ایسی فحش غلطی ہوگئی کہ وعدہ والے الفاظ کی جگہ وعید والے الفاظ یا اس کے برعکس استعمال کر دیئے تو ایسی صورت میں نماز فاسد ہوگئی؛ کیونکہ قنوت نازلہ اور دعاءِ قنوت میں وعدہ کے الفاظ کو وعید کے الفاظ سے بدل دینے سے اسی طرح نماز فاسد ہوجاتی ہے، جس طرح قرأت میں نماز فاسد ہوجاتی ہے؛ لہٰذا سوال نامہ میں ذکر کردہ صورت میں امام صاحب کی نماز فاسد ہوگئی ہے، اس کا اعادہ واجب ہے، جیسا کہ فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ولو قرأ في دعاء القنوت......ونسطغفرك بالطاء قال: تفسد ولو قرأ

إنا نستعنک بغیر یاء، فقال: لاتفسد قیل ولو قرأ ونتوکن علیک بالنون فقال: تفسد قیل ولو قرأ ونخنع قال: تفسد إذا تبین منه ذلک قیل لو قرأ ونشجد بالشین قال: تفسد إذا تبین منه ذلک ولو قرأ وإلیک نسحیٰ ونحفد قال: تفسد. (الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الأول من مسائل زلة القاري في ذکر حرف مکان حرف ۲/۸۵، رقم:۱۸۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۸۴۱)

دوران نماز بیوی کا بوسہ لینا

سوال [۲۷۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوہر نماز پڑھ رہا ہو بیوی نے بوسہ لیا، تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی؛ لیکن بیوی اگر نماز پڑھے شوہر نے بوسہ لیا تو اس کی نماز کیوں فاسد ہو جاتی ہے؟

المستفتی: محمد قاسم گانوڑی، بڑھا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کی نماز فاسد نہ ہونے اور بیوی کی نماز فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیوی جماع پر قادر اور بااختیار نہیں ہوتی ہے، اس لئے بیوی کے بوسہ کی وجہ سے اس حالت میں مفضی الی الجماع لازم نہیں آتا؛ لیکن اس کے برخلاف شوہر جماع پر پوری طرح قادر اور بااختیار ہوتا ہے؛ اس لئے بیوی کو بوسہ دینے کی صورت میں مفضی الی الجماع کا اندیشہ ہے، اس وجہ سے بیوی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

وأشار في الخلاصة إلی الفرق بأن تقبیله في معنی الجماع یعنی أن الزوج هو الفاعل للجماع، فإتیانه بدواعیه في معناه. (شامي، کتاب الصلاة، باب ماتفسد الصلاة، ومایکره فیها، زکریا ۲/۳۹۰، کراچی ۱/۶۲۸، ۶۲۹)

قوله والفرق -أي بين جعل تقبيله المصلية مفسدا صلاتها، وإن كان بغير شهوة وبين جعل تقبيلها المصلى غير مفسد صلوته إذا لم يشته وهو جواب من صاحب النهر عما أورده في الفتح حيث قال والله أعلم بوجه الفرق، وذلک لأنه لاصنع للمصلي في الوجهين، فمقتضاه عدم الفساد فيهما، وإن جعلنا التمكين من الفعل بمنزلة الفعل اقتضى الفساد فيهما وهو الظاهر. (طحطاوي على الدر، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، کوئٹه ۱/۲٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۴/۱۴۲۱ھ

دوران نماز ٹارچ جلانا

سوال [۲۷۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عشاء کی نماز ہورہی تھی دوران نماز اچانک لائٹ چلی گئی، ایک صاحب جو پہلی صف میں تھے ان کے سامنے ٹارچ رکھی ہوئی تھی، انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ٹارچ کا بٹن دبا دیا جس سے روشنی ہوگئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب نے کہا کہ جس نے دوران نماز ٹارچ جلائی ہے، اس کی نماز نہیں ہوئی وہ اپنی نماز دہرالے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح دوران نماز ٹارچ جلانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور کیا امام صاحب کی بات صحیح ہے؟

المستفتی: وصی الحق، بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس نے دوران نماز بجلی بھاگ جانے پر ٹارچ جلائی ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی؛ کیونکہ یہ عمل قلیل ہے اور نماز میں عمل قلیل

سے نماز فاسد نہیں ہوتی؛ البتہ نماز میں ایسا عمل مکروہ ہے اور مفسد صلوۃ کے بارے میں امام صاحب کی بات صحیح نہیں ہے۔

ولو وضع الفتيلة في السراج وهو يصلي لا تفسد صلاته، لأنه قليل.

(هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، زكريا ۱/۱۰۲، جديد زكريا ديو بند ۱/ ۱۶۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۸ھ

نماز میں موبائل کی گھنٹی بجنے لگے تو کیا کریں؟

سوال [۲۷۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موبائل اگر چالو حالت میں رہ گیا تو کیا نمازی اس کا بٹن بند کرسکتا ہے؟ اگر جماعت سے نماز پڑھنے کی حالت میں ہو اور موبائل ایسی جگہ جیب میں ہو کہ بند نہیں کرسکتا تو وہ نماز توڑ کر بند کرے یا اس کی گھنٹی بجنے دے، اس صورت میں پوری مسجد کے نمازیوں کی توجہ وخشوع میں فرق آئے گا، اگر سنت وغیرہ پڑھ رہا ہو تو نیت توڑ کر موبائل بند کر کے پھر سے نیت باندھ سکتا ہے؟

المستفتی: محمد ذکاء اللہ جامع مسجد چھاؤنی، اندور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل بند کرنا یاد نہیں رہا تو نماز چاہے باجماعت پڑھی جارہی ہو یا تنہا دونوں صورتوں میں اگر موبائل میں گھنٹی شروع ہوجائے اور ایک ہاتھ سے موبائل بند کردے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، موبائل چاہے آگے کی جیب میں رکھا ہو یا سائیڈ کی جیب میں بہرصورت موبائل اگر ایک ہاتھ سے بند کردیا جائے تو نماز

فاسد نہیں ہوگی، یہ ایسا ہے جیسا کہ ٹوپی گر جانے کی صورت میں ایک ہاتھ سے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھنا جائز ہے، ایسے ہی موبائل ایک ہاتھ سے بند کرنا جائز ہے، موبائل والے کو اول گھنٹی پر موبائل بند کر دینا چاہئے، تاکہ نمازیوں کے خشوع اور یکسوئی میں فرق نہ پڑے۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه سلم: يصلي، والباب عليه مغلق، فجئت فاستفتحت، فمشي ففتح لي، ثم رجع إلى مصلاه، وذكرت أن الباب كان في القبلة. (سنن الدار قطني، كتاب الجنائز، باب جواز العمل القليل في الصلاة، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٦٧، رقم:١٨٣٧)

ولو أغلق الباب لاتفسد صلوته. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، وما لايفسد، زكريا ١/١٠٤، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٢)

ولو سقطت قلنسوته فاعادتها أفضل. (در مختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، كراچی ١/٦٤١، زكريا ٢/٤٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۲۹/۳۷)

دوران نماز موبائل کی گھنٹی بند کرنا

سوال [۲۷۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی کی جیب میں موبائل ہو اور نماز کی حالت میں رنگ ہونے لگے، تو آف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر آف کر لیں تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی ایک مرتبہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل واقع تو نہیں ہوگا؟

المستفتی: شمیم اختر، کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کی حالت میں موبائل کی رنگ ہونے کی

صورت میں ایک ہاتھ کا استعمال کر کے موبائل بند کرنے کی گنجائش ہے اور دونوں ہاتھوں کے استعمال کرنے کی وجہ سے نماز کے فاسد ہوجانے کا خطرہ ہے؛ اس لئے دونوں ہاتھوں کو استعمال نہ کیا جائے۔ (مستفاد: انوار رحمت ۱۲۳)

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يصلي في البيت، والباب عليه مغلق، فجئت، فمشى حتى فتح لي، ثم رجع إلى مقامه ووصفت أن الباب في القبلة. (مسند أحمد بن حنبل ٦/ ٣١، رقم:٢٤٥٢٨)

عن عائشةؓ، قالت: كان بابنا في قبلة المسجد، فاستفحت ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي، فمشى حتى فتح لي، ثم رجع إلى مكانه الذي كان فيه. (مسند أحمد بن حنبل ٦/ ١٧٢، رقم:٢٦٠١٨، رقم:٢٦٤٩٩)

لو رفع العمامة ووضعها على الأرض، أو رفعها من الأرض ووضعها على الرأس لاتفسد، لأنه يتم بيد واحدةٍ من غير تكرار. (فتاوى قاضي خان على الهندية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، زكريا ١/ ١٢٩، جديد زكريا ديوبند ١/ ٨١، سيٹ:٧)

ولو لبس قلنسوةً، أو بيضة، أو نزعها لاتفسد. (قاضي خان على الهندية ١/ ١٢٩، امدادية ملتان، جديد زكريا ديوبند ١/ ٨١، سيٹ:٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۱۴/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۵/۲۴ھ

جیب سے موبائل نکال کر آنکھوں سے دیکھ کر بند کرنا

سوال [۲۷۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کی حالت میں ایک شخص کا موبائل کھلا رہا پینٹ کی جیب میں تھا کہیں سے فون آ گیا اور موبائل میں رنگ بجنے لگی اس شخص نے ایک ہاتھ سے موبائل سامنے لا کر

اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بند کردیا تو ایسی صورت میں نماز میں فرق آئے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جیب سے باقاعدہ موبائل نکال کر اور دیکھ کر بند کرنے کا عمل مفسد صلوۃ ہے، اس کو دوسرے لوگ دیکھ کر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے ایسے عمل کو فقہی اصطلاح میں عمل کثیر کہتے ہیں، جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۳۸۶)

ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمال لها ولا لإصلاحها وفيه أقوال خمسة اصحها لا يشك بسببه الناظر من بعيدٍ في فاعله، أنه ليس فيها وفي الشامية، الثالث: الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا قليل.

(شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها،زكريا۲/ ۳۸۵، كراچي ۲/۶۲۵)

ويفسدها العمل الكثير لا القليل والفاصل بينهما أن الكثير هو الذي لايشك الناظر بفاعله أنه ليس في الصلاة وإن اشتبه فهو قليل على الأصح.

(مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، مكتبه فقيه الأمت ۱/۱۸۲، طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، دارالكتاب ۳۲۲، حلبي كبير، كتاب الصلاة، مفسدات الصلاة، اشرفي ٤٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۴/۴۰)

ایک ہاتھ سے بجلی کا بٹن دبانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال [۲۷۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے گرمی کا زمانہ ہے محراب کے اوپر پنکھا لگا ہے،

مگراس کا بٹن نہیں دبایا گیا تھا، امام صاحب نے ایک ہاتھ سے بٹن دبا دیا تو ایسی صورت میں نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد ذکراللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا محراب میں نماز پڑھاتے ہوئے ایک ہاتھ سے بٹن دبانے سے نماز میں کوئی فساد نہیں آئے گا؛ کیونکہ یہ عمل قلیل ہے اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔

وكذا لا تفسد الصلوة ولو روح المصلى بمروحة، أو بثوبه مرة، أومرتين. (حلبي كبير، مكتبه اشرفي ديوبند ٤٤٨، التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس ما يفسد الصلاة، ٢/٢٣٣، رقم: ٢٢٥٩)

وكل عمل لايشك بسببه الناظر إلى المصلي، أنه في الصلاة؛ بل يظن ظنا غالبا أنه ليس في الصلاة، فهو عمل كثير وما كان دون ذلك بأن يشتبه على الناظر ويتردد فى كونه فى الصلاة، أم لا فهو قليل. (حلبي، كتاب الصلاة، باب مفسدات الصلاة، اشرفي ٤٤١)

كل عمل لايمكن إقامته إلا باليدين فهو كثير-وكل عمل يكمن إقامته بيد واحدة فهو يسير مالم يتكرر. (التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس ما يفسد الصلاة، ومالا يفسد ٢/٢٣٣، ٢٢٦٠)

عن عائشةؓ، قالت: استفتحت الباب ورسول الله صلى الله عليه وسلم: يصلي تطوعا والباب على القبلة فمشى عن يمينه، أو عن يساره ففتح الباب، ثم رجع إلى مصلاه. (نسائي شريف، كتاب السهو، باب المشى عمام القبلة خطي يسيرة، النسخة الهندية ١/١٣٥، دارالسلام رقم: ١٢٠٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۵۴/۴۰)

دوران نماز موبائل بند کرنا

سوال [۲۷۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کے جدید ٹکنالوجی دور میں موبائل جہاں سودمند ہے وہیں اکثر و بیشتر بڑی زحمت کا باعث ہوتا ہے، خصوصاً نماز میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نمازی اپنا موبائل فون بند کرنا بھول جاتے ہیں اور دوران نماز فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے، جس سے جن کا فون ہے، ان کی نماز میں بھی خلل پڑتا ہے اور باقی نمازیوں کی بھی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا نمازی دوران نماز اپنا موبائل فون بند کرسکتا ہے۔ نیز یہ کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر نمازی کی ٹوپی سجدہ میں گر جائے تو اگر عمل کثیر نہ ہوتو وہ ٹوپی پہن لے؟ بتائیں کہ عمل کثیر کی مقدار کیا ہے؟ نیز یہ کہ موبائل فون جیب میں ہے یا صف پر رکھا ہوا ہے تو بند کرنے میں عمل کثیر ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جولوگ موبائل اپنے ساتھ رکھتے ہیں ان کے اوپر ضروری ہے کہ جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ بات یاد رہتی ہے اور خیال رہتا ہے کہ پیر سے چپل اتارنا ہے اور چپل کو حفاظت سے رکھنا ہے، یہ کام نہیں بھولا جاتا ہے، اسی طریقہ سے موبائل کے بارے میں کبھی نہیں بھولنا چاہئے، اہتمام کرنا چاہئے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت جوتا اتارنے کے ساتھ موبائل بھی بند کرلیں اور چند دن توجہ اور پابندی کرنے کے بعد پھر نہیں بھولیں گے، اتفاقیہ اگر موبائل بند نہیں کیا اور دوران نماز موبائل کی گھنٹی بجنے لگے تو موبائل چاہے جیب میں ہو یا صف میں بہرحال نمازی کو موبائل کی گھنٹی بند کردینی چاہئے؛ کیونکہ گھنٹی بند نہ کرنے کی وجہ سے تمام نمازیوں کو خلل اور ذہن منتشر ہوتا ہے اور ایک ہاتھ

سے بند کرنے کا یہ عمل بھی مکروہ ہے؛ لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، جو مسئلہ آپ نے سوال میں لکھا ہے وہ اپنی جگہ صحیح اور درست ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه سلم: قال أحمد: يصلي، والباب عليه مغلق، فجئت فاستفتحت، قال أحمد: فمشى ففتح لي، ثم رجع إلى مصلاه، وذكر أن الباب كان في القبلة. (سنن أبي داؤد كتاب الصلاة، باب العمل في الصلاة، النسخة الهندية ١/١٣٣، دار السلام رقم: ٩٢٢)

ويكره أن يروح على نفسه بمروحة، أو بكمه لاتفسد به الصلاة ما لم يكثر. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، وما لا يكره، زكريا ١/١٠٧، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٥)

ولو أغلق الباب لا تفسد صلوته. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع مع فيما يفسد الصلاة، زكريا ١/١٠٤، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٢)

عمل کثیر کی تین تعریفیں کی گئی ہیں، جن میں دو ذکر کی جاتی ہیں:

اول: نمازی کو دور سے دیکھنے والا دیکھ کر یہ سمجھے کہ وہ نماز میں نہیں ہے تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر شک کرے تو عمل قلیل ہے۔

دوم: عمل کثیر اسے بھی کہا جاتا ہے، جس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

أن ما يقام باليدين عادة كثير وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، زكريا ١/١٠٢، زكريا جديد ١/١٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رشعبان المعظم ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۴۵/۳۷)

امام صاحب نے سجدہ سے اٹھتے ہوئے بجلی کا بٹن دبادیا

سوال [۲۸۰۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام سجدے سے اٹھتے ہوئے تیزی کے ساتھ بجلی کا بٹن دبادے جس سے بلب جل جائے، تو ایسی حالت میں نماز قائم رہے گی یا ختم ہوجائے گی یا مکروہ ہوگی؟

المستفتی: خورشید احمد حسن پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ولو أغلق الباب لا تفسد صلوته.

(عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، زكريا ١/١٠٤، جديد زكريا ديوبند ١/١٦٢، قاضيخان مع الهندية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، زكريا ١/١٣٩، جديد زكريا ديوبند ١/٨١، سيٹ:٧)

وإذا ضرب دابتة مرة أو مرتين لاتفسد صلاته، لأن الضرب يتم بيد وواحدة الخ. (قاضيخان مع الهندية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة،زكريا ١/١٣٨، جديد زكريا ديوبند ١/٨٠، سيٹ:٧)

لأن المفسد إنما هو العمل الكثير وهو ما يظن أن فاعله ليس في الصلاة الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، كراچی ١/٦٢٥، زكريا ٢/٣٨٥، مطبوعة كوئٹه ١/٤٦٢)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر بٹن اس طرح سے امام سے قریب ہو کہ دبا دینے کی وجہ سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ امام نماز میں نہیں ہے، تو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ صحیح ہوجائے گی۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: جئت رسول الله صلى الله عليه سلم: يصلي في البيت، و الباب عليه مغلق، فمشى حتى فتح لي، ثم رجع إلى مكانه،

ووصفت الباب في القبلة. (سنن الترمذي كتاب الصلاة، باب ما يجوز من المشي والعمل في صلاة التطوع، النسخة الهندية ١/١٣١، دارالسلام رقم:٦٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۳/۲۳۶)

رومال اورانگوچھا سامنے رکھ کرنماز پڑھنا

سوال [۲۸۰۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمازی آدمی اعضاءوضو بعدالوضو پوچھنے کے لئے رومال رکھتے ہیں یاانگوچھا اوراعضاءوضو پوچھنے کے بعدرومال کواپنے سامنے رکھ کرنماز پڑھتے ہیں،تو کیانماز کےاندر کوئی کراہت ہوتی ہے؟ اگرایساہےتو مبرہن کرکےعنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد مختار،سکٹھونگلہ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں نماز کےاندرکوئی خرابی اورکراہت لازم نہ آئے گی۔

عن ميمونة رضـ قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يصلي وأنا حذاءه، وأنا حائض وربما أصابني ثوبه إذا سجد قالت: وكان يصلي على الخمرة. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب إذا أصاب ثوب المصلي امرأته إذا سجد ١/٥٥، رقم:٣٧٧، ف:٣٧٩)

بأن ما يصيب منديل المتوضي وثيابه عفو اتفاقًا الخ. (درمختار، كتاب الطهارة، باب المياه، زكريا ٢/٣٥٢، كراچی ١/٢٠٠)

ولابأس بالصلاة على الطنافس، واللبود، وسائر الفرش. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره في الصلاة، ومالا يكره،

المجلس العلمي جديد ۲/ ۱٤۳، رقم:۱٤۳٦۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍۳۱۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷؍۴؍۱۴۱۳ھ

رومال سے اعضاءِ وضو پوچھ کر سجدہ کی جگہ رکھنا

سوال [۲۸۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص وضو کرکے رومال سے اعضاء پوچھنے کے بعد دستی کو سجدہ کی جگہ رکھ کر نماز پڑھتا ہے، تو اس کی وجہ سے نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد احمد لالباغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگر شدت گرمی یا کسی عذر کی وجہ سے دستی اور رومال کو سجدہ کی جگہ پر رکھا ہے تو نماز مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

عن أنس بن مالک رضي الله عنه، قال: كنا نصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم: في شدة الحر، فإذا لم يستطع أحدنا أن يمكن وجهه من الأرض بسط ثوبه فسجد عليه. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب بسط الثوب في الصلاة، للسجود ۱/ ۱٦۱، رقم:۱۱۹٤، ف:۱۲۰۸)

رجل يصلي على الأرض ويسجد على خرقة وضعوها بين يديه ليقى بها الحر لابأس به. (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، فيما يكره في الصلاة، ومالايكره، زكريا ۱/۱۰۸، جديد زكريا ديوبند ۱/۱٦٦، المحيط البرهاني، كتاب الكراهية و الاستحسان، الفصل الرابع، كتاب الصلاة، والتسبيح، المجلس العلمي جديد ۷/ ٥۱٤، رقم:۹٤٥٥)

ولابوضع خرقة يسجد عليها......والظاهر أن محل عدم الكراهة إذا

لم ينشف بها الأعضاء من الماء المستعمل وإلا كره نظرا إلى الرواية بنجاسته، وإن كان كانت غير معتمدة، قوله إتقاء الحر الخ ظاهره أنه يكره وضعها لغير ذلك. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فيما لايكره للمصلي، دارالكتاب ديوبند ۳۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۳۲/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۷/۲۲ھ

مسجد کی چٹائی پر اپنا تولیہ وغیرہ بچھا کر نماز پڑھنا

سوال [۲۸۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات مسجد میں چٹائی ہونے کے باوجود اپنے گھروں سے تولیہ وغیرہ لے کر چٹائی پر اس کو بچھا کر پھر اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس کی وجہ سے نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد حما دلالباغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تولیہ کو فرش یا چٹائی وغیرہ پر بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يصلي على الخمرة. (سنن الترمذي، النسخة الهندية ۱/۷۵، دارالسلام رقم: ۳۳۱)

ولا بأس بالصلاة على الطنافس، واللبود، وسائر الفرش. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع ما يكره للمصلي و مالا يكره، زكريا ۲/۲۰۹، رقم: ۲۱۸۳، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع مايكره في الصلاة،

وما لا يكره، المجلس العلمي جديد ٢/ ١٤٣، رقم:٦ ١٤٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ /رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶ ۳۳۳۳/۳ ۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳ /۷ /۱۴۲۲ھ

سجدہ میں زمین پر بالکل قدم نہ رکھنا یا رکھنے کے بعد اٹھالینا

سوال [۲۸۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حالت سجدہ میں وضع قدمین کے بعد رفع قدمین سے نماز فاسد ہوتی ہے کہ نہیں؟ وجہ شبہ یہ ہے کہ کتب فقہ وفتاوی میں مطلقاً وضع قدمین ''ولو كان إصبعاً واحدة'' کا تذکرہ ہے، مگر صریح جزئیہ یہ نہیں ملا کہ اگر وضع قدمین کے بعد دونوں قدم کو بالکل زمین سے اٹھالے تو نماز ہوگی یا نہیں اور کتب فقہ میں فرضیت وضع قدمین کا قول بھی نقل کیا گیا ہے، بر بناء ایں قول تو نماز فاسد ہونی چاہئے اور سنیت کا قول بھی منقول ہے۔ نیز خلجان کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ہمارے اکابر کے فتاوی میں بھی اختلاف نظر آتا ہے؛ چنانچہ فتاوی دار العلوم ۴/ ۳۵/ میں ہے، اگر بالکل تمام سجدہ میں دونوں قدم اٹھے رہیں تو سجدہ نہ ہوگا (الی قولہ) کم از کم ایک انگشت کسی وقت سجدہ میں زمین پر ٹھہر جائے یہ نہیں کہ اگر قدمین زمین سے اٹھ گئے اور پھر رکھ لئے تو نماز نہ ہوگی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ وضع قدمین کے بعد اگر دونوں قدمین بھی اٹھالئے تو نماز ہو جائے گی، اور یہی فتاوی دار العلوم ۴/ ۱۰۸ سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب یوں فرماتے ہیں: کہ سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھا دینے سے نماز نہیں ہوتی۔ (کفایت المفتی ۳/ ۳۷۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز نہ ہوگی، حضرت مفتی محمود الحسن دامت برکاتہم کا فتوی بھی ملاحظہ فرمالیجئے: اس میں کوئی حکم نہیں لگایا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲/ ۱۹۶)

حضرت والا ان تحریرات کو پڑھ کر اول کی تصحیح اور ثانی کے متعلق اپنی تحقیق سے ایک

فیصلہ فرمادیں اور میرے اضطراب کو دور فرما کر شفقت ولطافت کا معاملہ فرمائیں، حضرت میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ علم وعمل اور فلاح دارین نصیب فرمائے۔

المستفتی: فاروق عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہی قول راجح ہے کہ بالکل قدم نہ رکھنے کی صورت میں نماز فاسد ہوتی ہے، پورے سجدے میں کسی بھی وقت رکھ لئے ہوں اور پھر اٹھا لئے ہیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی، جیسا کہ فتاوی دارالعلوم میں ہے اور کفایت المفتی کی عبارت اس کے معارض نہیں ہے۔

وقال بعضهم إن حرك رجليه قليلا لاتفسد صلوته، كذا في المحيط هو الأوجه الخ (فتاوى عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع، فيما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، زكريا كوئٹه ۱/۱۰۳، جديد زكريا ديوبند ۱/۱٦۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۱۰۰۷)

عورت کے صف میں کھڑے ہونے سے کس کس کی نماز فاسد ہوگی؟

سوال [۲۸۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عورت اگلی صف میں مرد پچھلی صف میں کھڑے ہوکر ایک ہی امام کے پیچھے جماعت سے نماز ادا کریں تو جس مرد کے سامنے اگلی صف میں عورت کھڑی ہے اس مرد کی نماز کس حکم میں ہے نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: اقبال احمد، شیرکوٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورتیں باقاعدہ جماعت میں شریک ہوجاتی ہیں

اورامام نے ان کی امامت کی نیت بھی کررکھی ہوتو عورتوں کی نماز صحیح ہے، مگراس کی وجہ سے اس کے دائیں بائیں اور پیچھے کھڑے ہونے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، اوراگرامام نے ان کی امامت کی نیت نہیں کررکھی ہے تو صرف عورت کی نماز فاسد ہوگی۔

وقد صرحوا بأن المرأة الواحدة تفسد صلوة ثلاثة إذا وقفت في الصف من عن يمينها و من عن يسارها ومن خلفها. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، كراچی ١/٦٣٥، زكريا ٢/٣١٦، هداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة ١/١٢٤)

فإن حاذتة في صلوة مشتركة تحريمة وأداء فسدت صلوته إن نوى إمامتها وإلاصلاتها. (شرح وقايه، كتاب الصلاة، فصل في الجماعة، اشرفی ١/١٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۳۶/۳۳)

مسجد حرام میں مردوں وعورتوں کا مخلوط نماز پڑھنا

سوال [۲۸۰۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہنامہ ندائے شاہی فروری ۱۹۹۰ کو ملاحق تو یہ ہے کہ یہ دور حاضراوراس کے مسائل پر دین کی روشنی یں بیش بہا خدمات انجام دے رہا ہے، براہ کرم درج ذیل سوال کا جواب ماہنامہ ندائے شاہی کی اگلی اشاعت میں شائع فرمادیں۔

سوال: میں ادائے گی فریضہ حج بیت اللہ کے لئے سعودیہ عرب گیاتھا میں نے وہاں دیکھا کہ مسجد حرام میں خواتین بھی مردوں کے ساتھ ہی صفوں میں باجماعت نماز پڑھتی ہیں۔

المستفتی: محمد صدیق مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورتیں مردوں کی صفوں سے الگ پیچھے کھڑی ہو کر شریک جماعت ہوجائیں، تو ان کی نماز صحیح ہوجاتی ہے، جیسا کہ مدینہ منورۃ میں معمول ہے۔

ویصف الرجال، ثم الصبیان ، ثم الخناثیٰ، ثم النساء الخ (الدرالمنتقي مع مجمع الأنهر، کتاب الصلاۃ، فصل الجماعة سنة مؤکدة بیروت ۱/ ۱۰۹، قدیم ۱/ ۱۶۵)

لیکن اب زمانہ فتنہ کا ہے اس لئے عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنے کی غرض سے مسجدوں میں حاضر ہونا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہندوستانی مساجد میں اس کا معمول نہیں ہے۔

ولایحضرن: أي لایحل لهن: أي یحضرن الجماعات لخوف الفتنة الخ

(الدر المنتقی مع مجمع الأنهر ، کتاب الصلاۃ، فصل الجماعة سنة مؤکدة بیروت ۱/ ۱۰۹، قدیم ۱/ ۱۶۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ رجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۷۴)

کیا مسجد حرام میں محاذات میں سہولت کی کوئی شکل ہے؟

سوال [۲۸۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حج کے بارے میں ایک پریشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ مجمع مرد وعورت کا مخلوط ہوتا ہے، طواف بھی ایک ساتھ کرتے ہیں اور فرض نمازوں میں بھی مرد وعورت سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں، تو مسئلہ محاذات کی رو سے لاکھوں افراد کی نماز فاسد ہوتی ہے، تو اس خاص موقع پر ان لاکھوں افراد کی نماز صحیح قرار دینے کی کوئی شکل ہے؟ کیا مسئلہ محاذات میں کچھ سہولت کی جاسکتی ہے؟

المستفتی: نعمت اللہ عباسی جنرل اسٹور، چوک گونڈہ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک نماز میں ایک امام کی اقتداء میں مسجد حرام میں جن مردوں کے بغل میں عورتیں کھڑی ہوکر شریک جماعت ہوجاتی ہیں، ان مردوں کی نمازیں فاسد ہوجاتی ہیں؛ اس لئے کہ مسجد حرام میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے اور مسجد حرام یا کسی اور جگہ مسئلہ محاذات میں سہولت سے متعلق احقر کی نظر سے کوئی صراحت نہیں گذری۔

إن حاذته مشتهاة في ركن من صلاة مطلقه مشتركة تحريمة، وأداءً في مكان متحد بلاحائل ولافرجة أفسدت صلوته، إن نوى إمامتها وكانت جهتهما متحدة وتحته في چلپي وعليه الفتوى، وكثيرا ما تفسد الصلاة، بهذا السبب في المسجد الحرام، والمسجد الأقصى الخ (تبيين الحقائق مع حاشية چلپي، كتاب الصلاة، باب الإمام والحدث في الصلاة، زكريا ۱/ ۳۵٦، امدادية ملتان ۱/ ۱۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۳۸)

مسجد نبوی میں عورت کی محاذات کا حکم

سوال [۲۸۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور دیگر مساجد میں خواتین کی صفیں ایک بنی ہیں اور وہ بھی اندر ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتی ہیں، کیا یہ درست ہے؟ اگر ہاں تو ہندوستانی مساجد میں ایسا رواج کیوں نہیں ہے؟

المستفتی: نیازمند محمد صدیق، پرنس روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک نماز میں ایک ہی امام کی اقتداء میں مسجد حرام

کے اندر جن مردوں کے بغل میں عورتیں کھڑی ہوکر شریک جماعت ہوجاتی ہیں، ان کی نمازیں فاسد ہوجاتی ہیں؛ اس لئے نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔

إن حاذته مشتهاة في ركن من صلوة مطلقة مشتركة تحريمة وأداء في مكان متحد بلاحائل ولافرجة أفسدت صلوته إن نوىٰ إمامتها، وكانت جهتهما متحدة وتحته في چلپي وعليه الفتوى. وكثيرا ما تفسد الصلوة بهذا السبب في المسجد الحرام والمسجد الأقصىٰ الخ. (تبيين الحقائق ماحاشية چلپي امدادية ملتان ١/١٣٩، زكريا ١/٣٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ر)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ھ

سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ دیا تو کیا حکم؟

سوال [۲۸۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، اسی اثنا میں دوسرے شخص نے مسجد میں داخل ہوکر "السلام علیکم" کہا، جو آدمی نماز میں تھا اس نے بے خیالی میں جواب میں "وعلیکم السلام" کہہ دیا اور نماز جاری رکھی تو نماز درست ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: ولی اللہ، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز پڑھتے ہوئے زبانی سلام کا جواب دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۳۸۵)

ورد السلام ولو سهواً بلسانه. (شامي، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، وما يكره فيها، قبيل مطلب المواضع التي يكره فيها السلام كراچی ١/٦١٥، زكريا ٢/٣٧٣)

ولاینبغي للمصلي أن یرد سلامه بإشارة ولاغیر ذلک وأما رد السلام بالقول والإشارة، فلأن رد السلام من جملة کلام الناس. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، باب مفسدات الصلاة، ۱/ ٥٤٤، زکریا قدیم ۱/ ۲۳۷)

یفسد الصلاة التکلم والسلام ورده، لأنه من کلام الناس. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد صلاته، وما یکره، کراچی ۲/ ۸، زکریا ۲/ ۱۳)

ردالسلام علی غیره فسدت صلاته. (الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الخامس، باب ما یفسد الصلاة، وما لا یفسد، زکریا ۲/ ۲۲۹/ ۲۲۵۰)

یفسدها رد السلام سواء کان ساهیا، أو عامدًا، لأنه لیس من الأذکار؛ بل هو کلام. (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، ومایکره فیها ۱/ ۱۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۷۱)

اگلی صف میں فرجہ دیکھ کر آگے چل کر فرجہ میں داخل ہونا

سوال [۲۸۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں نیت باندھنے کے بعد آگے فرجہ دیکھ کر نمازی کتنی صفوں تک آگے جاسکتا ہے؟

المستفتی: عبدالاحد، سدھولی، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں نیت باندھنے کے بعد آگے صف میں فرجہ کشادگی دیکھ کر ایک صف کی مقدار چلا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور دو صف کی مقدار ایک ہی دفعہ چلا تو نماز فاسد ہوجائے گی؛ لیکن ایک صف کی مقدار چلا پھر ٹھہر گیا پھر چلا پھر ٹھہر گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاوی زکریا ۱/ ۴۴۱)

عن خيثمة ؓ **قال: صليت إلى جنب ابن عمر فرأى في الصف فرجةً، فأومأ إليّ فلم اتقدم، قال: فتقدم هو فسدّها.** (المنصف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، باب في سد الفرج في الصف قديم ۳/ ۲۹۰، رقم: ۳۸۲۲، جديد ۳۸۴۲)

قالوا في رجل كان في الصف الثاني فرأى فرجة في الصف الأول، فمشى إليها لم تفسد صلاته ولو كان في الصف الثالث، فرأى فرجة في الصف الأول وسد الفرجة تفسد صلاته، وإن لم يستدبر القبلة.
(الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، باب ما يفسد الصلاة، وما لايفسد ۲/ ۲۳۰، رقم: ۲۲۵۳)

ولو مشى في صلاة مقدار صف واحد لم تفسد صلاته، ولو كان مقدار صفين إن مشى دفعة واحدة فسدت صلاته، وإن مشى إلى صف ووقف، ثم مشى إلى صف لاتفسد صلاته. (خانية، كتاب الصلاة، فصل فيما تفسد الصلاة ۱/ ۱۳۴، جديد ۱/ ۸۴، فتح القدير، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، كراچی ۱/ ۳۵۲، زكريا ۱/ ۴۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۳/۴۰)

نابینا وبہرے شخص کو ہر رکن میں قریب والے نمازی کا اشارہ کرنا

سوال [۲۸۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نابینا ہے مزید بہرا بھی ہے امام کی اقتداء صحیح نہیں کر پاتا حتی کہ اگر امام سجدہ میں ہے تو وہ رکوع میں ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، تو اگر نابینا کو کوئی شخص اشارہ ہر رکن پر کرتا رہے تو نابینا یا اشارہ کرنیوالے کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟

المستفتی: مسعود الحسن رشیدی بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے شخص پر جماعت واجب نہیں بہتر یہ ہے کہ تنہا نماز پڑھے۔

فلاتجب على أعمى وإن وجدقائدا. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة كراچي ١/ ٥٥٥، زكريا ٢/ ٢٩٢)

أن القادر بقدرة غيره ليس بقادر. (البحر الرائق، باب الإمامة كوئٹه ١/ ٣٦٧، زكريا ١/ ٦٤٢)

لأن الاقتداء متابعة ومع الاشتباه لا يمكنه المتابعة. (خانية، كتاب الصلاة، فصل فيمن يصح الاقتداء قديم ١/ ٩٤، جديد زكريا ديوبند ١/ ٦١)

اگر ایسے شخص کو دوسرا شخص ہر رکن میں اشارہ کرے گا تو اشارہ کرنے والے کی نماز فاسد ہونے کا خطرہ ہے۔

والمراد بالعبث هنا ما ليس من أفعال الصلاة، لأنه ينافيها .

(مراقي الفلاح مع الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، اشرفى ٣٤٥، قديم ١٩٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱۳۰/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۸/۲۲ھ

نابینا رکوع نہ کر سکا تو نماز فاسد ہوگئی

سوال [۲۸۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نابینا شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا اور مغالطہ میں رہ کر رکوع نہ کر سکا، تو اس پر نماز کا اعادہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: راغب حسن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مغالطہ میں جس نابینا شخص کا رکوع رہ گیا ہے، اس کی نماز فاسد ہوگئی؛ اس لئے کہ رکوع فرض ہے اور اس کا ترک مفسد صلوۃ ہے۔

وفي الوالجیة الأصل في هذا أن المتروک ثلاثة أنواع فرض وسنة وواجب ففي الوجه الأول إن أمكنه التدارک بالقضاء یقضي وإلا فسد صلوته.

(الفتاوی التاتارخانیة ۱/ ۱۱٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳٦/ ۷۸۴٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۱۱/ ۱۴۲۳ھ

بچہ کے پستان چوسنے سے دودھ نکل جائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے

سوال [۲۸۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت نماز پڑھ رہی ہے اور نماز ہی کی حالت میں بچہ نے آکر دودھ پینا شروع کیا تو اس صورت میں نماز باقی رہے گی یا نہیں؟

المستفتی: عبدالصمد متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بچے کے چوسنے سے دودھ نکلتا ہے تو نماز فاسد ہوگی اور لوٹانا واجب ہوگا۔

صبي مص ثدی إمرأة مصلیة إن خرج اللبن فسدت وإلا فلا، لأنه متی خرج اللبن یکون إرضاعا الخ (عالمگیري، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة، و ما یکره فیها، زکریا کوئٹه ۱/ ۱۰٤، جدید زکریا دیوبند ۱/ ۱٦۲، هکذا في البحر، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، و ما یکره، فیها، البحرالرائق، زکریا ۲/ ۲۱، کوئٹه ۲/ ۱۲، وهکذا أیضاً في الفتح، کتاب الصلاة،

باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، فتح القدير، زكريا ١/٤١٣، كوئٹه ١/٣٥١)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۴۳)

نماز کی حالت میں ماں سے بچہ نے دودھ پی لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال [۲۸۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اغلاط العوام میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ عورت نماز پڑھ رہی تھی اسی اثناء میں اس کے دودھ پیتے بچہ نے آکر اس کا دودھ پی لیا، تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، تو سوال یہ ہے کہ فاسد ہونے کی علت کیا ہے؟

المستفتی: عبداللہ، لالباغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مسئلہ میں نماز کے فاسد ہونے کی علت عمل کثیر کا پایا جانا ہے، جب بچہ نے خود آکر ماں کے پستان میں منھ لگا کر دودھ پی لیا ہے اور ماں نماز کی حالت میں بچہ کو روک نہیں سکی تو اس کو فقہاء نے عمل کثیر کے حکم میں قرار دیا ہے؛ اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہے۔

المرأة أرضعت ولدها في الصلاة تفسد صلاتها، ولو جاء الصبي وارتضع من ثديها، وهي كارهة، فنزل لبنها فسدت صلاتها. (خانية، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ١/١٣٢-١٣٣، جديد زكريا ١/٨٣، تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، باب ما يفسد الصلاة، وما لا يفسد، زكريا ٢/٢١)

المرأة إذا أرضعت ولدها تفسد صلاتها، لأنها صارت مرضعة.

(البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، و ما يكره فيها، كوئٹه ٢/١٢، زكريا٢/٢١)

ومن الفروع المؤسسة: لو أرضعت ابنها، أو رضعها فنزل لبنها فسدت. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، زكريا ١/٤١٣، كراچي ١/٣٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۸۲/۴۰)

نماز کی حالت میں لکھنے کا حکم

سوال [۲۸۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے نماز کی حالت میں قلم ہاتھ میں لے کر کچھ لکھ دیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر اس شخص نے تین یا اس سے زیادہ کلمات لکھ دیئے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی؛ کیونکہ یہ عمل کثیر کی حد میں داخل ہوگیا اور اگر تین کلمات سے کم لکھے تو نماز صحیح تو ہوگئی مگر مکروہ ہوگی۔

ولو كتب قدر ثلاث كلمات في صلاته تفسد صلاته، وإن كان أقل لا. (هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، و ما يكره فيها، قديم زكريا ١/١٠٣، جديد ١/١٦٢)

لو كتب في صلاته خطا مستبينًا لاتفسد صلاته إلا أن يطول فيصير عملا كثيرا فحينئذ تفسد صلاتهٗ وحد الطول: أن يزيد على ثلاث كلماتٍ. (تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، باب ما يفسد الصلاة،

زکریا ۲/۲۳۸، رقم: ۲۲۸۱، کذا في الحلبي کبیر، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یفسد الصلاۃ، ٤٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۳۱/۴۰)

نماز میں پینٹ شرٹ کے پیچھے کا حصہ کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۸۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں، رکوع وسجدہ کی حالت میں اوپر کا کپڑا اوپر اور نیچے کا کپڑا نیچے کو چلا جاتا ہے، پیچھے کی جانب سے ناف کی سیدھ کا حصہ کھل جاتا ہے اور بعض کے کولہے تک کھل جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد سلیمان غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناف کی سیدھ کا حصہ کھلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی؛ کیونکہ ناف ستر میں داخل نہیں؛ البتہ کولہے کا چوتھائی حصہ تین بار تسبیح پڑھنے کی بقدر کھلا رہا تو نماز فاسد ہوجائے گی؛ کیونکہ کولہا مرد کے ستر میں داخل ہے۔

ویمنع حتی انعقادها کشف ربع عضو قدر أداء رکن ...... وذلک قدر ثلث تسبیحات. (شامي، کتاب الصلاۃ، شروط الصلاۃ، زکریا ۲/۸۱-۸۲، کراچي ۱/۴۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۱۷/۴۰)

سجدہ میں دونوں پیروں کا ایک رکن کے بقدر اٹھے رہنا

سوال [۲۸۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نماز مغرب با جماعت ادا کر رہا تھا، ہمارے پیچھے دوسری جماعت کھڑی ہوئی تھی ،جس میں سے ایک آدمی نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ کو انگلی کے اشارے سے روکا اور کہا میں دیکھ رہا تھا کہ تمہارا داہنا پاؤں ہلتا ہے، پھر چند نمازی اور بھی یہی بات کہنے لگے پاس میں باہر امام مسجد کھڑے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ داہنا پاؤں ہلنے سے نماز نہیں ہوتی ؛اس لئے تمہاری نماز نہیں ہوئی ؛ لہٰذا قانون شریعت کی روشنی میں یہ مسئلہ درست ہے یا غلط؟ اس پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالرحیم،سرائے کھجور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مستفتی سے زبانی کیفیت معلوم کی گئی عام طور سے سجدہ اور جلسہ میں پیر جس کیفیت پر ہوتا ہے، اس کو ہلنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا نماز درست ہوگئی ہے، نیز مستفتی نے رکوع وسجدہ کر کے دکھلایا ہے، اس اعتبار سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ؛البتہ اگر سجدہ وغیرہ میں دونوں پیر ایک رکن کی مقدار اٹھائے رکھے تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

وإن حرك رجليه تفسد (وقوله) قال بعضهم إن حرك رجليه قليلا لاتفسد صلوته......وهو الأوجه. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة،......الفصل الأول فيما يفسدها، زكريا ١/ ١٠٣، جديد زكريا ديوبند ١/ ١٦١)

وإن حرك رجلا واحدا لاعلى الدوام، لاتفسد صلاته، وإن حرك رجليه تفسد صلاته، واعتبر هذا القائل العمل بالرجلين بالعمل باليدين

والعمل برجل واحد بالعمل بيد واحدة، وقال بعضهم: إن حرك رجليه قليلا، لاتفسد صلاته، وإن فعل ذلك كثيرا، تفسد صلاته. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، مايفسد الصلاة، وما لا يفسد، المجلس العلمي جديد ٢/١٦٤، رقم: ١٤٧٦، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس، مايفسدالصلاة، وما لا يفسد،زكريا٢/٢٣٥، رقم: ٢٢٧٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳؍۵۱۰)

نماز میں داہنا پاؤں ایک جگہ جمائے رکھنا

سوال [۲۸۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا نماز میں داہنے پاؤں کا از ابتداء تا انتہا ایک ہی جگہ پر جمائے رکھنا ضروری ہے ورنہ نماز فاسد ہونے کا خطرہ ہے؟ اس مسئلہ کی تصریح فرمائیں۔

المستفتی: وحید اللہ خان، فرخ آباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز فاسد نہیں ہوتی۔

وإن حرك رجلا واحدة لاعلى الدوام لا تفسد الصلاة. (فتاوى عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة، الفصل الأول فيما يفسدها، زكريا ١/١٠٣، جديد زكريا ديوبند ١/١٦١، البناية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، اشرفية ٢/٤٤٩، البحرائق الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد ومايكره فيها، كوئٹه ٢/١٣، زكريا ٢/٢٢)

ہاں بلا عذر کے صرف ایک پیر پر وزن دے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

ويكره القيام على أحد القدمين في الصلاة الخ (شامي، كتاب الصلاة،

باب صفة الصلاة، بحث القيام، زكريا ۲/ ۱۳۱، كراچي ۱/ ٤٤٤، مصري ۱/ ٤١٤، الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دارالكتاب ديوبند ۱/ ٥٩، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع، ومايكره للمصلي و ما لا يكره، زكريا ۲/ ۲۰۸، رقم: ۲۱۷٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍شوال المعظم ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳؍۲۹۹)

رکوع وسجدہ میں انگوٹھے کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا

سوال [۲۸۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بحالت نماز رکوع وسجود کی ادائے گی کے وقت داہنے پاؤں کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹنے پر نماز کی صحت میں تو کوئی فرق نہیں آتا، ایسا تو نہیں کہ نماز مکروہ ہوجائے؟ برائے کرم مذکورہ سوال کا جواب دے کر ازروئے شریعت مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد یونس ایس ایم زادہ کمپنی مصطفیٰ باد، کٹگھر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا مسنون ہے، اگر داہنے پاؤں کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹانے کی وجہ سے قبلہ رخ نہ رہے تو خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔

قال: أبو حميد الساعدي: ......واستقبل بأطراف أصابع رجليه القبلة الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب سنة الجلوس في التشهد ۱/ ۱۱٤، رقم: ۸۲۰، ف: ۸۲۸، صحيح ابن خزيمة المكتب الإسلامي ۱/ ۳٥۰، رقم: ٦٥۱)

بل المصرح به أن توجيهها نحو القبلة سنة يكره تركها الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچی ۱/ ٥۰۰، زكريا ۲/ ۲۰٥، كوئٹه ۱/ ۳۷۰)

وفي الدر المختار ويستقبل بأطراف أصابع رجليه القبلة ويكره إن لم يفعل ذلک كما يكره، لو وضع قدماً ورفع أخرىٰ بلا عذر الخ.

(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، کراچی ۱/۵۰۴،زکریا ۲/۲۱۰، کوئٹہ ۱/۳۷۲)

ويكره أن يحرف أصابع يديه أو رجليه عن القبلة في السجود وغيره.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع، مايكره للمصلي وما لا يكره زكريا ۲/۲۰۹، رقم:۲۱۸٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۸۴۶/۲۴)

داہنے پیر کا انگوٹھا ملنے سے نماز کا حکم

سوال[۲۸۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گرام جواہر نگر تاج مسجد میں جو بھی امام رکھتے ہیں مہینے میں دس دن نماز پڑھاتے ہیں،بیس دن اپنے گھر رہتے ہیں اور باہر کے امام صاحب نہ ہی اذان پڑھتے ہیں اور نہ ہی بچے پڑھاتے ہیں؛ بلکہ نماز پڑھا کر محلّہ میں جابجا گھر بیٹھنا اٹھنا شروع کردیتے ہیں، امام صاحب کی اس بات سے لوگ خلاف ہوجاتے ہیں، اگر امام صاحب اپنے گھر چلے گئے تو ۸؍؍دن میں آتے ہیں، ہم لوگ مزدور طبقہ ہیں مزدوری کرنے چلے جاتے ہیں کئی کئی دن ہوجاتے ہیں کہ اذان نماز نہیں ہوتی؛ لہٰذا ایک دن ایک میت ہوگئی امام صاحب گھر چلے گئے تھے، اچانک ایک مولانا ہماری بستی کے آئے وہ باہر امامت کرتے ہیں، ہم سب بستی والوں نے جمع ہوکر سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنی بستی کے مولانا کو رکھ لیں؛ کیونکہ باہر کا امام باہر کا ہوتا ہے نہ ہی کوئی شکایت ہم کو مولانا سے ہے نہ ہی مولانا کو ہم سے ہے، دوسری بات یہ ہے ہماری بستی کے مولانا کے داہنے پیر کا انگوٹھا جنبش کرتا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ سیکڑوں آدمیوں کا انگوٹھا ہل جاتا ہے سبھی کی نماز میں فرق آجاتا ہے، ہم سبھی بستی والوں نے بستی والے مولانا کو

رکھ لیا: لہٰذا آپ تحریر کریں کہ کیا انگوٹھا ہل جانے سے نماز جائز ہو جاتی ہے؟ آپ تحریر کریں کہ امام صاحب کا داہنے پیر کا انگوٹھا ہلا یعنی جنبش کر گیا تو نماز فوت ہو جائے گی؟

المستفتی: انتظامیہ کمیٹی تاج مسجد جواہر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی۔

وإن حرک رجلا واحدة لاعلی الدوام لا تفسد الصلاة.

(فتاوی عالمگیري، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة، الفصل الأول فیما یفسدها، زکریا ۱/۱۰۳، جدید زکریا دیوبند ۱/۱۶۱، البنایة، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکره فیها، اشرفیة ۲/۴۴۹، البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، کوئٹه ۲/۱۳، زکریا ۲/۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍صفر المظفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵؍۱۶۲۷)

دوران نماز امام کا انگوٹھا اور قرأت کے وقت گردن کا ہلنا

سوال [۲۸۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد کے امام صاحب کا نماز پڑھاتے وقت داہنے پیر کا انگوٹھا آگے پیچھے ہوتا ہے اور قرأت کرتے وقت گردن بھی ہلتی ہے، تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیم مسجد ہلال، پیر غیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں بوقت قرأت گردن ہلنے اسی طرح داہنے پیر کا انگوٹھا آگے پیچھے ہو جانے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا؛ اس لئے اگر اس طرح

کا فعل امام صاحب سے ہوجائے تو تمام لوگوں کی نماز درست ہوجائے گی، کسی کی نماز میں کوئی فرق نہیں آئے؛ البتہ انگوٹھے وغیرہ کا نہ ہلنا بہتر ہے، تاہم ایسے شخص کی امامت بلاکراہت درست ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۲/ ۱۵۱، محمودیہ قدیم ۱۵/ ۵۰، جدید ۳/ ۵۶۱)

وحررناه في شرح الملتقي وفيه يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة وإلا لم تجز ......والناس عنه غافلون. (در مختار) والحاصل أن المشهور في كتب المذاهب اعتماد الفرضية والأرجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية، ثم الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچی ۱/ ۵۰۰، زکریا ۲/ ۲۰۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۷/ ۷٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/ ۱/ ۱۴۲۲ھ

نماز میں پیر کا انگوٹھا ہلنا

سوال [۲۸۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں مصلیان کے درمیان یہ بحث ہوگئی کہ نماز میں پیر کا انگوٹھا نہیں ہلنا چاہئے، اس سے نماز نہیں ہوتی؛ اس لئے ہم لوگ آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ صحیح مسئلہ بتاکر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتی: محمد جابر مانپور امروہہ گیٹ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں مصلیوں کی یہ بات کہ نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ایک ہی جگہ رہے اور ہلنا درست نہیں ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اگر نماز میں پیر کا انگوٹھا ہل گیا تو اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۲/ ۱۵۲)

ویفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة وإلا لم تجز.

(درمختار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، کراچی ۱/۱۱ ۵، زکریا ۲/۲۰۴)

وإن وضع إصبعا واحدة ، فلو وضع ظهر القدم دون الأصابع...... تجوز صلاته. (فتاوی عالمگیري، کتاب الصلاۃ باب صفة الصلاۃ، زکریا ۱/۷۰، جدید زکریا دیوبند ۱/۱۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۷۹)

نماز میں پاؤں کو آگے پیچھے کرنا

سوال [۲۸۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں دونوں پاؤں کا سلام تک متصل رہنا فرض ہے؛ البتہ بائیں پاؤں میں گنجائش ہے کہ سجدہ وغیرہ میں تھوڑا بہت اٹھ جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، ہاں اگر دایاں پاؤں ایک سکنڈ کے لئے بھی زمیں سے علیحدہ ہو جائے، تو کیا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی؟ اور کیا نماز کا اعادہ لازم اور واجب ہے؟

المستفتی: ماسٹر سکندر علی رحمت گنج مسوڑھی پٹنہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں داہنے یا بائیں پیر کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا نہ مفسد صلوۃ ہے نہ مکروہ ہے؛ البتہ قصداً بلا ضرورت پیر کو آگے پیچھے کرنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے اور یہ کہنا کہ نماز میں دونوں پاؤں کا متصل رہنا فرض ہے اور اگر دایاں پاؤں ایک سکنڈ کے لئے زمین سے الگ ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، حکم شرعی ایسا نہیں ہے، ایسی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوگی؛ البتہ بلا ضرورت بلا وجہ پاؤں کو ہلاتے رہنا یا اٹھانا مکروہ ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم ۴/۱۱۹)

ومن لوازمه (الخشوع) ظهور الذل وغض الطرف وخفض الصوت وسكون الأطراف. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، كراچی ۱/۶٤۱، زكريا۲/۴۰۷)

عن جابر بن سمرةؓ، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقال مالي أرأكم رافعي أيدكم كانها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة. (مسلم شريف، كتاب الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة، ۱/۱۸۱، بيت الأفكار رقم: ٤۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۵۰)

بلا عذر ایک رکن میں دو بار کھجلانا

سوال [۲۸۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے نماز ظہر پڑھائی بعد سلام خالد نے فرمایا کہ جو بائیں طرف کھڑا تھا اس کی نماز نہیں ہوئی؛ کیونکہ امام نے رکوع میں اپنی آنکھ کو دو بار کھجلایا ہے (پوری رکعت) میں نے دیکھا ہے، امام نے فرمایا کہ میری آنکھ میں تکلیف ہے؛ کیونکہ مجھے چار چھ روز جاڑا بخار رہا ہے، بایں وجہ ممکن ہے میرا ہاتھ آنکھ پر پہو نچ گیا ہوگا، اس پر خالد نے تیور بدل کر فرمایا نماز نہیں ہوئی، امام نے کہا میری نماز تو ہوگئی، مگر آپ کی نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھ لو؛ چنانچہ خالد کا دوسری نماز پڑھنا اور نماز میں تجسس کرنا اور امام کو رسوا کرنا اور نماز میں دیکھنا کیسا ہے؟ آیا نماز ہوئی یا نہیں مفصل تحریر فرمائیں، محلّہ میں نزاع ہو رہا ہے، یہ سب اس کے تحت ہوا کہ امام کو ہٹانا اور اپنا اقتدار قائم کرنا ہے؛ چنانچہ شب میں میٹنگ ہوئی اور دن میں اعتراض پیش آگیا۔

المستفتی: حاجی عبد السلام انصاری، منگلو شاہ، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز دونوں کی ہوگئی اور امام صاحب کی نماز بلاکراہت صحیح ہوگئی؛ کیونکہ عذر کی وجہ سے ایک دو بار کھجلانے سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۴۱۶، فتاویٰ دار العلوم ۴/۱۴۵)

ولو حک المصلي جسده مرة، أو مرتين متواليتين لاتفسد صلاته للقلة.

(حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب مفسدات الصلاة، اشرفيه ۱/۴۴۸، البنايه، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، اشرفيه ديوبند ۲/۴۴۹)

عن إبن جريجؒ، قال: قلت لعطاء: الرجل يتمطى في الصلاة–إلى–قلت: فا لا حتكاک في الصلاة، والارتداء والاتزار في الصلاة، قال: كل ذلک لا تفعله في الصلاة. (مصنف عبد الرزاق، باب التحريك في الصلاة ۲/۲۶۳، رقم:۳۲۹۶)

اور مقتدی کی نماز مکروہ ہوگئی؛ کیوں کہ بلا ضرورت ادھر اُدھر نماز میں متوجہ ہونے سے خشوع وخضوع میں فرق آجاتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۴/۱۱۹)

قال أبو ذر: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايزال الله عزوجل مقبلا على العبد وهو في صلاته مالم يلتفت، فإذا التفت انصرف عنه.

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الالتفات في الصلاة، النسخة الهندية ۱/۱۳۱، دارالسلام رقم:۹۰۹)

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن الالتفات في الصلاة؟ فقال: هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلاة العبد. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الإلتفات في الصلاة ۱/۱۰۴، رقم:۷۴۲، ف:۷۵۱)

نیز اگر امام کے اندر کوئی شرعی برائی، فسق وفجور نہیں تو محض بعض مقتدیوں کی مخالفت اور عناد کی وجہ سے امام کو علاحدہ کردینا جائز نہیں۔

فأما الكراهة لغير الدين فلاعبرة بها، وقيدوه أيضا، بأن يكون الكارهون أكثر مأمومين، ولااعتبار بكراهة الواحد والإثنين، والثلاثة، إذا كان المؤتمون جمعا كثيراً. (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون، دارالبشائر الإسلامية ۳/ ٤٧٥، سهارنپور قديم ١/ ٣٣١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۰)

ایک رکن میں عذر یا بلا عذر متعدد بار کھجلانا

سوال [۲۸۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، نماز کے دوران تیسری رکعت کے رکوع میں جاتے ہی ہاتھ اٹھا کر آنکھ کھجلانا شروع کر دیا، کبھی ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے، پھر دوبارہ ہاتھ اٹھا کر آنکھ کھجلانے لگتے، اس طرح کئی بار مسلسل کیا یہ ہاتھ اٹھانا اور آنکھ کھجلانا اور پھر گھٹنوں پر رکھنا ایک ہی رکن میں تین بار سے زائد کیا، اس طرح چوتھی رکعت کے رکوع میں بھی تو کیا اس صورت میں نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسلم قاسمی، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا عذر ایک بار بھی کھجلانا مکروہ تحریمی ہے اور بوقت عذر ایک بار دو بار کھجلانے سے بلا کراہت نماز ادا ہوجاتی ہے اور تین بار اس طرح کھجلانا کہ درمیان میں بقدر رکن توقف نہ ہو تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اگر چہ بوقت ضرورت ہی ہو جیسا کہ سوال نامہ سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے۔

عن إبن جريجؒ، قال: قلت لعطاء –إلى– قلت: فالاحتكاك في الصلاة،

والارتداء والاتزار في الصلاة، قال: كل ذلك لاتفعله في الصلاة. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب التحريك في الصلاة ۲/۲٦٣، رقم:٣٢٩٦)

وإن حك ثلاثًا في ركن واحد تفسد صلاته، إذا رفع يده في كل مرة وإلافلا تفسد، لأنه حك واحد. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مفسدات الصلاة، دارالكتاب ديوبند جديد ٣٢٣)

الحك بيد واحدة في ركن ثلث مرات يفسد الصلاة، إن رفع يده في كل مرة الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، كراچی ١/٦٤٠، زكريا ٢/٤٠٧، مطبوعة كوئٹه ٤٧٣، احسن الفتاوی ٣/٤١٦)

معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں نماز فاسد ہوگئی لوٹانا واجب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۴۹۰)

ایک رکن میں تین مرتبہ کھجلانا

سوال [۲۸۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احسن الفتاوی باب مفسد صلوۃ میں تحریر ہے کہ بلاضرورت ایک بار بھی کھجلانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے، اگر ضرورت ہی پیش آجائے تو ایک بار کھجلانا بلاکراہت جائز ہے اور تین بار کھجلانے میں اگر بقدر رکن توقف نہ ہوتو مفسد صلوٰۃ ہے، چاہے ضرورت سے ہی ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۴۱۶)

اگر مزید یہ عمل کثیر کررہا ہے اور باز نہیں آتا ہے تو وضاحت فرمادیں کہ نمازیں لوٹانا ضروری ہے یا نہیں اور جو مصر ہو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد کلیم، عیدگاہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے اندر خشوع وخضوع مطلوب ہے بلاضرورت کھجانا خشوع وخضوع کے خلاف ہے؛ لہٰذا بلاضرورت ایک مرتبہ بھی کھجانا مکروہ ہے اور ضرورت کی وجہ سے ایک رکن میں ایک دودفعہ کھجانا بلاکراہت جائز ہے اور تین مرتبہ یا اس سے زائد کھجانے کی صورت میں نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کا مدار عمل کثیر پر ہے اور عمل کثیر کے بارے میں پانچ اقوال ہیں، ایک قول وہی ہے جو احسن الفتاوی میں مذکور ہے، مگر راجح اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ عمل کثیر اسی کو قرار دیا جائے کہ جس عمل کی وجہ سے دیکھنے والے لوگ اس نمازی کو یوں سمجھیں کہ یہ شخص نماز کے اندر نہیں ہے؛ بلکہ نماز سے باہر ہے تو اگر تین مرتبہ یا اس سے زیادہ کھجانے کی صورت میں اس شخص کو دیکھنے والے نماز ہی میں سمجھیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور جو لوگ خارش کے مرض کے شکار ہیں شدید کھجلی کی وجہ سے بعض دفعہ ایک رکن میں تین مرتبہ سے زائد بھی کھجانا پڑ جاتا ہے اس کے بغیر نماز میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے اور دیکھنے والے اس کو خارج نماز نہیں سمجھتے؛ اس لئے ایسے حالات میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (مستفاد: حاشیہ امداد الفتاوی ۱/۴۲۳)

وفیہ أقوال خمسة: أصحها ما لایشک بسببه الناظر من بغید في فاعله، أنه لیس فیها (درمختار) وفي الشامیة: صححه في البدائع وتابعه الزیلعي، والوالجي وفي المحیط، أنه الأحسن وقال صدر الشهید، إنه الصواب و فيالخانیة والخلاصة: أنه اختیار العامه. (شامي، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، و ما یکره فیها، کراچی ۱/ ٦٢٤، زکریا ۲/ ۳۸۵)

ولوحک جسده بأصبع واحدة مرات متوالیات تفسد صلاته، وفي الفتاوی الخلاصة: إذا حک ثلاثا في رکن واحد تفسد صلاته، هذا إذا رفع یده في کل مرة، أما إذا لم یرفع في کل مرة فلا تفسد؛ لأنه حک واحد.

(الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الخامس ما یفسد الصلاة، وما یکره یفسد،

زکریا ۲/ ۲۳۵، رقم: ۲۲۶۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۹۳/۳۸)	۱۴۲۷/۸/۹ھ

ایک رکن میں چار مرتبہ کھجلانا

سوال [۲۸۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک رکن میں دوتین چار مرتبہ سر کھجلانے یا ڈاڑھی پر ہاتھ لیجانے یا کپڑوں کو درست یا بدن کو کھجلانے یا سجدہ میں جانے پر ٹوپی گرجائے تو اٹھا کر پہن لینے سے نماز باقی رہے گی یا فاسد ہوجائے گی؟

المستفتی: ذکاءاللہ جامع مسجد، چھاؤنی اندور (ایم پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک رکن میں بلاضرورت ایک مرتبہ یا دومرتبہ سر یاداڑھی کھجانے سے یا کپڑا درست کرنے سے یا بدن کھجانے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور اگر تین مرتبہ یا اس سے زائد کرلیا ہے تو بلاضرورت کرنے کی صورت میں نماز فاسد ہوجاتی ہے، اگر ضرورت کی وجہ سے کیا گیا ہے، تو نماز فاسد نہیں ہوگی؛ البتہ کراہت ضرور آئے گی اور ٹوپی گرجانے کی صورت میں ایک ہاتھ سے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۲۲۴، احسن الفتاوی ۳/ ۴۱۶)

کره کفه و عبثه به، أي بثوبه وبجسده للنهي إلا لحاجة، وفي الشامية: الحک بيد واحدة في رکن ثلاث مرات يفسد الصلاة، إن رفع يده في کل مرة. (در مختار مع الشامي، کتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، وما يکره فيها، کراچی ۱/ ۶۴۰، زکریا ۲/ ۴۰۶، ۴۰۷)

إذا حک موضعا من جسده ثلاث مرات بدفعة واحدة تفسد صلاته،

وفي الذخيرة لو عبث بلحيته أو حک بعض جسده لا تفسد، قيل: هذا إذا فعله مرة، أو مرتين وكذا لو فعله إذا فصل بين كل مرتين، فإن كان ذلک متواليا تفسد. (البنايه، باب ما يفسد الصلاة، و ما يكره فيها، اشرفيه ۲/ ٤٤٩)

ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل. (در مختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، و ما يكره فيها، كراچی ۱/ ٦٤٠، زكريا ۲/ ٤٠٨)

وإن عبث بلحيته، أو حک بعض جسده، لاتفسد صلاته قيل: هذا إذا فعل ذلک مرة أو مرتين، وكذلک إذا فعل مرارًا؛ ولكن بين كل مرتين فرجة، فأما إذا فعل ذلک مرارا متواليات، تفسد الصلاة. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الخامس ما يفسد الصلاة، و ما لا يفسد، المجلس العلمي جديد ۲/ ١٦٥، رقم: ١٤٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۸/ ۱۴۳۵ھ

ایک رکن میں پانچ دفعہ کھجلا نا مفسد صلاۃ ہے

سوال [۲۸۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نماز پڑھانے کے دوران ایک رکن میں تقریبا پانچ دفعہ کھجاتا ہے اور جب عمرو اس سے کہتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو، تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہ میری عادت بنی ہوئی ہے تو آیا اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نماز فاسد ہوگئی ہے تو ایسی حالت میں پڑھائی ہوئی نمازوں کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اخلد، رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک رکن میں تسلسل کے ساتھ تین مرتبہ سے

زائد کھجانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اس میں یہ شرط ہے کہ ہر مرتبہ ہاتھ کو کھجانے کے لئے اوپر کو اٹھاتا ہو اور اگر اوپر کو اٹھائے بغیر کھجاتا ہے تو تسلسل کے باوجود نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور اسی طرح اگر وقفے وقفے سے ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ سے زائد کھجاتا ہے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، امام صاحب نے جو یہ کہا کہ میری عادت بنی ہوئی ہے اس سے یہ بات واضح نہیں ہے کہ وہ تسلسل کے ساتھ کھجاتے ہیں یا وقفہ وقفہ سے اور ہاتھ اٹھا کر کھجاتے ہیں یا یوں ہی اس کی صراحت نہیں ہے پھر بھی امام صاحب پر لازم ہے کہ اس طرح کی عادت چھوڑ دیں ورنہ کبھی نماز فاسد ہوسکتی ہے اور عام طور پر جو لوگ کھجاتے ہیں وہ تسلسل کے ساتھ نہیں کھجاتے ہیں؛ بلکہ وقفے وقفے سے کھجاتے ہیں؛ اس لئے نماز فاسد ہونے کی بات ثابت نہیں ہوتی؛ لیکن امام صاحب کو اس سلسلہ میں احتیاط کرنا لازم ہے۔

ولو حک المصلي جسده مرة، أو مرتين متواليتين لا تفسد صلاته للقلة، وكذا لا تفسد إذا فعل ذلک الحک مرارًا غير متواليات......ولو فعل ذلک مرارًا متواليات أي في ركن واحد تفسد صلاته؛ لأنه كثير هذا إذا رفع يده في كل مرة، أما إذا لم يرفع يده في كل مرة فلا تفسد صلاته؛ لأنه حک واحد. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب يفسد الصلاة، اشرفية٤٤٨)

الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل. (شامي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، و ما يكره فيها زكريا ٢/٣٨٥، كراچی ١/٦٢٥)

إذا حک ثلاثا في ركن واحد تفسد صلاته هذا إذا رفع يده في كل مرة، أما إذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد، ولو كان الحک مرة واحدة يكره. (هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد و مالا يفسد، زكريا ١/١٠٤، جديد زكريا ديو بند ١/١٦٢-١٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۱/۱۴۳۴ھ

(۱۷) باب قضاء الفوائت

صاحب ترتیب کون ہے؟

سوال [۲۸۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صاحب ترتیب کس کو کہتے ہیں، جس کی پانچ نمازیں اکٹھی کبھی قضاء نہ ہوئی ہوں یا بالغ ہونے کے بعد سے اب تک یا بالغ ہونے کے بعد بہت سی نمازیں قضاء ہوئیں، مگر قضاء نمازوں کو ادا کرلیا تو یہ آدمی صاحب ترتیب ہوگا؟

میری عمر تیس سال ہوئی کبھی کبھی پانچ پانچ وقت اور کبھی دس وقت کی نمازیں قضاء ہوتی ہیں مگر اب میرے ذمہ کوئی نماز قضاء نہیں ہے تو اب صاحب ترتیب ہوں یا نہیں؟

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس کے ذمہ چھ نمازیں قضاء نہیں ہیں وہ صاحب ترتیب کہلاتا ہے، خواہ بالغ ہونے کے بعد اکٹھی چھ نمازیں اس کی قضاء نہ ہوئی ہوں یا قضاء تو ہوئیں؛ لیکن اس نے تمام کی قضاء کرلی دونوں صورتوں میں وہ صاحب ترتیب ہے؛ لہٰذا جب آپ نے تمام چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء کرلی ہے تو اب آپ صاحب ترتیب ہوگئے۔

(وصيرورتها ستا) أي ويسقط الترتيب بصيرورة الفوائت ست صلوات. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كوئٹه ۲/۸٤، زكريا ۲/۱٤۹)

وقيد بقضاء البعض؛ لأنه لو قضى الكل عاد الترتيب عند الكل.

(شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچی ۲/۷۰، زكريا ۲/۵۲۹)

ويسقط الترتيب بضيق الوقت، والنسيان، وصيرورتها ستا: أي بصيرورة الفوائت ستا، وبكل واحد من هذه الثلاثة يسقط الترتيب.

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، امداديه ملتان ١٨٦/١، زكريا ٤٦٠/١، الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون قضاء الفائته ٤٤٥/٢، رقم:٢٩٢٩، ٢٩٣٠، هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي العشر في قضاء الفوائت ١٢٣/١، جديد زكريا ديوبند ١٨٢/١، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦٥/١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۶۹/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱/۱۴۲۰ھ

محض توبہ اور ندامت سے آدمی صاحب ترتیب نہیں بنتا

سوال [۲۸۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مسلمان اور جان کار آدمی ہے؛ لیکن اب نماز کا پابند ہوتے ہوئے بھی اتفاقاً کوئی کوئی نماز چھوٹنے پر ادائیگی میں تاخیر اور زیادہ تاخیر ہونے پر قضاء کی ادائے گی سے محروم رہتا ہے، اب وہ اپنی سابقہ لاپرواہی پر ندامت کا احساس کرتے ہوئے اپنے آپ کو مجرم سمجھ کر یہ عہد کرتا ہے کہ انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسی زندگی ہرگز نہیں گذرنے دونگا کہ کوئی نماز میرے اوپر ادائے گی سے باقی رہے اور جو نمازیں کبھی وقت پر ادا نہ ہوں گی فوراً قضا کروں گا؛ تو ایسی صورت میں اب زید صاحب ترتیب کہلائے گا یا نہیں اور صاحب ترتیب کی کیا فضیلت ہے؟

المستفتی: محمد راشد اختر پارس منی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض توبہ کرنے اور نادم ہونے سے صاحب ترتیب نہیں بنے گا؛ بلکہ بالغ ہونے کے بعد سے جو نمازیں اس کے ذمہ باقی ہیں ان سب کی قضاء پوری کرنے سے صاحب ترتیب کہلایا جاسکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔

قلت بعد الكثرة أو لا فإنه لما قضى صلوات الشهر إلا فرضا أو فرضين قلت الفوائت بعد الكثرة فلا يعود الترتيب إلا أن يقضي الكل.
(شرح وقايه، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، اشرفى ۱۸۳/۱، هداية، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، اشرفي ۱۵۵/۱، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون قضاء الفوائت، زكريا ۴۴٦/۲، رقم:۲۹۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۴۷۱/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۵/۲۵ھ

فوت شدہ نمازوں کی قضاء کر کے صاحب ترتیب بنا جا سکتا ہے

سوال [۲۸۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی بہت سی نمازیں فوت ہیں اور وہ اب صاحب ترتیب بننا چاہتا ہے، تو کس طرح فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرے کہ وہ صاحب ترتیب ہو جائے اور کس نماز سے شروع کرے؟

المستفتی: معراج الدین لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مکمل فوت شدہ نمازوں کی قضا کرے گا تو صاحب ترتیب ہو جائے گا۔

وقيد بقضاء البعض؛ لأنه لو قضى الكل عاد الترتيب عند الكل.
(شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچى ۷۰/۲، زكريا ۵۲۹/۲)

فوت شدہ نمازوں کی قضاء کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر کی قضاء ہے تو یہ نیت کرے کہ بالغ ہونے کے بعد سب سے پہلی ظہر کی جو نماز فوت ہوگئی تھی اس کی قضا کر رہا ہوں یا فوت شدہ میں سب سے آخری ظہر کی قضاء کر رہا ہوں اور اگر صرف یہ ہے کہ فائتہ ظہر کی قضاء کر رہا ہوں تو بھی درست ہے۔

ومن قضى الفوائت ينوي أول ظهر لله عليه، أو آخر ظهر لله عليه احتياطاً، ولو لم يقل الأول والآخر وقال نويت الظهر الفائتة جاز. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ۲/ ۱۵۹، كوئٹه ۲/ ۹۰)

وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلاة، فإن أراد لتسهيل الأمر عليه نوى أول ظهر عليه، أو آخره. (نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، امداديه ديوبند ۱۰۷، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون قضاء الفوائت، زكريا ۲/ ٤٥٤، رقم:۲۹٦۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۵۹۹/۳۲)

چھ سے زائد نماز چھوٹ جائیں تو پھر صاحب ترتیب کب بنے گا؟

سوال [۲۸۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب ترتیب ہے کسی موقع پر اس نے چھ نماز سے زائد ترک کردیں، جس کی وجہ سے اس کی ترتیب ٹوٹ گئی ہے تو اب وہ شخص صاحب ترتیب کیسے بنے گا؟

المستفتی: عبد اللہ، لا لباغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی صاحب ترتیب سے چھ سے زائد نمازیں فوت ہو جائیں تو وہ ساری فوت شدہ نمازیں دوبارہ قضا کرلے تو اس کی ترتیب لوٹ آئیگی اور وہ شخص دوبارہ صاحب ترتیب شمار کیا جائے گا۔

لو قضى الكل...... عاد الترتيب عند الكل. (قهستانى ١٥٤)

لأنه لو قضى الكل عاد الترتيب عند الكل كما نقله القهستاني.

(شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچى ۲/ ۷۰، شامي، زكريا ۲/ ۵۲۹)

لو قضى الكل عاد الترتيب عند الكل. (شرح وقايه، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۰/۴۰)

کیا قضاء نماز ادا کرنے سے ترتیب لوٹ آئے گی؟

سوال [۲۸۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص صاحب ترتیب ہے اور اس کی کوئی نماز فوت ہو جائے تو فائتہ کے یاد ہوتے ہوئے اگر فائتہ کی قضاء نہیں کی اور وقتیہ پڑھ لی تو فساد موقوف کے طریقہ پر وقتیہ فاسد ہوتی ہے، اس طرح اس نے پانچ نمازیں پڑھ لیں اور فائتہ کی قضا نہیں کی چھٹی کا وقت آ گیا تو ساری کی ساری نمازیں صحیح ہو جاتی ہیں، اب اس کے ذمہ بس وہی ایک نماز رہ گئی جو حقیقت میں چھوٹی تھی اور اگر چھٹی کا وقت آنے سے پہلے اس نے فائتہ کی قضا کر لی تو ساری کی ساری نمازیں فرضیت کے اعتبار سے باطل ہو جاتی ہیں اور نفل ہو جاتی ہیں تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جو اس کے ذمہ ایک رہ گئی ہے اگر اس کی قضاء کر لے تو کیا پھر صاحب ترتیب ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد سعید اللہ، سٹھلہ، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں جو نماز اس کے ذمہ رہ گئی ہے اس کی قضا کر لینے سے دوبارہ ترتیب لوٹ آئیگی؛ لیکن اس کی زندگی کا وہ حصہ جو قضاء نماز سے پہلے کا ہے اس میں اس کو صاحب ترتیب نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ جس دن اس نے فوت شدہ نماز کی قضاء کی ہے اسی دن سے صاحب ترتیب کہا جائے گا، گویا کہ اس کی زندگی کا ایک حصہ بے ترتیبی کا گذر گیا اور وہ اب صاحب ترتیب بن رہا ہے اور صاحب ترتیب اس دن سے بن جاتا ہے کہ جس دن سے اس کے ذمہ کوئی پچھلی نماز باقی نہ رہے۔

لأنه لو قضى الكل عاد الترتيب عند الكل. (شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچی ۲/۷۰، زکریا ۲/۵۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الأول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲؍۴۳۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲؍۳؍۱۴۱۵ھ

صاحب ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آنے کا حکم

سوال [۲۸۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب ترتیب کی ظہر کی نماز قوت ہوگئی، پھر جبکہ وہ عصر کی دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ پڑھ چکا تھا، اس کو یاد آیا کہ میری ظہر کی نماز فوت ہوگئی تو اب ایسا شخص کیا کرے گا؟

المستفتی: محمد محمود الحسن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر صاحب ترتیب کی کوئی نماز فوت ہوجائے، اور فوت شدہ نماز بھول جائے، اس کے بعد آگے کسی نماز کے درمیان یاد آجائے، تو اس نماز کو پوری کرنے کے بعد فوت شدہ نماز پڑھے گا اور پھر اس نماز کا بھی اعادہ کرے گا یا دوران نماز یاد آنے کی صورت میں نماز توڑ کر فوت شدہ نماز پڑھے گا؟ اس میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے، حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ جس نماز میں یاد آئی ہے، اس کو توڑ دے گا اور توڑ کر فوت شدہ نماز پڑھے گا اور حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: کہ جس نماز میں فوت شدہ نماز یاد آئی ہے پہلے اس نماز کو پوری کرے گا اس کے بعد فوت شدہ نماز پڑھے گا، پھر جس نماز میں یاد آئی ہے، اس کا بھی اعادہ کرے گا اور ان دونوں قولوں میں امام ابو یوسفؒ کا قول کو زیادہ راجح اور مفتی بہ قرار دیا گیا ہے؛ لہٰذا جس نماز میں

فوت شدہ نماز یاد آئی ہے پہلے اس کو مکمل کرے گا، پھر اس کے بعد فوت شدہ نماز پڑھے گا، پھر اس نماز کا اعادہ کرے گا جس میں یاد آئی ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق روایات اور جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

عن نافع أن عبد الله بن عمر قال: من نسي صلاة من صلاته فلم يذكرها إلا وهو وراء الأمام فإذا سلم الإمام فليصل الصلاة التي نسيها، ثم ليصل بعد الصلاة الأخرىٰ.

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من نسي صلاةً فلم يذكرها إلا وهو مع الإمام فليصل مع الإمام، فإذا فرغ من صلاته فليعد الصلاة التي نسي، ثم ليعد الصلاة التي صلى مع الإمام. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من ذكر صلاة وهو في أخرىٰ جديد دار الحديث القاهره ۲/ ٤٥٠، رقم: ۳۱۹۳-۳۱۹۵)

عن جابرؓ قال: جعل عمر يوم الخندق يسب كفارهم، فقال: ما كدت أصلي العصر حتى غربت الشمس، قال: فنزلنا بطحان فصلى بعد ما غربت الشمس، ثم صلى المغرب. (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب قضاء الصلاة الأولىٰ فالأولىٰ ۱/ ۸٤، رقم: ۵۹۰، ص: ۵۹۸)

من نام عن صلاة ان نسيها فلم يذكرها إلا وهو يصلي مع الإمام فليصل التي هو فيها، ثم ليقض التي تذكر، ثم ليعد التي صلى مع الإمام وهو خبر مشهور تلقته العلماء بالقبول، فيثبت به الفرض العملي ورتب النبي صلى الله عليه وسلم قضاء الفوائت يوم الخندق. (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت، اشرفي ٤٤١، مثله في مجمع الأنهر ۱/ ٤ ۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۲۰۸۸)	۱۴۳۶/۶/۱۰ھ

تراویح کی نماز فوت ہونے سے ترتیب باقی رہتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے؟

سوال[۲۸۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس بار رمضان کے چاند کی اطلاع دیر سے ہوئی تو اس صورت میں اس رات کی تراویح بھی کیا واجب الاداء ہیں، اس دن کی تراویح نہ پڑھنے پر صاحب ترتیب پر کیا فرق پڑتا ہے؟ جواب سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: احقر انیس صدیقی، میونسپل کالونی، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اس سے صاحب ترتیب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ولاتقضى إذا فاتت أصلا ولاوحده في الأصح. (الدر المختار، كتاب الصلاة، مبحث صلاة التراويح، كراچي ۲/٤٤، زكريا ۲/٤٩٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ر)

فوت شدہ نمازوں کی تعداد معلوم نہ ہو تو قضاء کا طریقہ

سوال [۲۸۳٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی عمر ۲۲ر سال ہے اس کے ذمہ کچھ نمازیں باقی ہیں؛ لیکن ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے، اب وہ اپنی تمام نمازیں قضاء کر کے صاحب ترتیب بننا چاہتا ہے تو اس کی کیا شکل ہوگی واضح فرمائیں؟

المستفتی: محمد شمشاد لکڑی والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جب زید کو اپنی چھوٹی ہوئی نمازوں کی صحیح تعداد

معلوم نہیں ہے تو اس کے لئے نمازیں قضاء کرنے کی شکل یہ ہوگی کہ وہ اپنے وقت کی فرض نمازوں کے ساتھ ایک ایک یا جتنی چاہے نمازوں کی قضا کرتا رہے اور قضاء عمری کی نیت کرے، مثلاً بالغ ہونے کے بعد ظہر کی وہ پہلی یا آخری نماز ہے جو میرے ذمہ باقی ہے، اسی طرح عصر، مغرب، عشاء وتر اور فجر کی قضا کرتا رہے، جب اسے یقین ہوجائے کہ میری نمازیں ادا ہوگئیں تو پھر وہ صاحب ترتیب ہوجائے گا۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/ ۳۴۳)

ولو نوى أول ظهر عليه أو آخر ظهر عليه جاز وهذا هو المخلص لمن لم يعرف الأوقات الفائتة، أو اشتبهت عليه، أو أراد التسهيل عليه. (الأشباه قديم ٦٠)

إذا أراد أن يقضي الفوائت، ذكر في فتاوى أهل سمرقند أنه ينوي أول ظهر لله عليه، وكذلك كل صلاة يقضيها. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون قضاء الفوائت، المجلس العلمي جديد ٢/ ٣٥٨، رقم: ١٩٦٧، حاشية چلپي على تبيين الحقائق، امداديه ملتان ١/ ١٨٨، زكريا ١/ ٤٦٣، هندية كتاب الخنثى، مسائل شتى زكريا ٦/ ٤٤٣، جديد زكريا ديوبند ٦/ ٤٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۳۶)

عیسوی سن کے حساب سے قضاء نمازوں کی ادائے گی کا حکم

سوال [۲۸۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی عمر عیسوی سن کے حساب سے پچاس سال ہے، اب اس کو اپنی گذشتہ نمازوں کی فکر لاحق ہوئی، اب وہ قمری سال کا حساب کس طرح لگائے، ہجری سن چھوٹا اور عیسوی بڑا ہوتا ہے اور زکوۃ بھی گذشتہ سالوں کی ادا کرنی ہے، اگر عیسوی سال کے

حساب سے زکوۃ دیگا تو کئی سال کی زکوۃ اور نمازیں ضائع ہونے کا امکان ہے، اس کی آسان صورت تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد یونس جامع مسجد احمد گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کی ادائے گی میں ایام کی تعداد کا اعتبار ہے؛ اور عیسوی سال کے حساب کے سے بھی نماز کی ادائے گی ہوسکتی ہے اور اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس طرح نیت کرے کہ بالغ ہونے کے بعد زندگی میں سب سے پہلے فجر کی جو نماز چھوٹ گئی ہے اسی طرح ظہر میں، عصر میں، مغرب میں، عشاء میں نیت کر کے قضاء عمری ادا کرتا جائے۔

ولو نوی أول ظهر عليه، أو آخر ظهر عليه جاز، لأن الصلاة تعينت بتعيينه، وكذا الوقت تعين بكونه أولا أو آخرا، فإن نوى أول صلاة عليه وصلى فما يليه يصير أوّلا أيضا فيدخل في نيته أول ظهر عليه ثالثا، وكذا ثالثا إلى مالايتناهى وكذا الآخر، وهذا مخلص من لم يعرف الأوقات التي فاتته أو اشتبهت عليه أو أراد التسهيل على نفسه. (تبيين الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى امداديه ملتان ٦/ ٢٢٠، زكريا ٧/ ٤٥٢)

ولو نوى أول ظهر عليه أو آخر ظهر عليه جاز وهذا هو المخلص لمن لم يعرف الأوقات الفائتة، أو اشتبهت عليه، أو أراد التسهيل على نفسه. (الأشباه قديم، زكريا ٦٠، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٤٦، شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچي ٢/ ٧٦، زكريا ٢/ ٥٣٨)

اور زکوۃ کی ادائیگی ہجری سال کے اعتبار سے لازم ہے، عیسوی ۳۶ سال میں ہجری ۳۷ رسال ہوجاتے ہیں؛ لہٰذا اس حساب سے ہرسال کی زکوۃ ہجری سال کے اعتبار

سے نکال دیا کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۸/۲۴ھ

سنتوں کی قضا

سوال [۲۸۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سفر کے دوران غیر ملقد ین حضرات کی مسجد میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، انہوں نے عصر کی اذان ونماز ایسے وقت میں ادا کی جو کہ وقت عصر حنفی کے بہت پہلے تھا، میں نے سنتیں سنتوں ہی کی نیت سے پڑھی اور جماعت میں شریک ہوا، بعد میں وقت عصر حنفی ہوجانے پر فرض کا اعادہ کرلیا، کیا سنتوں کا بھی اعادہ کرنا چاہئے تھا؟ سنتوں کے اعادہ نہ کرنے پر میرے صاحب ترتیب ہونے پر کوئی فرق تو نہیں آیا؟

المستفتی: اقتدار انیس صدیقی، اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنتوں کا اعادہ لازم نہیں ہوتا، نیز سنتوں کا اعادہ نہ کرنے کی وجہ سے آپ کے صاحب ترتیب ہونے میں کوئی اثر نہیں پڑسکتا ہے۔

ولاتقضی إذا فاتت أصلاً (إلی قوله) کسنة مغرب، وعشاء الخ

(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، زکریا ۲/۴۹۵، کراچی ۲/۴۴)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۴۷)

فوت شدہ نمازوں کی قضاء برسرعام نہ کی جائے

سوال [۲۸۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص پابند نماز ہے اتفاق سے آج اس کی نماز قضاء ہوگئی تو کیا اس قضاء نماز کو مسجد میں آکر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے؟

المستفتی: مولوی سلامت اللہ، مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قضاء نماز اگر اس طرح پڑھے کہ حتی الوسع کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ نفلیں پڑھ رہا ہے یا قضاء تو مسجد میں بھی بلا کراہت درست ہے اور اگر قضاء کا اظہار کر کے پڑھ رہا ہے تو مسجد وغیر مسجد ہر جگہ مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۱۸/۴، فتاوی دارالعلوم ۴/ ۳۲۹)

عن سالم بن عبداللہ، قال سمعت أبا هريرة رضي الله عنه، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل أمتي معافى إلاالمجاهرين الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه ٢/ ٨٩٦، رقم: ٥٨٣٤، ف: ٦٠٦٩، صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب النهى عن هتك الإنسان ستر نفسه، النسخة الهندية ٢/ ٤١٢، بيت الأفكار رقم: ٢٩٩٠)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل أمتي معافى إلاالمجاهرين، وإن من الجهار أن يعمل الرجل سرا ثم يخبر به. (مسند البزار ١٤/ ٣٧٩، رقم: ٨٠٩٦)

وينبغي أن لا يطلع غيره على قضائه، لأن التأخير معصية فلايظهرها.

(در مختار) تقدم في باب الأذان، أنه يكره قضاء الفائتة في المسجد وعلله الشارح بما هنا من أن التأخير معصية فلايظهرها و ظاهره أن الممنوع هو القضاء مع الاطلاع

علیه سواء کان في المسجد أو غیره الخ. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت قبیل باب سجود السھو، زکریا ۲/ ۵۳۹، کراچي ۲/ ۷۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۴۵)

جمعہ کی صحت اسی دن کی نماز فجر پر موقوف نہیں

سوال [۲۸۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی قضاء بھی نہیں کی اور جمعہ کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد اس نے فجر کی نماز قضاء پڑھی تو جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: امیر، دولت باغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص نے فجر کی نماز باجماعت یا بلا جماعت ادا نہیں کی تو اس کی وجہ سے یہ شخص عند اللہ سخت ترین گنہگار رہے؛ لیکن جمعہ کے وقت میں آکر اگر یہ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے تو نماز جمعہ ادا ہو جائے گی جمعہ یا کسی اور نماز کی صحت پہلی نماز پر موقوف نہیں ہے، یہ مسئلہ صاحب ترتیب سے متعلق ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۵/ ۷۵)

وإن فاتته أکثر من صلوات یوم و لیلة أجزأته التي بدأ فیها. (ھدایه، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، اشرفی ۱/ ۱۵۵)

لأنه لو ترک فجر یومه و أدی باقي صلواته انقلبت صحیحة بعد طلوع الشمس. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، زکریا ۲/ ۵۳۲، کراچی ۲/ ۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۱۸ھ

قضائے عمری کا آسان طریقہ

سوال[۲۸۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری سمجھ سے نفل نماز اور تحیۃ المسجد پڑھنے سے یہ بہتر ہے کہ قضائے عمری نماز ادا کرے معلوم نہیں کتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں نیت کیسے کرنی چاہئے؟

المستفتی: ایس اے الاعظمی، پوسٹ بکس ۲۸۰۲، الرفاع (بحرین)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں نوافل سے قضاءِ عمری اہم ہے اس کی نیت یوں کی جائے کہ زندگی میں مثلاً سب سے پہلے جو فجر کی نماز فوت ہوئی یا ظہر کی نماز فوت ہوئی اس کی نیت کرتا ہوں یا اخیر سے پڑھتے جائے اور یوں نیت کرے کہ زندگی میں سب سے آخیر میں جو فجر کی نماز فوت ہوئی اس کی نیت باندھتا ہوں۔

عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من نسي صلاة فليصل إذا ذكرها لا كفارة لها إلا ذلك. (صحيح البخاري، كتاب المواقيت الصلاة، باب من نسي صلاة فليصل إذا ذكرها ۱/ ۸٤، رقم: ٥٨٩، ف: ٥٩٧)

والاشتغال بقضاء الفوائت أولى و أهم من النوافل إلا السنة المعروفة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٤٧)

كثرت الفوائت نوىٰ أول ظهر عليه، أو آخره الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت زكريا ۲/ ٥٣٨، كراچی ۲/ ٧٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۸۵)

قضائے عمری کا طریقہ اور عصر وفجر کے بعد اس کی ادائے گی کا حکم

سوال [۲۸۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی قضائے عمری پڑھنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے اور عصر کی نماز کے بعد اور فجر کی نماز کے بعد اگر وقت باقی ہے تو قضاء نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت والا سے مؤدبانہ عرض ہے کہ واضح طور پر جواب دیں؟

المستفتی: محمد عرفان بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قضاء عمری پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً قضاء شدہ نمازوں کا تخمینہ کرلیا جائے اسی کے موافق پڑھی جائے اس کے بعد اس طرح سے نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر یا ظہر کی جو سب سے پہلے والی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں یا اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر یا ظہر کی جو سب سے آخری نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، اسی طرح دوسری نمازوں کی نیت کرے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳۳۹/۳، جدید زکریا ۳۸۳/۳)

كثـرت الفوائت نوىٰ أول ظهر عليه، أو آخره الخ (در مـختار مع الشامي، كتـاب الصلاة، باب قضاء الفوائت زكريا ۵۳۸/۲، كراچی ۷۲/۲، بحرالرائق، كتاب الصلاة، بـاب قـضاء الفوائت زكريا۱۵۹/۲، كوئٹه۹۰/۲، هكذا في طحطاوي على المراقي جديد ٤٤٦، قـديـم:۲٤۲، تـاتـار خانية، كتاب الـصلاة، الـفـصـل الـعـشـرون قـضـاء الفوائت، زكريا ٤٥٤/۲، رقم:۲۹٤۸، كوئٹه ۷٦٦/۱، خانية عن الهندية، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ۱۱۱/۱، جديد زكريا ديوبند ۷۰/۱)

نیز نماز عصر سے قبل اور بعد میں اصفرار شمس سے پہلے اسی طرح نماز فجر سے قبل اور بعد میں طلوع آفتاب اور اوقات منہیہ (طلوع، زوال، غروب) کے علاوہ تمام اوقات

میں قضاءعمری پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا قضاء ہونا معلوم ہو اور جو محض وہم یا احتیاط کی وجہ سے قضاء کی جاوے وہ ان اوقات میں نہیں پڑھنی چاہئے ۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۲/ ۳۶۶)

عن عقبة بن عامر الجهني يقول: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن، أو أن نقبر فيهن موتانا، حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، النسخة الهندية ١/ ٢٧٦، بيت الأفكار رقم: ٨٣١)

وجميع أوقات العمر وقت القضاء إلا الثلثة المنهية. (شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچی ٢/ ٦٦، زكريا ٢/ ٥٢٤، حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٤١، قديم ١/ ٣٠٤)

تسعة أوقات يكره فيها النوافل منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر ويجوز فيها الفائتة. (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها ١/ ٥٣، جديد زكريا ديوبند ١/ ١٠٩)

ولا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت –وفي بين السطور يعنى بعد العصر و الفجر (عنايه) (هدايه، كتاب الصلاة، باب المواقيت قبيل باب الأذان، اشرفي ١/ ٨٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۷)

بعد نماز عصر وفجر قضائے عمری پڑھنا

سوال [۲۸۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز فجر کے بعد طلوع سے پہلے اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب سے

پہلے نماز قضائے عمری پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: انعام اللہ، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پہلے قضائے عمری کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

ویکره أن یتنفل بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب لما روی أنه علیه السلام نهی عن ذلک، ولا بأس بأن یصلي في هذین الوقتین الفوائت. (هدایة، کتاب الصلاة، باب المواقیت، اشرفی ۱/۸۵، ۸۶)

ولا بأس بأن یصلي في هذین الوقتین أراد بالوقتین ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس، وما بعد صلاة العصر قبل غروب الشمس الفوائت.

(هدایة، کتاب الصلاة، باب المواقیت، اشرفیة ۱/۸۵-۸۶)

(ولا یکره فیهما الفرض) أي اللازم عملا فیشمل الواجب أیضا ولذا قال یعني الفوائت. (حلبي کبیري، کتاب الصلاة، الشرط الخامس، مکتبه رحیمیة قدیم دیوبند ۲۳۶، سهیل اکیڈمي لاهور جدید أیضاً مکتبة اشرفیة دیوبند ۲۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶؍ ۷۹۸۷)

نوافل کے وقت قضائے عمری پڑھنے سے نوافل کا ثواب

سوال [۲۸۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص مرد یا عورت اشراق یا چاشت اوابین وتہجد کے اوقات میں قضاء عمری پڑھے تو کیا اسے مندرجہ بالا نوافل پڑھنے کا ثواب ملے گا؟ جواب سے مستفیض فرمائیں مشکور رہوں گا۔

المستفتی: محمد اقتدار انیس، محلّہ سرائے مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قضائے عمری سے مذکورہ بالا نمازوں کے پڑھنے کا ثواب ملنا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے ہاں البتہ قضاء عمری سے تحیۃ المسجد اورتحیۃ الوضو کا ثواب مل سکتا ہے۔

وسنة الوضوء وتحية المسجد، وينوب عنها كل صلاة أداها عند الدخول، وقيل بعد القعود وركعتا الا حرام وكذلك ينوب عنها كل صلوة صلاة فرضا كانت أو نفلا الخ (الأشباه قديم ٦٥)

قال في النهر وينوب عنها كل صلاة صلاها عند الدخول فرضاً كانت أو سنة. (شامي، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في تحية المسجد، کراچی ۲/ ۱۸، زکریا ۲/ ۴۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۹۸)

سنن مؤکدہ کی جگہ قضائے عمری ادا کرنا

سوال [۲۸۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قضائے عمری نمازیں ادا کرنے کے لئے سنتیں مؤکدہ یا غیر مؤکدہ کے بدلے اگر قضاء عمری کی نماز ادا کریں تو اس نماز کے ساتھ ساتھ سنتیں بھی از خود ادا ہو جائیں گی یا نہیں؟ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی تحریری وضاحت کر دیجئے۔

المستفتی: سید یونس حسین، مدرس مدرسہ ہٰذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنت مؤکدہ کے بجائے قضاء عمری ادا کرنے سے سنتوں کا ثواب حاصل نہ ہوگا؛ بلکہ صرف قضاء عمری ذمہ سے سبکدوش ہو سکتی ہے اور اس

سے سنتیں ازخود ادا نہیں ہوں گی سنتیں جب ہی ادا ہوسکتی ہیں کہ جب ان کو عمل میں لایا جائے، ہاں البتہ تحیۃ الوضوا ور تحیۃ المسجد ازخود ادا ہوجائے گی۔

الاشتغال بقضاء الفوائت اولیٰ أوأهم من النوافل الا سنن المفروضة.

(شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ٢/٥٣٦، كراچی ٢/٧٤)

الحنفية قالوا: الاشتغال بصلاة النوافل لاينافي القضاء فورا، وإنما الأولى أن يشتغل بقضاء الفوائت ويترك النوافل إلا السنن الرواتب.

(الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الصلاة، مباحث قضاء الصلاة الفائتة حكمه، دارالفكر ١/٤٩١، ٤٩٢)

الاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا السنة المعروفة.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، دار الكتاب ديو بند جديد ٤٤٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸؍۲۸۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲؍۹؍۱۴۱۲ھ

نماز عصر کے بعد قضائے عمری اور نماز فجر کی اذان کے بعد تہجد کا حکم

سوال [۲۸۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز عصر کے بعد قضائے عمری نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور فجر کی اذان کے بعد نماز تہجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نماز قضاء عمری فجر کی سنتوں سے کچھ دیر پہلے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: محمد صلاح الدین قاسمی، مدرسہ مظہر العلوم، رام نگر، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز عصر کے بعد اور پہلے اسی طرح فجر کی سنتوں

کے بعد اور پہلے قضاء عمری پڑھنا جائز ہے؛ لیکن فجر کی اذان کے بعد تہجد جائز نہیں۔

عن حفصة -رضي الله عنها- قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا طلع الفجر، لايصلي إلا ركعتين خفيفتين. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب ركعتي سنة الفجر، النسخة الهندية ١/ ٢٥٠، بيت الأفكار رقم: ٧٢٣، سنن النسائى الصلاة، باب الصلاة بعد طلوع الفجر، النسخة الهندية ١/٦٧، دارالسلام رقم: ٥٨٤، المعجم الكبير للطبراني ٢٣/٢١٣، رقم: ٣٨٥)

تسعة أوقات يكره فيها النوافل...... منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر ويجوز فيها الفائتة. (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، زكريا ١/٥٢، جديد زكريا ديوبند ١/١٠٩)

وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلثة المنهية. (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٤١، قديم ٣٠٤، شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ٢/٥٢٤، كراچی ٢/٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۷۳/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۴/۱۴۲۱ھ

بعد نماز فجر یا عصر قضاء نمازوں کی ادائیگی کا حکم

سوال [۲۸۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید فائتہ نمازوں کی قضاء کرنا چاہتا ہے، اس ترتیب سے کہ ہر نماز کے بعد اس وقت کی قضا شدہ نماز بھی پڑھ لے دریافت یہ کرنا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد عصر کی قضاء شدہ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد صدیق، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے۔

ولابأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت الخ. (هداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، اشرفية ١/٨٦)

تسعة أوقات يجوز فيها قضاء الفوائت ......بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر ......وبعد صلاة العصر قبل التغير. (قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب الأذان، زكريا ١/٧٤، جديد زكريا ديوبند ١/٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۵۸۶)

نماز عصر کے بعد فرائض کی قضاء

سوال [۲۸۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز عصر کے بعد فرائض کی قضاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام محمد (گجرات)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز عصر کے بعد آفتاب غروب ہونے کے وقت اور آفتاب میں زردی آنے سے پہلے پہلے فرائض کی قضاء کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ۴؍۳۳۹، امداد الفتاوی ۱؍۹۵)

بعد صلوة فجر و صلوة عصر لا يكره......قضاء فائتة. (الدر المختار، كتاب الصلوة، قبيل مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف زكريا ٣/٣٧، كراچي ١/٣٧٥)

تسعة أوقات يجوز فيها قضاء الفائتة...... بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر...... وبعد صلاة العصر قبل التغير. (الفتاوی التارتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الأول المواقيت، زكريا ۲/ ۱۷، رقم:۱۵۲۶)

ويكره أن يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغرب، ولا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلاة، زكريا ۱/ ۴۳۹، كوئٹه ۱/ ۲۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۸۲۶)

طلوع شمس سے قبل سنت فجر کی قضاء

سوال [۲۸۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فجر کی فرض نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں پڑھنی چاہئیں یا سورج نکلنے کے بعد؟

المستفتی: ملا جی اللہ دیئے، موضع: شہباز پور کلاں، تھانہ: پاکبڑہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی جماعت کے بعد طلوع آفتاب سے قبل سنتیں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ۴/ ۲۰۴)

عن أبي هريرة –رضي الله عنه– قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاتين: بعد الفجر حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغرب الشمس. (صحيح البخاري، كتاب المواقيت الصلاة، باب لا تتحرى الصلاة، قبل غروب الشمس ۱/ ۸۳، رقم: ۵۸۰، ف:۵۸۸)

عن ابن عباس –رضي الله عنهما– قال: سمعت غير واحد من أصحاب

رسول الله صلى الله عليه وسلم، منهم عمر بن الخطاب و كان أحبهم إلي، أن رسول الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغرب الشمس. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب أوقات التي نهى عن الصلاة فيها، النسخة الهندية ١/٢٧٥، بيت الأفكار رقم:٨٢٦، سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهة الصلاة، بعد العصر وبعد الفجر، النسخة الهندية ١/٤٥، رقم:١٨٣)

عن ابن عباس قال: شهد عندي رجال مرضيون، وأرضاهم عندي عمر، أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس، وبعد العصر حتى تغرب. (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة ١/٨٢ رقم: ٥٧٣، ف: ٥٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۸۱)

طلوع شمس کے کتنی دیر بعد نماز فجر کی قضاء کریں

سوال [۲۸۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز فجر قضاء ہوجائے تو کیا اس کی ادائے گی کے لئے بھی طلوع شمس کے بعد ۲۰؍منٹ ضروری ہیں یا جب طلوع شمس ہوجائے جو تقریباً ۱۰؍منٹ میں ہوجاتا ہے پڑھ سکتے ہیں؟

المستفتی: نور العابدین، نولگڑھ (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیس منٹ کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ جب سورج طلوع ہوکر ایک نیزہ کے بقدر اونچائی پر آجائے اس وقت نماز پڑھنا درست ہے، اس سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۱۵۷)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا طلع حاجب الشمس فأخروا الصلاة حتى ترتفع الحديث

(صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، ۱/۸۲، رقم: ۵۷۵، ف:۵۸۳)

عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا بدأ حاجب الشمس، فأخروا الصلاة حتى تبرز. الحديث.

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة باب الأوقات التي نهي عن الصلاة، النسخة الهندية ۱/۲۷۵، بيت الأفكار رقم:۸۲۹)

وكره تحريما وكل مالا يجوز مكروه صلوة مطلقًا ولو قضاء أو واجبة، أو نفلا، أو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو لاشكر. قنية مع شروق وتحته في الشامية: قوله مع شروق ومادامت العين لاتحار فيها فهي في حكم الشروق الخ (شامي، كتاب الصلاة، كراچي ۱/۳۷۱، زكريا ۲/۳۰)

إذا طلعت حتى ارتفعت قدر رمحين، أو قدر رمح يباح الصلاة.

(المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الأول في المواقيت، المجلس العلمي جديد ۲/۱۰، رقم: ۱۰۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۵۲۱/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۲۸ھ

کیا ناپاک پانی سے وضو کر کے پڑھی گئی نوافل کا اعادہ لازم ہے؟

سوال [۲۸۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نجس پانی سے کئے گئے وضو سے جو نماز دہرائی گئی، تو اس کے ساتھ سنت مؤکدہ اور نوافل بھی دہرانی ہوں گی یا نہیں؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق، ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان نمازوں کے بعد پڑھی گئی سنت مؤکدہ اورنوافل کا دہرانا لازم نہیں، اس لئے کہ وہ سنن ونوافل بلا طہارت پڑھی جانے کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے گویا کہ وہ پڑھی ہی نہیں گئی اور وقت نکلنے کے بعد سنن ونوافل کی قضاء نہیں ہوتی ؛اس لئے سنن ونوافل کا اعادہ لازم نہیں۔

وسائر النوافل إذا فاتت عن وقتها لا تقضیٰ بالإجماع سواء فاتت مع الفرض، أو بدون الفرض هذا هو المذكور في ظاهر الرواية. (شرح وقاية، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت اشرفی دیو بند۱/ ۱۸۲)

لاخلاف بين أصحابنا في سائر السنن سوى ركعتي الفجر أنها إذا فاتت عن وقتها لا تقضیٰ سواء فاتت وحدها أو مع الفريضة.

(بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان أن السنة إذا فاتت عن وقتها هل تقضى أم لا، زكريا ۱/ ٦٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۸۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۲/۱۰ھ

ناپاک پانی سے وضو کرنے والے کے پیچھے پاک پانی سے وضو کرنے والوں کی نماز اور سنن بعدیہ ووتر کا حکم

سوال[۲۸۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب نے ٹنکی کے ناپاک پانی سے وضو کرکے نماز پڑھادی، تو جو نمازی گھر سے وضو کرکے آتے ہیں ان کو سنت ونوافل اور وتر بھی دہرانی ہوں گی یا صرف فرض؟

المستفتی: ماسٹر عبد الحق، ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرامام صاحب نے اس ٹنکی کے پانی سے وضوکیا ہے،تو گھر سے وضوکر کے آنے والوں کی امام کے پیچھے پڑھی گئی نماز نہیں ہوئی؛ البتہ وتر، سنن ونوافل مستقلاہو کر درست ہوگئیں؛ لہٰذاان کے لئے صرف فرض کا اعادہ کافی ہوجائے گا اور وتر چونکہ عشاء کےفرض کے تابع نہیں ہے؛ اس لئے باوضوادا کی گئی وتر کا اعادہ لازم نہیں۔

من صلى العشاء على غير وضوء وهو لايعلم، ثم توضأ فأوتر، ثم تذكر أعاد صلاة العشاء بالاتفاق ولا يعيد الوتر في قول أبي حنيفةؒ لما كان واجبًا، عند أبي حنيفةؒ كان أصلا بنفسه في حق الوقت لا تبعًا للعشاء. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الوتر، زكريا ١/ ٦١٠، شرح وقاية، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، اشرفي ديوبند ١/ ١٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۸۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۲/۱۰ھ

چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ

سوال [۲۸۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۷رقضاءنمازوں کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے؟ تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ظریف قریشی اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک نماز کا فدیہ ایک صدقۂ فطر ہے اوران میں وتر کی نماز بھی شامل ہوگی؛ لہٰذا جن دنوں میں کوئی نماز نہ پڑھی جاسکی ان دنوں کی طرف سے روزانہ چھ صدقۂ فطر اور جن دنوں میں بعض نمازیں نہ پڑھی جاسکیں ان کا حساب لگا کر ہر نماز

کی طرف سے ایک صدقۂ فطر کے حساب سے فدیہ ادا کردیں اور ایک صدقہ کی مقدار ڈیڑھ کلو۴۷رگرام۶۴۰رملی گرام گیہوں ہے۔

ولو مات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت، كراچي ۲/ ۷۲، زكريا ۲/ ۵۳۲، البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ديوبند ۲/ ۱٦۰، كوئٹه ۲/ ۹۰، هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ۱/ ۱۲۵، جديد زكريا ۱/ ۱۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲٦٦۱)

فوت شدہ نمازوں کے فدیہ کا شرعی حکم

سوال [۲۸۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے استاذ محترم محمد اکرم کی گذشتہ دوڈھائی ماہ سے طبیعت خراب تھی جس کی بنا پر ان ایام کی نمازیں قضاء ہوگئیں، اب گذشتہ رات ان کا انتقال ہوگیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ گذشتہ ایام کی جو نمازیں قضاء ہوئی ہیں، ان کا فدیہ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے، ایک نماز کا فدیہ کتنا ہوگا اور یہ فدیہ کس کو ادا کرنا لازم ہوگا؟

المستفتی: محمد اعظم، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایام علالت کے دوران جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کو شمار کرکے ہر نماز کے بدلے ایک صدقۂ فطر بطور فدیہ ادا کرنا ہوگا، اس سال ہمارے شہر مرادآباد میں صدقہ فطر ۲۵رروپیہ مقرر کیا گیا ہے اور روزانہ کی ٦رنمازیں شمار کی جائیں گی؛

اس لئے کہ وتر کا بھی فدیہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔

ولو مات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر. (شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت، كراچی ٢/٧٢، زكريا ٢/٥٣٢-٥٣٣)

إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة، فأوصى بأن تعطي كفارة صلواته يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر، وللوتر نصف صاع. (هندية،الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ١/١٢٥، جديد زكريا ديوبند ١/١٨٤، البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ديوبند ٢/١٦٠، كوئٹه ٢/٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۶۰/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱/۱۹ھ

کیا نماز اور روزے کا فدیہ ہوتا ہے؟

سوال [۲۸۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نماز اور روزے کا بھی فدیہ ہوتا ہے؟

المستفتی: محمد قاسم، گوجر بھوانی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ہاں اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے اور نمازیں باقی ہوں تو ہر نماز کا فدیہ ڈیڑھ کلو ۴۷ رگرام ۶۴۰ رملی گیہوں اور ہر روزہ کے بدلے بھی مذکورہ وزن گیہوں ہے، اگر میت نے وصیت کی ہو تو اس کے ثلث مال میں سے فدیہ دینا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی ہو تو وارثین کو اختیار ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۹۹)

ولو مات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطي لكل صلوة

نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر . (شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت، كراچی ۲/ ۷۲، زك يا ۲/ ۵۳۲-۵۳۳، البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا۲/ ۱۰،كوئٹه۲/ ۹۰، هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت ۱/ ۱۲۵، جديد زكريا ديو بند ۱/ ۲۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦٦۹٦)

زندگی میں نمازوں کا فدیہ ادا کرنا

سوال [۲۸۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بہت زیادہ ضعیف ہو چکا ہے، اس کو اتنی طاقت نہیں ہے کہ نماز پنج گانہ ادا کر سکے، وہ اس نماز کے بدلہ اگر فدیہ ادا کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ اگر ایک ہی شخص کو فدیہ دیا جائے اور وہ نہایت غریب ہے اس کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں، ضعیف اتنا ہے کہ سر بھی نہیں ہلا سکتا اور نہ ہی ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے؛ لیکن بے ہوشی بھی نہیں ہے۔

المستفتی: محمد اختر عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی ضعف کی وجہ سے ہاتھ پیر سر ہلانے پر قادر نہیں ہے تو شرعاً اس کی نمازیں موقوف رہیں گی۔

(۱) زندگی میں نماز کا فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔

(۲) لہٰذا اگر اس حالت میں مر جائے تو فدیہ وغیرہ واجب نہ ہوگا اور اگر اس حالت میں ایک دن ایک رات گذر جائے اس کے بعد افاقہ ہو جائے تو ایک دن ایک رات کی نماز معاف ہو جائے گی اور اگر ایک دن ایک رات سے پہلے افاقہ ہو جائے تو قضاء کرنا لازم ہوگا

اوراگر قضا کئے بغیر مرجائے تو مرنے کے بعد فائتہ نمازوں کا فدیہ دینا درست ہوگا ورنہ نہیں اورمتعدد نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دینا بھی جائز ہے۔

وإذا عجز المريض عن الإيماء بالرأس في ظاهر الرواية يسقط عنه فرض الصلوة ولايعتبر الإيماء بالعينين والحاجبين، ثم إذا خف مرضه هل يلزمه القضاء؟ اختلفوا فيه قال بعضهم: إن زاد عجزه على يوم وليلة لايلزمه القضاء، وإن كان دون ذالک يلزمه، كذا في الإغماء وهوالأصح هكذا في فتاوى قاضي خان، والفتوى عليه كذا في الظهيرية، وإن مات من ذالک المرض لاشيئ عليه ولايلزمه فدية. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض، زكريا ١/ ١٣٧، جديد زكريا ديوبند ١/ ١٩٧، قاضي خان، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، زكريا١/ ١٧٢، جديد زكريا ديوبند ١/ ١٠٨)

في الدر المختار وعليه الفتوى. (كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، زكريا٢/ ٥٧٠، كراچی٢/ ٩٩)

ولوفدى عن صلوته في مرضه لايصح بخلاف الصوم الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، زكريا٢/ ٥٣٥، كراچي ٢/ ٧٤)

ويجوز إعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها لواحد من الفقراء الخ (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، قبيل باب قضاء الفوائت قديم دار الكتاب ديوبند ٤٣٩، الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، زكريا ٢/ ٥٣٥، كراچي ٢/ ٧٤، جوهره، كتاب الصوم، مكتبه امداديه ملتان قديم ١/ ١٧٢، جديد دارالكتاب ديوبند ١٧٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍ ۱۲۳۳)

پوری زندگی کبھی نماز نہ پڑھنے والے کا فدیہ

سوال [۲۸۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی پوری زندگی میں ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی، اسی حال میں اس کا انتقال ہوگیا اور زید نے کسی کو وصیت بھی نہیں کی فائتہ نمازوں کے فدیہ کے بارے میں اور زید کے ورثاء اس کی تمام نمازوں کا فدیہ دینا چاہتے ہیں، تو اب یہ فدیہ کس مقدار سے اور کن کن لوگوں کو دیا جائے گا، اس کا بہترین مصرف کون ہوگا اگر وہ طالب علم کو دینا چاہیں تو دے سکتے ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتے ہیں تو کس اعتبار سے دیں گے؟ اس مسئلہ کی صاف وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: عطاء الرحمٰن ندیاوی، متعلم مدرسہ امدادیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر میت مذکور نے وصیت نہیں کی ہے تو ورثاء اپنے طور پر تبرعاً فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

إذا مات الرجل وعليه صلوات فائته (إلى قوله) و إن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز الخ (فتاوى عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ۱/ ۱۲۵، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۱۸٤، هكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في اسقاط الصوم والصلاة، جديد دار الكتاب ديوبند ٤۳۸، قديم ۲۳۸)

ہر نماز کے فدیہ کی مقدار ایک صدقۂ فطر یا اس کی قیمت ہے اور قیمت دینا زیادہ افضل ہے اور نماز پانچ فرض اور ایک وتر ہے، کل ملا کر روزانہ چھ نمازیں ہوتی ہیں۔

وكذا يخرج لصلوة كل وقت من فرض من اليوم والليلة حتى الوتر؛ لأنه فرض عملي عند الإمام -إلى قوله- والصحيح أنه كل صلوة فدته هي

نصف صاع من بر (إلی قوله) أو قيمته وهي أفضل لتنوع حاجات الفقير الخ (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في اسقاط الصلوة والصوم، جديد دارالكتاب ديوبند ٤٣٨، قديم٢٣٨، هكذا في عالمگيري، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا١/١٢٥، جديد زكريا ديوبند ١/١٨٤)

فقراء ومساکین اس کے مستحق ومصرف ہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۱۷۴، جدید زکریا دیوبند ۴/۱۸۳، جدید زکریا مطوف ۶/۸۱)

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. [سورة التوبه: ٦٠]

مصرف الزكوة والعشر هو فقير، ومسكين، وتحته في الشامي وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة، والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة. (در مختار مع الشامي، كتاب الوكاة، باب المصرف، كراچي ٢/٣٣٩، زكريا ٣/٢٨٣)

طلبہ کو دینا بھی جائز اور افضل ہے؛ البتہ ذیل کے طلبہ کو دینا ممنوع ہے۔

(۱) سید ہوں (۲) مستطیع صاحب نصاب ہوں (۳) وہ نابالغ طلبہ جن کے والدین مالک نصاب ہوں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۱۰، جدید زکریا ۷/۱۷۲)

لاتدفع إلى غني (قوله) ولاإلى ولد غني إذاكان صغيرا (وقوله) ولايدفع إلى بني هاشم الخ (جوهرة، كتاب الزكوة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه جديد، دارالكتاب ديوبند ١/١٥٧ قديم ١/١٥٩)

اگر تمام نمازوں کی تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ لگا کر ادا کیا جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۱۶۸، جدید زکریا ۴/۱۷۸، جدید زکریا مطول ۶/۳۸۳-۳۸۴)

من لايدري كمية الفوائت يعمل بأكبر رأيه، فإن لم يكن رأى يقض

حتى يتيقن أنه لم يبق عليه شيئ. (حاشية الطحطاوي على المراقي، قبيل باب إدراك الفريضة، دارالكتاب ديوبند ٤٤٧، حاشية چلپي على التبيين، باب قضاء الفوائت قديم ١/ ١٩٠، جديد زكريا ١/ ٤٦٨)

اگر اتنی گنجائش نہ ہوتو اس کی ادائے گی کی ایک صورت یہ ہے کہ جتنی گنجائش ہے کسی فقیر کو اس کا مالک بنا دیا جائے، پھر فقیر وارث کو ہبہ کردے، پھر وارث فقیر کو مالک بنادے پھر فقیر مالک کو ہبہ کردے اور وارث اس کو قبضہ کر کے پھر فقیر کو مالک بنادے، اس طرح کرتے جائیں، یہاں تک کہ تعداد پوری ہوجائے، امید ہے کہ میت کی نمازیں اس سے معاف ہوجائیں گی۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/ ۱۴۳، جدید زکریا ۴/ ۱۵۶، جدید مطول ۶/ ۱۱۶)

وإن لم يترك مالاً يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع إلى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته، ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلوة الخ

(فتاوى عالمگيري، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ١/ ١٢٥، جديد زكريا ديوبند ١/ ١٨٤، نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلوة والصوم،امدادية ديوبند ١٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۶۲۳۲)

کیا شوہر اپنی کمائی سے بیوی کی نماز کا فدیہ دے سکتا ہے؟

سوال [۲۸۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عورت کا انتقال ہوجائے اور اس کی کچھ نمازیں اور روزے چھوٹ گئے تو کیا شوہر اپنی کمائی سے ان نمازوں وغیرہ کا فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا شوہر اپنی کمائی

سے اپنی بیوی کوکفن دے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد راغب سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر اپنی متوفی بیوی کی قضاء نمازوں اور روزوں کا اپنی کمائی سے فدیہ دے سکتا ہے۔ نیز اپنی بیوی کو اپنی کمائی سے کفن بھی دے سکتا ہے۔

ویجوز فدیة کل صلاة، ولو وترًا کصوم یوم علی المذهب.

(درمختار مع الشامي، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، مطلب في العوارض المبیحة لعدم الصوم، زکریا ۳/ ٤٠٩، کراچي ٢/ ٤٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۱۶ھ

بیماری کی حالت میں چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ

سوال [۲۸۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا انتقال سے چند سال پہلے شدید علالت کی بنا پر نماز وروزہ کی ادائیگی نہیں کرسکیں کچھ ماہ ایسے بھی گذرے ہیں جس میں مرحومہ پر بے ہوشی طاری رہی، اب اگر ان کے ورثاء نماز روزہ کا فدیہ دینا چاہیں تو کتنی نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ہوگا؟

المستفتی: ضیاء الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جن ماہ میں مرحومہ پر غشی طاری تھی ان ماہ کی نمازوں کا فدیہ لازم نہیں ہے؛ البتہ جن ایام میں غشی نہیں تھی اور اشارہ وغیرہ سے نماز پڑھنے پر قادر تھیں ان ایام کی نمازوں کا فدیہ لازم ہے، ایک دن کی نمازوں کا

کفارہ چھ صدقۂ فطر یا اس کی قیمت ہے؛ اس لئے کہ وتر کی نماز کا فدیہ بھی اس میں شامل ہے، اسی طرح ہر روزہ کا کفارہ ایک صدقۂ فطر یا اس کی قیمت ہے۔

ومن جن أو أغمي عليه يوما وليلة قضى الخمس، وإن زاد وقت صلوة سادسة لا، للحرج، ولومات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم الخ (درمختار، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، مطلب في الصلاة في الصفينة، كراچی ۲/ ۱۰۲، زكريا ۲/ ۵۷۳)

ومن جن، أو أغمي عليه خمس صلوات قضى ولو أكثر لا. (نور الإيضاح، باب صلوة المريض، امدادية ديوبند ۱۰۵، هندية، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، زكريا ۱/ ۱۳۷، جديد زكريا ديوبند ۱/ ۱۹۷)

وكذا يخرج الصلاة كل وقت من فرض اليوم والليلة حتى الوتر لأنه فرض عملي عند الإمام. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم، دارالكتاب ديوبند ۴۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۲۶/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱/۹ھ

مریض کے نماز وروزہ کا فدیہ دینا

سوال [۲۸۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ نکہت جہاں جن کی بیماری کی حالت میں دو ماہ کے روزے اور ایک ماہ کی نماز قضا ہوگئی اور ان کی نیت تھی کہ میں روزہ اور نماز ادا کروں گی؛ لیکن بقضاء الٰہی ۳؍جون ۱۹۸۸ء کو فوت ہوگئیں، اس صورت میں ان کا فدیہ دیا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: طاہر الدین، مغلپورہ، مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۂ فطر ہے اور ایک نماز کا فدیہ بھی ایک صدقۂ فطر وتر کو شمار کر کے ایک روز کل چھ نمازوں کا چھ صدقۂ فطر واجب ہے تو دو ماہ کے روزے کے ساٹھ صدقۂ فطر اور ایک ماہ کی نمازوں کے ۱۸۰ صدقۂ فطر تو کل ۲۴۰ ؍صدقۂ فطر کی قیمت فقراء کو یا مساکین کو دیدیں اور ایک صدقۂ فطر کی مقدار ڈیڑھ کلو ۴۷ ؍گرام ۶۴۰ ؍ملی گرام گیہوں ہے۔

وفدی لزوما عنه: أي عن الميت وليه الذي يتصرف في ماله كالفطرة قدرا إلى قوله وتبرع وليه به جاز إن شاء الله ويكون الثواب للولى الخ (الدرالمختار، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة، زكريا ۳/۴۰٦، كراچي ۲/۴۲٤)

ومن مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين، وكذا يخرج الصلاة كل وقت من فرض اليوم والليلة حتى الوتر، لأنه فرض عملي عند الإمام -إلى- هى نصف صاع من بر أو دقيقة، أو سويقة، أو صاع تمر، أو زبيب، أو شعير، أوقيمته، وهي أفضل لتنوع حاجات الفقير، وإن لم يوص وتبرع عنه وليه جاز إن شاء الله تعالى. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم، دارالكتاب ديوبند ٤۳۸، مجمع الأنهر، كتاب الصوم، فصل في بيان وجوه الاعذار المبيحة للافطار جديد، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳٦۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ؍ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۱۸/۲۵)

بیماری کے کن ایام کا فدیہ دینا ضروری ہے

سوال [۲۸٦۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہندہ کو ۱۴؍ مئی ۱۹۹۹ء کو فالج کا عارضہ پیش آیا اور وہ مسلسل کئی یوم غشی میں تھی، جب اس کو ہوش آیا تو وہ قوت گویائی سے محروم ہو چکی تھی اور دماغی حالت بھی پوری طرح ٹھیک نہیں تھی، یہاں تک کہ اس کو پاکی اور ناپاکی کا بھی خیال نہیں رہتا تھا اور آدھا جسم مفلوج ہو چکا تھا، یہ کیفیت اگست ۲۰۰۴ء تک رہی، اسی درمیان متعدد بار اس پر کئی گھنٹوں غشی بھی رہی ستمبر ۲۰۰۴ء سے ۴؍ فروری ۲۰۰۵ء تک غشی کی سی کیفیت رہی جس میں وہ کسی کو پہچان بھی نہیں سکتی تھی اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی ان ایام کی اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا کیا مسئلہ ہے؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: قمرالدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندہ پر جن ایام میں مسلسل غشی طاری تھی ان ایام کی نمازوں کا کوئی فدیہ نہیں ہے اور وقفہ وقفہ سے جو غشی طاری ہو جایا کرتی تھی اگر وہ ایک شب وروز سے کم تھا اور ہندہ کا ہوش وحواس درست رہے تھے اور وہ اشارہ وغیرہ سے نماز پڑھ سکتی تھی تو ان ایام کی نمازوں کی قضاء ہندہ کے ذمہ باقی ہے اور اگر درمیان میں افاقہ ہو جاتا تھا، مگر ہوش وحواس درست نہیں تھے تو پھر ہندہ کے ذمہ اس کی قضاء بھی نہیں ہے۔

وإن تعذر الإيماء برأسه وكثرت الفوائت،بأن زادت على يوم وليلة. وفي الشامية: أما لو كانت يوما وليلة، أو أقل وهو يعقل فلا تسقط؛ بل تقضي اتفاقا وهذا إذا صح فلومات ولم يقدر على الصلاة لم يلزمه القضاء حتى لا يلزمه الإيصاء بها كالمسافر...... وقال في البحر: وينبغي أن يقال محمله ما إذا لم يقدر في مرضه على الإ يماء بالرأس أما إن قدر عليه بعد عجزه، فإنه يلزمه القضاء، وإن كان موسعا لتظهر فائدته في الإيصاء بالإطعام عنه.

(شامي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، كراچي ۲/۹۹، زكريا ۲/۵۷۰، حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، دارالكتاب ديوبند ۴۳۳، مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، دارالكتاب بيروت ۱/۲۲۹)

إن زاد المرض عن يوم وليلة وهو لا يعقل فلا قضاء إجماعا وإلا وهو يعقل قضىٰ إذا صح إجماعًا. (شامي زكريا ۲/ ۵۷۰، كراچي ۲/ ۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۳۱/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱/۱۴۲۶ھ

بیماری میں بالغ ہونے اور انتقال کرجانے والی لڑکی کی نمازوں کے فدیہ کا حکم

سوال [۲۸۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری لڑکی دو سال پہلے بیمار ہوئی تھی اور بیماری میں ہی بالغ ہوئی تھی، اس کی نمازوں کا فدیہ کس طرح دیا جائے گا، اس نے اس میں کچھ نمازیں بھی پڑھی ہیں، اس کا ۲۷؍فروری میں انتقال ہوگیا اور نماز روزہ کتنی عمر میں فرض ہوجاتا ہے؟

المستفتی: محمد کامران، بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکیوں میں جس وقت بلوغ کی علامات مثلاً حیض وغیرہ پائی جائیں، اسی وقت سے ان پر نماز اور روزے فرض ہوجائیں گے اور ایک نماز یا ایک روزہ کے فدیہ کی مقدار ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے جس کا وزن ڈیڑھ کلو ۴۷؍گرام ۶۴۰؍ملی گرام ہوتا ہے، اس کی قیمت بازار سے معلوم کرلی جائے اور اسی کے مطابق تمام چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کردیا جائے۔

والجارية بالاحتلام والحيض والحبل الخ (شامي، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام كراچي ۶/ ۱۵۳، زكريا ۹/ ۲۲۶، الموسوعة الفقهية ۸/ ۱۹۲-۱۹۰، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل يسن الاغتسال لأربعة اشياء، دارالكتب ديوبند ۱۰۸، مبسوط سرخسي، باب العدة، وخروج المرأة من بيتها، دارالكتب العلمية بيروت ۶/ ۵۳)

ومن مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين، وكذا يخرج الصلاة كل وقت من فرض اليوم والليلة حتى الوتر، لأنه فرض عملي عند الإمام–إلى–هي نصف صاع من بر أو دقيقة، أو سويقة، أو صاع تمر، أو زبيب، أو شعير، أوقيمته، وهي أفضل لتنوع حاجات الفقير. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم، دارالكتاب ديوبند ٤٣٨)

وفدىٰ عنه وليه كالفطرة قدرا: أي التشبيه بالفطرة من حيث القدر. (شامي، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة، كراچي ٢/ ٤٢٤، زكريا٣/ ٤٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍صفر المظفر ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۸)

کس قسم کے نمازی پر نمازوں کا فدیہ لازم

سوال [۲۸۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نمازی تو وہ ہے جو صاحب ترتیب کہلاتا ہے، دوسرے وہ نمازی جو صاحب ترتیب تو نہیں ہوتا؛ لیکن نماز وجماعت کا خاص اہتمام کرتا ہے، تیسرے وہ نمازی جو نماز تو پڑھتا ہے؛ لیکن کسی بھی کام کی مشغولیت کی بنا پر نماز وجماعت بھی چھوڑ دیتا ہے اور بعد میں قضاء نماز کا کوئی اہتمام نہیں کرتا، آیا تینوں قسم کے نمازیوں کے لئے نماز کا فدیہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یاسین، مدرس مدرسہ فخر العلوم، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تینوں میں سے ہر ایک قسم کے نمازی پر نمازوں کا فدیہ دینا لازم اور ضروری ہے، اس میں کسی خاص قسم کے نمازی کی خصوصیت نہیں ہے۔

ومن مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين، وكذا يخرج الصلاة كل وقت من فرض اليوم والليلة حتى الوتر، لأنه فرض عملي عند الإمام، وقد ورد النص في الصوم والصلاة كالصيام باستحسان المشايخ، لكونها أهم واعتبار كل صلوة بصوم يوم هو الصحيح الخ . (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم، دارالكتاب ديوبند ٤٣٨)

ولو مات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت، كراچي ٢/ ٧٢، زكريا٢/ ٥٣٢، البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زكريا ديوبند ٢/ ١٦٠، كوئٹه ٢/ ٩٠، هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ١/ ١٢٥، جديد زكريا ديوبند ١/ ١٨٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۱۰/۳۰ھ

بغیر وصیت کے نمازوں کا فدیہ دینا

سوال [۲۸۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرنے والا شخص اگر اپنی زندگی میں اپنی چھوٹی ہوئی نمازوں کی طرف سے اپنے ورثاء کو فدیہ کی وصیت نہ کرے تو کیا ورثاء کو بغیر وصیت کے بھی فدیہ دینا ضروری ہے؟

المستفتی: محمد یاسین، مدرس مدرسہ فخر العلوم، گانوڑی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بغیر وصیت کے فدیہ دینا ورثاء پر لازم نہیں ہے؛ بلکہ اگر ورثاء بغیر وصیت کے اپنی طرف سے ادا کردیں تو ان کی طرف سے تبرع اور احسان ہوگا۔

وإن لـم يوص وتبّرع عنه وليه أو أجنبي جاز إن شاء الله تعالى. (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم قديم ٢٣٨، جديد دارالكتاب ديوبند ٤٣٨، مجمع الأنهر، كتاب الصوم، فصل في بيان وجوه الأعذار المبيحة للإفطار جديد، دارالكتب العلمية بيروت ١/٣٦٨ هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ١/١٢٥، جديد زكريا ديوبند ١/١٨٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۵۹۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰؍۱۰؍۱۴۱۹ھ

ورثاء میں بالغ اور نابالغ اولاد ہوں تو مرحوم کی نمازوں کے فدیہ کا حکم

سوال [۲۸۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا انتقال ہوگیا، اس نے انتقال کے وقت بالغ اور نابالغ دونوں طرح کی اولاد چھوڑی متوفی کے ذمہ قضاء نمازیں ہیں فائتہ نمازوں کا فدیہ اس کی نابالغ اولاد کے ہوتے ہوئے اس کے ذمہ واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر اس کے مال میں سے فائتہ نمازوں کا فدیہ نکال دیا جائے تو اس کی مقدار کیا ہے؟

المستفتی: ذبیح اللہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مرحوم نے وصیت کی ہے تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں سے فدیہ ادا کیا جائے اور اگر وصیت نہیں کی ہے تو بالغ ورثاء اپنے اپنے حصوں سے اپنی خوشی سے فدیہ ادا کرسکتے ہیں، مگر نابالغ کے حصے سے ادا نہ کیا جائے اس کے مال میں اضافہ اور زیادتی کی مصلحت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔

وقد نُصب الحاكم ناظرا له فيتحرى المصلحة كما فيه في الصبي الذي يعقل البيع ويقصده الخ (هداية، كتاب الحجر، باب الحجر للفساد، اشرفي ديوبند ٣/٣٥٥)

يعطي عنه وليه: أي من له ولاية التصرف في ماله بوصاية، أو وراثة فيلزمه ذالک من الثلث إن أوصى-إلى-وأما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث.

فقد قال محمد في الزيادات: إنه يجزيه إن شاء الله تعالىٰ. (شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت، زكريا ۲/۵۳۲، كراچي ۲/۷۲، حاشية الطحطاوي على المراقي، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم، دارالكتاب ۴۳۸، هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ۱/۱۲۵، جديد زكريا ديوبند ۱۸۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۳۳۴۳۶)

ایک فقیر کو متعدد نمازوں کا فدیہ دینا

سوال [۲۸۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب کا انتقال ہوگیا، طویل بیماری کے زمانہ میں کافی نمازیں فوت ہوگئیں اور ان نمازوں کا فدیہ ہزاروں کو پہونچ گیا، تو کیا ایک فقیر کو کئی نمازوں کا فدیہ ایک ساتھ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حاجی محمد شاہد، شاہد آباد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ایسا فقیر ہے جو مستحق زکوۃ ہے تو اس کو متعدد نمازوں کے فدیہ کا پیسہ ایک ساتھ دینا جائز ہے۔

ويجوز إعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها، لو احد من الفقراء جملة الخ. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض فصل في اسقاط الصلاة والصوم قديم ۲۳۹، جديد دارالكتاب ديوبند ۴۳۹)

ویدفع عن کل صلوة نصف صاع حنطة منوین، ولو دفع جملة إلی فقیر واحد جاز. (هندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زکریا ۱/۱۲۵، جدید زکریا دیوبند ۱/۱۸٤)

ویجوز إعطاء فدیة صلوات لواحد جملة. (نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب صلوات المریض فصل في اسقاط الصلوة والصوم، امدادیه دیو بند ۱۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۵۹/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۲۶ھ

دو ماہ کی نمازوں کا فدیہ

سوال [۲۸٦۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت کا انتقال اور اس کی دو مہینہ کی نمازیں رہ گئیں تو دو مہینے کی نمازوں کا فدیہ کیا ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشفی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتی: حاجی فرمان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو مہینے یعنی ٦۰ ر یوم کی نمازوں کا فدیہ پانچ کوئنٹل ٦٦ ر کیلو ۸۰۷ ر گرام ۴۰۰ ر ملی گرام گیہوں ہے بازار سے قیمت معلوم کر کے ادا فرمائیں۔

ولو مات وعلیه صلوات فائتة، وأوصی بالکفارة یعطي لکل صلوة نصف صاع من بر کالفطرة، وکذا حکم الوتر. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلاة عن المیت، کراچي ۲/۷۲، زکریا ۲/۵۳۲، البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زکریا دیوبند ۲/۱٦۰، کوئٹه ۲/۹۰، هندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء

الفوائت، زکریا ۱/۱۲۵، جدید زکریا دیوبند ۱/۱۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲٦۰۳)

تین ماہ کی نمازوں اور ایک ماہ کے روزے کے فدیہ کی مقدار

سوال [۲۸٦۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تین ماہ کی نمازیں اور ایک ماہ کے روزے ہماری والدہ کے قضا ہوگئے تھے اوران کا انتقال ہوگیا، اس کا فدیہ کتنا ہوتا ہے؟

المستفتی: حسان، دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وتر کی نماز کوشامل کر کے ایک یوم میں چھ نمازیں ہوجاتی ہیں اور ہر نماز کے عوض میں ایک صدقۂ فطر فدیہ میں ادا کیا جائے اور ہر ایک روزہ کے عوض میں بھی ایک صدقۂ فطر ادا کیا جائے؛ لہٰذا تین ماہ کے ۹۰ یوم ہوتے ہیں اور ایک ماہ کے روزے کا فدیہ ۳۰ صدقۂ فطر ہوں گے تو کل ۵۷۰ صدقہ فطر بنیں گے اور ایک صدقۂ فطر کی مقدار ڈیڑھ کلو ۴۷ گرام ٦۴۰ ملی گرام گیہوں ہے بازار سے قیمت معلوم کر کے ادا کر سکتے ہیں۔

ومن مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين، وكذا يخرج الصلاة كل وقت من فرض اليوم والليلة حتى الوتر، لأنه فرض عملي عند الإمام......هي نصف صاع من بر......أو قيمته، وهي أفضل لتنوع حاجات الفقير. (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب صلوة المريض، فصل في اسقاط الصلاة والصوم، دارالكتاب ديوبند ٤٣٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳٦٦۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱۰/۱۴۱۴ھ

ایک سال کی نمازوں کا کفارہ اوراس کا مصرف

سوال [۲۸۶۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والدقبلہ جناب غوث محمد صاحب کا طویل علالت کے بعد ۱۱؍جولائی ۲۰۰۷ء بروز بدھ کوانتقال ہوگیا'' انا للہ وانا الیہ راجعون'' دعافرمائیں کہ حق تعالی شانہ اپنے خاص فضل وکرم سے مرحوم کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے،مرحوم کی تقریباایک سال کی نمازیں علالت کے باعث ادانہ ہوسکیں،ایک سال کی نمازوں کا کفارہ کیاہوگا اوراس کوکس مدمیں دیاجائے،دینی مدارس،مساجد،مساکین اورضرورت منداعزاء واقارب کودیاجاسکتاہے؟ازراہ کرم مفصل جواب سےنوازیں۔

المستفتی: محمد طارق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کا کفارہ روزے کےکفارہ کی طرح ایک فطرہ یعنی نصف صاع گیہوں ہوتاہے یہ ہرنماز کے لئے کفارہ کی مقدار ہےاوروتر کومستقل نماز شمارکیاجائے گا؛ لہٰذا ایک دن میں چھ نماز شمار ہوں گی اس طرح روزانہ چھ صدقۂ فطر لازم ہوں گےاورانگریزی سالوں کےحساب سےایک سال میں تین سوپینسٹھ دن ہوتے ہیں اور ۳۶۵؍کو چھ میں ضرب دینے سے دو ہزارایک سونوے(۱۹۰) صدقۂ فطر بنے اوردو ہزار ۱۹۰؍صدقۂ فطر کی قیمت اگر بیس روپیہ صدقۂ فطر کے حساب سے لگائی جائے تو تینتالیس ہزارآٹھ سو(۴۳۸۰۰)روپیہ بیٹھتے ہیں،یہ پیسہ غریب نہتےفقیرلوگوں کوصدقہ کردیاجائے،دینی مدارس کےطلبہ،مساکین،ضرورت مند،فقراء،اعزاءاوراقرباءکودے سکتے ہیں؛لیکن مساجد میں نہیں دے سکتے۔

ولومات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر-إلى-ولو أدىٰ للفقير أقل

من نصف صاع لم يجز ولو أعطاه الكل جاز. (شامي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في بطلان الوصية للختمات والتهاليل، كراچي ۷۲/۲، زكريا ۵۳۳/۲)

وفي فتاوى الحجة وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز. (عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، زكريا ۱۲۵/۱، جديد زكريا ديوبند ۱۸۴/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۳۸۷)

ایک فقیر کو ایک دن میں کتنی نمازوں کا فدیہ دیا جائے؟

سوال [۲۸۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے والدین وفات پاگئے، کچھ مال واسباب بھی چھوڑ گئے ہیں۔ اب ان کے ورثاء اولاد ذکور واناث چاہتے ہیں کہ ان کی جانب سے چھ چھ ماہ کا فدیۂ صلوۃ ادا کر دیا جائے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کس حساب سے کتنی نمازیں دن رات میں شمار ہوں گی اور چھ ماہ ۳۰؍۳۰؍دن کے حساب سے شمار ہوں گے؟

والدین نے نمازوں کے فدیہ کی کوئی وصیت نہیں کی، مگر متروکہ مال میں سے سب ورثاء بالغ کی اجازت سے نماز کا فدیہ نکالا جارہا ہے، تو کیا یہ واجب میں شمار ہوگا یا نفل میں؟ کیا اس فدیہ کی رقم سے نمازیوں کے لئے مسجد میں کوئی چیز منگائی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک نماز کا فدیہ ایک صدقۂ فطر ہوتا ہے، جس کی مقدار موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۴۷؍گرام ۶۴۰؍ملی گرام ہوتی ہے، وتر کی نماز کا بھی فدیہ نکالنا ضروری ہوتا ہے؛ لہٰذا روزانہ چھ نمازوں کا فدیہ نکلے گا، اگر چھ مہینوں کا فدیہ نکالنا ہے،

تو چھ مہینہ میں جتنے دن ہوتے ہیں انہیں گن لیا جائے قمری شمسی مہینہ شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ ان ایام کو گن کر جوڑ لیا جائے، جتنے دن ہوں اتنے دن کا فدیہ شمار کرلیا جائے۔

ولـومـات وعـلـيـه صـلـوات فائتة، وأوصىٰ بالكفارة يعطى لكل صلوة نـصـف صـاع مـن بـر كـالفطرة، وكذا حكم الوتر، والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله. (شامي، زكريا ۲/ ۵۳۲، كراچي ۲/ ۷۲)

نمازوں کا فدیہ نکالنے کے لئے اگر میت نے وصیت کی ہے، تو اس کے تہائی مال سے نکالنا واجب ہے اور اگر وارثین اپنی طرف سے نکالنا چاہیں، تو واجب نہیں ہے، مگر دونوں طرح کے فدیہ کے مستحق فقراء ومساکین ہوتے ہیں؛ لہٰذا فدیہ کے پیسوں سے نمازیوں کے لئے اور مسجد کے لئے کوئی چیز لا کر دینا جائز نہ ہوگا، اس سے فدیہ ادا نہ ہوگا؛ بلکہ فقراء و مساکین پر تقسیم کردینا واجب ہے۔

وامـا إذا لـم يوص فتطوع بها الوارث......إنه يجزيه. (شـامي، زكريا ۲/ ۵۳۲، كراچي ۲/ ۷۲)

وإشار بالتبرع إلى أن ذلک ليس بواجب على الولي. (شامي زكريا ۲/ ۵۳۳، كراچي ۲/ ۷۲)

وهـو مـحـرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغيره ذلک من الصدقات الواجبة. (شامي ۳/ ۲۸۳)

لايـصـرف إلـى بـناء نحو مسجد......وكل ما لا تمليک فيه. (شـامي زكريا ۳/ ۲۹۱، كراچي ۲/ ۳٤٤)

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک فقیر کو ایک دن میں چار نمازوں سے زیادہ کا فدیہ نہ دیا جائے، حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں بالکل ناجائز لکھا ہے۔ (بیان القرآن ۱/ ۱۰۳، معارف القرآن ۱/ ۳۹۰)

اورفقہ کی بعض جزئیات اس کے موافق بھی ہے۔

وفي الولواجية: ولو دفع عن خمس صلوة تسع أمنان لفقير واحد ومنًا لواحد اختار الفقيه أنه يجوز عن أربع صلوات ولا يجوز عن الصلوة الخامسة. (عالمگيري ١/١٢٥، جديد ١/١٨٤، البحرالرائق، كراچي ٢/٩١، زكريا ٢/١٦٠، الفتاوى التاتارخانية ١/٧٧١)

اور احسن الفتاوی، فتاوی محمودیہ اور فتاوی رحیمیہ وغیرہ میں گنجائش لکھا ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۴/۴۲۱، محمودیہ ۹/۸۴، رحیمیہ ۶/۴۷۷)

اور بعض فقہاء کی عبارتیں ان کی تائید میں بھی ملتی ہیں۔

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبًا، ولو في أول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة -إلى قوله- فلو أعطىٰ هنا مسكينا صاعًا عن يومين جاز.

(شامي، زكريا ٣/٤١٠، كراچي ٢/٤٢٧، الجوهرة النيرة ١/٢٠٨، طحطاوي٣٧٦)

نیز ایک فقیر کو نصاب سے زیادہ دینا کسی کے نزدیک بھی بغیر کراہت کے جائز نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۳۶۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۳ھ

کم پیسے سے نماز وروزہ کا فدیہ کیسے ادا کریں؟

سوال [۲۸۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کے اوپر نمازوں کی قضاء ہے، اب ان کا فدیہ دینا ہے؛ لیکن نمازیں زیادہ ہیں اور فدیہ کا پیسہ کم ہے، ایسی کیا شکل ہو کہ نماز کا فدیہ بھی اداء ہو جائے اور پیسہ بھی زیادہ خرچ نہ ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کی شکل یہ ہوگی کہ میت کے ذمہ تمام نمازوں کا حساب لگایا جائے، پھر اس کے تناسب سے جتنا فدیہ ہو کسی فقیر کو دیدیا جائے، وہ فدیہ پر قبضہ کر کے میت کے وارث کو واپس ہدیہ کر دے، اسی طرح یہ دونوں لیتے دیتے رہیں، جب حساب لگا کر دیکھ لیں کہ تمام نمازوں کا فدیہ اداء ہوگیا، تو وہ فدیہ کی مقدار فقیر کو دیدی جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۷/۳۹۷، میرٹھ ۱۱/۴۷۰)

وإن لم یف ما أوصیٰ به المیت عما وجب علیه من الفدیة، أو لم یکف ثلث ماله–فحیلته لإبراء ذمة المیت عن جمیع ما علیه أن یدفع ذلک المقدار الیسیر بعد تقدیره لشيء من صیام، أو صلوة، أو نحوه ما ویعطیه للفقیر بقصد إسقاط ما یرد عن المیت فیسقط عن المیت بقدره، ثم بعد قبضه یهبه الفقیر للولي، أو للأجنبي ویقبضه لتتم الهبة، ثم یدفعه الموهوب له للفقیر بجهة الإسقاط متبرعاً به عن المیت. (الإصباع علی هامش، نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ٤/١٠٤، کذا في مراقي الفلاح، کتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت، دار الکتاب دیوبند ٤٣٩، حلبي کبیر، کتاب الصلاة، قبیل فصل المسافر، اشرفیة ٥٣٥، بحر الرائق، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، زکریا ٢/١٦٠، کوئٹه ٢/٩١، تاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل العشرون، قضاء الفائته زکریا ٢/٤٥٨، رقم: ٢٩٩١، شامي، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلاة عن المیت زکریا ٢/٥٣٤، کراچي ٢/٧٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۴/۱۴۳۵ھ

صلوۃ المعادۃ

سوال [۲۸۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) کہ اعادہ والی نماز میں اگر کوئی ایسا شخص شریک ہوجائے جو اس سے پہلی جماعت میں شریک نہیں تھا تو کیا اس شریک ہونے والے کی نماز صحیح ہوجائیگی؟ اور فرض ادا ہوجائے گا؟ نیز نماز کا اعادہ ترک فرض کی وجہ سے کیا جارہا ہو یا ترک واجب کی وجہ سے یا ترک سنت کی وجہ سے تینوں صورتوں میں مذکورہ شخص کی شرکت کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اگر شرکت صحیح نہیں ہے تو شخص مذکور کیا کرے، آیا اعادہ والی جماعت کی فراغت کا انتظار کرتے ہوئے خاموش بیٹھا رہے یا اسی وقت وہ بھی ایک طرف ہو کر اپنی فرض نماز انفراداً شروع کردے یا اس مسجد سے نکل کر جماعت پانے کی غرض سے کسی اور مسجد کو چلا جائے؟ کیا اس صورت میں اعراض عن الصلوۃ والی بات تو لازم نہیں آئیگی؟ شرعاً تینوں صورتوں میں کونسی صورت اختیار کرنی چاہئے؟

المستفتی: محمد فرقان الدین، نرسراؤ پیٹ (آندھرا)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اعادہ والی نماز میں شریک ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں قدرے تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ شریک ہونے والے کو پہلے سے اس بات کا علم ہے کہ یہ نماز اعادہ والی ہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے شریک ہونا درست نہیں ہے، اگر شریک ہوگا تو فرض ادا نہیں ہوگا؛ لیکن اگر پہلے اس بات کا علم نہ ہوا اور وہ شریک ہوجائے تو فرض ادا ہوجائے گا۔ یہ تفصیل تو اس وقت ہے جبکہ اعادہ ترک واجب کی بنا پر ہو، اگر اعادہ ترک فرض کی وجہ سے ہے تو ایسی صورت میں وہ شامل ہوسکتا ہے۔

هكذا ذكر في الطحطاوي والمختار أن المعادة لترك واجب نفل جابر والفرض سقط بالأولى. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى بيان الصلاة، دارالكتاب ديوبند ۲۴۸)

فالحاصل أن من ترك واجبا من واجباتها، أو ارتكب مكروها تحريميا لزمه وجوبا أن يعيد في الوقت. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، كراچي ۲/ ۸۰، زكريا ۲/ ۱۴۲)

(۲) اگر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں اعادہ والی نماز ہو رہی ہے اور کسی دوسری مسجد میں جماعت پانے کی امید ہے تو بہتر یہی ہے کہ اس مسجد سے نکل کر دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھے جس میں جماعت کے ملنے کی امید ہو، اس طرح دوسری مسجد میں جماعت کی نیت سے پہلے چلے جانے میں اعراض عن الصلوۃ کا الزام لازم نہیں آئے گا اور اگر کسی دوسری مسجد میں جماعت پانے کی امید نہیں ہے تو اسی مسجد میں ایک طرف ہو کر اپنی نماز الگ پڑھنا جائز ہے، بیٹھے بیٹھے انتظار کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۳۲۲/۴، جدید زکریا ۱۳۶/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۲۵/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۷ھ

ترک واجب کی بنا پر صلوۃ معادہ کا تفصیلی جواب

سوال [۲۸۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر جماعت کی نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدہ سہو نہ کیا جائے، پھر نماز کا اعادہ کیا جائے تو اس میں نئے مقتدیوں کے شریک ہونے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد رضوان بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صلوۃ المعادۃ مستقل فرض ہے یا پہلی نماز کے لئے جابر ہے، اس سلسلے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں اولاً وہ اقوال بیان کئے جائیں گے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ المعادہ مستقل فرض ہے، علامہ شامیؒ نے فقیہ ابو الیسر کا قول نقل فرمایا ہے کہ:

ومقابله مانقلوه عن أبي اليسر أن الفرض هو الثاني. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، كراچي ۱/٤٥٧، زكريا ۱٤٨/۲)

علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں تین جگہ صلوۃ المعادۃ کا تذکرہ کیا اور طویل بحث کے بعد اس کی فرضیت کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

فإذا أعادها (الولي) وقعت فرضاً مكملا.

للفرض الأول نظير إعادة الصلوة المعادة بكراهة، فإن كلامنهما فرض .

(شامي، كتاب الجنائز، مطلب في بيان من هو أحق بالصلاة على الميت، زكريا ۳/ ۱۲٤، كراچي ۲/ ۲۲۳)

(۳) علامہ حسن ابن عمار الشرنبلالیؒ نے مراقی الفلاح میں صلوۃ المعادۃ کے مستقل فرض ہونے کو قیل کہہ کر ذکر فرمایا ہے:

وقيل تكون الثانية فرضًا فهى مسقطة. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند ٤٦٢، قديم ٢٥١)

(۴) علامہ ابراہیم بن محمد حلبیؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے صلوۃ المعادۃ کو فرض فرمایا ہے:

ومن المشايخ من قال يلزمه أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني. (حلبي كبير، پاكستان، فرائض الصلاة، الفرض الثامن من تعديل الأركان ٢٩٤، أيضًا اشرفية ديوبند)

اب وہ اقوال ملاحظہ ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ المعادہ پہلی نماز کے لئے جابر اور نفل ہے۔

(۱) علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ علامہ ابن الہمامؒ نے صلوۃ المعادۃ کے جابر ہونے کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اختار ابن الهمام الأول لأن الفرض لايتكرر. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، كراچي ١/ ٤٥٧، زكريا ٢/ ١٤٨)

(۲) علامہ علاء الدین الحصکفیؒ نے صلوۃ المعادۃ کے جابر ہونے کے قول کو مختار قرار دیا ہے۔

كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها والمختار أنه

جابر للأول. (در مختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، زكريا ۲/ ۱۴۸، كراچي ۱/ ۴۵۷)

(۳) علامہ ابراہیم بن محمد حلبیؒ نے حلبی کبیر میں صلوۃ المعادۃ کے جابر ہونے کو مختار قرار دیا ہے۔

ومن المشايخ من قال يلزمه أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني والمختار أن الفرض هو الأول. (حلبي كبير، فرائض الصلاة، الفرض الثامن تعديل الأركان ۲۹۴)

(۴) علامہ ابراہیم حلبیؒ نے صغیری میں بھی صلوۃ المعادۃ کے جابر ہونے کے قول کو مختار قرار دیا ہے۔

والمختار أن الفرض هو الأول والثاني جبر للخلل الواقع فيه بترك الواجب. (صغيري، مطبع مجتبائي، دهلي ۱۶۰)

(۵) علامہ زین الدین ابن نجیم مصریؒ نے الاشباہ والنظائر کے اندر صلوۃ المعادۃ کے جابر ہونے کو نقل فرمایا ہے:

أما الصلاة المعادة لارتكاب مكروه أو ترك واجب فلاشك أنها جابرة لافرض، لقولهم بسقوط الفرض بالأول. (الأشباه قديم، تحت القاعدة الثانية الأمور بمقاصدها قديم۷۲)

(۶) علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں صلوۃ المعادۃ کے جابر ہونے کے قول کو اختیار کیا ہے۔

فتكون مكملة وسقط الفرض بالأولىٰ. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند ۴۶۲، قديم ۲۵۱)

(۷) علامہ طحطاویؒ نے طحطاوی علی المراقی میں صلوۃ المعادۃ کے نفل اور جابر ہونے کو مختار قرار دیا ہے۔

والمختار أن المعادة لترک واجب نفل جابر، والفرض سقط بالأولیٰ؛ لأن الفرض لایتکرر. (حاشیة الطحطاوي علی المراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في بیان واجب الصلاة، دارالکتاب دیوبند ۲۴۸، قدیم ۱۳۴)

(۸) الموسوعۃ الفقھیہ میں صلوۃ المعادۃ کونفل قرار دیا ہے۔

والصلاة المعادة تکون نافلة: هذا قول الحنفیة، والحنابلة، وقول الشافعیة: بالجدید. (الموسوعة الفقهیة ۲۷/۱۷۴)

لہٰذا فقہاء کے جزئیات ہمارے سامنے دونوں قسم کے ہیں:

نمبر۱: وہ جزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری نماز فرض ہے۔

نمبر۲: وہ جزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی نماز فرض ہے، دوسری نماز نقصان کی تلافی کے لئے ہے، اب دونوں قسم کے جزئیات کے درمیان تطبیق کی شکل یہ ہے کہ جب دوسری نماز شروع ہوجائے تو نئے شریک ہونے والے دو قسم کے ہوں گے۔

نمبر۱: وہ لوگ جن کو معلوم ہے کہ یہ دوسری نماز ہے جو لوٹائی جارہی ہے تو ایسے لوگوں کے لئے اس نماز میں شریک ہونا جائز نہیں، اگر شریک ہوجائیں گے تو ان کا فرض ادا نہیں ہوگا دوبارہ پڑھنا ہوگا۔

نمبر۲: نئے آنے والے وہ لوگ جن کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جو نماز پڑھی جارہی ہے یہ لوٹائی جانیوالی نماز ہے اور وہ آکر شریک ہوجائیں تو ایسے لوگوں کے لئے یہ فرض نماز صحیح ہوجائے گی اوراسی سے ان کا فرض ساقط ہوجائے گا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۲۲/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۲۷ھ

ترک واجب کی بنا پر صلوۃ معادہ کی شرعی حیثیت

سوال [۲۸۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام قعدہ اولیٰ بھول گیا اور سجدہ سہو کئے بغیر سلام پھیر دیا بعدہ نماز کا اعادہ کیا، اعادہ شدہ نماز ظاہر روایت کے مطابق نفل ہوئی؟ اگر علماء کا اختلاف ہے تو درج فرمائیں۔

المستفتی: محمد ابوالکلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اعادہ شدہ نماز کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ وہ مستقل فرض ہے یا پہلی کے لئے جابر ہے، علامہ شامیؒ نے فقیہ ابو الیسر کا قول نقل فرمایا ہے کہ صلاۃ المعادۃ مستقل فرض ہے۔

ومقابله مانقلوه عن أبي اليسر أن الفرض هو الثاني. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، كراچي ۱/ ٤٥٧، زكريا ۲/ ۱٤۸)

علامہ ابراہیم حلبیؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے صلاۃ المعادۃ کو فرض فرمایا ہے۔

ومن المشايخ من قال يلزمه أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني.

(حلبي كبير، فرائض الصلاة، الفرض الثامن من تعديل الأركان، اشرفية ديوبند ۲۹٤)

علامہ ابن نجیمؒ نے بھی فرمایا کہ بعض بعض مشائخ نے صلاۃ المعادۃ کو مستقل فرض فرمایا ہے۔

ومن المشائخ من قال تلزمه ويكون الفرض هو الثاني. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۱/ ۵۲۳، كراچي ۱/ ۳۰۰)

دوسرا قول یہ ہے کہ صلاۃ المعادۃ مستقل فرض نہیں ہے؛ بلکہ پہلے کے لئے جابر ہے؛ چنانچہ علامہ شامیؒ نے فرمایا شیخ علامہ ابن الہمام نے صلاۃ المعادۃ کے جابر ہونے کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اختار ابن الهمام الأول لأن الفرض لايتكرر. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، كراچي ۱/ ٤٥٧، زكريا ۲/ ۱٤۸)

علامہ طحطاویؒ نے طحطاوی علی المراقی میں صلوۃ المعادۃ کے نفل اور جابر ہونے کے قول کو نقل فرمایا ہے۔

والمختار أن المعادة لترک واجب نفل جابر والفرض سقط بالأولیٰ، لأن الفرض لایتکرر. (طحطاوي علی المراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في بیان واجب الصلاة، دارالکتاب دیوبند ۲۴۸، قدیم ۱۳۴)

غرض یہ دوقول صلاۃ المعادۃ کے بارے میں فقہ کی کتابوں میں مصرح ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کے بارے میں صحیح اور راجح ہونے کا نشان بھی موجود ہے؛ لہٰذا تطبیق کی شکل یہ ہوگی کہ نماز کے لوٹانے کی حالت میں نو وارد شخص کو اگر معلوم ہے کہ یہ اعادہ کی جانے والی نماز ہے تو اس کی شرکت درست نہیں ہے اور اس پر اپنی فرض نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر نو وارد شخص کو معلوم نہیں ہے کہ نماز لوٹائی جارہی ہے اور آکر یہ سمجھ کر شریک ہوگیا کہ یہ اصل نماز ہے اعادہ نہیں تو ایسے شخص کی فرض نماز اس امام کے پیچھے درست ہوجائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاوی، زکریا ۳/۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱/۳۰ھ

صلوۃ المعادہ میں نئے نمازیوں کی شرکت

سوال [۲۸۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عصر کی نماز میں پہلی والی دو رکعتوں کے بجائے امام صاحب نے تین رکعتیں پڑھائیں اس کے بعد قعدہ میں بیٹھے پھر دو رکعت پڑھا کر قعدہ اخیرہ میں بیٹھ کر سلام پھیر دیا کچھ نمازیوں کے بتانے پر نماز دوبارہ پڑھی گئی، اب سوال یہ ہے کہ جو نماز دوبارہ پڑھی گئی ہے، اس میں وہی نمازی شریک ہوں گے جو کہ پہلی والی جماعت میں شامل تھے یا وہ نمازی بھی

شامل ہوسکتے ہیں جوکہ پہلی والی جماعت میں شامل نہیں تھے؟

المستفتی: حمایت اللہ، چکر کی ملک عزیز نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں امام صاحب کی فرض نماز باطل ہوگئی جس کی وجہ سے تمام مقتدیوں کی نماز بھی باطل ہوگئی، اب دوبارہ نماز ادا کرنے میں پہلے والے مقتدی اور ایسے لوگ بھی شامل ہوسکتے ہیں جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے اور ہرایک کی نماز درست ہوجائے گی۔

لوسها عن القعود الأخير......إن قيدها بسجدة......تحول فرضه نفلا الخ

(درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/ ۵۵۰، كراچي ۲/ ۸۵)

لأن عدم سقوطه بالأول إنمايكون بترك فرض الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت كراهة التحريم تجب إعادتها، زكريا۲/ ۱٤۸، كراچي ۱/ ٤٥۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۰۹)

صلوۃ المعادۃ میں شرکت کرنے والے کا حکم

سوال [۲۸۷٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ ایک شخص نے عصر کی نماز فرض پانچ رکعت پڑھائی اور چوتھی رکعت پر قعدہ اخیرہ تو کیا؛ لیکن پانچویں رکعت پر سجدہ سہو نہیں کیا، تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں ہوئی تو کیا دوبارہ جو جماعت ہورہی ہے اس میں نووارد شخص شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) مسبوق جو دو رکعت میں شامل نہیں تھا اپنی اپنی نماز ادا کرتا رہے یا نماز توڑ کر دوبارہ جو جماعت ہو رہی ہے اس میں شامل ہو جائے اور امام کے پانچ رکعت پڑھانے کی صورت میں اس مقتدی کی جس کی ایک رکعت چھوٹ گئی تھی، اس کی تو چار رکعت ہوئی اور امام کی پانچ رکعت ہوئی تو کیا اس مسبوق مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟ دوسری جماعت کی نماز فرض ہوگی یا نفل؟ دوسری جماعت ہو رہی ہے یہ ترک فرض کی وجہ سے ہو رہی ہے یا نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہو رہی ہے؟

المستفتی: محمد شہزاد کشن پور، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) نماز واجب الاعادہ ہے **لاتفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو إن لم يسجد له وإن لم يعدها يكون فاسقا آثما الخ** (درمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة، كراچي ۱/۴۵٦، زكريا ۲/۱٤٦)

(۲) صلوۃ معادۃ میں نو وارد کی شرکت کے بارے میں دو قول ہیں: جواز، وعدم جواز احوط اور پسندیدہ قول جواز کا ہے، تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اگر نو وارد کو معلوم ہے کہ یہ صلوۃ معادۃ ہے تو اس کے لئے شرکت جائز نہیں اور اگر معلوم نہیں ہے تو اس کی شرکت صحیح ہے۔

المختار أنه جابر للأول لأن الفرض لايتكرر وتحته في الشامية: أن القول بكون الفرض هوالثاني يلزم عليه تكرار الفرض، لأن كون الفرض هو الثاني دون الأول يلزمه منه عدم سقوطه بالأول وليس كذلک، لأن عدم سقوطه بالأول إنما يكون بترک فرض لابترک واجب الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، كراچي ۱/۴۵۷، زكريا ۲/۱٤٨)

(۳) مسبوق نے اگر پانچویں رکعت میں امام کی متابعت کر لی ہے اور امام نے

چوتھی رکعت پر قعدہ بھی کرلیا تھا تو ایسی صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی ہے اس پر لازم ہے کہ اپنا فرض لوٹالے؛ اس لئے کہ چوتھی رکعت کے قعدہ کے بعد امام کی نماز مسبوق کے حق میں پوری ہوگئی، اب امام کی متابعت جائز نہیں ہے۔

إذا قام الإمام إلى الخامسة وتابعه المسبوق إن كان الإمام قعد على الرابعة فسدت صلوة المسبوق......لأن الإمام إذا قعد على الرابعة تمت صلوته في حق المسبوق الخ (قاضي خان، على الهندية، كتاب الصلاة، فصل في المسبوق، زكريا ١٠٢/١، زكريا جديد ٦٥/١، هكذا البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، باب الحدث في الصلاة، زكريا ٦٢/١، كوئٹه ٣٧٨/١، هندية، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، زكريا ٩٢/١، زكريا جديد ١٥٠/١، شامي، كتاب الصلاة، قبيل باب الاستخلاف، كراچي ٥٩٩/١، زكريا ٣٥٠/٢)

مسبوق کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہو یا دو رکعت یا تین رکعت سب صورتوں میں مذکورہ شکل میں مسبوقوں کی نمازیں فاسد ہوگئیں ہیں؛ لہٰذا ان پر اپنے فرض کا اعادہ لازم ہے اور امام کی صلوۃ معادہ فرض ہے یا جبر للنقصان؟ اس میں فقہاء کے اقوال دونوں طرح ہیں، بعض اول کو فرض کہتے ہیں ثانی کو تلافی نقصان اور بعض اول کو نفل اور ثانی کو فرض کہتے ہیں، مگر قول اول کی دلیل زیادہ مضبوط ہے اور اس میں احتیاط بھی ہے؛ اس لئے فرض پڑھنے والوں کے لئے جان بوجھ کر صلوۃ معادۃ میں شرکت نہیں کرنی چاہئے اس لئے مذکورہ مسبوق کے لئے اس میں شرکت مشروع نہ ہوگی۔

ومن المشايخ من قال يلزمه أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني. والمختار أن الفرض هو الأول والثاني جبر للخلل الواقع فيه بترك الواجب الخ (غنية المستملي شرح كبيرى، فرائض الصلاة، الفرض الثامن من تعديل الأركان، اشرفية ديوبند ٢٩٤)

(٦/٥) اول فرض ہے ثانی تلافی نقصان ہے۔

المختار أنه جابر للأول لأن الفرض لايتكرر الخ (در مختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، كراچي ١/٤٥٧، زكريا ١/١٢٨، كبيري، ٢٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۳۴/۵٦۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۱۴ھ

صلوۃ المعادہ میں نو وارد کی شرکت کا حکم

سوال [۲۸۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کسی بنا پر امام کی نماز فاسد ہوگئی دوبارہ نماز کا اعادہ کرنا پڑا ایک آدمی بعد میں آکر شریک ہوگیا، بعد میں شرکت کرنے والے کی نماز درست ہوگئی؟ بیان کیجئے مہربانی ہوگی۔

المستفتی: عبداللہ معصوم پوری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز فاسد ہوجانے کی وجہ سے لوٹائی جارہی ہے، تو ایسی صورت میں آکر شریک ہونے والوں کی نماز درست ہوجائیگی؛ اس لئے کہ لوٹائی جانے والی نماز بالاتفاق فرض ہے نقصان کی تلافی نہیں اور اگر نماز فاسد ہونے کی وجہ سے لوٹائی نہیں جارہی ہے؛ بلکہ ترک واجب کی وجہ سے لوٹائی جارہی ہے، تو ایسی صورت میں بعد میں آکر شریک ہونے والوں کی دو قسمیں ہے:

نمبر۱: وہ لوگ جن کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ نماز نقصان کی تلافی کے لئے لوٹائی جارہی ہے ان کی شرکت درست نہیں ان کو نماز لوٹانا لازم ہے۔

نمبر۲: بعد میں آکر شرکت کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ نقصان کی تلافی میں لوٹائی جانے والی نماز ہے؛ بلکہ یہ سمجھ کر شرکت کرلی ہے کہ یہ اصل نماز ہے، تو ایسے لوگوں

کی نماز درست ہوجاتی ہے، ان پر اپنی نماز کا اعادہ لازم نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاوی، زکریا ۳/ ۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳٦/ ۱۰۳۹۷)	۸/ ۱۱/ ۱۴۳۲ھ

تاخیرِ واجب کی بنا پر صلوۃ معادہ میں مسبوق اور نو وارد کی شرکت

سوال [۲۸۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے بھولے سے تیسری رکعت میں تین سجدے کر لئے آخر میں سجدہ سہو بھی کرنا بھول گئے سلام کے بعد دوبارہ نماز با جماعت ادا کی گئی؛ کیونکہ واجب الاعادہ تھی جماعت اول میں کچھ لوگ مسبوق تھے، جماعت ثانی ہوتے دیکھ کر مسبوق لوگوں نے اپنی نماز پوری کئے بغیر نیت توڑ دی اور جماعت میں شریک ہوگئے، اسی طرح بعض نئے لوگ اس جماعت ثانیہ میں آکر شریک ہوئے تو ان مسبوق لوگوں کی نماز اور بعد میں شریک ہونے والوں کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

المستفتی: نفیس احمد قاسمی، مہتمم مدرسہ تائید الاسلام، موانہ کلاں، میرٹھ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جن مسبوق حضرات نے اپنی نماز پوری کئے بغیر نیت توڑ دی ان کے لئے صلوۃ معادۃ میں شرکت جائز نہیں؛ اس لئے کہ صلوۃ معادۃ جبر نقصان کے طور پر ہے، جس میں مستقل فرض پڑھنے والوں کی اقتداء درست نہیں؛ بلکہ اعادہ لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/ ۳۸۹، جدید زکریا ۳/ ۴۳۵، فتاوی رحیمیہ قدیم ۱/ ۱۷۹، جدید زکریا ۴/ ۱۲۹)

اور اسی طرح نو وارد لوگوں میں سے جن کو صلوۃ معادۃ کا علم ہے ان کی نماز بھی

مسبوق کی طرح نہ ہوگی اور جن نو وارد لوگوں کو صلوۃ معادۃ کا علم نہیں اور اصل نماز سمجھ کر شرکت کی ہے تو ان لوگوں کی نماز درست ہو جائے گی، یہ متضاد روایات کے درمیان تطبیق کی صورت ہے، جن کو اہل فتاوی نے اختیار کیا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی، زکریا ۳/۳۵۲، امداد الفتاوی، زکریا ۱/۵۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۲۴۰/۳۵)

ترک واجب کی بنا پر صلوۃ معادۃ کی اقتداء

سوال[۲۸۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور نماز کے درمیان کوئی ایسی خرابی آگئی مثلاً قعدۂ اولیٰ کو چھوڑ دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا جس کی بنا پر نماز لوٹانی پڑ رہی ہے، اب آئی یہ بات کہ نماز جو پڑھائی جا رہی ہے بعد میں آنے الا شخص نماز میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے تو کیوں اور اگر شریک نہیں ہوسکتا ہے تو کیوں؟

المستفتی: انیس الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں ترک واجب کی وجہ سے جو نماز لوٹائی جا رہی ہے وہ چونکہ مستقل فریضہ نہیں ہے؛ بلکہ پہلی نماز کی تکمیل کے لئے ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں آنے والے آدمی کو اگر یہ معلوم تھا کہ یہ لوٹائی جانے والی نماز ہے، پھر وہ اس میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی اعادہ لازم ہوگا اور اگر آنے والے آدمی کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ لوٹائی جانے والی نماز ہے اور وہ آکر اس میں شریک ہو گیا ہے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اعادہ لازم نہیں۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۸/۱۰۸، جدید زکریا ۴/۱۲۹)

ویؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعریفها بمامر أنه ینوي بالثانیة الفرض، لأن ما فعل أولاً هو الفرض فإعادته فعله ثانیاً أما علی القول بأن الفرض یسقط بالثانیة فظاهر وأما علی القول الآخر فلأن المقصود من تکریرها ثانیا جبر نقصان الأولیٰ، فالأولیٰ فرض ناقص، والثانیة فرض کامل مثل الأولیٰ ذاتا مع زیادة وصف الکمال، ولو کانت الثانیة نفلاً لزم أن تجب القرأة في رکعاتها الأربع، وأن لاتشرع الجماعة فیها ولم یذکروه ولایلزم من کونها فرضا عدم سقوط الفرض بالأولیٰ، لأن المراد أنها تکون فرضا بعد الوقوع. (شامي، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت مطلب في تعریف الإعادة، کراچي ۶۵/۱، زکریا ۵۲۲/۲، تقریرات رافعي ۵۷/۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۹۵/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۱۵ھ

صلوۃ المعادۃ میں نئے شریک ہونے والے مقتدیوں کی نماز کا حکم

سوال [۲۸۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سجدہ سہو نہ کرنے کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز کا اعادہ کیا جارہا ہے کہ اسی دوران پیچھے سے آکر کوئی شخص جماعت میں شریک ہوجائے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبد القادر، دیوبندی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے جب نماز کا باجماعت اعادہ کیا جارہا ہو تو اس درمیان نووارد لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

نمبر ۱: وہ لوگ جنہیں اس بات کا علم ہے کہ یہ وہ نماز ہے جس کا سجدۂ سہو کے ترک

کی وجہ سے اعادہ کیا جارہا ہے، ایسے لوگوں کے لئے اصل فرض نماز کی نیت کے ساتھ اس جماعت میں شریک ہونا درست نہیں، اس سے ان کا فرض ادا نہ ہوگا۔

والمختار أن المعادة لترک واجب نفل جابر، والفرض سقط بالأولیٰ؛ لأن الفرض لایتکرر. (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، دار الكتاب ديوبند ٢٤٨، قديم ١٣٤)

فلو أتم المقيمون صلاتهم معهم فسدت، لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل. (شامي، كتاب الصلاة، باب صلوة المسافر، زكريا ٦١٢/٢، كراچي ١٣٠/٢)

نمبر۲: وہ لوگ جن کو اس بات کا علم نہ ہو کہ یہ ایسی نماز ہے جس کا اعادہ کیا جارہا ہے؛ بلکہ وہ لوگ اصل فرض نماز سمجھ کر جماعت میں شریک ہوں تو ایسے لوگوں کی نماز درست ہوگئی اور فرض بھی ادا ہوجائے گا۔ (مستفاد: احسن الفتاوی، زکریا ۴۴۱/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۳/۱۴۳۱ھ

(۱۸) باب الحدث في الصلاة

دورانِ نماز حدث کا لاحق ہونا

سوال [۲۸۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس نماز میں فساد پیش آجائے تو اس کو مکمل ادا کرنے کے بعد دوبارہ اعادہ کریں گے یا درمیان ہی میں نیت توڑ کر نماز کا اعادہ کریں گے؟

المستفتی: اسلام الدین، مدناپور، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں جب فساد واقع ہوجائے مثلاً درمیان میں ریح کا خروج ہوجائے تو اس کے بعد نماز کو آگے جاری رکھنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ بغیر وضو وطہارت کے نماز کا کوئی رکن ادا کرنا جائز نہیں؛ لہٰذا فوری طور پر وضو کا حکم ہے، اسی طرح اگر درمیان میں دنیاوی گفتگو کر کے نماز توڑ دی ہے تو وضو تو باقی ہے، مگر نماز کو ازسرنو شروع کرنا لازم ہے۔

من سبقه حدث سماوي من بدنه موجب للوضوء في الصلاة انصرف من فوره وتوضأ من غير أن يشتغل بشيئ غير ضروري في وضوئه وبنى على صلاته عندنا، إن لم يعرض له ما ينافيها. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، تذييل في الحدث في الصلاة، اشرفية ٤٥٢)

ولو أدى شيأ من الصلاة مع الحدث الذي سبقه فسدت صلاته.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر في الحدث في الصلاة، زكريا ٢/ ٣٦٣، رقم: ٢٦٧١)

عن علي بن طلق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة، فلينصرف، فليتوضأ وليعد الصلاة. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من يحدث في الصلاة، النسخة الهندية ۱/ ۲۷، دارالسلام، رقم: ۲۰۵، سنن الدار قطني، كتاب الطهارة، باب في الوضوء من الخارج من البدن، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۱٦۰، رقم: ٥٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۷/ ۱۴۳۳ھ

جمعہ کی نماز کے دوران حدث کا لاحق ہونا

سوال [۲۸۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید جمعہ کی نماز میں شامل ہے جماعت کی نماز ادا کر رہا ہے کہ دوسری رکعت میں اس کی ریح خارج ہو جاتی ہے رکوع کی حالت میں زید اگلی صف میں ہے اس کے پیچھے ۱۱؍ یا ۱۲؍ صفیں اور بھی ہیں نکلنے کا راستہ نہیں ہے اس صورت میں کیا زید امام کی اتباع کرے یا بیٹھ جائے نماز ہو گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد یحیٰ ۹-۳-۴ محلّہ بغیا بازار دیوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کے لئے من جانب شریعت صفوں کو چیرتے ہوئے وضو کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے بحالت حدث امام کی اتباع یا وہیں بیٹھ جانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ۳/ ۴۰۳)

ومن شرط جواز البناء أن ينصرف من ساعته حتى لو أدى ركنا مع الحدث، أومكث مكانه قدر ما يؤدي ركنا فسدت صلوته (تبيين الحقائق قديم، كتاب الصلاة، باب الإمام والحدث في الصلاة، زكريا ۱/ ۳۷۰، قديم ۱/ ۱٤٥)

من سبقه حدث سماوي من بدنه موجب للوضوء في الصلاة انصرف من فوره وتوضأ من غير أن يشتغل بشيئ غير ضروري في وضوئه وبنى على صلاته عندنا، إن لم يعرض له ما ينافيها. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، اشرفية ٤٥٢)

عن علي بن طلق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة، فلينصرف، فليتوضأ وليعد الصلاة. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من يحدث في الصلاة، النسخة الهندية ١/٢٧، دارالسلام، رقم: ٢٠٥، سنن الدار قطني، كتاب الطهارة، باب في الوضوء من الخارج من البدن، دارالكتب العلمية بيروت ١/١٦٠، رقم:٥٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍شعبان المعظم ۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶؍۱۹۱۳)

پہلی صف میں موجود مقتدی کو حدث لاحق ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال [۲۸۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک صاحب کو بحالت نماز جمعہ حدث لاحق ہو جاتا ہے اور محدث پہلی صف میں موجود ہے باہر آنا بہت مشکل ہے تو وہ بغیر تسبیح وتحلیل کے نماز میں شریک رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر صف کے اوپر چٹائی موجود نہیں فرش پر گرد پڑی ہوتی ہے، تو کیا وہ تیمّم کر کے اسی پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر منفرد کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ کسی سے بات چیت کئے بغیر مسجد کی حدود میں رہ کر وضو کر کے بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟ محدث کے پاؤں مسجد کی حدود میں ہوں اور وہ ہاتھ بڑھا کر پانی لیتا ہے تو وہ مسجد سے خارج ہے یا نہیں؟ جناب والا سے التجاء ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: مولانا مسعود الحسن رشیدی، سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پہلی صف میں نماز پڑھ رہا ہے، تو بھی اصلاح صلوۃ کے لئے نمازیوں کے آگے سے گذر کر وضو کے لئے جانا درست ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۴۱۲، ۳/۲۹۷)

منفرد محدث کونماز از سر نو پڑھنی چاہئے، یہی اس کے حق میں بہتر ہے۔

ومن سبقه الحدث في الصلاة انصرف وتوضأ وبنیٰ والاستئناف أفضل والمنفرد إن شاء أتم صلوته في منزله وإن شاء عاد إلى مكانه. (هداية، كتاب الصلاة، باب الإمام والحدث في الصلاة، اشرفي ١/١٢٨)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أصابه قيئ، أورعاف، أو قلس أو مذي، فلينصرف فليتوضأ، ثم ليبن على صلاته وهو ذلک لايتكلم. (ابن ماجه، إقامة الصلاة، والسنة، باب ماجاء في البناء على الصلاة، النسخة الهندية ٨٥، دارالفكر رقم: ١٢٢١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۷/۱۴۱۵ھ

حدث لاحق ہونے کی وجہ سے نمازیوں کے سامنے سے گذرنا

سوال [۲۸۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نماز میں حدث لاحق ہوجائے اور مجمع کافی ہو تو مقتدی نمازیوں کے سامنے سے گذرتا ہوا نکلے یا صفوں کو چیرتا ہوا نکلے؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازی کے سامنے سے غیر نمازی کا گذرنا منع

ہے، نمازی کا گذرنا منع نہیں ہے اور جس کو حدث لاحق ہوتا ہے وہ داخل صلوۃ ہوتا ہے، اس کا نمازیوں کے سامنے سے گذرنا منع نہیں ہے؛ اس لئے صفوں کو چیرتے ہوئے نکلنے سے سامنے سے گذرتے ہوئے نکلنا بہتر ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۲۹۷)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أصابه قيئ، أورعاف، أو قلس أو مذي، فلينصرف فليتوضأ، ثم ليبن على صلاته وهو ذلك لايتكلم. (ابن ماجه، إقامة الصلاة، والسنة، باب ماجاء في البناء على الصلاة، النسخة الهندية ٨٥، دارالفكر رقم: ١٢٢١)

عن يزيد بن عبد الله قسيط الليثي: أنه رأى سعيد بن المسيب رعف وهو يصلي فأتى حجرة أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم فأتى بوضوء فتوضأ، ثم رجع فبنىٰ على ماقد صلى. (الموطأ للإمام مالك، كتاب الطهارة، ١٠/باب ماجاء في الرعاف ٦٠، رقم: ٤٦-٤٧-٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۸۱/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۱/۱۴۱۶ھ

حدث لاحق ہونے پر مقتدی کو امام بنانا اور اس کا اپنی جگہ پر نماز پوری کرنا

سوال [۲۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوران نماز قعدۂ میں امام صاحب کا وضو ٹوٹ گیا، نماز پوری کرنے کے لئے جس شخص کو پیچھے سے امام نے آگے کرنے کی کوشش کی تھی، وہ آگے نہیں آیا؛ بلکہ پہلی صف کے مقتدیوں کے ساتھ بیٹھا رہا اور سلام پھیر دیا، دوسرے مقتدیوں نے بھی اسے امام مان کر سلام پھیر دیا، تو یہ عمل درست تھا، امام نماز کس طرح پوری کرے گا؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوران نماز امام صاحب نے حدث لاحق ہونے کی بناء پر جب دوسرے شخص کو امام بنایا اور اس نے اپنی جگہ پر بیٹھے ہی امام بن کر سلام پھیر دیا اور دیگر مقتدیوں نے بھی اسے امام مان کر سلام پھیر دیا، تو ایسی صورت میں سب کی نماز درست ہوگئی اور امام اول وضو سے اگر امام ثانی کے سلام پھیرنے سے پہلے فارغ ہوجاتا ہے، تو وہ اس امام کی اقتداء کرے گا ورنہ مابقیہ نماز منفرد کی طرح پوری کرے گا۔

إمام أحدث فقدم رجلاً من آخر الصفوف، ثم خرج من المسجد فإن نوى الثاني أن يكون إماما من ساعته ونوىٰ أن يؤمهم في ذلك المكان جازت صلاة الخلفية وصلاة الإمام الأول ومن كان على يمين الخليفة، وعلى يساره في صفه ومن كان خلفه......والأول يتوضأ ويبنىٰ على صلاته. (تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر في الاستخلاف، زكريا ديوبند ۲/۳۷۵، رقم:۲۷۱۷، قاضيخان على هامش الهندية، باب افتتاح الصلاة، فصل في الاستخلاف زكريا ۱/۱۱۵)

لو تقدم يبتدئ من حيث انتهىٰ إليه الإمام وإذا انتهىٰ إلى السلام يقدم مدركًا يسلم بهم ......والإمام كالمنفرد إن فرغ إمامه والاعاده ويتم خلف خليفته. (هندية، كتاب الصلاة، الباب السادس في الحدث في الصلاة، فصل في الاستخلاف زكريا ۱/۹۵، زكريا جديد ۱/۱۵٤) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۸۶/۴۰)	۱۱/۴/۱۴۳۵ھ

○❖○

(۱۹) باب سجود السهو

کتنی تاخیر سے سجدسہوواجب ہے

سوال [۲۸۸٦]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تراویح کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد قاری بھی سوچتا رہا کہاں سے پڑھوں اورسامع بھی سوچتا رہا کہ کہاں سے بتاؤں دونوں ہی بھول گئے، اس کو سوچنے میں ایک رکن کے بقدرتاخیر ہوگئی تو کیاسجدہ سہوواجب ہے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرقاری اورسامع کے سوچنے میں ایک رکن یعنی تین مرتبہ **سبحان ربی الأعلی** یا تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** کہنے کے بقدرتاخیر ہوگئی تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو لازم ہو چکا ہے۔ (مستفاد: امدادالاحکام ۲/۲۸۹، بہشتی زیور۲/۳۷)

إن طال تفكره..... قدر أداء ركن وجب عليه سجود السهو لتأخيره واجب القيام، وفي حاشية الطحطاوي: ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات. (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، قبيل فصل في الشك، دارالكتاب ديوبند ٤٧٤)

فعند الإمام طويله ما يمكن فيه أداء ركن ولو بلا سنة وهو مقدار "سبحان الله" مرةً......، وعند الثاني أي أبي يوسفؒ مايسع أداء ركن بسنته وهو قدر الثلاثة تسبيحات وهو المختار. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب حكم الشك في

عدد رکعات الصلاۃ، بیروت ۷/۱۸۳، کراچي ۷/۱۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱/۲/۱۱۷۰)

تیسری رکعت پر تین تسبیح پڑھنے سے کم مقدار بیٹھنا

سوال [۲۸۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام نے ظہر پڑھائی اور قعدہ کرنے کا ارادہ کیا اس حال میں کہ امام کو بھی شک تھا کہ شاید تین رکعت ہوئی ہیں؛ چنانچہ وہ ابھی انگلیوں کے بل بیٹھا ہی تھا کہ ایک مقتدی نے لقمہ دیا امام نے کھڑے ہوکر نماز پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا، اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) اگر امام تین رکعت پر بیٹھ گیا اور ابھی ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہنے کے بقدر بھی نہیں بیٹھا تھا کہ مقتدی نے لقمہ دیا امام نے کھڑے ہوکر نماز پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: نسیم احمد، نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دونوں صورتوں میں نماز صحیح ہوگئی اور سجدۂ سہو دونوں صورتوں میں واجب نہیں ہے؛ اس لئے کہ سجدۂ سہو واجب ہونے کے لئے تین تسبیح کے بقدر یا اس سے زیادہ تاخیر ہونا ضروری ہے اور اس سے کم تاخیر کی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔

وکذا القعده في اٰخر الرکعة الأولی، أو الثالثة فیجب ترکها ویلزم من فعلها أیضا تأخیر القیام إلی الثانیة، أو الرابعة عن محله وهذا إذا کانت القعدة طویلة أما الجلسة الخفیفة التي استحبها الشا فعي فترکها غیر

واجب عندنا الخ . (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، زكريا ٢/١٦٤، كراچي ١/٤٦٩، مصري ١/٤٣٨)

إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن-يجب السهو وإلا فلا، كذا في الشرح......وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنة وهو مقدر بثلاث تسبيحات. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، جديد دارالكتاب ديوبند ٤٧٤، قديم ٢٥٨)

أو قدر ركن قصير كالركوع، أو السجود بسنته: أي قدر ثلاث تسبيحات وبالثاني جزم البرهان إبراهيم الحلبي في شرح المنية حيث قال: وذلك مقدار ثلاث تسبيحات. (منحة الخالق على البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زكريا ديوبند ١/٤٧٤، كوئٹه ١/٢٧٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ / رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۸۰/۲۷)

عصر کی تیسری رکعت میں دو تسبیح کے بقدر بیٹھ گیا

سوال [۲۸۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید عصر کی نماز پڑھ رہا تھا، چار رکعت سمجھ کر وہ بھولے سے تیسری رکعت پر بیٹھ گیا، فوراً لقمہ ملا اور کھڑا ہو گیا، اب اس نے سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، تو ایسی صورت میں نماز کو دہرانا صحیح ہے یا نہیں؟ قیام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، خواہ دو تسبیح کے بقدر ہی کیوں نہ بیٹھا ہو اس مسئلہ میں مستند قول بیان کریں۔

المستفتی: حافظ طاہر حسین اصالت پورہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر تیسری رکعت میں ایک رکن یعنی تین تسبیح

سے کم مقدار بیٹھا ہے تو سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، بغیر سجدۂ سہو کے نماز صحیح ہوجائے گی اور اگر تین تسبیح یا اس سے زائد مقدار بیٹھا ہے تو پھر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۲/۲۹۰، فتاوی دارالعلوم ۴/۴۱۴)

إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن......يجب السهو وإلا فلا، كذا في الشرح......وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنة وهو مقدر بثلاث تسبيحات. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، جديد دارالكتاب ديو بند ٤٧٤، قديم ٢٥٨)

أو قدر ركن قصير كالركوع، أو السجود بسنة: أي قدر تسبيحات وبالثاني جزم البرهان إبراهيم الحلبي في شرح المنية حيث قال: وذلك مقدار ثلاث تسبيحات. (منحة الخالق على البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زكريا ديوبند ١/٤٧٤، كوئٹه ١/٢٧٢)

تأخير القيام إلى الثالثة، أو الرابعة عن محله، وهذا إذا كانت القعدة طويلة أما الجلسة الخفيفة التي استحبها الشافعي فتركها غير واجب عندنا. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، زكريا ٢/١٦٤، كراچي ١/٤٦٩، مصري ١/٤٣٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۱۷)

محض گمان پر سجدۂ سہو کرنا

سوال [۲۸۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی پر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا اور مصلی نے نماز کی حالت میں اپنے اوپر

سجدۂ سہو کو واجب سمجھا اور اس نے سجدۂ سہو کرلیا خارج نماز شرح صدر کے ساتھ اس کو یہ معلوم ہوگیا کہ مجھ پر سجدۂ سہو نہیں تھا تو کیا اس صورت میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟

اسی طرح اگر کسی نے نماز میں درود شریف یا دعاء ماثورہ کو دوبارہ پڑھ دیا تو کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا ؟

المستفتی: سید احسان احمد قاسمی، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مصلی پر جب سجدۂ سہو واجب نہ تھا محض گمان کی بنا پر سجدۂ سہو کرلیا پھر بعد میں عدم وجوب کا یقین ہوگیا تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے نماز ہوگئی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۴۱۲/۱۶)

ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو فالأشبه الفساد (درمختار) وفي الشامية قال وفي الفيض وقيل لا تفسد وبه يفتى. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة قبيل، باب الاستخلاف، زكريا ۳۵۰/۲، كراچي ۵۹۹/۱)

ولو ظن الإمام أن عليه سهواً، فسجد للسهو فتابعه المسبوق فيه، ثم علم أنه لم يكن عليه سهو فأشهر الروايتين أن صلاة المسبوق تفسد -إلى- قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لا تفسد هكذا في الظهيرية.

(هندية، كتاب الصلاة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق ۹۲/۱، جديد ۱۵۰/۱)

اسی طرح اگر نماز میں درود شریف یا دعاء ماثورہ کو دوبارہ پڑھ دیا تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ درود شریف اور دعا کا پڑھنا سنت ہے اور سجدۂ سہو کا وجوب ترک واجب، تکرار واجب اور تأخیر رکن وغیرہ سے ہوتا ہے سنت کے تکرار سے نہیں ہوتا ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۲۹/۴)

كرر التشهد في القعدة الأخيرة فلا سهو عليه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۱۷۲/۲، ۱۷۳، كوئٹه، ۹۷/۲ هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو ۱۲۷/۱، جديد زكريا ۱۸۶/۱)

یجب بترک واجب الخ (در مختار) وفي الشامیة واحترز بالواجب عن السنة کالثناء والتعوذ ونحوهما. (شامي، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، مصري ۱/۶۹۳، شامي زکریا ۲/۵۴۳، کراچي ۲/۸۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۶/ ۱۴۲۱ھ

سورہ فاتحہ کی دو تین آیت پڑھ کر دوبارہ مکمل پڑھنا

سوال [۲۸۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا سورۂ فاتحہ کی دو تین آیات پڑھنے کے بعد اگر پھر سے سورہ فاتحہ شروع سے پڑھی جائے تو سجدۂ سہو کی ضرورت ہے یا نہیں؟ از راہ کرم مع حوالہ جواب سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبد الوحید، مکان نمبر ۱۴، نیاریان، امروہہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ فاتحہ میں سات آیتیں ہیں ان میں سے اگر تین یا اس سے کم آیتیں پڑھ کر پھر شروع سے پڑھی جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے اور اگر چار آیتیں یا اس سے زائد پڑھی جائے اور پھر شروع سے پڑھی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا؛ لہٰذا صورت مسئولہ میں سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔

ولو قرأ الفاتحة إلا حرفا، أو قرأ أکثرها، ثم أعادها ساهیا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتین. (عالمگیري، کتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زکریا ۱/۱۲۶، جدید زکریا ۱/۱۸۶، الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، زکریا ۲/۳۹۲، رقم: ۲۷۶۳)

ولو كرر الفاتحة أو بعضها في إحدى الأوليين قبل السورة سجد للسهو .
(حاشتية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، دالرلكتاب ديو بند جديد ٤٦٠)

وقراء ة أكثر الفاتحة ثم إعادتها كقراء تها مرتين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كوئٹه ٢/ ٩٤، زكريا ٢/ ١٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۶/ ۲۲۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۵/ ۱۴۱۱ھ

کیا تشہد کے کسی جزو کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہے؟

سوال [۲۸۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس طرح نماز میں سورۃ فاتحہ کے کسی جز کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہے؟ کیا اسی طرح تشہد کے کسی جز کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

المستفتی: عبد الرشید قاسمی، سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح قول کے مطابق نماز میں سورہ فاتحہ کے محض کسی جزو کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا؛ بلکہ اکثر حصے کے تکرار سے سجدۂ سہو کا وجوب ہوتا ہے یہی بات تشہد کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ اگر اس کا اکثر حصہ دوبارہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر اکثر حصے کا تکرار نہیں ہوا؛ بلکہ صرف کسی جزو کا تکرار رہوا ہے تو سجد سہو واجب نہیں ہوگا۔

ولوقرأها في ركعة من الأوليين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب الخ، وكذا لو قرأ أكثرها ثم أعادها. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ٢/ ١٥٢، كراچي ١/ ٤٦٠)

و قراءة أكثر الفاتحة ثم إعادتها كقراء تها مرتين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، کوئٹہ ۲/ ۹٤)

ولو كرر التشهد في القعدة الأولىٰ فعليه السهو. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو ١/ ١٢٧، جديد زكريا ١/ ١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۵۰)

سورہ فاتحہ کو ”اهدنا الصراط“ تک پڑھنے کے بعد دوبارہ از سر نو پڑھنا

سوال [۲۸۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورۃ فاتحہ کو ”اهدنا الصراط“ تک پڑھنے کے بعد بھول گیا اس کے بعد پھر دوبارہ شروع سے لوٹا لیا تو اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیمان غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ سہو واجب ہوگا؛ چونکہ ”اهدنا الصراط“ تک سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ ہے اور سورۂ فاتحہ کے اکثر حصہ کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے؛ اس لئے مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوجائے گا۔

فلو قرأها في ركعة من الأوليين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب وهو السهو كما في الذخيره وغيرها، وكذا لو قرأ أكثرها، ثم أعادها.

(شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/ ١٥٢، كراچي ١/ ٤٦٠)

وقراءة أكثر الفاتحة، ثم إعادتها كقراء تها مرتين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، کوئٹہ ۲/ ۹٤، زکریا ۲/ ١٦٧)

ولو قرأ الفاتحة إلا حرفا، أو قرأ أكثرها، ثم أعادها ساهيا، فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتين. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/١٢٦، جديد ١/١٨٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٧/٧٦، خانية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، قديم ١/١٢٢، جديد زكريا ١/٧٧، كذا في التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا ٢/٣٩٢، رقم:٢٧٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۰۴/۴۰)

ثناء کے بعد سورۂ فاتحہ کے بجائے التحیات پڑھنا

سوال [۲۸۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ثناء کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بجائے التحیات پڑھ لی پھر یاد آنے پر سورۂ فاتحہ پڑھ لی اور ضم سورۃ کرلیا تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ثناء کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بجائے التحیات پڑھ لی پھر یاد آنے پر سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۷/۱۴۰، محمودیہ میرٹھ ۱۱/۴۸۵)

ولو تشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة فلا سهو عليه. (هندية، كتاب الصلاة، زكريا ١/١٢٧)

وإن افتتح الصلاة فقرأ التشهد في قيامه قبل أن يشرع في قراء ة الفاتحة عامداً، أو ساهياً لا سهو عليه. (خانية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ١/١٢٢، جديد ١/٧٧)

لـو تشهـد فـي قيامه بعد الفاتحة لزمه السجود وقبلهالا. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۱۷۲/۲، البحرالرائق كوئٹه ۹۷/۲)

ولـو تشهـد فـي قيامهٖ قبل قـراء ة الـفـاتـحة فـلا سهـو عليه، وبعدها يـلـزمـه-لأن بـعـد الـفـاتحة محل قراء ة السورة-وقبلها محل الثناء-هذا يـقـتـضى تخصيصه بالركعة الأولىٰ. (تبيين الـحـقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۴۷۴/۱، مكتبه امداديه ملتان ۱۹۳/۱)

لـو بـدأ بالتشهد، ثم بالقراء ة، فلا سهو عليه. (الـمحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، المجلس العلمي جديد ۳۱۳/۲، رقم: ۱۸۶۳، الـفتـاوى التـاتـارخـانية، كتـاب الـصلاة، الفصل:۱۷، سجود السهو، زكريـا ۳۹۷/۲، رقم: ۲۷۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۲۳/۴۰)

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے قبل تشہد پڑھنا

سوال [۲۸۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض، سنت، وتر اور نفل میں سے کسی بھی نماز کی پہلی رکعت میں کھڑے ہوتے ہی بھول سے التحیات پڑھ دی پھر ثنا تعوذ تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھی تو کیا شروع میں تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

المستفتی: نسیم احمد سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی نماز میں نیت باندھنے کے بعد ثنا وتعوذ

سے پہلے بھول سے التحیات پڑھ لی ہے، تو اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہے؛ اس لئے کہ التحیات بھی ثناء کی طرح دعا ہے۔

في شرح النقاية: وذكر الناطفي في أجناسه عن محمدؒ أنه لو تشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة لايسجد؛ لأنه بمنزلة الثناء وبعدها يسجد وهو الأصح. (شرح نقايه، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اعزازيه ديوبند، ۱/ ۱۱۲)

وعن محمد: لو تشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة، فلا سهو عليه، وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الأصح. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، مكتبه امداديه ملتان ۱/ ۱۹۳، زكريا ۱/ ۴۷٤، البنايه، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفية۲/ ۶۱۱، مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، مصري قديم ۱/ ۱۴۹، دارالكتب العلمية بيروت جديد ۱/ ۲۲۱، هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ۱/ ۱۲۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۵۹۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۸ھ

ثناء سے قبل تشہد پڑھنے کے سلسلے میں احسن الفتاوی میں تسامح

سوال [۲۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز میں بحالت قیام پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھ لینے سے ندائے شاہی میں لکھا ہے کہ سجدۂ سہو واجب نہیں؛ جبکہ احسن الفتاوی میں سجدہ سہو کے وجوب کو لکھا ہے، اس تضاد کی وضاحت مطلوب ہے؟

المستفتی: محمد عرفان، حیدرآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ندائے شاہی میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ حالت قیام

میں سورۂ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا یہی مسئلہ صحیح ہے، صاحب احسن الفتاوی نے اپنی عادت کے خلاف قیاس کر کے ایسی صورت میں وجوب سجدۂ سہو کو لکھا ہے، اس کے ذیل میں کوئی جزئیہ بھی نقل نہیں فرمایا ہے؛ لہٰذا صاحب احسن الفتاوی کا لکھا ہوا جواب ان کا اپنا قیاس ہے جو فقہاء کی صراحت کے خلاف ہے۔

ولو تشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة، فلا سهو عليه. (هندية، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في سجو السهو، زكريا ١/١٢٧، جديد زكريا ١/١٨٦)

ولو قرأه في القيام إن كان قبل الفاتحة لاسهو، أو بعدها فعليه؛ لأن ما قبلها محل الثناء، وهذا يقتضي تخصيصه بالركعة الأولىٰ. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب سجود السهو كوئته ١/٤٣٩، زكريا ١/٥٢١، مصري قديم ١/٥٠٤)

وعن محمد: لو تشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة، فلا سهو عليه، وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الأصح. (البنايه، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفية ٢/٦١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱۰/۱۴۳۱ھ

نفل نماز میں سورۂ فاتحہ کا تکرار موجب سجدہ سہو نہیں

سوال [۲۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نفل نماز میں تکرار فاتحہ سے کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنن ونوافل اور تراویح میں سورۂ فاتحہ یا اس کے کسی جزو کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

جسرة بنت دجاجة قالتؓ: سمعت أبا ذر يقول: قام النبي صلى الله عليه وسلم: حتى إذا أصبح بآية، والآية إن تعذبهم، فإنهم عبادک وإن تغفرلهم فإنک أنت العزيز الحكيم. (سنن النسائی، كتاب الصلاة، باب ترديد الآية، النسخة الهندية ١/ ٦١، دارالسلام رقم:١٠١١)

وينبغي أن يقيد ذٰلک بالفرائض؛ لأن تكرار الفاتحة في النوافل لم يكره كما في القهستاني. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٢٠)

وإذا كرر آية واحدة مرارًا، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلک غير مكروه. (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، ومالايكره، زكريا ١/١٠٧، جديد ١/١٦٦)

وإذا كرر آية واحدة مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده، فذلک غير مكروه، فقد ثبت عندنا عن جماعة من السلف رضي الله عنهم أنهم كانوا يحيون ليلتهم بآية العذاب، أو آية الرحمة، أو آية الرجاء، أو آية الخوف. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض، المجلس العلمي جديد ٢/ ٤٩، رقم:١٢٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۱۵۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۵؍۱۴۳۵ھ

سورۂ فاتحہ کے بعد التحیات پڑھنے کا حکم

سوال [۲۸۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کے بجائے التحیات پڑھ لی اور یاد

آ نے پر ضم سورۃ کرلیا اب سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شخص مذکور نے جب سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کے بجائے التحیات پڑھ لی اور یاد آنے پر ضم سورۃ کرلیا، تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگیا؛ اس لئے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد بلا تاخیر ضم سورۃ کرنا واجب ہے اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا اعادہ لازم ہے، اگر سجدۂ سہو کرلیا ہے تو نماز درست ہوگئی۔

وذكر الناطفي في الأجناس عن محمد لو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه، وبعدها يلزم. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، اشرفية ٤٦٠)

قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه، وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الأصح؛ لأن بعد الفاتحة محل قراءة السورة، فإذا تشهد فيه فقد أخر الواجب. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/١٢٧، جديد زكريا ١/١٨٦، مجمع الأنهر بيروت، كتاب الصلاة، باب سجود السهو ١/٢٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۴۰/۴۱)

سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کے بجائے التحیات پڑھ لی

سوال [۲۸۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ سورۃ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کرنا تھا تو بجائے ضم سورۃ کے التحیات پڑھ لی تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیمان، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کے بجائے التحیات پڑھ لی، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۵۹، فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۷/۴۱۰، میرٹھ ۱۱/۴۸۵)

لو تشهد في قيامهٖ بعدالفاتحة لزمه السجود. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/۱۷۲، البحرالرائق كوئٹه ۲/۹۷)

ولوتشهد في قيامه......وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الأصح، لأن بعد الفاتحة محل قراء ة السورة، فإذا تشهد فيه فقد أخَّر الواجب. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ۱/۱۲۷، جديد زكريا ديوبند ۱/۱۸٦)

ولو تشهد في قيامهٖ قبل قراء ة الفاتحة فلا سهو عليه، وبعدها يلزمه، سجود السهو وهو الأصح، لأن بعد الفاتحة محل قراء ة السورة، فإذا تشهد فيه فقد أخَّر الواجبَ. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۱/٤٧٤، مكتبه امداديه ملتان ۱/۱۹۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۲۲)

سجدۂ سہو کی وجہ سے التحیات تین مرتبہ پڑھنا

سوال [۲۸۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مغرب کی نماز میں امام صاحب آخری رکعت میں سلام پھیرنے کے بجائے کھڑے ہوگئے، مقتدیوں نے اللہ اکبر کہا امام صاحب بیٹھ گئے التحیات پڑھی سجدۂ سہو کیا نماز پوری کی اس طرح آخری رکعت میں تین مرتبہ التحیات پڑھی، ایسی حالت میں نماز درست ہوگئی؟ یا دوبارہ پڑھی جائے شرعی حکم سے آگاہ کیا جائے۔

المستفتی: عبدالقدیر، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح آخری رکعت میں تین مرتبہ التحیات ہونے کی وجہ نماز فاسد نہیں ہوئی سجدۂ سہو سے کمی کی تلافی ہوکر نماز بلا کراہت صحیح اور درست ہوچکی ہے۔

عن علقمةؓ عن عبد الله رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر خمسًا فقيل له أزيد في الصلاة؟ فقال: وما ذاك قال: صليت خمسًا، فسجد سجدتين بعد ما سلم. (صحيح البخاري، كتاب السهو، باب إذا صلى خمسًا ١/١٦٣، رقم:١٢١٢، ف:١٢٢٦)

ولو قعد في الرابعة، ثم قام ولم يسلم عاد إلى القعدة مالم يسجد للخامسة وسلم وفي هامشه، لأن النبي صلى الله عليه وسلم، قام إلى الخامسة فسبح من خلفه فعاد وسلم وسجد سجدة السهو الخ (هداية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفي ٢/١٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۳۲/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱۰/۱۴۱۴ھ

وتر کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کا حکم

سوال [۲۹۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ وتر کی دوسری رکعت میں التحیات کے بعد درود شریف اور دعاء پڑھ لی، پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد شکیل، مانپور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: وتر کی دوسری رکعت میں التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھ لی تو قیام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/۳۹۳، فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۷/۴۲۴، میرٹھ ۱۱/۵۱۱)

عن الشعبي، قال: من زاد في الركعتين الأوليين على التشهد فعليه سجدتا السهو. (المصنف لإبن أبي شيبه، كتاب الصلاة، باب قدر كم يقعد في الركعتين الأوليين، مؤسسه علوم القرآن جديد ٣/٤٧، رقم:٣٠٣٩)

والعمل على هذا عند أهل العلم يختارون أن لا يطيل الرجل القعود في الركعتين الأوليين، ولا يزيد على التشهد شيئًا في الركعتين الأوليين، وقالوا: إن زاد على التشهد فعليه سجدتاالسهو. (سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في مقدار القعود في الركعتين الأولين، النسخة الهندية ١/٨٥، تحت دارالسلام رقم:٣٦٦)

ولا يزيد في الفرض على التشهد في القعدة الأولىٰ إجماعًا، فإن زاد عامداً كره فتجب الإعادة، أو ساهيًا وجب عليه سجود السهو، إذا قال: اللّٰهم صلى على محمد فقط على المذهب المفتى به تحته في الشامية، قوله: في الفرض: أي وما ألحق به كالوتر والسنن الرواتب. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،زكريا ٢/٢٢٠، كراچي ١/٥١١)

ولو كرّر التشهد في القعدة الأولى فعليه السهو، وكذا لوزاد على التشهد الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم.وعليه الفتوىٰ. (هندية،

كتاب الصلاة، باب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/١٢٧، جديد زكريا ١/١٨٦، تاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا ٢/٤٠٠، رقم:٢٧٩٣، غنية المستملى، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، مكتبه الاشرفية ديو بند ٤٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۲/۴۰)

سجدۂ سہو کے بعد التحیات کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ دی

سوال [۲۹۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے نماز ادا کرلی اور سجدۂ سہو کیا، سجدۂ سہو کے بعد بجائے التحیات کے درود شریف یا سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ لیا التحیات نہیں پڑھی، تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: الحاج ڈاکٹر شمس القمر ولد عبد الواجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھنا واجب ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں نماز کا فریضہ ادا ہو چکا ہے، مگر ترک واجب کی وجہ سے اعادہ لازم ہے، ورنہ نماز ناقص ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی مظاہر العلوم ۱/۴۰)

عن عمران بن حصينؓ، أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى بهم، فسها، فسجد سجدتين، ثم تشهد، ثم سلم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب سجدتي السهو فيهما تشهد وتسلم، النخسة الهندية ١م١٤٩، دارالسلام رقم:١٠٣٩، سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في التشهد في سجدتى السهو، النسخة الهندية ١٧/٩٠، دارالسلام رقم:٣٩٥، صحيح ابن خزيمه المكتب الإسلامي ١/١٢٧، رقم:١٠٦٣، ومثله في المعجم الكبير للطبراني ١٠/٢٨، رقم:٩٨٣٧)

ویجب بعد سلام واحد عن یمینه...... سجدتان ویجب أیضاً تشهد وسلام وتحته في الشامیة حتی لو سلم بمجرد رفعه من سجدتی السهو صحت صلاته ویکون تارکا للواجب الخ. (شامي مع الدر، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، کراچي ۲/ ۸۷، زکریا دیوبند ۲/ ۵٤۱)

وعلی هذا لو سلم بمجرد رفعه من سجدتی السهو یکون تارکا للواجب ولایفسد. (حاشیة چلپي علی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، مکتبه امدادیة ملتان ۱/ ۱۹۱، زکریا ۱/ ٤۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ شوال المکرّم ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ٦۲۴۱)

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنا

سوال [۲۹۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب نے نماز میں سورۃ ''**الٓمٓ سجدۃ**'' تلاوت کی اور آیت سجدہ پر نماز ہی کی حالت میں سجدہ کرلیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو اس کو آیت سجدہ سے آگے پڑھنا چاہئے تھا اور اس نے سورۃ فاتحہ کو یہ سمجھ کر پڑھ لیا کہ یہ رکعت ثانیہ ہے اور پھر قرأت کی اور آخر نماز میں سجدۂ سہو نہیں کیا، تو یہ نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں ہے مدلل ومفصل جواب قلمبند کیجئے۔ بندہ نے ایک عالم سے پوچھا تو انہوں نے نماز لوٹانے کو کہا، دوسرے عالم سے دریافت کیا، تو انہوں نے کہا کہ نماز ہوگئی، فریقین کے دلائل یہ ہیں:

فریق اول: جو قائل ہے کہ نماز واجب الاعادہ ہے مذکورہ صورت میں یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کو مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور سجدۂ سہو نہ کرنے پر نماز واجب الاعادہ ہے۔ (تعلیم الاسلام ۴/ ۴۱)

فریق ثانی: جوقائل ہے کہ نماز ہوگئی، مذکورہ صورت میں دلیل یہ پیش کرتا ہے:

”**ولو كررها في الأوليين يجب عليه سجود السهو بخلاف ما لو أعادها بعد السورة، أو كررها في الأخريين الخ كذا في التبيين**“. (عالمگيري، زكريا قديم ١/٦٥، جديد زكريا ١/١٨٥، مسائل سجده سهو ٤١)

مہربانی فرما کر شریعت کی روشنی میں فیصلہ فرمادیں کرم ہوگا۔

المستفتی: حبیب احمد، موضع گنگوار، جسن پورجے پی نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تکرار فاتحہ کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہونے کی شرط، سورۃ میں تاخیر ہونا ہے اور اگر فاتحہ پڑھ کر سورۃ کے بعد فاتحہ کا اعادہ کیا جائے تو یہ تکرار نہیں ہے؛ بلکہ اعادہ ہے اس سے اتنی بات لازم آتی ہے کہ ایک سورت پڑھ کر فوراً رکوع نہیں کیا جو کہ واجب نہیں ہے؛ اس لئے کہ ایک سورت کے بعد اعادہ فاتحہ سے بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا یہی صحیح بھی ہے۔ عالمگیری میں تبیین کی عبارت میں ہے **بخلاف مالو أعادها الخ** سے پہلے بیچ کی عبارت نقل نہیں کی گئی ہے، پوری عبارت یوں ہے:

ولو كررها في الأوليين يجب عليه سجود السهو؛ لأنه أخّر واجبًا وهو السورة بخلاف مالو أعادها بعد السورة الخ (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ١/٤٧٣، مكتبه امدادية ملتان ١/١٩٣)

نیز صاحب بحر اور شامی نے علامہ زاہدی کے حوالہ سے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

ولو قرأ الفاتحة مرتين يجب عليه السجود سهو لتأخير السورة، كذا في الذخيرة وغيرها وذكر قاضي خان وجماعة أنها إن قرأها مرتين على الولاء وجب السجود، وإن فصل بينهما بالسورة لا يجب الخ (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ٢/١٦٦، كراچي ٢/٩٤)

ولو قرأ الفاتحة، ثم السورة، ثم الفاتحة لاسهو عليه الخ (فتاوى قاضي خان

مع الهندية، كتاب الصلاة، فصل فيما يوجب السهو ومالايوجب السهو، زكريا ١/١٢١، زكريا جديد ١/٧٦، غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، اشرفية ٤٦٠، صغيري قديم مطبع مجتبائی دهلی ٢٣٥)

ولو قرأ فاتحة الكتاب وسورة، ثم قرأ فاتحة الكتاب، فلا سهو عليه.

(المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، المجلس العلمي جديد ٢/٣١٠، رقم: ١٨٥١، الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا ٢/٣٩١، رقم: ٢٧٦٠)

أما لو قرأها قبل السورة مرة وبعدها مرة، فلايجب كما في الخانيه واختاره في المحيط والظهيرية والخلاصة وصححه الزاهدي لعدم لزوم التأخير. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ٢/١٥٢، كراچي ١/٤٦٠)

ولو قرأ الفاتحة مرتين يجب عليه السجود لتأخير السورة، كذا في الذخيرة وغيرها وذكر قاضيخان وجماعة أنها إن قرأ ها مرتين على الولاء وجب السجود، وإن فصل بينهما بالسورة لا يجب وصححه الزاهدي. للزوم تأخير السورة في الأول لا في الثاني إذ ليس الركوع واجبًا بأثر السورة، فإنه لو جمع بين سورتين بعد الفاتحة لم يمتنع الخ. (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، زكريا ٢/١٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳؍۵۳۰)

قعدۂ اخیرہ میں تکرار تشہد اور سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں

سوال [۲۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد دوبار پڑھ لینے سے یا قعدہ اخیرہ میں التحیات کے بعد سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے؟

المستفتی: ضیاء الرحمٰن، سلیم مسجد چوہان بانگر، دہلی-۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکرار تشہد اور سورۂ فاتحہ قاعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۲/۷ ۲۹، امداد الفتاویٰ ۱/۵۴۱)

إن قرأ بعد التشهد فإن كان في الأول فعليه السهو لتأخير الواجب، وهو وصل القيام بالفراغ من التشهد، وإن كان في الأخير فلاسهو عليه لعدم ترک واجب؛ لأنه موسع له في الدعاء، والثناء بعده فيه، والقراءة تشتمل عليهما، ولو قرأ التشهد مرتين في القعدة الأخيرة، أو تشهد قائما لاسهو عليه. (طحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٦١، قديم ٢٥١)

وكذلک تكرار التشهد على هذا التفصيل......وإن كررها في القعدة الثانية لاسهو عليه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، زكريا ٣٩٢/٢، رقم: ٢٧٦١، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، المجلس العلمي جديد ٣١٥/٢، رقم: ١٨٧٠، هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو ١٢٧/١، جديد زكريا ١٨٦/١)

وإن بدأ بالتشهد، ثم بالقراءة، فلا سهو عليه. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١٢٦/١، جديد زكريا ١٨٦/١) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۴۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۱ھ

سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ نہیں ملائی تو کیا حکم ہے؟

سوال[۲۹۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید فجر کی نماز فرض پڑھ رہا تھا اور **الحمد** کے بعد اسے کوئی سورت یاد نہیں آرہی تھی؛ چنانچہ رکعتوں میں اس نے صرف پوری ''**الحمد**'' شریف پڑھ ڈالی اور کوئی سورت نہ پڑھی پھر نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرلیا تو کیا نماز ادا ہوگئی؟

المستفتی: محمد فیاض الدین، محلّہ گوڑ اگڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب زید نے سجدۂ سہو کرلیا، تو اس کی نماز صحیح ہوگئی۔

وفي الفتاوی الهندية، ولو قرأ الفاتحه وحدها وترک السورة يجب عليه سجود السهو. (عالمگيري، كوئٹه ۱/۱۳۶، جديد زكريا ۱/۱۸٦، تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، امداديه ملتان ۱/۱۹۳، زكريا ۱/٤۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳٦۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۳/۱۳ھ

فرض کی تیسری رکعت میں ضم سورۃ سے عدم سجدۂ سہو کی علت

سوال [۲۹۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ ضم سورت بھی کرلیا جائے تو سجدۂ سہو کیوں واجب نہیں ہوتا؟ علت تحریر فرمادیں۔

المستفتی: محمد صدیق جگتیال، مکان نمبر ۵/٦/۲۲۰، جگتیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملانے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کے علت یہ ہے کہ اس موقع پر کسی خاص مقدار کی تعیین کئے بغیر مطلقاً قرأت کرنا ثابت ہے اور سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کی وجہ سے راجح قول کے مطابق تاخیر ارکان لازم نہیں آتا کہ جس کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو؛ لیکن پھر بھی دوسری سورت کا ملانا مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے۔

هل يكره في الأخريين؟ المختار لا وتحته في الشامية: أي لايكره تحريماً ؛ بل تنزيهًا؛ لأنه خلاف السنة......وفي أظهر الروايات لايجب، لأن القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لاواجب. (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، كراچي ١/ ٤٥٩، زكريا ٢/ ١٥٠)

وإذا قرأ في الأخريين من الظهر، أو العصر الفاتحة والسورة ساهيا، وفي الحجة: أو قرأ السورة دون الفاتحة، فلا سهو عليه وهو المختار ، وفي النصاب وعليه الفتوى. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، زكريا ٢/ ٣٩٢، رقم: ٢٧٦٤، وهكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، المجلس العلمي جديد ٢/ ٣١٠، رقم:١٨٥٣، هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجو السهو، قديم زكريا ١/ ١٢٦ ، جديد زكريا ١/ ١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۶/ ۱۴۲۳ھ

فرض کی آخری رکعت میں سورت ملانے سے سجدۂ سہو

سوال [۲۹۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) کہ ایک امام صاحب نے عصر کی نماز پڑھائی اور آخری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک سورۃ ملادی اور پھر سجدۂ سہو نہیں کیا، تو کیا سجدۂ سہو لازم تھا؟

(۲) مقتدیوں نے کہا سجدۂ سہو کرنا چاہئے اب جبکہ سجدۂ سہو نہیں کیا ہے تو نماز لوٹائی جائے؛ لہٰذا نماز دوبارہ پڑھی گئی تو جو دوبارہ نماز پڑھی گئی وہ کیسی نماز ہوئی نفل یا واجب الاعادہ؟

(۳) اس دوسری والی جماعت میں ایک شخص آکر شریک ہوگیا تو اس کی نماز فرض ادا ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: مولانا شکیل احمد، بسواں، سیتاپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: آخری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی؛ لیکن سورت ملانا صرف خلاف سنت ہے خلاف سنت امر کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں تھی؛ اس لئے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں تھی؛ بر آں بنا دوسری نماز میں شرکت کرنے والے کی نماز بھی صحیح نہ ہوگی، اس کو اپنی نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؛ اس لئے کہ پہلی نماز سے فرض ادا ہوگیا تھا اور دوسری والی نماز واجب بھی نہیں؛ بلکہ صرف نفل ہے۔

ولو قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة لايلزمه السهو وهو الأصح الخ (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، قديم زكريا ١/١٢٦، جديد زكريا ١/١٨٦)

وإذا قرأ في الأخريين من الظهر، أو العصر الفاتحة والسورة ساهيا، وفي الحجة: أو قرأ السورة دون الفاتحة، فلا سهو عليه وهو المختار، وفي النصاب وعليه الفتوى. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، زكريا ٢/٣٩٢، رقم:٢٧٦٤، وهكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، المجلس العلمي جديد ٢/٣١٠، رقم:١٨٥٣،

هندية ، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجو السهو، قديم زكريا ١/١٢٦ ، جديد زكريا ١/١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۳۹۸/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۲۸ھ

سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا گیا تو کیا کرے؟

سوال [۲۹۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نمازی نماز میں الحمد شریف کے بعد سورت یا قرأت واجبہ پڑھے بغیر سہواً رکوع میں چلا گیا رکوع میں پہونچ کر یاد بھی آگیا کہ سورت نہیں پڑھی یاد آنے پر اس کے لئے قیام میں واپس آنا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یونس، امام جامع مسجد احمد گڑھ، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں قیام کی طرف لوٹ کر سورت پڑھ کر پھر رکوع میں جائے اس کے بعد بدستور اعمال صلوۃ ادا کرکے آخیر میں سجدۂ سہو بھی کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۳۶۲)

ولو ترك السورة فذكرها قبل السجود اعاد وقرأها، وكذا لو ترك الفاتحة، فذكر ها قبل السجود قرأها ويعيد السورة (إلى قوله) ومتى عاد في الكل فإنه يعيد ركوعه لارتفاضه، وفي الخلاصة ويسجد للسهو في ما إذا عاد أولم يعد إلى القراء ة الخ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ٢/١٦٦)

عن الثوري قال: إذا لم يقرأ في ركعة حتى يركع، فإنه يرفع رأسه إذا ذكر ويقرأ، ثم يسجد سجدتي السهو، فإن سجد مضى. (مصنف عبد الرواق ٢/١٢٧، رقم: ٢٧٦٤)

وهذا كله إذا تذكر بعد ماقيد الركعة بالسجدة، فإن تذكر قراءة الفاتحة، أو السورة في الركوع، أو بعد ما رفع رأسه منه يعود إلى القراءة وينتقض ركوعه. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان محل سجود السهو، كراچي ۱/۱۷۲، زكريا ۱/۴۱۵)

ولو ترك السورة فتذكرها في الركوع، أو بعد الرفع منه قبل السجود، فإنه يعود ويقرأ السورة يعيد الركوع وعليه السهو. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند جديد ۴۶۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱؍۴؍۱۴۱۴ھ

ظہر کی چار سنتوں کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود پڑھ لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۹۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ میں دو رکعت پر قعدہ کرنا فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو التحیات کے بعد درود پڑھنے سے سجدۂ سہو کیوں واجب ہے؟ جبکہ نوافل کی ہر دو رکعت پر قعدہ فرض ہے اور فرض قعدہ میں درود ممنوع نہیں ہوتا، تو یہاں سجدۂ سہو واجب کیوں کیا جا رہا ہے؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ظہر کی چار سنتوں میں قعدۂ اولیٰ فرض لغیرہ ہے؛ کیونکہ اس کے فرض ہونے کی علت خروج عن الصلاۃ ہے اور جب دو رکعت پر نماز ختم نہیں کی؛

بلکہ چار رکعت پڑھنے کا ارادہ کرلیا تو قعدۂ اولیٰ فرض نہ رہا؛ بلکہ واجب ہوگیا لہٰذا اب اس میں رباعی فرض کی طرح درود شریف پڑھنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔

وقالا أي أبو حنيفة وأبي يوسف لاتفسد صلاته في الصورة المذكورة ولايلزمه قضاء شيئ؛ لأن القعدة على رأس الركعتين من النفل، لم تفرض لعينها؛ بل لغيرها وهو الخروج على تقدير القطع على رأس الركعتين فلما لم يقطع وجعلها أربعا لم يأت أوان الخروج فلم تفرض القعدة وهذا بخلاف القراء ة. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، فروع لوترك ٤ ٣٩، مكتبه اشرفية)

والقعود الأول ولو في نفل في الأصح (وتحته في الشامية) لأنه وإن كان كل شفع منه صلاة على حدة حتى افترضت القراء ة في جميعه؛ لكن القعدة إنما فرضت بالخروج من الصلوة فإذا قام إلى الثالثة تبين أن ما قبلها لم يكن أو ان الخروج من الصلاة فلم تبق القعدة فريضة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ٢/١٥٨، كراچي ١/٤٦٥)

عن الشعبي قال: من زاد في الركعتين الأوليين على التشهد فعليه سجدتا السهو. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، باب قدر كم يقعد في الركعتين الأوليين، مؤسسه علوم القرآن جديد ٣/٤٧، رقم: ٣٠٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۶۱/۴۰)

ظہر کی سنن قبلیہ کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کا حکم

سوال [۲۹۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ظہر کی سنن قبلیہ میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو

واجب ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کتنی درود پڑھنے سے ہوگا؟

المستفتی: ضیاء الرحمٰن، میسور کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ظہر کی سنن قبلیہ کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد اصح قول کے مطابق ”**وعلی آل محمد**“ تک درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۷/۴۲۴، میرٹھ ۱۱/۵۱۱، فتاویٰ دار العلوم ۴/۳۹۳)

ولا یصلي علی النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم في القعدۃ الأولیٰ في الأربع قبل الظہر، والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، زکریا ۲/۲۵٦، کراچي ۲/۶۱)

ولایزید في الفرض علی التشہد في القعدۃ الأولیٰ إجماعاً، فإن زاد ساہیاً وجب علیہ سجود السہو، تحتہ في الشامیۃ: لا یزید في الفرض أي وما ألحق بہ کالوتر والسنن الرواتب. (شامي، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، زکریا ۲/۲۲۰، کراچي ۲/۶۱)

لایجب مالم یقل ”وعلی اٰل محمد“ ذکرہ القاضي الإمام—وذکر في شرحہ الصغیر أن ما ذکرہ القاضي الإمام ہو الذي علیہ الأکثر وہو الأصح، قال الخیر الرّملي: فقد اختلف التصحیح کماتری وینبغي ترجیح ما ذکرہ القاضي الإمام. (شامي، کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ، زکریا ۲/۲۲۰، کراچي ۱/۵۱۱، غنیۃ المستملي، کتاب الصلاۃ، فصل في سجود السہو، مکتبۃ اشرفیۃ دیوبند ٤٦٠، تاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، الفصل السابع عشر سجود السہو، زکریا ۲/٤۰۰، رقم: ۲۷۹۳)

عن الشعبي قال: من زاد في الرکعتین الأولیین علی التشہد فعلیہ سجدتا السہو. (المصنف لابن أبي شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب قدرکم یقعد في الرکعتین

الأولیین، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۳/ ۴۷، رقم: ۳۰۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۲/۴۰)

قعدہ میں تشہد کے بجائے سورۂ فاتحہ پڑھ لی

سوال [۲۹۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چار رکعت والی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کے بجائے سورۂ فاتحہ پڑھ لی اس کے بعد یاد آنے پر التحیات پڑھ لی، تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟ اوراگر قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بجائے سورۃ فاتحہ پڑھ لی پھر یاد آنے پر التحیات پڑھنے لگا تو ایسی صورت میں سجد سہو لازم ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عرفان قاسمی، حیدرآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بجائے سورۂ فاتحہ پڑھ لی، اس کے بعد یاد آنے پر التحیات پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔
(مستفاد: احسن الفتاوی ۴/ ۳۶)

عن عقبة بن نافع قال: سمعت ابن عمرؓ يقول: ليس من صلاة إلا وفيها قراء ة وجلوس في الركعتين، وتشهد وتسليم، فإن لم تفعل ذلك سجدت سجدتين بعد ما تسلم وأنت جالس. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة، باب في الرجل ينسىٰ التشهد، مؤسسه علوم القرأن ٦/ ٤٧، رقم: ٨٨٠٦)

إذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو، وكذلك إذا قرأ الفاتحة، ثم تشهد كان عليه السهو. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/ ١٢٧، جديد زكريا ١/ ١٨٦)

وكـذلك إذا قرأ الفاتحة، ثم تشهد كان عليه السهو. (التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا ٢/٣٩٧، رقم: ٢٧٨١، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، المجلس العلمي جديد ٢/٣١٣)

ولو قرأ الفاتحة أو اٰيةً من القرآن في القعدة، أو في الركوع، أو في السجود أو قرأ التشهد في الركوع، أو في السجود كان عليه السهو. (خانية، على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ١/١٢١، زكريا جديد ١/٧٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۲۵)

ظہر کی سنن قبلیہ میں دو رکعت پر قعدہ بھول گیا تو سجدۂ سہو کا حکم

ســـوال [۲۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی شخص نے ظہر سے پہلے والی چار سنتوں میں دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو اس کی یہ سنتیں اخیر میں سجدۂ سہو کرنے سے ادا ہو جائیں گی یا نہیں؟ اگر ہو جائیں گی تو کیوں جبکہ نوافل وسنن میں دو رکعت پر قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک میں سجدۂ سہو کارگر نہیں ہے؟

المستفتی: محمد ایوب غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چار رکعت سنت میں دو رکعت پر قعدۂ اولیٰ بھولے سے چھوٹ گیا تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی، وجہ یہ ہے کہ سنن و نوافل میں ہر دو رکعت پر قعدہ فرض لعینہ نہیں ہے؛ بلکہ فرض لغیرہ ہے؛ لہٰذا جب وہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو قعدہ کی فرضیت ساقط ہوگئی، اور وہ واجب ہو گیا اور واجب کی تلافی سجدۂ سہو سے ہو جاتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۷/ ۴۲۴، میرٹھ ۱۱/ ۴۸۷)

وكون كل شفع صلاة على حدة ليس مطرداً في كل الأحكام، ولذا لو ترك القعدة الأولىٰ لاتفسد،- نعم اعتبروا كون كل شفع صلاةً على حدة في حق القراء ة احتياطاً. (شامي، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل،زكريا ٢/٤٥٦، كراچي ٢/١٦)

ولو ترك القعود الأول في النفل سهواً سجد ولم تفسد استحسانا، لأنه كما شرع ركعتين شرع أربعا أيضاً. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ٢/٥٥٥، كراچي ٢/٨٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۶۱/۴۰)

اقرب الی القیام اور اقرب الی القعود کی تشریح

سوال [۲۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب نماز عشاء میں قعدہ اولی بھول کر کھڑے ہورہے تھے کہ مقتدی کے لقمہ دینے پر امام صاحب بیٹھ گئے، دوسرا مقتدی جو نماز میں شامل ہونے کے لئے کھڑا تھا دیکھا کہ امام صاحب کا آدھے حصہ سے زیادہ اٹھ گیا ہے اور اقرب الی القیام کو پہونچ گئے ہیں؛ لیکن امام صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا مقتدی کے پوچھنے پر امام صاحب نے جواب دیا کہ ہم اقرب الی القعود تھے، آیا ایسی صورت میں سجدۂ سہو کے بغیر نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ بالدلیل جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: اقرب الی القعود اور اقرب الی القیام کی اردو میں تشریح فرمائیں کہ قعود کہاں تک ہے اور قیام کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

المستفتی: شائق احمد، مدرسہ زینت العلوم ۲۴/ پرگنہ (مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اقرب الی القیام ہوا ہے تو سجدۂ سہولازم ہو چکا ہے اور اگر اقرب الی القعود ہوا ہے تو سجدۂ سہولازم نہیں ہے، اور اقرب إلی القیام والقعود کی تشریح یہ ہے کہ اگر پنڈلی ران سے بالکل واضح طور پر الگ ہو جائے تو اقرب الی القیام ہوا کرتا ہے اور اگر پنڈلی ران سے صاف الگ نہ ہو تو اقرب الی القعود ہوا کرتا ہے۔

إذا انتصب النصف الأسفل يكون إلى القيام أقرب وإن لم ينتصب النصف الأسفل يكون إلى القعود أقرب، وهذا هو الذي اختاره في الكافي، وهو الأصح، فإنه إذا رفع ركبتيه ولم ينتصب النصف الأسفل يصير كالجالس لقضاء الحاجة الخ (غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، سهيل اكيڈمي لاهور جديد ٤٥٨، مكتبه رحيمية ديوبند قديم٤٣٣)

وصحح اعتبار ذلک في الفتح بما في الكافي: إن استوى النصف الأسفل وظهره بعد منحن فهو أقرب إلى القيام، وإن لم يستو فهو أقرب إلى القعود. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا٢ /٥٤٨، كراچي ٢ /٨٤)

عن المغيرة بن شعبة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قام الإمام في الركعتين فإن ذكر قبل أن يستوي قائما، فليجلس، فإن استوى قائماً فلا يجلس، ويسجد سجدتي السهو. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من نسي أن يتشهد وهو جالس، النسخة الهندية ١ /١٤٨، دارالسلام رقم: ١٠٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶۵۶؍)

قیام سے تشہد کی طرف لوٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال [۲۹۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مغرب کی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں امام صاحب پوری طرح سیدھے کھڑے ہوگئے؛ لیکن تنبیہ کے بعد بیٹھ گئے، اس صورت میں تمام متون میں فساد صلاۃ کا حکم ہے اور علامہ زیلعی سے اس قول کی تصحیح بھی منقول ہے، مگر در مختار میں قیل سے دوسرے قول کو نقل فرما کر علامہ حصکفیؒ **وهو الأشبه كما حققه الكمال** فرمارہے ہیں اور بحر الرائق میں دونوں قول کی تصحیح منقول ہے، علامہ شامی نے مسئلہ ہذا میں لمبی بحث نقل کی ہے، مگر کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے بحث کے آخر میں شرح قدوری کے حوالہ سے ایک فقیہ کا قول نقل کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ سیدھے کھڑے نہ ہوئے ہوں؛ بلکہ اقرب الی القیام ہوں اور پھر بیٹھ گئے ہوں، اگر امام سیدھا کھڑا ہوجائے اور پھر بیٹھ جائے تو اس صورت میں فساد صلوۃ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا اختلاف اس صورت میں ہے: جبکہ امام صاحب اقرب الی القیام کی صورت میں بیٹھے ہوں اور متون میں بھی ''**إن استقام قائماً**'' کی صورت میں فساد صلوۃ کا حکم منقول ہے تو آخری قول متون کے موافق ہے، صورت مسئولہ کی پوری عبارت کی روشنی میں مفتی بہ قول سے آگاہ کردیں؟

المستفتی: مسلم انور، قاسمی، آجرہ (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سیدھا کھڑے ہونے کی صورت میں لوٹ کر بیٹھنے میں فساد صلوۃ میں کسی کا اختلاف نہ ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آتی؛ اس لئے کہ یہ اختلاف اہل متون وشراح نے سیدھا کھڑا ہونے کی صورت میں بھی نقل فرمایا ہے۔ (در مختار، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، زکریا ۲/ ۵۴۹، کراچی ۲/ ۸۴)

وإن استقام قائمًا کہہ کر ''**اختلف التصحیح**'' نقل فرمایا ہے: شرح کبیری، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو ۴۵۹ میں بھی **وإن استوی قائما** کے تحت اختلاف نقل فرمایا ہے؛ لہٰذا رافعی کا قول معتبر نہ ہوگا، اب اصل سوال کا جواب یہ ہے۔ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو، مکتبہ زکریا ۱/۱۲۷، تاتارخانیہ قدیم ۱/۷۳۸، جدید ۲/۴۱۹، رقم: ۲۸۴۴، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، میں صرف فساد کے قول کو نقل فرمایا ہے: صاحب درمختار نے مطبع زکریا ۲/۵۴۹، کراچی ۲/۸۴، ''**وهو الأشبه**'' اور'' **الحق عدم الفساد**'' کہہ کر عدم فساد کو ترجیح دی ہے۔ صاحب بحر نے بحث کے اخیر میں **الحق عدم الفساد** کہا ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو ۲/۱۰۱)

اور صاحب مراقی نے حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، دارالکتاب ۴۶۷، قدیم بیروت ۲۵۴/ میں '' **وأرجحهما عدم الفساد**'' کہا ہے۔ علامہ ابراہیم حلبیؒ نے شرح کبیری میں لمبی بحث کر کے اخیر میں مختلف انداز سے عدم فساد کو ترجیح دی ہے۔ **زیادۃ مادون رکعة لاتفسد** اور **وهذا أیضا یفید عدم الفساد بالعود** وغیرہ کے الفاظ سے عدم فساد کی تصحیح کو ترجیح دی ہے۔

نیز بہشتی زیور ۲/۳۸، اور عزیز الفتاوی کراچی ۲۵۵، صفحہ پر بھی اکابر اہل فتاوی نے عدم فساد صلوۃ کو ترجیح دی ہے یہ سب دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ قیام سے عود کرنے میں ترک فرض لازم نہیں آتا؛ بلکہ تاخیر فرض لازم آتا ہے اور **مادون الرکعة** ایک قیام کا اضافہ لازم آتا ہے اور یہ مفسد صلاۃ نہیں ہے؛ اس لئے مفتی بہ عدم فساد صلوۃ ہی کو قرار دیا گیا ہے، رافعی کا قول: ''**وانه في الاستواء قائمًا لاخلاف في الفساد**'' معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۵ھ

تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ طرف لوٹ آنا

سوال [۲۹۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی امام عشاء کی نماز میں قعدہ اولیٰ میں بیٹھنے کے بجائے بھولے سے تیسری رکعت کے لئے مکمل طور پر کھڑا ہوگیا اور مقتدی قعدہ ہی میں بیٹھے رہے، مقتدی نے لقمہ بھی دیا لیکن امام کھڑا ہو چکا تھا، پھر امام نے قعدہ اولیٰ کی طرف رجوع کرلیا اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: اقبال احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام یا منفرد قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنے کے بجائے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجائے پھر قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹ آئے تو ایسی صورت میں فقہاء نے دونوں باتیں لکھی ہیں، ایک قول کے مطابق نماز فاسد ہوجائے گی اعادہ لازم ہے۔

دوسرے قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی اعادہ لازم نہیں، یہی قول زیادہ راجح اور قوی ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۶۴/۲، ۲۵۲/۲، فتاوی رحیمیہ ۱۵۹/۱)

وإن عاد الساهي عن القعود الأول إليه بعد ما استتم قائماً اختلف التصحيح في فساد صلوته وأرجحهما عدم الفساد...... قد بالغ في المنتقى في رد القول بالفساد وجعله غلطاً؛ لأنه تأخير لارفض.

(طحطاوي مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دار الكتاب ديوبند جديد ٤٦٧، قديم ٢٥٤، وكذا في الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو،

کراچي ۲/ ۸٤، زکریا ۲/ ٥٤٩، والبحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، زکریا ۲/ ۱۷۹ کوئٹه ۲/ ۱۰۱، حلبي کبیر، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، سهیل اکیڈمي لاهور ٤٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ جمادالاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۴۷/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۱۷ھ

قعدۂ اخیرہ میں دو رکعت سمجھ کر تیسری کے لئے کھڑا ہونا

سوال [۱۹۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مسجد کا امام ہے فرض نماز چار رکعت والی پڑھا رہا ہے اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد درود شریف وغیرہ پڑھنے کے بعد نیند کا کچھ غلبہ ہوا جس کی بنا پر امام صاحب نے سوچ لیا کہ دو رکعت نماز ہوئی یا چار رکعت نماز ہوئی اس شک وشبہ میں امام صاحب کھڑے ہو گئے، تو جبکسی شخص نے لقمہ دیا تو امام صاحب واپس لوٹ گئے، پھر التحیات پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟

المستفتی: تاج الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں امام کے سہو اور بھولنے کی جو صورت لکھی گئی ہے، اس پر سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے؛ اور یہاں امام نے سجدۂ سہو کر لیا ہے، تو ایسی صورت میں نماز بلاشبہ درست ہو گئی۔

عن ابن عمر عن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: لاسهو في وثبة الصلاۃ، إلاقیام عن جلوس وجلوس عن قیام. (المستدرك، کتاب السهو قدیم ۱/ ۳۲٤، مکتبه نزار ۲/ ٤٦٨، رقم: ۱۲۱۲، سنن الدار قطني، کتاب الصلاۃ، باب لیس علی المقتدي سهو وعلیه سهو الإمام، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۳٦٥،

رقم: ۱۳۹۹، السنن الکبری، کتاب الصلاۃ، باب من سهاف فجلس من الأولیٰ دار الفکر جدید ۳/ ۳۰۰، رقم: ۳۹۶۰)

لو قعد في الرابعة، ثم قام ولم یسلم عاد إلی القعدة مالم یسجد للخامسة وسجد للسهو؛ لأنه أخر واجباً. (هدایة، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، اشرفی ۱/ ۱۵۹، وهکذا في العنایة، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو ۱/ ۵۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۲۲)

مغرب میں دو رکعت پر سلام پھیرنے پر سجدۂ سہو کا وجوب

سوال [۲۹۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نے مغرب کی نماز پڑھائی اور سہواً دو رکعت پر سلام پھیر دیا، جب دونوں طرف سلام پھیر کر امام دعاء مانگنے لگا تو ایک مقتدی بولا کہ ابھی دو رکعت ہوئی ہے، یعنی دو پر سلام پھیر دیا گیا ہے تو اس کی ایک آسان سی شکل یہ ہے کہ امام دوبارہ نماز پڑھادے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا امام بغیر کلام دنیا کئے ہوئے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوسکتا ہے؟ اور بنا کرتے ہوئے نماز کی تکمیل کرا سکتا ہے؟ اور آخر میں سجدۂ سہو کرنے کے بعد نماز درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اگر کسی نمازی پر سجدۂ سہو واجب ہوجائے اور وہ دونوں طرف سہواً سلام پھیر دے اور پھر اس کو یاد آئے کہ مجھے تو سجدۂ سہو کرنا تھا تو بغیر کلام دنیا کئے ہوئے فقہاء ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہے کہ ایسا شخص دونوں طرف سلام پھیرنے کے باوجود بھی سجدۂ سہو کرنے کے بعد اپنی نماز درست کرسکتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبد الوحید، مکان ۱۴/ محلّہ نیاریان، امروہہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں اگر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے کے بعد کسی کے یاددلانے یا خود یاد آنے پر فوراً کھڑے ہوکر بقیہ رکعت پوری کرکے قعدہ آخیرہ میں سجدۂ سہو کرلے تو امام اوران مقتدیوں کی نماز صحیح ہوجائے گی، جنہوں نے منافی صلوۃ اقوال وافعال کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/۴۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إحدى صلاتي العشي، قال: ابن سيرين: سماها أبو هريرة؛ ولكن نسيت أنا، قال: فصلى بنا ركعتين، ثم سلم-إلى قول-فتقدم فصلى ماترك، ثم سلم، ثم كبر وسجد مثل سجوده، أو أطول، ثم رفع رأسه وكبر، ثم كبر وسجد مثل سجود أوأطول، ثم رفع رأسه وكبر، فربما سألوهُ،ثم سلم؟ فيقول: نبئتُ أن عمر ان بن حصين قال ثم سلم. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب تشبيك الأصابع في المسجد وغيره ۱/۶۹، رقم: ۴۷۶ ف:۴۸۲)

ولو سلم مصلي الظهر على رأس الركعتين على ظن أنه أتمها، ثم علم أنه صلى ركعتين، وهو على مكانه يتمها ويسجد للسهو. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل بيان سبب وجوب سجود السهو، كراچي ۱/۱۶۳، زكريا ۱/۴۰۲)

سلم مصلي الظهر مثلا على رأس الركعتين توهما إتمامها أتمها أربعاً وسجد للسهو لأن السلام ساهيا لايبطل؛ لأنه دعاء من وجه الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/۵۵۹، كراچی ۲/۹۱، مصري ۱/۴۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/جمادالاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۵/۱۴۱۱ھ

رباعی نماز میں دورکعت پر سلام پھیرنے پر مقتدیوں کے ٹوکنے سے نماز کا حکم

سوال [۲۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے، چار رکعت والی نماز تھی، دو رکعت پر دونوں طرف سلام پھیر دیا پیچھے سے کسی نے کہا کہ نماز دو رکعت ہوئی، اسی طرح کئی آدمیوں نے کہا اور امام ابھی اپنی ہیئت پر تھا اور چپ چاپ کھڑے ہوکر دو رکعت مزید پڑھادی آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو ایسی صورت میں امام کی اور اقتداء کرنے والوں کی نماز کا کیا حکم ہے جن لوگوں نے بول کر کہا ہے کہ دو رکعت ہوئی ان کی نماز کا کیا حال ہوگا؟

المستفتی: محمد گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اماما گر اپنی ہیئت پر ہے اور قبلہ سے نہیں پھرا ہے اور چپ چاپ کھڑے ہوکر دو رکعتیں مزید پڑھادیں اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو امام صاحب کی اور جن مقتدیوں نے کلام نہیں کیا ان کی نماز ہوگئی اور جن لوگوں نے کلام کیا ان کی نماز باطل ہوگئی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: صلى بنا النبي صلى الله عليه وسلم، الظهر، أو العصر، فسلم، فقال له ذو اليدين: الصلاة يا رسول الله! أنقصت؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم لأصحابه: أحق ما يقول، قالوا: نعم، فصلى ركعتين أخريين ثم سجد سجدتين. (صحيح البخاري، كتاب السهو باب إذا سلم في ركعتين ١/١٦٣، رقم:١٢١٣، ف:١٢٢٧)

عن زيد بن أرقمؓ، قال: كنا نتكلم في الصلاة، يكلم الرجل صاحبه وهو إلى جنبه في الصلاة، حتى نزلت وقوموا لله قانتين، فأمرنا بالسكوت، ونهينا عن الكلام. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تحريم الكلام في الصلاة، ونسخ ما كان من إباحته، النسخة الهندية ١/٢٠٣، ٢٠٤، بيت الأفكار رقم:٥٣٩)

إذا سلم في الظهر على رأس الركعتين ساهيا مضى على صلاته؛ لأن هذا سلام السهو وسلام السهو لايخرجه عن حرمة الصلاة ويسجد للسهو؛ لأنه أخر ركنا من أركان الصلاة عن وقته. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو ٧١/٢، مكتبة الرشد بيروت، مجلس العلمي ٣٢٥/٢، ١٨٩٢)

يجب أن يعلم بأن ما يفسد الصلاة نوعان: قول وفعل فنبدأ بالقول، فنقول: إذا تكلم في صلاته ناسيا، أو ساهيا، أوعامداً، أو خاطئاً، أو قاصداً قليلا أو كثيراً تكلم لإصلاح صلاته، بأن قام الإمام في موضع القعود فقال له المقتدي: اقعد أو قعد في موضع القيام، فقال له المقتدي: قم أو لا للإصلاح في صلاته ويكون الكلام من كلام الناس. (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس ما يفسد الصلاة، ومالا يفسد، زكريا ٢١٦/٢، رقم:٢٢٠٨)

ويسجد للسهو ولو مع سلامه للقطع مالم يتحول عن القبلة، أويتكلم لبطلان التحريمة. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا٢/ ٥٥٨، كراچي ٢/ ٩١)

إذا سلم في الظهر على رأس الركعتين، مضى على صلاته ويسجد للسهو؛ لأنه أخر ركنًا. (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا ٤١٣/٢، رقم:٢٨٢٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۴۰/۴۰)

رباعی نماز میں ۲؍رکعت پر سلام پھیرنا

سوال[۲۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ امام صاحب نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر السلام علیکم بھولے سے کہہ یا تو کیا وہ نماز فاسد ہوگئی، اگر فاسد نہیں ہوئی تو امام صاحب کے او پر اخیر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟ اور دھوکہ سے السلام علیکم کہہ دینے کے بعد اس امام کی اقتداء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: عنایت اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بھولے سے سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک مفسد صلاۃ کوئی عمل نہ ہو جائے، مثلاً لوگوں سے کوئی گفتگو کرے یا دوسرے عمل میں لگ جائے یا قبلہ سے منھ پھیر لے، تب تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نماز فاسد نہیں ہوتی اس لئے جوں ہی یاد آئے فوراً تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو نماز درست ہو جائے گی اور دھوکہ سے السلام علیکم کہنے کے بعد پھر امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کے بعد کچھ لوگ آکر امام کی اقتداء کریں تو ان کی نماز بھی درست ہو جاتی ہے۔

أن أبا هريرةؓ يقول: صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة العصر فسلم في الركعتين، فقام ذواليدين، فقال: أقصرت الصلاة يا رسول الله! أم نسيت؟ –إلى قوله– فأتم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بقي من الصلاة، ثم سجد سجدتين وهو جالس بعد التسليم. (صحيح مسلم، المساجد باب السهو في الصلاة، النسخة الهندية ۲۱۳/۱، بيت الأفكار رقم:۵۷۳، صحيح البخاري، كتاب السهو، باب إذا سلم في ركعتين ۱۶۳/۱، رقم:۱۲۱۳، ف:۱۲۲۷)

وإذا تَوَهَّمَ مصلى الظهر أنه أتمها فسلم، ثم علم أنه صلى ركعتين وهو على مكانه، فإنه يتمها، ثم يسجد للسهو. (المبسوط، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتب العلمية بيروت ۲۳۲/۱)

سلم مصلى الظهر مثلا على رأس الركعتين توهما إتمامها أتمها أربعاً

وسجد للسهو لأن السلام ساهيا لايبطل. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كراچي ۲/۹۱، زكريا ۲/۵۵۹)

وإن توهم مصلى الظهر أنه أتمها فسلم، ثم علم أنه صلى ركعتين أتمها وسجد للسهو. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، قبيل باب صلوة المريض، زكريا۲/۱۹٦، كوئٹه ۲/۱۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۹۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳؍۳؍۱۴۳۱ھ

چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہونا بھول جائے پھر لقمہ دینے پر کھڑا ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چار رکعت والی نماز ہے امام تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی مقتدی حضرات نے اللہ اکبر کہا تو امام صاحب فوراً چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے اور امام صاحب کے بیٹھنے کی مقدار یہ تھی کہ امام صاحب سکون سے بیٹھ تو گئے تھے؛ لیکن ابھی التحیات شروع نہیں کی تھی، تو کیا اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

المستفتی: سیہ کار حسان احمد قاسمی، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام چوتھی رکعت کے لئے اٹھنے کے بجائے بیٹھ گیا، مگر فوراً یاددہانی پر کھڑا ہو گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا؛ لیکن اگر تاخیر کردی ہے تو اس تاخیر کی مقدار میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے اس کی مقدار ایک تسبیح بیان کی ہے اور بعض کے نزدیک تین تسبیح ہے؛ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ایک تسبیح کی مقدار بھی اگر بھول کر بیٹھ گیا ہے تب بھی سجدۂ سہو کر لے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴؍۴۱۴-۳۸۷، فتاوی محمودیہ قدیم ۲؍۱۴۴، جدید ڈابھیل ۷؍۴۱۱، کفایت المفتی قدیم ۳؍۳۷۵، جدید زکریا دیوبند ۳؍۴۲۰)

تأخير القيام إلى الثانية أو الرابعة عن محله وهذا إذا كانت القعدة طويلة أما الجلسة الخفيفة التي استحبها الشافعي فتركها غير واجب عندنا. (شامي، مصري ۱/۴۳۸، شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: لاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، كراچی ۱/۴۶۹، زكريا۲/۱۶۴)

إن كان زمن التفكر زائداً عن التشهد قدر أداء ركن وجب عليه سجود السهو لتأخيره (طحطاوي) وفي المراقي ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم ان يعتبر الركن مع سنتة وهو مقدر بثلاث تسبيحات. (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديو بند جديد ۴۷۴، قديم ۲۵۸)

أو قدر ركن قصير كالركوع، أو السجود بسنته: أي قدر ثلاث تسبيحات وبالثاني جزم البرهان ابراهيم الحلبي في شرح المنية حيث قال وذلک مقدار ثلاث تسبيحات (منحة الخالق على البحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زكريا ۱/۴۷۴، کوئٹہ ۱/۲۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۲۵ھ

امام قعدۂ اولیٰ کئے بغیر کھڑا ہوگیا

سوال [۲۹۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید امام تھا اور چار رکعت والی نماز میں قعدۂ اولیٰ پر بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوگیا پھر کھڑے ہونے کے بعد لقمہ ملنے پر واپس آگیا اور آخیر میں سجدۂ سہو بھی کرلیا، تو زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد محی الدین، گڈاوی امام مسجد طیبہ محلّہ پیر غیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں نماز درست ہوگئی، واجب الاعادہ نہیں۔

عن المغيرة بن شعبةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قام الإمام في الركعتين، فإن ذكر قبل أن يستتم قائماً فليجلس، وإن استتم قائماً فلايجلس ويسجد سجدتى السهو. (السنن الكبري للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من سها فقام من اثنتين دارالفكر ۲۹۸/۳، دار الحديث القاهرة رقم: ۳۹۵۱، ۶۸۶/۲، رقم: ۳۸۴۴، سنن الدار قطني، دارالكتب العلمية بيروت ۳۶۷/۱، رقم:۱۴۰۳)

وإن استقام قائماً لايعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسهو لترك الواجب فلوعاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلوته لرفض الفرض لِما ليس بفرض وصححهٗ الزيلعي وقيل لا تفسد لكنه يكون مسيئاً ويسجد لتأخير الواجب وهو الأشبه كما حققه الكمال وهو الحق، وفي الشامية ما في المبتغي من ان القول بالفساد غلط؛ لأنه ليس بترك؛ بل هو تأخير كما لو سها عن السورة فركع، فإنه يرفض الركوع ويعود إلى القيام ويقرأ.

(درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، مطبوعه، كراچي ۸۴/۲، زكريا ۵۴۹/۲، كوئٹه ۵۰۰/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۸/۲۳)

رباعی نماز میں قعدۂ اخیرہ کے بعد پانچویں رکعت پوری کرلینا

سوال [۲۹۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام نے چار رکعت والی نماز میں درمیانی اور آخری قعدہ کرلیا پھر غلطی سے

پانچویں بھی پڑھ ڈالی اور قعدہ کرکے سلام پھیرلیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ جبکہ آخر میں سجدۂ سہو بھی کرلیا تھا۔ آپ اس کا جواب تحریر فرمادیں۔

المستفتی: عبدالرحیم بڑیڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چاررکعت والی نماز میں جب چوتھی رکعت میں قعدہ اخیرہ مکمل کرلیا ہے، اس کے بعد پانچویں رکعت بھی پڑھ لی ہے اور سجدۂ سہو بھی کرلیا ہے تو ایسی صورت میں نماز صحیح اور درست ہوگئی ہے اور پانچویں رکعت باطل ہوگئی ہے، بہتر یہ تھا کہ چھٹی رکعت بھی پڑھ لیتے تاکہ دورکعت نفل ہوجاتی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲/۲۰۷، جدید ڈابھیل ۷/۴۳۰)

وإن قعد في الرابعة، ثم قام عاد وسلم وإن سجد للخامسة، تم فرضه وضم إليها سادسة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ٢/ ١٨٤، كوئٹه ٢/ ١٠٤)

ولو قعد في الرابعة، ثم قام ولم يسلم عاد إلى القعدة ما لم يسجد للخامسة وسلم......وإن قيد الخامسة بالسجدة ثم تذكر ضم إليها ركعة أخرى وتم فرضه. (هداية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفى ١/ ١٥٩، قدوري، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

عن قتادة في رجل صلى الظهر خمسا قال: يزيد إليها ركعة فتكون صلاة الظهر، وركعتين بعدها......تطوعا. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الرجل يصلي الظهر، أوالعصر خمسة ٢/ ٣٠٣، رقم: ٣٤٦٠)

عن عبد الله رضي الله عنه، قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خمساً فقلنا يارسول الله! أزيد في الصلاة؟ قال: وماذاك قالوا: صليت خمسا، قال: إنما أنا بشر مثلكم، أذكر كما تذكرون، وأنسى كما

تنسون، ثم سجد سجدتي السهو. (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب السهو في الصلاة، النسخة الهندية ١/ ٢١٣، بيت الأفكار رقم: ٥٧٢، صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ماجاء في القبله ١/ ٥٨، رقم: ٤٠٢، ف: ٤٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۸۳/۳۶)

قعدۂ اخیرہ فرض ہے

سوال [۲۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قعدۂ اخیرہ فرض ہے یا واجب راجح قول کیا ہے؟ مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد شکیل احمد، بسواں، سیتاپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بقدر تشہد قعدۂ اخیرہ فرض اور رکن صلوۃ میں سے ہے؛ لہٰذا اگر قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر قیام کے لئے کھڑا ہوجائے اور جب نماز فجر میں تیسری رکعت اور مغرب میں چوتھی رکعت اور ظہر، عصر اور عشاء میں پانچویں رکعت کے سجدہ سے قبل یاد آجائے تو قعدہ کی طرف لوٹ آنا لازم ہے اور اگر سجدہ کرلیا ہے تو نماز فرض باطل ہوجائے گی اور سجدۂ سہو سے بھی تلافی نہیں ہوگی؛ کیونکہ سجدۂ سہو سے رکن صلوۃ کی تلافی نہیں ہوتی ہے۔

والقعود الأخير قدر التشهد وهى فرض بإجماع العلماء. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ١/ ٥١٢، كوئٹه ١/ ٢٩٤)

والمفروض عندنا الجلوس قدر قراءة التشهد في الأصح. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، واركانها قديم ١٢٨، دارالكتاب ديوبند جديد ٢٣٥)

والقعده الأخيرة فرض في الفرض والتطوع. (هندية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، زكريا ۱/ ۷۰، جديد ۱/ ۱۲۸، شرح النقايه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اعزازيه ديوبند ۱/ ۶۹، شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۲/ ۱۳۵، كراچي ۱/ ۴۴۸)

ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه عادو يكفي كون كلا الجلستين قدر التشهد مالم يقيدها بسجدة (إلى قوله) وإن قيدها بسجدة عامداً، أو ناسياً، أو ساهياً، أو مخطأً تحول فرضه نفلا الخ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/ ۵۵۰، ۵۵۱، كراچي ۲/ ۸۵، جوهرة، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، امداديه ملتان ۱/ ۹۳، مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتب العلميه بيروت جديد ۲۲۳، مصري قديم ۱/ ۱۵۱، هداية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفي ۱/ ۱۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶؍ ۲۲۹۴)

ایک سجدہ یا رکوع چھوڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۹۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی نے نماز میں ایک ہی سجدہ کیا اور کھڑا ہو گیا لوگوں نے لقمہ دیا مگر وہ پورے قیام کی حالت میں کھڑا ہو گیا، اس کو بھی یاد آیا تو کیا نماز توڑ دے، اسی طرح پہلی رکعت کا رکوع چھوڑ کر چلا گیا پھر یاد آیا تو اب کیا کرے کیا نماز کو چھوڑ دے اگر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو کونسی نفل اور کونسی فرض ہو جائے گی؟

المستفتی: محمد فاروق اسماعیل، جعفر بلڈنگ ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں فوت شدہ سجدہ یاد آنے پر اس کو ادا کر کے آخر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی اور اعادہ لازم نہ ہوگا۔

قال في شرح المنية حتى لو ترك سجدة من ركعة، ثم تذكرها فيما بعدها من قيام، أو ركوع، أو سجود، فإنه يقضيها ولايقضي ما فعله قبل قضائها مما هو بعد ركعتها (إلى قوله)يلزم سجود السهو الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل شفع من النفل صلاة، كراچي ۱/۴٦۲، زكريا ۲/۱۵٤)

اگر رکوع کئے بغیر سجدہ میں چلا گیا ہے تو یاد آنے پر دوبارہ رکوع اور سجدہ دونوں کا اعادہ لازم ہوگا۔

وكذا لوتذكر ركوعاً قضاه وقضى مابعده من السجود الخ (كبيري، كتاب الصلاة، قبيل فصل في صفة الصلاة، جديد اشرفي ديوبند ۲۹۷، قديم۲۹۱، شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل شفع من النفل صلاة، زكريا۲/۱۵۳، كراچي ۱/٤٦۱، طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها جديد دارالكتاب ديوبند ۲۳۳، قديم ۱۲۷)

نیز اگر پانچویں رکعت کے لئے قعدۂ اخیرہ کئے بغیر کھڑا ہو گیا ہے، تو اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آوے تو آخر میں سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر سجدہ کریگا تو اس کا فرض باطل ہو جائے گا اور ایک چھٹی رکعت بھی ملائے تاکہ یہ نماز نفل ہو جائے اور اگر چوتھی رکعت پر قعدہ کرنے کے بعد پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، اگر پانچویں کے ساتھ چھٹی بھی ملائے گا تو چار رکعت فرض اور بعد کی دونوں رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور آخر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا اور اگر چھٹی رکعت نہ ملائے تو پانچویں رکعت بیکار ہو جائے گی چار رکعت فرض ہو جائے گی اخیر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

وإن سهى عن القعدة الأخيرة فقام إلى الخامسة رجع إلى القعدة مالم يسجد وألغى الخامسة ويسجد للسهو، وإن قيد الخامسة بسجدة بطل فرضه وتحولت صلوته نفلاً، وكان عليه أن يضم إليها ركعة سادسة، وإن قعد في الرابعة قدر التشهد، ثم قام إلى الخامسة ولم يسلم يظنها القعدة الأولى عاد إلى القعود مالم يسجد في الخامسة ويسلم ويسجد للسهو، فإن قيد الخامسة بسجدة ضم إليها ركعة أخرى وقد تمت صلوته الخ

(الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، جديد دارالكتاب ديوبند ٩٣، قديم امداديه ملتان ١/ ٩٤، تنوير الأبصار مع الدرر، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كراچي ٢/ ٨٥ تا ٨٧، زكريا ٢/ ٥٥١، تا ٥٥٤، هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/ ١٢٩، جديد زكريا ١/ ١٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۱۸)

تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ کو مؤخر کردینا

سوال [۲۹۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نماز تراویح پڑھا رہا تھا، دوسری رکعت پر وہ بیٹھا نہیں؛ بلکہ سیدھا کھڑا ہوگیا مقتدی کے لقمہ پر وہ بیٹھا اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا اس کی وہ دو رکعت ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: صغیر احمد، امام مسجد جرنیل والی، گلشہید، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پورا کھڑا ہو چکا ہے اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہے اور ان دونوں رکعتوں کا قرآن بھی لوٹانا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/ ۲۸۲، امداد الفتاوی ۱/ ۳۶۷)

عن ابن عمرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاسهو في وثبة الصلاة إلاقيام عن جلوس وجلوس عن قيام. (المستدرك للحاكم، كتاب الصلاة، باب السهو ۲/۴۷۱، رقم:۱۲۱۲قديم ۱/۳۲۴، سنن دار قطني، كتاب الصلاة، باب ليس على المقتدي سهو وعليه سهو الإمام ۱/۳۶۵، رقم: ۱۳۹۹، السنن الكبري، كتاب الصلاة، باب من سها فجلس من الأولىٰ ۳/۳۰۰، رقم:۳۹۶۰، دار الحديث القاهرة ۲/۶۸۹، رقم:۳۸۵۳)

وكذا كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب صلوة مطلب كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها، زكريا۲/۱۴۷، كراچي ۱/۴۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۴۹/۲۶)

ایک سجدہ بھول جائے تو کب ادا کرے؟

سوال [۲۹۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر امام بحالت نماز ایک سجدہ کر کے سیدھا کھڑا ہو جائے تو کیا وہ سجدۂ ثانیہ کرنے کے لئے لوٹے گا یا نہیں؟ یا دوسری رکعت میں تین سجدے کر کے سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لے، اگر اگلی رکعت میں تین سجدہ کر لئے اور سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مسعود الحسن رشیدی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فوت شدہ سجدہ اگر کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو بہتر یہی ہے کہ اسی وقت لوٹ آئے اور سجدہ ادا کر لے، ورنہ جس رکن میں بھی یاد آئے

اسی رکن سے سجدہ کے لئے لوٹ آنا بہتر ہے اور جس رکن سے سجدہ ادا کرنے کے لئے لوٹا ہے اس رکن کا اعادہ مستحب ہے، اگر یاد آنے کے فوراً بعد سجدہ نہ کیا؛ بلکہ دوسری رکعت میں تین سجدہ کر لئے تو بھی درست ہے؛ البتہ تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی، زکریا ۴/۴۴)

عن الثوري في رجل قام فقرأ، ثم ركع، ثم سجد سجدة واحدة ثم قام فقرأ فركع، ثم ذكر وهو ساجد أنه لم يسجد في الركعة الأولى إلا سجدة واحدة قال: لايعتد بهذا الركعة التي ذكر وهو ساجد؛ ولكن يرفع رأسه فليسجد التى فاتته، وليسجد سجدتي الركعة التي هو فيها، ثم يسجد سجدتي السهو إذا فرغ من صلوته. (المصنف لعبد الرزاق ۲/ ۳۲۰، رقم: ۳۵۲۵)

ولو تذكر في ركوعه، أو سجوده فسجدها أعادهما ندبا لسقوطه بالنسيان وسجد للسهو، وفي الشامية: أفاد أن سجودها عقب التذكر غير واجب وله أن يؤخرها إلى آخر الصلوة فيقضيها هناك. (شامي، كتاب الصلاة، باب الاستخلاف مطلب كل شفع من النفل صلوة، زكريا ۲/۳۶۸-۳۶۹، كراچي ۱/ ۶۲٤، ۱/ ۶۱۲، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في الواجبات الاصلية في الصلاة، قديم ۱/ ۱۶۳، جديد زكريا ۱/ ٤۰۰)

وإن كان إما ما فصلي ركعة وترك منها سجدة فصلى ركعة أخرى وسجدلها، فتذكر المتروكة في السجود، فإنه يرفع رأسه من السجود و يسجد المتروكة، ثم يعيد ما كان فيها. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو ۲/ ۳۹٤، رقم: ۲۷۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۴۱۳۳)

وتر میں دعاءِ قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا

سوال [۲۹۲٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھے بغیر رکوع میں پہونچ جائے اور یاد آ جائے تو قنوت کے لئے واپس قیام میں لوٹنا ضروری ہے یا نہیں اگر ان دونوں صورتوں میں نمازی قیام میں واپس نہیں آیا تو سجدۂ سہو سے اس کی نماز درست ہوگئی یا واجب الاعادہ ہے؟

المستفتی: محمد یونس امام جامع مسجد احمد گڑھ، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دعاءِ قنوت بھول جائے تو اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ صرف اخیر میں سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔

لو تذكر القنوت في الركوع، فإنه لايعيد (إلى قوله) يسجد للسهو الخ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا۲/ ۱٦٦، كوئٹہ ۲/ ۹٤)

لوتذكر القنوت في الركوع، فإنه لايعود ولايقنت فيه لفوات محله......ويسجد للسهو. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٦١)

ولو نسيه: أي القنوت ثم تذكر في الركوع لايقنت فيه لفوات محله، ولايعود إلى القيام في الأصح......وسجد للسهو. (شامي، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، زكريا ۲/ ٤٤٦، ٤٤٧، كراچي ۲/ ۹، ۱۰)

ثم رجح في البدائع والفتاوى رواية عدم العود إلى القنوت وجعلها ظاهر الرواية. (حاشية چلپي على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، امداديه ملتان ۱/ ۱۹٤، زكريا۱/ ٤٧٥)

وأما حكم القنوت إذا فات عن محله فنقول إذا نسي القنوت حتى ركع،

ثـم تذكر بعد ما رفع رأسه من الركوع لايعود ويسقط عنه القنوت وإن كان فـي الركوع، فكذلك وهو ظاهر الرواية. (بـدائـع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في القنوت، كراچي ١/ ٢٧٤، زكريا ١/ ٦١٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٤/ ٦٣)

عـن الحسن قال: من نسي القنوت في الوتر، سجد سجدتي السهو.
(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من نسي القنوت سجد للسهو، دارالفكر ٣/ ٣٠٩، رقم: ٣٩٨٣، دار الحديث القاهره ٢/ ٦٩٩، رقم: ٣٨٧٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹؍ ۳۲۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱؍ ۴؍ ۱۴۱۴ھ

دعاءِ قنوت پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال [۲۹۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے وتر کی تیسری رکعت میں بھول کر قنوت کو چھوڑ دیا اور رکوع میں چلا گیا، اب رکوع کے بعد دعاءِ قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دعاءِ قنوت بھول جائے تو رکوع سے لوٹ کر دعاءِ قنوت نہیں پڑھنی چاہئے، نیز رکوع کے بعد اگر قومہ کی حالت میں دعاءِ قنوت پڑھ لی ہے تو دوبارہ رکوع نہیں کرنا چاہئے تھا، تاہم دونوں صورتوں میں جب سجدۂ سہو کرلیا ہے تو نماز صحیح ہوگئی ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

لـو تـذكر القنوت في الركوع، فإنه لايعود ولايقنت فيه لفوات محله

(إلی قوله) ویسجد للسهو. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند ٤٦١، البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ١٦٦/٢، كوئٹه ٩٤/٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ٦٣/٣٤)

عن الحسن قال: من نسي القنوت في الوتر، سجد سجدتي السهو.
(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من نسي القنوت في الوتر سجد سجدتي السهو، دارالفكر ٣٠٩/٣، رقم:٣٩٨٣، دار الحديث القاهره ٦٩٩/٢، رقم:٣٨٧٦)

ولو نسيه القنوت، ثم تذكره في الركوع لايقنت فيه ولايعود إلى القيام في الأصح (إلی قوله) وسجد للسهو الخ (در مختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، كراچي ٩/٢-١٠، زكريا ٤٤٦/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۵۵/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۲۰ھ

وتر کی تیسری رکعت میں دو رکوع کرنے سے سجدۂ سہو کا وجوب

سوال [۲۹۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان شریف میں امام صاحب وتر پڑھاتے ہوئے تیسری رکعت میں قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے یاد آنے پر یا کسی کے بتانے پر پھر کھڑے ہوکر قنوت پڑھی، پھر رکوع کیا تب سجدہ میں گئے، معلوم یہ کرنا ہے ایسی صورت میں امام اور مقتدیوں کی نماز سجدۂ سہو کرنے سے ہوجائے گی اور جو مقتدی دوسرے رکوع میں شریک ہوئے پہلے رکوع میں شریک نہ تھے ان کو رکعت ملی یا نہیں یا سرے سے نماز ہی نہ ہوئی فقہاء کا کیا فیصلہ ہے؟

المستفتی: جلیل احمد، سابق استاذ دار العلوم جامع الہدیٰ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں وتر کی نماز میں رکوع کا

تکرار ہوا ہے یعنی تین رکوع کے بجائے چار رکوع ہو گئے، تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو کے ذریعہ سے نماز درست ہوگئی اور بہتر یہ تھا کہ جب دعاء قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے، تو رکوع سے واپس نہ آتے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لیتے تو نماز درست ہو جاتی، جو صورت پیش آئی ہے اس میں بھی سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہوگئی، اب رہی یہ بات کہ جو لوگ دوسرے رکوع میں شریک ہوئے ہیں ان کو رکعت ملی یا نہیں؟ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کو رکعت نہیں ملی؛ اس لئے کہ دوسرا رکوع زائد اور لغو ہے؛ لہٰذا ان حضرات کو چاہئے کہ وتر کی تینوں رکعتیں مسبوق کی طرح پوری کریں۔

ولايجب السجود إلا بتأخير ركن، أو تقديمه، أو تكراره الخ (هندية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، قديم زكريا ١/١٢٦، جديد زكريا ١/١٨٦)

ولو نسيه: أي القنوت ثم تذكر في الركوع لايقنت فيه ولا يعود إلى القيام (إلى قوله) وسجد للسهو، وتحته في الشامية: لوعاد وقنت، ثم ركع فاقتدىٰ به رجل لم يدرك الركعة، لأن هذا الركوع لغو. (شامي، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب اقتداء بالشافعي كراچي ٢/٩-١٠، زكريا ٢/٤٤٦، ٤٤٧)

ولوأنه عاد إلى القيام وقنت ينبغي أن لا ينتقض ركوعه على قياس ظاهر الرواية. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، صلاة الوتر، فصل في القنوت جديد زكريا ١/٦١٥، قديم كراچي ١/٢٧٤، بيروت ٢/٢٣٥، حاشية چلبي على التبيين، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، جديد زكريا ٢/١٦٦، قديم امداديه ملتان ١/١٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱۰/۲۲ھ

دعاء قنوت کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال [۲۹۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے وتر میں دعاء قنوت کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی اور بعد میں یاد آنے پر دعاء قنوت بھی پڑھ لی تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: عبیداللہ، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شخص مذکور نے جب وتر میں دعاء قنوت کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی ہے اور یاد آنے پر دعاء قنوت بھی پڑھ لی تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا کیونکہ قنوت سے مراد مطلقاً دعاء ہے اور سورۂ فاتحہ میں بھی دعائیہ الفاظ موجود ہیں۔

سئل عمر الحافظ عمن شرع فى القنوت في الوتر فبعد ما قرأ بعضها قرأ الفاتحة، أو بعضاً منها سهواً، ثم عاد إلى قراءة القنوت هل يلزمه سجود السهو؟ قال: لا. (الفتاوى التاترخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو ۲/۳۹۸، رقم:۲۷۸٦)

قراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء أي القنوت الواجب يحصل بأي دعاء كان. (شامي زكريا، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/۱٦۳، كراچي ۱/٤٦۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۳۹/۴۱)

دعاء قنوت بھول کر رکوع میں چلے جانا

سوال [۲۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھی دعاءِ قنوت پڑھنے سے پہلے رکوع میں گیا فوراً اسے دھیان آیا کہ دعاءِ قنوت نہیں پڑھی فوراً کھڑا ہوگیا، پھر اس نے تکبیر کہہ کر دعاءِ قنوت پڑھ کر نماز پوری کی تو اس میں کیا مسئلہ ہے؟

المستفتی: محمد آصف، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئلہ یہ ہے کہ اگر وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرأت کے بعد دعاءِ قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو اگر رکوع میں یاد آجائے تو کھڑا ہو کر دعاءِ قنوت نہ پڑھے؛ بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کر لے، اگر کھڑا ہو کر دعاءِ قنوت پڑھ بھی لے تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہوجائے گی۔

عن الحسن قال: من نسي القنوت في الوتر، سجد سجدتي السهو.

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من نسي القنوت سجد للسهو، دارالفكر جديد٣/٣٠٩، رقم:٣٩٨٣، دار الحديث القاهره ٢/٦٩٩، رقم:٣٨٧٦)

ولو نسيه؛ أي القنوت، ثم تذكره في الركوع لايقنت فيه لفوات محله ولايعود إلى القيام في الأصح، لأن فيه رفض الفرض للواجب، فإن عاد إليه وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلوته وسجد للسهو. (شامي، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، كراچي ٢/٩-١٠، زكريا ٢/٤٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۸۲/۳۴)	۱۴۱۹/۸/۱۵ھ

عیدین وجمعہ میں سجدۂ سہو معاف ہونے کی علت

سوال[۲۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اگر نماز عید کی تکبیرات زوائد سہواً چھوٹ گئیں اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو نماز بلا کراہت درست ہوگئی، نماز لوٹانے کی قطعاً ضرورت نہیں، نماز عیدین یا نماز جمعہ سب میں ترک واجب سے سجدۂ سہو کرنا لازم نہیں ہوتا؟

المستفتی: محمد فخر الدین قاسمی، مدرس جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ اور عیدین میں سجدۂ سہو کی معافی کی علت کثرت ازدحام کی وجہ سے نمازیوں کا تشویش میں پڑ جانا ہے؛ لہٰذا جن چھوٹی مسجدوں میں جمعہ ہوتا ہے وہاں سجدۂ سہو ساقط نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہاں تشویش اور فتنہ کا خطرہ نہیں ہے اور جامع مسجد اور بڑی عیدگاہ میں اگر سہو واقع ہو جائے، تو قطع فتنہ کے لئے سجدۂ سہو معاف ہے اور جمعہ وعیدین کے علاوہ دوسری نمازوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر مجمع بہت بڑا ہے تو سجدۂ سہو معاف ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۴/۳۹)

والسهو في صلوة العيد، والجمعة، والمكتوبة، والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه في الأوليين لدفع الفتنة، وتحته في الشامية: الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك الخ (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/۵٦۰، كراچي ۲/۹۲، عالمگيري، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ۱/۱۲۸، جديد ۱/۱۸۷)

عدم السجود مقيدبما إذا حضر جمع كثير أما إذا لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي إلى الترك وهو التشويش. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند جديد ٤٦٦، قديم ٢٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/محرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۷۸)

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۲۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نماز جمعہ میں کوئی ایسی خرابی لازم آگئی، مثلاً پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول گیا، خرابی لازم آنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، ان تمام خرابیوں کی بناء پر جب نماز لوٹائی جائے گی تو آیا نماز جمعہ ہی پڑھی جائے گی یا نماز ظہر یا از سرنو نماز لوٹائی ہی نہیں جائے گی؟

المستفتی: ثناء اللہ، پرتا بگڈھی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جمعہ اور نماز عیدین میں سجدۂ سہو معاف ہونے کا جو ذکر کتابوں میں موجود ہے وہ مطلق نہیں ہے؛ بلکہ مجمع کثیر کے ساتھ مقید ہے؛ لہٰذا اگر مجمع بہت زیادہ ہے جیسا کہ مرادآباد کی جامع مسجد جیسی مسجدیں ہیں ان میں لوگ بھر جائیں تو سجدۂ سہو معاف ہے اور اعادۂ صلوۃ لازم نہیں اور اگر بہت بڑی مسجد نہیں ہے، اور اس میں اعادۂ صلوۃ میں ایسا نہیں ہوسکتا کہ سجدۂ سہو یا اعادۂ صلوۃ کی وجہ سے لوگوں میں انتشار پیدا ہوجائے، جیسا کہ وہ مساجد کہ جن میں سو دوسو افراد ہوتے ہیں، تو ایسی مساجد میں نماز جمعہ میں سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے اور عدم سجدہ کی صورت میں اعادہ بھی لازم ہوجاتا ہے۔

ولایأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعیدین دفعاً للفتنة بکثرة الجماعة وبطلان صلوة من یریٰ لزوم المتابعة......ومن هذه السببیة أن عدم السجود مقید بما إذا حضر جمع کثیر أما إذا لم یحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي إلی الترک وهو التشویش الخ (طحطاوي علی المراقي، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالکتاب دیوبند جدید ۴۶۵-۴۶۶، قدیم ۲۵۳)

والسهو في صلاة العيد، والجمعة، والمكتوبه، والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه في الأولیين لدفع الفتنة. (تحته في الشامية) لكنه قيده محشيها الواني بما إذا حضر جمع كثير وإلا فلا داعي إلى الترك. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا٢/ ٥٦٠، كراچي ٢/ ٩٢)

اوراعادہ کی صورت میں وقت کے اندر جمعہ کا اعادہ لازم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۴۹)

کیا مسبوق پر امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے سجدۂ سہو واجب ہے؟

سوال [۲۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نماز میں مسبوق تھا امام صاحب نے سلام پھیرا، اور ابھی ’’السلام علیکم‘‘ بھی پورا نہیں کہا تھا کہ مسبوق نے بھی بھول سے ایک طرف سلام پھیر دیا امام کے ساتھ دوسرا سلام پھیرنے سے پہلے ہی اسے اپنا مسبوق ہونا یاد آ گیا پھر اپنی بقیہ نماز مکمل کی معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مسبوق کے ایک طرف سلام پھیر دینے سے سجدۂ سہو واجب ہوجائے گا؟ فقہاء کی کیا رائے ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر ناظم علی، ایم بی بی ایس، سیڈھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر صرف ایک طرف سلام پھیرا ہے اور دوسری طرف نہیں پھیرا ہے اور یاد آنے کی وجہ سے کھڑا ہوگیا تو ایسی صورت میں مسبوق پر آخر میں سجدۂ سہو کرنا لازم نہیں ہے، ہاں البتہ اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا اور اس کے بعد بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اب سجدۂ سہو کرنا لازم ہوتا ہے۔

وإن سلم المسبوق ساهياً مع إمامه: أي علی أثر تسليمته الأولیٰ كسائر المقتدين، فإنه لاسهو عليه؛ لأنه مقتدٍ بعد وسهو المقتدي لايوجب السهو. (حلبي، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، اشرفية٤٦٥)

ولو سلم ساهيا إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا. (تحته في الشامية) أي وإن سلم معه أو قبله لايلزمه؛ لأنه مقتد في هاتين الحالتين. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، قبيل باب الاستخلاف، زكريا ٢/٣٥٠، كراچي ١/٥٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۸۰/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۲ھ

مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا

سوال [۲۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فتاوی محمودیہ ۱۲۱/۲ پر ایک سوال اگر مسبوق بھول کر ایک طرف سلام پھیر دے کے جواب میں لکھا ہے کہ امام نے جب داہنی طرف سلام پھیرا اور امام السلام کے میم پر پہونچا، اگر اسی وقت مسبوق کو یاد آ گیا اور وہ رک گیا تب تو اس کے ذمہ سجدۂ سہو نہیں، اگر اس کے بعد سلام پھیرا تو اس کے ذمہ سجدۂ سہو ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسبوق نے ایک طرف بھی سلام پھیر دیا اس کے بعد یاد آتے ہی کھڑا ہو گیا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے؛ چونکہ عام طور پر مقتدی یا مسبوق امام کے السلام کہنے کے بعد ہی سلام پھیرتے ہیں؛ جبکہ آپ کا ۲۹؍صفر ۱۴۲۹ھ کا لکھا ہوا فتوی اس میں ہے کہ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر صرف ایک طرف سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو نہیں، ہاں اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہے، اس سلسلہ میں راجح اور مفتی بہ قول کیا ہے؟ ہم کسی پر عمل کریں؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتاوی محمودیہ کی عبارت دیکھی گئی اوراس کا نیا نسخہ جو پاکستان سے تخر یج ہوکرآیا ہے وہ بھی دیکھ لیا گیااورمفتی صاحبؒ کے مذکورہ فتوی کے ذیل میں جو جزئیات نقل کئے گئے ہیں ان کوبھی دیکھ لیا گیا ہے، نیز اس موضوع سے متعلق فقہاء کی عبارات اور جزئیات بھی دیکھ لئے گئے ،مگرہم کوکہیں بھی اس کا ثبوت نہیں مل پایا کہ السلام کے میم پر پہونچنے پرسجدۂ سہولازم نہیں ہےاورمیم سے تجاوزکر جانے کی صورت میں سجدۂ سہولازم ہے، ہاں البتہ کتب فقہ میں اس طرح کے مختلف فیہ جزئیات موجود ہیں بعض میں اس بات کی صراحت ہے کہ ایک طرف امام کے ساتھ سلام پھیرنے پریادآیااورمسبوق کھڑا ہوگیا تو سجدۂ سہولازم نہیں اوراگر دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد یادآیا تو سجدۂ سہو لازم ہے وربعض جزئیات میں اس کی صراحت ہے کہ ایک طرف سلام پھیرنے سے بھی سجدۂ سہولازم ہوجاتاہے،مگرتمام جزئیات پرغورکرنے کے بعد یہی بات سامنے آتی ہے کہ راجح یہی ہے کہ امام کے ساتھ ایک طرف سلام پھیرنے پرسجدۂ سہولازم نہیں ہوتا۔
(مستفاد: شامی زکریا۲/ ۳۵۰،شرح کبیری ۶۵)

بلکہ دونوں طرف سلام پھیرنے پرسجدۂ سہولازم ہوتا ہےاورالسلام کے میم سے تجاوز کرنے یانہ کرنے کا معمہ ہم کوکہیں نہیں ملا،اس لئے۲۲/صفرالمظفر ۱۴۲۹ھ کا لکھا ہوافتویٰ ہی زیادہ صحیح اورراجح ہے،اس کے لئے مزید حوالہ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۶/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/ ۹۵۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۳/۱۷ھ

مدرک نے امام کے سلام کے بعد بھول کر پانچویں رکعت پڑھ لی

سوال[۲۹۳۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ایک شخص مدرک ہے قعدۂ اخیرہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ شخص خودکو مسبوق گمان کرکے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا اور مکمل ایک رکعت پڑھ لی، اس کے بعد سجدۂ سہو کرکے سلام پھیردیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد شعیب میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب اس شخص نے خودکو مسبوق گمان کرکے قعدۂ اخیرہ کے بعد ایک رکعت مکمل زائد پڑھ لی تو سجدۂ سہو کرلینے کی بناء پر اس کی نماز درست ہوگئی؛ البتہ اس کے لئے بہتر یہ تھا کہ اس رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالیتا تاکہ آخر کی دو رکعت نفل ہوجاتیں۔ (مستفاد: محمود یہ ڈابھیل ۷/۴۳۰، فتاوی دارالعلوم ۴/۳۹۳)

عن عبد الله رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر خمساً فقيل له أزيد في الصلاة؟ فقال: وما ذاك؟ قال: صليت خمساً، فسجد سجدتين بعد ما سلم. (صحيح البخاري، كتاب السهو، باب إذا صلى خمساً ١/١٦٣، رقم:١٢١٢، ف:١٢٢٦)

رجُلٌ صلى الظهر خمساً وقعد في الرابعة قدر التشهد يُضيفُ إليها ركعةً أخرىٰ ويتشهدُ ويُسلِّمُ ويسجد سجدتي السهوِ ويتشهدُ ويسلم ثانيا. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا٢/٤٠٥، رقم:٢٨٠٦)

عبد الرزاق عن معمرٍ عن قتادة رضـ **في رجل صلى الظهر خمساً قال: يزيد إليها ركعةً، فتكونُ صلوة الظهر وركعتين بعدها.** (مصنف عبد الرزاق ٢/٣٠٣، رقم:٣٤٦٠)

ولو قعد في الرابعة، ثم قام ولم يسلم–إن قيد الخامسةَ بالسجدة، ثم تذكَّر ضم إليها ركعةً اخرى، وتم فرضه ويسجد للسهو استحساناً. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كراچي

۱/ ٤٤٧-٤٤٦، زکریا ۱/ ٥٢٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۱۱)

مدرک نے امام کے سلام پر کھڑے ہوکر دو رکعت اور پڑھ لی

سوال [۲۹۳٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے سلام نہیں پھیرا؛ بلکہ پانچویں رکعت پوری کرلی پھر یاد آیا کہ میں تو شروع سے ہی امام کے ساتھ تھا اس نے مزید ایک رکعت اور پوری کرلی اور سجدۂ سہو کر لیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے اور اخیر کی دو رکعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد شعیب، میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھول کر مدرک شخص امام کے ساتھ سلام پھیرے بغیر پانچویں رکعت پوری کرلیتا ہے اور بعد میں یاد آنے پر مزید ایک رکعت ملا لیتا ہے اور بعد میں سجدۂ سہو بھی کرلیتا ہے تو اس کی فرض نماز درست ہوجائے گی اور اخیر کی دو رکعت نفل شمار کی جائیں گی۔

عن معمرٍ عن قتادةؓ في رجل صلى الظهر خمساً قال: يزيد إليها ركعةً، فتكونُ صلوة الظهر وركعتين بعدها. (مصنف عبد الرزاق ٢/ ٣٠٣، رقم: ٣٤٦٠)

وإن سجد للخامسة سلموا وضم إليها سادسة لتصير الركعتان له نفلاً.

(شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ٢/ ٥٥٣، كراچي ٢/ ٨٧)

وإن سجد للخامسة تم فرضه وضم إليها سادسة لتصير الركعتان له نفلا؛ لأن الركعة الواحدة لا تجزيه ويسجد للسهو. (تبيين الحقائق ١/ ٤٨١،

زکریا امدادیہ ملتان ١٩٧/١، هداية اشرفيه، كتاب الصلاة، باب سجود السهو ١٥٩/١، بنايه مكتبه نعيمية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو ٦٢٢/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۸/۴۰)

امام کے سلام کے بعد مدرک نے پانچویں رکعت پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۹۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مقتدی پر امام کی اتباع لازم ہے خصوصاً فرائض اور واجبات میں، نماز سے خارج ہونے کے لئے سلام کس حیثیت کا درجہ رکھتا ہے، اگر واجب ہے تو جس مدرک نے مسبوق سمجھ کر مزید دو رکعت پڑھی اور سجدۂ سہو کرلیا، امام کے ساتھ سلام میں اتباع نہیں کی ہے تو ایسی صورت میں اس مقتدی کے بارے میں کیا حکم ہونا چاہئے، امام صاحبؒ کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے ہم نے اس کے متعلق نہیں پوچھا ہے؛ بلکہ سلام کے بارے میں پوچھا ہے؛ لہٰذا تحقیق کر کے جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد یعقوب غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مقتدی نے سلام پھیرنے میں امام کی اتباع نہیں کی بعد میں سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کرلی تو اس کی نماز درست ہوگئی؛ اس لئے کہ امام کی اتباع تراخی کے ساتھ بھی درست ہے، نیز لفظ سلام کے ساتھ نماز سے نکلنا واجب ہے، اور وہ خود لفظ سلام کے ساتھ نماز سے نکلا ہے۔

إن المتابعة ليست فرضاً؛ بل تكون واجبة في الفرائض والواجبات لفعلية– والحاصل أن المتابعة في ذاته ثلاثة أنواع مقارنة لفعل الإمام......

ومعاقبة لابتداء فعل إمامه مع المشاركة في باقيه ومتراخِية عنه فمطلق المتابعة الشامل؛ لهذه الأنواع الثلاثة-ولايشكل مسألة المسبوق المذكورة، لأن القعدة وإن كانت فرضا؛ لكنه يأتي بها في آخر صلاته التي يقضيها بعد سلام إمامه فقد وجدت المتابعة المتراخية، فلذا صحت صلاته. (شامي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام، زكريا۲/۱٦٦، كراچي ۱/٤٧١)

وأما الخروج عن الصلاة بلفظ السلام فواجب عندنا. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء قديم ۱/۳۹، جديد ۱/۳٧٠)

أما صفته فإصابة لفظة السلام ليست بفرض عندنا؛ ولكنها واجبة (إلى قوله) ولو تركها ساهيا يلزمه سجود السهو عندنا. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة،قبيل فصل لفظ الخروج من الصلاة، زكريا ۱/٤٥٤، كراچي ۱/۱۹٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۱۳۸۷)

لاحق پر سجدۂ سہو واجب نہیں

سوال [۲۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام مسافر کے پیچھے دو مقیم مقتدی تھے، امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب یہ مقیم مقتدی جو لاحق کے حکم میں ہیں اپنی نماز ادا کرنے کھڑے ہوئے تو ایک مقتدی نے دونوں رکعتوں میں الحمد بھی پڑھی اور سورت بھی پڑھ لی اور ایک مقتدی نے کھڑے ہو کر قرأت کی، مگر تشہد پڑھنا چھوڑ دی کیا ان دونوں پر سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسافرامام کے سلام پھیرنے کے بعدمقیم مقتدی حضرات میں سے جس نے سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کی ہے اسی طرح جس نے تشہد نہیں پڑھی ہے دونوں میں سے کسی پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے؛ اس لئے کہ لاحق سے اگر کوئی موجب سہو عمل صادر ہو جائے تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے۔

وصح إقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعدهٗ، فإذا قام المقيم إلى الإتمام لا يقرأ ولايسجد للسهو في الأصح؛ لأنه كان كاللاحق. (الدرمع الرد، كتاب الصلاة، باب المسافر، كراچي ٢/١٢٩، زكريا ٢/٦١٠، ٦١١)

ويقصر هو يتم المقيم بلا قراءة في الأصح (ملتقى الابحر) وفي مجمع الأنهر؛ لأنه فيهما كأنه مؤتم فلا قراءة للمؤتم، وفي الخانية: لاقراءة عليهم فيما يقضون ولاسهو عليهم إذا سهوا. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب المسافر، دارالكتب العلمية بيروت ١/٢٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۱۵۲۳)	۱۰؍۵؍۱۴۳۵ھ

سجدۂ سہو کے بعد امام کی اقتداء کرنا

سوال [۲۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ظہر کی نماز میں امام صاحب نے سجدۂ سہو کیا ایک صاحب اس کے بعد نماز میں شریک ہو گئے کیا ان صاحب کی فرض نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر حوالہ دیدیں تو بہت مناسب ہوگا۔

المستفتی: محمد شفیع، جامعۃ الصالحات، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ سہو کے بعد امام کی اقتداء کرنا جائز اور درست ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲/۲۶۴)

فإن سهى الإمام في صلوته فسجد للسهو، ثم اقتدىٰ به رجل في القعدة التى بعدها صح اقتداؤه لأن الإمام في حرمة الصلاة بعد. (مبسوط سرخسي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۱۲)

ولو سلم من عليه سجود سهو فاقتدىٰ به غيره صح. (طحطاوي علی مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند جديد ۴۷۱، قديم ۲۵۶)

عن أبي حنيفة في رجل سلم وعليه سجدتا السهو، فدخل رجل في صلاته بعد التسليم، فإن سجد الإمام كان داخلاً. (فتاوی تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، زكريا ۲/۴۱۰، رقم: ۲۸۱۷، كوئٹه ۱/۷۳۱، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، المجلس العلمي جديد ۲/۳۲۳، رقم: ۱۸۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۰۶/۳۶)	۱۴۲۳/۲/۱۵ھ

مقتدی محل سہو کے بعد نماز میں شامل ہوا تو اس پر سجدۂ سہو کا حکم

سوال [۲۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے سورۂ فاتحہ نماز مغرب کی دوسری رکعت میں آہستہ پڑھ دی اور جہر کے ساتھ اس کا اعادہ بھی کرلیا گیا؛ لیکن نماز کی تکمیل کے لئے امام صاحب نے سجدۂ

سہوادانہ کیا اورسلام پھیردیا، اسی حالت میں قعدۂ اخیرہ کے شروع میں ایک صاحب جماعت کے ساتھ شامل ہوگئے اورامام کے سلام پھیردینے کے بعد اپنی نماز پوری کرلی اورسجدۂ سہو نہیں کیاتو کیااس مقتدی مسبوق پر اپنی نماز کو پورا کرکے سجدۂ سہوکرنا تھا یانہیں؟ مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی نے مسائل سجدۂ سہو میں تحریرفرمایاہے کہ مقتدی مسبوق کی سجدۂ سہو کئے بغیر مذکورہ صورت میں نمازادا ہوجائے گی۔

المستفتی: آفتاب عالم، سہسپور، بجنور(یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح امام کے ذمہ سجدۂ سہونہ کرنے کی بناپر نماز کا اعادہ کرنالازم ہوگیا تھا، اسی طرح مسبوق پر بھی نماز کالوٹانا واجب ہوگیا تھا، اب چونکہ وقت نکل جانے کی وجہ سے امام صاحب سے اس نماز کا اعادہ کرنا ساقط ہوگیاہے؛ لہٰذا مسبوق کے ذمہ بھی نماز کا اعادہ ضروری نہیں رہا دونوں کی نمازیں کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی ہیں۔

عن الحسن في رجل نسي سجدتي السهو قال: إذا لم يذكرهما حتى انصرف ولم يسجدهما، فقد مضت صلاته. الحديث (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب نسيان سجدتي السهو ۲/ ۳۲۴، رقم: ۳۵۴۲)

عن الحسن قال: إذا سها في المسجد، فلم يسجد حتى يخرج من المسجد فليس عليه شيء. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من سها عن سجدتي السهو حتى انصرف، دار الفكر ۳/ ۳۱۱، رقم:۳۹۸۹، دار الحديث القاهرة ۲/ ۷۰۱، رقم:۳۸۸۲)

وسهو الإمام يوجب على المؤتم السجود قال العلامة عبد الحی رحمه الله تعالىٰ وإن كان مسبوقاً لم يدرك محل السهو معه الخ (الهداية مع الدراية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفي ۱/ ۱۵۸، مكتبة بلال ديوبند ۱/ ۱۶۵)

والوجوب مقيد بما إذا كان الوقت صالحاً الخ (الهندية، كتاب الصلاة،

الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/١٢٥، جديد زكريا ١/١٨٥، قاضي خان على هامش الهنديه، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يجب عليه السهو ومن لايجب عليه، زكريا ١/١٢٣)

وجب عليه إعادة الصلاة، قال الإمام الطحطاوي فإن لم يعدها حتى خرج الوقت سقطت عنه مع كراهة التحريم الخ (طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب جديد ٤٦٢، قديم ٢٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۶/۲۶ھ

کیا سجدۂ سہو بھولنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے؟

سوال [۲۹۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وتر یا کسی نماز میں کسی واجب کے ترک ہونے کی بنا پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا زید نے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو نہیں کیا اور سلام پھیر دیا پھر کچھ دیر بعد یاد آ گیا تو کیا ایسی صورت میں پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ یا سلام پھیرنے کے بعد فوراً یاد آ گیا تو اس نے سجدۂ سہو کرلیا، پھر درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر کر نماز پوری کر لی تو زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد جمال، سنیچر بازار، مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی نماز میں ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کرنا بھول گیا اور سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر بعد یاد آیا ہے اور منافئ صلوۃ کوئی عمل نہیں ہوا ہے، مثلاً کسی سے بات نہیں کی ہے اور قبلہ سے سینہ نہیں موڑا ہے تو فوری طور پر سجدۂ سہو کر کے التحیات پڑھ کر نماز کی تکمیل کرنا جائز ہے

اور پوری نماز کا اعادہ لازم نہیں؛ لہٰذا سوالنامہ میں ذکر کردہ دونوں صورتوں میں یاد آنے پر سجدۂ سہو کر کے التحیات کے بعد سلام پھیر دیا ہے تو نماز درست ہوگئی۔

في البدائع: ثم لايفترق الحال في سجود السهو سيما إذا سلم وهو ذاكر له أوساه عنه ومن نيته أن يسجد له أو لا يسجد حتى لايسقط عنه في الأحوال كلها، لأن محله بعد السلام إلا إذا فعل فعلاً يمنعه من البناء، بأن تكلم أو قهقه، أو أحدث متعمداً، أو خرج عن المسجد أو صرف وجهه عن القبلة وهو ذاكر له، لأنه فات محله. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، من يجب عليه سجود السهو ومن لايجب عليه، كراچي ١/١٧٥، زكريا ديوبند ١/٤٢٠، شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، كراچي ٢/٩١، زكريا ٢/٥٥٩، الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة أنواع خاصة من السجود وقضاء الفوائت، هدىٰ انٹر نیشنل ديوبند ٢/٩١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۴۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۲/۱۴۲۹ھ

دونوں طرف سلام کے بعد مفسد صلوۃ عمل سے قبل سجدۂ سہو کرنا

سوال [۲۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی نے آخری رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا، سلام پھیرنے کے بعد فوراً یاد آیا، اب کیا کیا جائے؟ نماز دہرائی جائے؟

المستفتی: محمد فاروق اسمٰعیل ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک سلام کے بعد کوئی مفسد صلوۃ عمل نہ کیا ہو تو ایک سجدہ کر کے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے۔

ولو نسي السهو، أو سجدة صلبية، أو تلاوية يلزمه ذلك مادام في المسجد. وفي الشامية: مادام في المسجد وفيما قبله مالم يتحول عن القبلة.

(شامي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ٢/٥٥٨، كراچي ١/٩١، مصري ١/٤٠٧)

لو نسي السهو، أو سجدة صلبية، أو تلاوية يلزمه ذلك مادام في المسجد، أي ولم يوجد منه مناف، فإن وجد منه مناف، أو خرج من المسجد قبل قضاء مانسيه فسدت صلاته، إن كان عليه سجدة صلبية.

(حاشية الطحطاوي مع المراقي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتاب ديوبند ٤٧٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۵۱)

سہو کے بعد امام کو حدث لاحق ہوا اور خلیفہ نے سجدۂ سہو نہیں کیا

سوال [۲۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص امام ہے عصر کی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں ایسا فعل واقع ہوا جس سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، اب جب تیسری رکعت کے لئے اٹھا تو حدث لاحق ہو گیا وہ کسی مقتدی کو خلیفہ بنا کر چلا گیا؛ لیکن اس مقتدی خلیفہ کو معلوم نہیں تھا کہ امام کو سجدۂ سہو لازم ہوا ہے یا نہیں؟ تو کیا نماز باطل ہو جائے گی یا نہیں؟ مع دلائل اختلاف مذہب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عادل، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر خلیفہ نے سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

وإذا أحدث الإمام في خلال صلاته وقد سها، فاستخلف رجلاً يسجد خليفته للسهو بعد السلام؛ لأنه قائم مقام الأول فعليه أن يأتي بما كان يأتي به الأول الخ (مبسوط للإمام شمس الأئمة السرخسي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۲۲۵)

إذا أحدث الإمام وقد سها فاستخلف رجلاً يسجد خليفته للسهو بعد السلام. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ۱/۱۳۰، جديد زكريا ۱/۱۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۳۱)

دوران نماز کھانسی کی بناء پر ایک آیت پیچھے سے لوٹانا

سوال [۲۹۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ حنفی کے مطابق اگر زید کو نماز پڑھاتے ہوئے سورۂ فاتحہ کے درمیان کھانسی آجائے اور وہ سورۂ فاتحہ کو ایک آیت پیچھے سے لوٹا کر پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ اگر جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت آہستہ شروع کر دے اور بعد میں خیال آیا تو اب دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے چاہے تو وہیں سے شروع کر دے چاہے تو شروع سے بالجہر شروع کرے یہ سجدۂ سہو تاخیر کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو مندرجہ بالا مسئلہ میں بھی یہی صورت ہونی چاہئے؟

المستفتی: عبید اللہ، بھینسیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کھانسی میں رکنے کی بنا پر ایک آیت پیچھے سے

لوٹانے کی وجہ سے سجدہ شرعاً واجب نہیں ہے اور سورۂ فاتحہ کو جہری نماز میں سراً شروع کردینے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہونے کی علت تاخیر واجب نہیں؛ بلکہ تغیر واجب ہے، یعنی جہری نماز کو سری کرنا۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۲۰/۵)

وإذا كرر آية واحدة مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلاة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار وأما في حالة العذر، والنسيان فلابأس. (فتاوى عالمگيري، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة و مالا يكره، زكريا كوئٹه ۱/۱۰۷، جديد زكريا ۱/۱٦٦)

ذكر في النوادر: أنه إن جهر فيما يخافت فعليه السهو قل ذلك أوأكثر وإن خافت فيما يجهر، إن كان ذلك في فاتحة الكتاب، أو في أكثرها فعليه السهو وإلافلا. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، ۲/۳۹٥، رقم:٥ ۲۷۷)

عن ابراهيم: قال: إذا جهر فيما يخافت فيه، أوخافت فيما يجهر فعليه سجدتا السهو. (مصنف لإبن أبي شيبة، كتاب الصلاة، باب من قال إذا جهر فيما يخافت فيه سجد سجدتى السهو ۳/۲٤٥، رقم قديم: ۳٦٤۹، جديد: ۳٦٦۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۴۰/۲۵)

مغرب کی رکعت کی تعداد بھولنے پر سجدۂ سہو کرنے سے کیا نماز ہو جائے گی؟

سوال [۲۹۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے نماز مغرب میں دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اس کے بعد اس کو

خیال نہیں کہ کونسی رکعت ہے، یعنی دوسری یا تیسری اس نے سلام پھیر دیا، اس وقت خیال ہوا دوسری رکعت پر سلام پھیر دیا، اس نے سجدۂ سہو کرلیا تو کیا نماز ہوگئی یا اعادہ کرے؟

المستفتی: حافظ محمد عثمان جامع مسجد، موہ گاؤں حویلی، جھنڈ واڑہ (ایم، پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر تیسری رکعت پڑھنے کے بعد آخری قعدہ میں سجدۂ سہو کرلیا تھا تو اس کی نماز صحیح ہوچکی ہے، اگر تیسری رکعت ہی نہیں پڑھی تھی صرف سجدۂ سہو کرلیا تھا تو نماز نہ ہوگی اعادہ کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۴/۶۱)

سجدة السهو واجبة......أنه لايجب إلا بترک الواجب من واجبات الصلاة، فلايجب بترک السنن والمستحبات كالتعوذ......ولابترک الفرائض، لأن تركها لاينجبر بسجود السهو؛ بل هو مفسد إن لم يتدارک فيعاد. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفية ديوبند ۱/۴۵۵)

وفي الولوالجية: الأصل في هذا أن المتروک ثلاثة أنواع فرض وسنة وواجب ففي الأول إن أمكنه التدارک بالقضاء يقضي وإلا فسدت صلوته.

(هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ۱/۱۲۶، جديد زكريا ۱/۱۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۹۷)

مغرب کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنا موجب سہو ہے

سوال [۲۹۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے تین رکعت والی فرض نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ کیا اس کے بعد کھڑا نہیں ہوا بھول گیا، تیسری رکعت کے گمان میں تھا پھر ایک طرف پھیر کر

سجدۂ سہو کرلیا، پھر درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیا تو کیا اس شخص کی نماز ہوگئی یا پھر سے لوٹائے اس صورت میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: حافظ محمد عثمان جامع مسجد موہ گاؤں حویلی، جھنڈ واڑہ (ایم، پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس صورت میں بھی اگر تیسری رکعت بعد میں پڑھ لی تھی اس کے بعد سجدۂ سہو کرکے نماز مکمل کی ہے تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر تیسری رکعت نہیں پڑھی ہے؛ بلکہ صرف سجدۂ سہو کرلیا ہے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

وأما الفرض فيفوت بفواته الأصل لا الوصف فلا ينجبر بغيره سهواً.

(مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو قديم ٢٥٠، جديد دارالكتاب ديوبند ٤٦٠)

سجدة السهو واجبة......أنه لايجب إلا بترك الواجب من واجبات الصلاة، فلايجب بترك السنن والمستحبات كالتعوذ......ولابترك الفرائض، لأن تركها لاينجبر بسجود السهو؛ بل هو مفسد إن لم يتدارك فيعاد. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، اشرفية ديوبند ٤٥٥/١، هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجو السهو زكريا ١٢٦/١، جديد زكريا ١٨٥/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۱۹۷)

صلوۃ الاستخارہ میں کسی آیت کا بار بار تکرار موجب سہو نہیں

سوال [۲۹۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ استخارہ کی دو نفل میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے " **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** " بار بار پڑھنے سے کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح نماز استخارہ میں ’’ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ‘‘ بار بار پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۷/۹۷، ۹۸، کتاب المسائل ۱/۳۳۰)

جسرة بنت دجاجة قالتؓ: سمعت أبا ذر يقول: قام النبي صلى الله عليه وسلم: حتى إذا إصبح بايٰة، والآية إن تعذبهم، فإنهم عبادک، وإن تغفرلهم فإنک أنت العزيز الحكيم. (سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب ترديد الآية، النسخة الهندية ۱/ ٦۱، دارالسلام رقم:۱۰۱۱)

وينبغي أن يقيد ذلک بالفرائض؛ لأن تكرار الفاتحة في النوافل لم يكره كما في القهستاني. (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، دارالكتب العلمية بيروت جديد ۱/ ۲۲۰، قديم مصري ۱/۱٤۸)

وإذا كرر آية واحدة مرارًا، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلک غير مكروه. (هندية، کتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، و ما لا يكره، زكريا ۱/۱۰۷، جديد زكريا ۱/۱٦٦)

وإذا كرر آية واحدة مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلى وحده، فذالک غير مكروه، فقد ثبت عندنا عن جماعة من السلف رضي الله عنهم أنهم كانوا يحيون ليلتهم بآية العذاب، أو آية الرحمة، أو آية الرجاء أو آية الخوف. (المحيط البرهاني، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض، المجلس العلمي جديد ۲/ ٤۹، رقم:۱۲۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۱/۴۰)

دعاء ماثورہ پڑھ کر سجدۂ سہو کرنا

سوال [۲۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید وتر کی نماز پڑھ رہا ہے دو رکعت پوری کر کے تشہد پڑھ کر درود شریف بھی پڑھ چکا تو یاد آیا کہ ابھی ایک رکعت باقی ہے، اس نے کھڑے ہو کر اپنی تینوں رکعتیں پوری کیں، پھر تشہد پڑھ کر زید کو سجدۂ سہو کرنا تھا؛ لیکن وہ سجدۂ سہو نہ کر کے درود شریف پڑھ کر دعاء ماثورہ پڑھنے لگا، تب یاد آیا کہ سجدۂ سہو کرنا تھا تو اب کیا کرے؟

المستفتی: محمد جابر خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعاء ماثورہ پڑھ رہا تھا، تو اس کے لئے دعاء ماثورہ پڑھ کر بھی سجدۂ سہو کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ (کتاب المسائل ۱/۳۳۵، فتاوی دار العلوم ۴/۴۱۲)

ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویا للقطع، لأن نية تغيير المشروع لغو مالم يتحول عن القبلة، أويتكلم لبطلان التحريمة. (در مختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، زكريا ۲/۵۵۸، كراچي ۲/۹۱، تاتارخانية، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في سجود السهو، زكريا ۲/۵۵۸، رقم:۲۸۲۲، هداية جديد، كتاب الصلاة، باب سجود السهو ۱/۱۶۷، ۱۶۸)

ويأتي بالصلاة عن النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في قعدة السهو هو الصحيح؛ لأن الدعاء موضعه آخر الصلاة (و في هامشه) إن في المسألة إختلافاً بين أبي حنيفة، وأبي يوسف، ومحمد رحمهم الله، فعند الشيخين يصلي في القعدة الأولىٰ وعن محمد في القعدة الأخيرة بناء على أصل وهو أن سلام من عليه السهو يخرجه من الصلاة عندهما، فإذا كان كذٰلك

کانت القعدة الأولیٰ هي قعدة الختم وعن محمد خلافه. (هداية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، مطبوعة بلال ۱/۱٦٣، اشرفي ۱/۱٥٧)

عن الحسن في رجل نسي سجدتي السهو قال: إذا لم يذكرهما حتى انصرف ولم يسجدهما، فقد مضت صلاته، فإن ذكرهما وهو قاعد لم يقم يسجدهما. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب نسيان سجدتي السهو ۲/۳۲٤، رقم: ۳٥٤۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۱۴ھ

ایک سجدۂ تلاوت کی جگہ دو سجدہ کرنا موجب سہو ہے

سوال [۲۹۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک سجدۂ تلاوت نماز میں کرنا تھا، بھول سے دو سجدہ کرلئے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز میں ایک سجدہ تلاوت کرنے کے بجائے دو سجدۂ تلاوت کرلئے تو تکرار سجدہ کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

عن عطاء قال: إن شک في السجود فلاتعد، واسجد سجدتي السهو، وإن استيقنت أنک قد سجدت في ركعة ثلاث سجدات فلا تعد واسجد سجدتي السهو. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الرجل يسهو في الركوع والسجود ۲/۳۱۹، رقم: ۳٥۲٤)

إذا سجد في موضع الركوع، أوركع في موضع السجود، أو كرر

ركنا، أو قدم الركن، أو أخره ففي هذه الفصول كلها يجب سجود السهو. (هندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، زكريا ١/١٢٧، جديد زكريا ١/١٨٧)

ويجب بتكرار الركن نحو أن يركع مرتين، أو يسجد ثلث مرات. (حلبي كبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، سهيل اكيڈمي لاهور ٤٥٦، ٤٥٧)

سجود السهو يجب......بتكرار ركن نحو أن يركع ركوعين، أويسجد ثلاث سجدات. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر سجود السهو، زكريا٢/٣٨، رقم:٢٧٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۵/۱۴۳۵ھ

(۲۰) باب سجود التلاوة

حنابلہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کتنے ہیں؟

سوال [۲۹۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کتنے سجدۂ تلاوت ہیں؟

المستفتی: حافظ مقصود احمد، میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک پندرہ مقامات میں سجدۂ تلاوت ہیں، ۱۴؍مقامات وہ ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہیں اور ایک مقام سورۃ حج میں دوسرا سجدہ ہے۔

قال أبو حنيفة رضي الله عنه هن أربع عشرة اثبت سجدات المفصل وسجده من ص و اسقط السجده الثانية من الحج وقال أحمد و ابن شريح من أصحابنا وطائفة هن خمسة عشرة اثبتوا الجميع و مواضع السجدات معروفة الخ (نووي شرح مسلم شريف، كتاب المساجد، باب سجود التلاوة ۱/۲۱۵)

تطلب في أربعة عشر موضعاً: وهي آخر آية في الأعراف، وآية الرعد، وآية النحل، وآية الاسراء التي آخرها، وآية مريم التى آخرها وآيتان في سورة الحج عند الشافعية والحنابلة. (الفقه على المذاهب الاربعة، كتاب الصلاة، مباحث سجدة التلاوة، المواضع التي تطلب فيها سجدة التلاوة، دارالفكر بيروت ۱/۴۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴؍۶۹۳)

کیا تمام سجدۂ تلاوت واجب ہیں؟

سوال[۲۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن شریف میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں، سبھی واجب ہیں یا کچھ فرض اور سنت بھی ہیں، جوہرۃ کی عبارت سے مختلف معلوم ہوتے ہیں؟

إعلم أن بالقرآن أربعة عشر سجدة سبعة منها فريضة وثلاث منها واجب وأربع منها سنة. (الجوهرة النيرة ۱/۷۷)

مفصل مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: مظہرالحق قاسمی، تمملنا ڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قرآن مجید میں ۱۴/ چودہ سجدے ہیں سبھی واجب ہیں بعض فرض یا سنت نہیں۔

تجب سجدة التلاوة بسبب تلاوة آية من أربع عشرة آية. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجد التلاوة، زكريا ۲/ ۲۱۰، كوئٹه ۲/ ۱۱۸، شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كراچي ۲/ ۱۰۳، زكريا ۲/ ۵۷۵ هداية، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة اشرفي ديوبند ۱/ ۱۶۳، مكتبة بلال ۱/ ۱۷۰ فتح القدير، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كوئٹه ۱/ ۴۶۵، زكريا ۲/ ۱۳، طحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، دارالكتاب ديوبند ۴۷۹، قديم ۲۶۰)

اور جوہرہ کی عبارت کا جواب یہ ہے کہ یہ کتاب فقہاء متاخرین کی غیر محررہ تصنیفات میں سے ہے؛ لہٰذا دیگر معتبر کتابوں کی تصدیق وتائید کے بغیر اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا ہے:

شرح عقود رسم المفتی ۳۶، دار الکتاب دیوبند ۵۶۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳ر ۵۶۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۱۴ھ

سجدۂ تلاوت کس پر واجب ہے؟

سوال [۲۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدرس حضرات مدرسہ میں قرآن پاک پڑھاتے ہیں ان کے اوپر سجدۂ تلاوت واجب ہے؟ تو کیا سجدہ کرنا ضروری ہے؟

المستفتی: محمد حنیف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ تلاوت پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر واجب ہے؛ لہٰذا حضرات مدرسین جو آیت سجدہ سنتے ہیں تو ان پر بھی پڑھنے والے کی طرح سجدہ کرنا ضروری ہے۔

عن ابن عمر قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يقرأ علينا السورة فيها السجدة، فيسجد و نسجد حتى ما يجد أحدنا موضع جبهته. (صحيح البخاري، سجود القرآن ١/١٤٦، رقم:١٠٦٤، ف:١٠٧٥)

والسجدة واجبة في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن أولم يقصد لقوله عليه السلام السجدة على من سمعها وعلى من تلاها. (هداية، كتاب الصلاة، باب في سجود التلاوة، اشرفي ديوبند ١/١٦٣، مكتبة بلال ١/١٧١)

لاخلاف أن التلاوة سبب لوجوبها - وأما السماع هل هو سبب؟ قال: بعضهم: بأنه سبب، فإن الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين قالوا:

السجدة على من سمعها، كما قالوا على من تلاها. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل ۲۱، في سجدة التلاوة، زكريا ٢/ ٤٦١، رقم: ٢٩٩٩، الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة قديم ۹۷/۱، جديد دارالكتاب ديوبند ۹۷/۱)

فيجب على التالي الأصم، والسامع الذي لم يتل، أما التلاوة فلا يشكل، وكذا السماع لما بينا أن الله تعالى ألحق الأئمة بالكفار لتركهم السجود، إذا قرئ عليهم القرآن بقوله تعالى فمالهم لا يؤمنون وإذا قرئ عليهم القرآن لايسجدون. [سورة الانشقاق: ۲۱]

وقال الله تعالىٰ: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ. [سورة السجدة:١٥]

من غير فصل في الآيتين بين التالي والسامع، وروينا عن كبار الصحابة رضي الله عنهم السجدة على من سمعها، ولأن حجة الله تعالىٰ تلزمه بالسماع كما تلزمه بالتلاوة، فيجب أن يخضع لحاجة الله تعالىٰ بالسماع كما يخضع بالقرأة. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سبب وجوب الصلاة، زكريا ديوبند ۱/ ٤٣٠، قديم كراچي ۱/ ۱۸۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۳۵/۳۷)

فرض نماز میں آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرنا

سوال [۲۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز فرض میں آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ بھی کرلیا، کیا اس میں کوئی کراہت ہوگی؟

المستفتی: اختر عالم، متعلم مدرسہ جامعہ عربیہ حیات العلوم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہرفرض نماز میں آیت سجدہ تلاوت کر کے سجدہ کر لینا جائز اور درست ہے، اس سے نماز میں کسی قسم کی کراہت لازم نہیں آتی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴/۴۲۴)

ولو تلاها في الصلاة سجدها فيها لا خارجها الخ (الدرا لمختار، مصري، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كراچي ٢/١١٠، زكريا ٢/٥٨٥، مصري ١/٧٢٢)

عن أبي مجلز: أن النبي صلى الله عليه وسلم: قرأ في صلاة الظهر سجدة فسجد، فرأوا أنه قرأ آلّم تنزيل السجدة. (مصنف لان أبي شيبه، كتاب الصلاة، باب السجدة تقرأ في الظهر والعصر قديم ٢/٢٢، رقم: ٤٣٨٥، جديد ٣/٤٢٤، رقم: ٤٤١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۵۱/۲۵)

ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ کا تکرار

سوال [۲۹۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مکتب میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب استاذ بچے کو قرآن پڑھاتا ہے اور سجدۂ تلاوت آتا ہے تو اس کو پہلے استاذ بچے کو پڑھاتے ہیں پھر بچے پڑھتے ہیں تو اس صورت میں استاذ اور بچے پر یا پھر کسی سننے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا یا دو سجدے؟

المستفتی: اسرار الحق مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایک آیت ایک ہی مجلس میں بار بار پڑھی

اور سنی جائے تو ایسی صورت میں صرف ایک سجدہ واجب ہوگا؛ لہٰذا استاذ پر صرف ایک سجدہ اور نابالغ بچوں پر سجدہ نہ پڑھنے سے واجب ہوتا ہے اور نہ سننے سے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۴/۴۴)

عن عبد الرحمن: أنه كان يقرأ السجدة فيسجد، ثم يعيدها في مجلسه ذالک مراراً لايسجد. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الصلاة، الرجل يقرأ السجدة، ثم يعيد قرأتها كيف يصنع جديد ۳/ ۳۸۵، رقم: ۴۲۲۵، قديم رقم: ۴۲۰۱)

ولو كررها في مجلس واحد لاتتكرر-وإن اجتمع التلاوة والسماع، ولو من جماعة-لايتكرر؛ كفت سجدة واحدة في الأصح لاتحاد الآية والمكان الخ (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كراچي ۲/ ۱۱۴، زكريا ۲/ ۵۹۰-۵۹۱، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب سبب وجوب التلاوة قديم كراچي ۱/ ۱۸۰، زكريا ۱/ ۴۳۰، حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، دارالكتاب ديوبند ۴۹۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۵ھ

آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ لازم ہے یا نہیں؟

سوال [۲۹۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آیت سجدہ لکھنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ تلاوت کے وجوب کے لئے آیت سجدہ کی تلاوت یا اس کا سننا شرط ہے، محض لکھنے سے یا ٹائپ کرنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۴۴، کتاب المسائل ۱/ ۵۳۳، اہم مسائل ۱/ ۸۰)

لاتجب بالكتابة، أو النظر من غير تلفظ، لأنه لم يقرأ ولم يسمع. (حلبي كبير، القرأة خارج الصلاة، سجدة التلاوة، اشرفية ۵۰۰)

ويجب بكتابة القرآن. (خلاصة الفتاوى فقيه الأمت ۱/ ۱۸٤)

ولاتجب بكتابة. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، زكريا ۲/ ۱٤، كوئٹه ۲/ ٤٦٦)

وكذلك لو كتب القرآن لاتجب عليه السجدة. (التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة، زكريا ديوبند ۲/ ٤٦۲، رقم: ۳۰۰۵)

يجب بسبب تلاوة ، وتحته في الشامية احترز عما لو كتبها، أو تهجاها فلا سجود عليه. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، زكريا۲/ ۵۷۵، شامي كراچي ۲/ ۱۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍ ۱۱۵۶۱)

ٹیپ ریکارڈ میں آیت سجدہ سننا

سوال [۲۹۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس کیسٹیں ہیں اور اس میں آیت سجدہ ہے ہم نے اس کو سنا تو ہم کو سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: محمد نسیم الدین، مقبرہ، مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیپ ریکارڈ وغیرہ میں آیت سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے، یہ صدائے بازگشت کے حکم میں ہے؛ لہٰذا صورت مذکورہ میں آپ پر سجدہ واجب نہیں ہوا۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۴۱، جواہر الفقہ قدیم ۴؍ ۴۷، جدید زکریا دیوبند ۷؍ ۴۲۰)

ذكر شيخ الإسلام أنه لايجب بالسماع من مجنون، أو نائم، أو طير، لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها بالتمييز ولم يوجد. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كراچي ٢/١٠٧-١٠٨، زكريا ٢/٥٨١، حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، دارالكتاب ديوبند ٤٨٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۵۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۱/۲۳ھ

ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننے کا حکم

سوال [۲۹۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ نیز سننے والے کو تلاوت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: مظہر الحق قاسمی، تملناڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ٹیپ ریکارڈ پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا، اسی طرح اگر ریڈیو پر سنا جارہا ہے تو بھی سجدہ واجب نہ ہوگا اور اگر ریڈیو پر قاری پڑھ رہا ہوں تو سجدہ واجب ہوجائے گا۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹؍۲۰۳، جدید زکریا ۹؍۲۰۸، مطول ۵؍۳، احسن الفتاوی زکریا ۴؍۶۵، امداد الفتاوی ۴؍۲۴۵، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۳۵؍۲۰۷؍۱۶۶)

ذكر شيخ الإسلام أنه لايجب بالسماع من مجنون، أو نائم، أو طير، لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها بالتميز لم يوجد. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كراچي ٢/١٠٨، زكريا ٢/٥٨١، وهكذا حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، دارالكتاب ديوبند ٤٨٤)

اگر ریڈیو پر پڑھنے والا قاری مفت میں ثواب سمجھ کر پڑھے تو پڑھنے والے اور سننے والے دونوں کو ثواب ملے گا اور اگر اجرت لے کر پڑھتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/۲۶۶، ۹/۲۱۷، زکریا جدید ۹/۲۶۴، ۲۱۸، جدید زکریا مطول ۲/۵۰۱ آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷/۱۶۲/۱۶۴)

اجرت پر قرآن پڑھنا جائز نہیں۔ (عزیز الفتاوی ۱/۲۶۲)

سننے والے چونکہ اجرت دینے میں شامل نہیں ہوتے ہیں؛ اس لئے ان کو ثواب مل جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاوی زکریا ۱/۴۹۶)

قال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطي اٰثمان.

(شامي، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة كراچي٦/٥٦، زكريا ٩/٧٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۱۴ھ

امام رکوع میں سجدہ کی نیت کرے اور مقتدی نہ کریں

سوال [۲۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں امام صاحب کبھی کبھی نماز میں سورۂ علق اور سورۂ نجم پڑھتے ہیں جن کے آخر میں سجدہ کی آیت ہے اور سجدہ کی آیت پڑھ کر رکوع کر لیتے ہیں، امام صاحب رکوع میں سجدہ کی نیت کر لیتے ہیں اور مقتدی نہیں کرتے؛ کیونکہ مقتدیوں کو علم نہیں ہے، کیا ایسی صورت میں مقتدیوں کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا؟ جبکہ صاحب خیر الفتاوی ۲/۶۵۶/ پر لکھتے ہیں کہ مقتدیوں کے سجدہ میں چلے جانے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا؟ ایسی حالت میں گنہگار کون ہوگا؟

المستفتی: محمد اصغر بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کتب فقہ اور حضرات فقہاء اور اکابر اہل فتاوی کی تحریرات دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی ہے اور مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہے تو اس میں اختلاف ہے، اکثر فقہاء اور اہل فتاوی کی رائے یہ ہے کہ امام کے سلام کے بعد مقتدی آیت سجدہ کا سجدہ کر کے قعدہ کر کے سلام پھیرے، ورنہ مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی، اکثر فقہاء اور اکثر اہل فتاوی نے یہی لکھا ہے، جیسا کہ امداد الفتاوی زکریا ۱/۵۵۴، فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۷/۴٦٦ وغیرہ میں، شامی، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوت، کراچی ۲/۱۱۱، عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ زکریا ۱/۱۳۳، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، زکریا ۲/۲۱۸، کوئٹہ ۲/۱۲۳، تاتار خانیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل الحادی والعشرون فی سجدۃ التلاوۃ زکریا ۲/۴۷۸، رقم: ۳۰۵۵ اور طحطاوی، کتاب الصلاۃ، باب سجدۃ التلاوۃ دار الکتاب دیوبند ۴۸۷ وغیرہ کی عبارات سے واضح ہوتا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ امام کی نیت مقتدی کی نیت کے لئے بھی کافی ہوجائے گی، اسی کو صاحب احسن الفتاوی نے راجح کہا ہے؛ لیکن علامہ شامیؒ نے اس قول کو صحیح کے خلاف کہا ہے، امت کے لئے اسی قول کو اختیار کرنے میں آسانی ہے، مگر اس کی تائید زیادہ نہیں ملتی ہے؛ اس لئے امام کو رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہیں کرنی چاہئے؛ بلکہ رکوع میں نیت نہ کر کے سجدہ ہی میں نیت کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ سجدہ میں نیت کرنے کی صورت میں مقتدی نیت کرے یا نہ کرے ہر صورت میں مقتدی کا سجدہ بھی ادا ہوجاتا ہے اور کسی کی نماز میں خرابی نہیں آتی۔ (مستفاد: امداد الفتاوی زکریا ۱/۵۵۵، فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۷/۴٦٦، احسن الفتاوی ۴/۵۹، فتاوی دار العلوم ۴/۴۱۴)

وفي الشامية: واختلفوا في أن نية الإمام كافية كما في الكافي، فلو لم ينو المقتدي لاينوب على رأي فيسجد بعد سلام الإمام ويعيد القعدة الأخيرة كما في المنية (إلى قوله) والأولىٰ أن يحمل على القول بأن نيّة

الإمام لاتنوب عن نية المؤتم، والمتبادر من كلام القهستاني السابق، أنه خلاف الأصح حيث قال على رأي فتأمل. (شامي، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، كراچي ٢/ ١١٢، زكريا ٢/ ٥٨٧-٥٨٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۴؍۹۴۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۱۸ھ

رکوع میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی میں دوسورتوں کی تخصیص

سوال [۲۹۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سورۂ بنی اسرائیل اور انشقاق کے ختم پر نماز میں رکوع کر لے اور اسی میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے؟ تو سوال یہ ہے ان دونوں کی تخصیص کس وجہ سے ہے؟

المستفتی: محبوب عالم، مدرسہ نجم الہدی، منجیری کیرالا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان دونوں سورتوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ ان سورتوں کے ختم سے چند ہی آیت پہلے آیت سجدہ ہے اور دوسری سورتوں میں ختم سورت سے بہت پہلے آیت سجدہ ہے۔

والثاني أن لا يتخلل بين التلاوة والركوع ثلاث آيات إلا إذا كانت الآيات الثلاث من آخر السورة كبني اسرائيل وإذا السماء انشقت الخ

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، زكريا ٢/ ٢١٧، كوئٹه ٢/ ١٢٣)

فإن محمداً نص على أنه إذا بقي بعد السجدة آيات من آخر السورة: أي كسورة الانشقاق وسورة بني اسرائيل إن شاء ختم السورة وركع لها، وإن شاء سجدلها، ثم قام فأكمل السورة، ثم ركع. (شامي، كتاب الصلاة،

باب سجود التلاوة، زكريا ٢/٥٨٧، كراچي ٢/١١١، حلبي كبير، كتاب الصلاة القراءة خارج الصلاة، سجدة التلاوة، اشرفيه ديو بند ٥٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۱۵/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۲۱ھ

صبح صادق کے بعد نماز فجر سے قبل سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال [۲۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صبح صادق ہونے کے بعد نماز فجر تک سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: مسماۃ رقیہ خاتون، زوجہ مقبول، اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صبح صادق ہونے کے بعد فجر کی نماز سے پہلے پہلے سجدۂ تلاوت کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

فيجوز فيها قضاء الفائتة، وصلاة الجنازة، وسجدة التلاوة......منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر. (هندية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الفصل الثالث في بيان الأوقات التى لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، زكريا ١/٥٢، جديد زكريا ١/١٠٩، خانية على الهندية، كتاب الصلاة، باب الأذان، زكريا ١/٧٤، خانية جديد زكريا ١/٤٩)

بعد صلاة فجر وصلاة عصر لايكره قضاء فائتة، ولو وتراً، أو سجدة تلاوة، وصلاة جنازة، وكذا الحكم بعد طلوع فجر سوى سنته. (شامي، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، كراچي ١/٣٧٥، زكريا ٢/٣٧)

تسعة أوقات: يجوز فيها قضاء الفائتة، وصلاة الجنازة، وسجدة التلاوة– إلى– بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر. (الفتاوى التاتار خانية،

كتاب الصلاة، الفصل الأول في المواقيت ٢/ ١٧، رقم: ١٥٠٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۵۲/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۷/۱۴۳۰ھ

اوقات مکروہہ میں سجدۂ تلاوت کرنا

سوال [۲۹۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص تلاوت کررہا ہے سورج طلوع ہو گیا تو یہ مکروہ وقت ہے سجدۂ تلاوت آ گیا تو یہ سجدہ جو ابھی مکروہ وقت میں ذمہ میں لازم ہوا ہے مکروہ وقت میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قدوری میں بین السطور و **لا يسجد** کے اوپر تحریر ہے **هذا إذا وجبتا في وقت مباح** کا مطلب کیا ہے؟

المستفتی: مولوی سلامت اللہ مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، شیرکوٹ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ سجدۂ تلاوت جو مکروہ وقت میں سورج طلوع ہوتے وقت ذمہ میں واجب ہوا ہے اسی مکروہ وقت کے اندر ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے؛ اس لئے افضل یہی ہے کہ مؤخر کرکے مباح وقت میں ادا کرے؛ کیونکہ اس میں تعجیل مستحب نہیں ہے۔
(مستفاد: احسن الفتاوی ۲/۱۳۶)

وبخلاف سجدة التلاوة، لأن التعجيل لايستحب فيها مطلقاً، أي بل يستحب في وقت مباح فقط فثبتت كراهة التنزيه في سجدة التلاوة دون صلاة الجنازة. (شامي، كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، زكريا ٢/ ٣٥، كراچي ١/ ٣٧٤)

ثلاث ساعات لاتجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة، ولاسجدة التلاوة، إذا طلعت الشمس حتى ترتفع – هذا إذا وجبت صلوة الجنازة،

وسجدة التلاوة في وقت مباح، وأخرتا إلى هذا الوقت، فإنه لايجوز قطعاً، أما لو وجبتا في هذا الوقت وأديتا فيه جاز؛ لأنها أديت ناقصة كما وجبت– لكن الأفضل في سجدة التلاوة تأخيرها. (هندية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الفصل الثالث في بيان الأوقات لاتجوز فيها الصلوة وتكره فيها، زكريا ۱/ ٥٢، جديد زكريا ۱/۸ ۱۰)

اورقدوری کے بین السطور کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جوسجدہ تلاوت مباح وقت میں ذمہ واجب ہوا ہے، اسے مکروہ وقت میں ادانہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ وہ مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۲/ ۱۳٦)

ولاينعقد الفرض وسجدة تلاوة، وصلاة جنازة تليت في كامل وحضرت قبل لوجوبه كاملاً، فلا يتأدى ناقصاً. (شامي، كراچي ۱/ ٣٧٤، زكريا ۲/ ٣٥)

ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلوة الجنازة عند الطلوع، والاستواء، والغروب، وتحته في الدر المنتقي، وسجدة التلاة المتلوة في غير هذه الأوقات وصلاة جنازة حضرت قبلها، لأن ماوجب كاملاً لا يتأدي بالناقص، وأما المتلوة، أو الحاضرة فيها فلا يكره أي تحريماً. (الدر المنتقي في شرح الملتقى جديد بيروت، كتاب الصلاة ۱/ ۱۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

عصر کی نماز کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا

سوال [۲۹٦۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عصر کی نماز کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صالح متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: نمازِ عصر کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اسی طرح نمازِ فجر کے بعد بھی جائز اور درست ہے۔

لابأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة، ويصلي على الجنائز الخ (هداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، اشرفی ديوبند ١/٨٦)

بعد صلاة فجر وصلاة عصر...... لايكره قضاء فائتة، ولو وتراً، أوسجدة تلاوة، وصلاة جنازة. (در مختار مع الشامي، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، كراچي ١/٣٧٥، زكريا ٢/٣٧)

قال رحمه الله: وعن التنفل بعد صلوة الفجر والعصر لاعن قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلاة جنازة، أي نهي عن التنفل في هذين الوقتين. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، زكريا ديوبند ١/٢٣٢، امداديه ملتان ١/٨٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۱۸/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۳/۹ھ

اوقاتِ ممنوعہ میں سجدۂ تلاوت کرنا

سوال [۲۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سجدۂ تلاوت اوقاتِ ممنوعہ میں کرسکتا ہے یا نہیں؟ جیسے صبح فجر کے بعد یا عصر کے بعد؟

المستفتی: محی الدین، سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: کرسکتا ہے۔

ولايكره فيهما الفرض (إلى قوله) يعني الفوائت صلوة الجنازة، وسجدة التلاوة الخ (غنية المستملي المعروف بكبيري، أما الأوقات التى تكره فيها الصلاة فخمسة قديم٢٣٦، جديد اشرفية ديوبند ٢٣٨)

عن التنفل بعد صلوة الفجر، والعصر لا عن قضاء فائتة وسجدة تلاوة، وصلاة جنازة، أي منع عن التنفل في هذين الوقتين. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، زكريا ١/٤٣٧، كوئٹه ١/٢٥١)

ومنع عن التنفل، وركعتي الطواف بعد صلوة الفجر،والعصر لما ثبت أن النبي عليه الصلاة والسلام نهى عن الصلوة في هذين الوقتين لا عن قضاء فائتة و سجدة تلاوة وصلوة جنازة. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، دارالكتب العلمية بيروت ١/١١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۰/۲۳)

ایضاح المسائل کے ایک مسئلہ کی وضاحت

سوال [۲۹۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کی کتاب ایضاح المسائل ایک ساتھی لائے تھے، مطالعہ کر کے بہت اچھی لگی؛ لیکن ایک مسئلہ میں اشکال ہو رہا ہے شاید کاتب سے چوک ہوگئی ہے، ورنہ مراقی الفلاح حاشیہ نورالایضاح صغیری؛ بلکہ خود بہشتی زیور میں مسئلہ دوسری طرح بیان کیا گیا ہے، حقیقت سے مہربانی کر کے واقف فرمائیں، وہ مسئلہ یہ ہے، اگر سجدہ کرنے کے بعد اسی آیت کو دوبارہ پڑھے گا تو دوسرا سجدہ کرنا لازم ہے، نیز ۱۳۱/ پر جہر بالتسمیہ کے متعلق جو تحریر فرمائی ہے حضرت گنگوہیؒ نے بھی یہی تحریر فرمائی؛ لیکن علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق جہراً ہو یا سراً دونوں حسن ہیں، شامی کے اس قول کا کیا مطلب ہے ذرا وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: علیم الدین، ۲۳/دارجدید دارالعلوم دیوبند، سہارنپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ ہے کہ آپ نے

کتاب کی غلطی کی نشاندہی فرمائی اللہ تعالیٰ آپ کو علم میں فضل میں عمر میں ہر طرح کی ترقیات سے نوازیں ایضاح المسائل کی اصل عبارت یوں ہے کہ اگر سجدہ کرنے کے بعد اسی آیت کو وہاں سے ہٹ کر دوبارہ پڑھے گا تو دوسرا سجدہ کرنا لازم ہے، اس کو صحیح کر لیجئے، آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب میں صحیح کر دی جائے گی۔

بسم اللہ جہراً و سراً دونوں طرح ہر سورت کے شروع میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حسن ہونے کے بارے میں شامی کی عبارت خاکسار کی نظر سے نہیں گذری، اگر آپ نے دیکھی ہے تو عبارت مع صفحہ وطبع تحریر فرمائیں غور کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٦ر ذی الحجہ ١٤١٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩٣٨/٢٨)